830

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम मुसीरि हामिदी

लेखक: नवाब मोहम्मद हामिद अली खाँ

प्रकाशन वर्ष 1887

आगत संख्या 830

830

830,U

Lala Bhawani Prasad

830

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

سیر حامدی

Acc: 1491
1491

حصۂ اوّل

یعنی
روزنامۂ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر
فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ فرماں روائے ریاستِ مصطفیٰ آباد عرف رامپور

جسکو
مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپواکر شائع کیا

اور مطبع عام مفید آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

830

ज्ञानान्न मुक्तिः
पुस्तक सं०..............
आगत सं०...९८२९...
तिथि...११.७.२००९
गुरुकुल ग्रन्थालय काँगड़ी.

سیر حامدی

حصۂ اول

یعنی
روزنامۂ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر
فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ فرماں روائے ریاستِ مصطفیٰ آباد عرف رامپور
جسکو
مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپوا کر شائع کیا

اور مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست در خاک ادب خفتن
سجودے میتواں کردن درودی میتواں گفتن

میں اپنی سیاحت کے حالات لکھنے سے قبل چاہتا ہوں کہ اِس تصنیف کی نسبت اپنا خیال اپنے ہموطنوں پر ظاہر کرلوں۔ میری غرض اِس کتاب کے لکھنے سے نہ تو ایسی تصنیف کی اشاعت مقصود ہی جو مصنف کی شہرت و نام آوری کا باعث ہوتی ہی۔ نہ یہ امر ظاہر کرنے کی خواہش ہی کہ جو کچھ ہمنے دیکھا وہ ایسی عنقا چیز تھی کہ ہمارے سوا کسی نے نہیں دیکھی اور ہم جابلسا سے جابلقا تک پھر کر خیالی قہقہہ دیوار کے بھی اُس پار ہو آئے۔ اور نہ دیکھنے والوں پر اُس کے اظہار سے فخر کریں۔ نہ یہ مدعا ہی کہ حیرت انگیز حالات سُنا کر سننے والوں کو حیرت میں ڈالیں۔ بلکہ محض یہ غرض ہی کہ دوراں سیاحت میں جو ملک اور قومیں ہماری نظر سے گزریں اُن کی طبعی حالت۔ طرز معاشرت۔ تہذیب و تمدن۔ حرفت و صنعت اسباب تجارت اور جس چیز کی اُن کو ہمارے ملک سے ضرورت ہی یا جس امر میں ہم

اُن کی صنعت و حرفت یا طبعی اشیا کے خواہشمند ہیں۔ اور سیّاح کو وہاں کس قسم کے امور پیش آتے ہیں۔ ظاہر کریں جو باتیں اہلِ ملک کی نظر میں مفید و موافق ہوں اُن کو بقدرِ اعتدال اختیار اور جو غیر مفید و بیکار سمجھیں اُن کو یک لخت ترک کرنے کے مختار ہیں۔ غرضکہ ہمارے لکھے ہوے نوٹوں سے کار آمد و فائدہ رساں باتیں اخذ کرلیں۔

میرا خیال بے محل نہیں ہی کہ اہلِ ہندوستان نے بھی اولوالعزمی و ترقّی کے زینے پر قدم رکھ کر تقدیر آزمائی شروع کی ہی۔ اگر اپنے ارادوں میں پختہ اور راسخ رہے تو ضرور ایک دن مابہ المقصود حاصل کرلیں گے۔

اِس ملک میں اصلی باشندوں کے نام سے **مسلمان** اور **ہندو** دو قومیں آباد ہیں جنکی دنیوی تقدیر اور نفع و نقصان قدرتاً شریک اور مدت سے اِن دونوں فرقوں کی آسایش اور حصولِ معاشرت کی سہولت ایک دوسرے کی موافقت و یکدلی کی محتاج رہی ہی۔

خدا تعالیٰ سے میری درخواست ہی کہ مخالفت باہمی اور تعصبات قومی سے اِن دونوں گروہوں کو بچاے رکھے تاکہ ترقّی کے راستے مسدود نہوں اور ایک بھائی دوسرے کے حق میں خارِ راہ نہ شمار کیا جاے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔ و باللہ التوفیق۔

حامداً و مصلیاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

830;U

یہ کتاب ہماری سیاحت کا جو ممالک **ایشیا۔ امریکہ۔ یورپ** اور مصر کے بعض دیار میں واقع ہوگی، روزنامہ ہی اگر خداوند تعالیٰ نے چاہا تو روزنامے کے طور پر تحریر ہوگا=

سیاحت مذکور کی نسبت پہلی تجویز جون ۱۸۹۲ء میں جبکہ ہم نینی تال میں گرمی کا موسم بسر کر رہے تھے **ہز آنر سر آکلنڈ کالون صاحب بہادر** کے سی ایم جی لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی طرف سے پیش ہو کر آخر جولائی تک گورنمنٹ آف انڈیا کے اتفاق رائے سے مصمم ہوگئی۔ اور مقرر ہوا کہ مارچ ۱۸۹۳ء میں ہم سیاحت کے واسطے روانہ ہونگے اُسی روز سے خیالات میں سفر کا ارادہ راسخ ہونے لگا اور جوں جوں میعاد سفر کا زمانہ قریب ہوتا گیا خیالات سفر زیادہ روشن اور آمادہ ہوتے گئے۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں سردی شروع ہو جانے کی وجہ سے نینی تال سے بریلی اور بریلی میں موسم سرما بسر کرنے کے بعد فروری میں اِس لیئے رامپور آئے کہ سب سے

مل جُل کر روانہ مقصد ہوں۔

چنانچہ آج ہم تیسری مارچ سنہ ۱۸۹۳ع کو جو پندرہ ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۱۰ھ سے مطابق ہے گیارہ بجے دن کے مچھی بھون کے جنوبی دروازے سے مہد علیا والدہ ماجدہ اور تمام بیگمات کو خدا حافظ کہکر بریلی کو واپس آنے کے واسطے جرٹ پر سوار ہو کر مراد آباد کو روانہ ہوئے کہ بارہ ۱۲ مارچ تک بریلی میں ٹھیر کر سامان سفر مہیّا کریں اور تیرہ ۱۳ کو سفر میں قدم رکھیں رامپور سے چلنے کے وقت جنگی سواروں کا رسالہ جرٹ کے آگے پیچھے اور متوسلین ریاست عمائد شہر اور عزیز و اقارب ہر طرف سے ہمکو احاطہ کیئے ہوئے تھے۔ راستے کے اطراف میں زن و مرد وداع کے واسطے کھڑے ہوئے حسرت بھری نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے ہر فرد بشر ہماری روانگی پر حیرت زدہ اور سفر دراز کی صعوبت کے خیال میں غرق پایا جاتا تھا آخرش سب جا بجا مشایعت وداع کرتے ہوئے رہ گئے اور ہم بعجلت آگے بڑھ کر اُسی روز شب کے نو ۹ بجے بریلی پہنچے بارہ ۱۲ مارچ تک نو ۹ روز سامان سفر کے انتخاب و اختصار میں صرف ہوئے۔

۱۳- مارچ سنہ ۱۸۹۳ع- صبح کو بہت سویرے اُٹھکر بریلی کنٹونمنٹ اسٹیشن سے چھ ۶ بجے ریل پر سوار ہوئے اور اس غرض سے آگرے کو چلے کہ سترہ ۱۷ مارچ تک وہاں رہیں اور گھوڑ دوڑ دیکھکر بمبی کو روانہ ہوں۔ بریلی کے قیام کے زمانے میں احباب اور متوسلین ریاست اگرچہ رامپور میں بھی ہم سے رخصت ہو چکے تھے مکرراً ملنے کو آتے تھے۔

ہز ہائیس فخر الدولہ فرّخ میرزا نواب امیر الدین احمد خان بہادر والی لُہارو وداع کے واسطے اپنی دار الریاستہ سے تشریف لائے اور دو روز و شب رونق بخش مجلس اُنس رہ کر تیسرے روز رخصت ہوئے گو پہلے سے رسم ترسل جاری تھی مگر نواب صاحب ممدوح سے اوّل ملاقات گذشتہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ہوئی تھی جبکہ وہ میلہ بے نظیر کی تقریب میں مخصوصاً ہم سے ہی ملنے کیواسطے تشریف لائے تھے- نواب صاحب موصوف دہلی کے قدیمی عمائد سے عالی خاندان اور میرے خیال میں اپنے نامور سلف کے صالح واقبالمند خلف اور ذی علم مکمل تکمیل کمالات انسانی حلیم الطبع متین الوضع خلیق ومہذب دیندار اور پرہیزگار شخص ہیں- رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ رئیس نینی تال راجہ کشن کنوار رئیس بلاری- اور بعض دیگر عمائد مراد آباد وغیرہ بریلی سے رخصت ہوئے رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ نے چندوسی تک مشایعت کی وہاں سے رخصت ہوئے-

بریلی ریلوے اسٹیشن پر خان بہادر سید علی حسن خاں صاحب ریونیو ممبر ریاست رامپور موقتاً رامپور سے آکر وداع کے بعد رخصت ہوئے- کرنل ونسنٹ صاحب بہادر پریسیڈنٹ ریاست رامپور اور صاحبزادہ حیدر علی خاں صاحب بہادر خلف فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر بریلی کے اسٹیشن پر ملے اور وہیں سے رخصت ہوئے اور ہم آگرے کو روانہ ہوگئیے-

ہمراہیوں کی تفصیل جو شریک سفر ہیں

کپتان جے آر کالون صاحب بہادر ہمارے گورنر- محمد عبد المجید خاں پرائیوٹ سکرٹری

مسٹر بڈن انگلش ٹیچر- مولوی فرخی جو مجکو فارسی پڑہانے پر مامور ہیں اور حالت سفر میں میرے بیان کے مطابق سفرنامے کی ترتیب و تحریر بھی اُنھیں سے متعلق ہے کپتان فتحیاب خان افسر فوج رامپور- عبدالصمد خاں خلف صاحبزادہ عبدالسلام خان صاحب سب جج اوناؤ چار خدمتگار ایک باورچی اور ان کے سوا مسٹر ہوس طامس کُک کے ایجنٹ جو دوران سفر میں درستی و طیّاری سامان سفر کا اہتمام کریں گے-

غرض کہ اُسی روز شام کو آگرے پُہنچکر ہوٹل میں قیام ہوا- چودہ پندرہ ۱۵ مارچ کو بھی آگرے میں قیام رہے-

سولہ ۱۶ کو صاحبزادہ میجر حمید الظفر خان بہادر سکرٹری آف کونسل رامپور اور مسٹر رائٹ صاحب بہادر چیف انجینیر ریاست آگرے میں آ کر بمبئی تک مشایعت کیواسطے شریک ہو گئے- مسٹر بڈن اور عبدالصمد خان بھی جو بضرورت خانگی بریلی میں رہ گئے تھے آج آ گئے- کپتان ریڈ صاحب بہادر بھی بمبئی تک مشایعت کرینگے-

۱۷-۱۸- مارچ ۱۸۹۳ء - سولہ ۱۶ تک گھوڑ دوڑ کا جلسہ جو آگرے میں ہمارے قیام کا باعث تھا ختم ہوا اور ہم سترہ کو دو بجے دن کے براہ جھانسی و بھوپال بمبئی کو روانہ ہوئے قریب صبح جھکورہ اسٹیشن پر پہنچنے سے کچھ پہلے دو مال گاڑیاں باہم ٹکرا گئیں مگر جانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا صرف چند گاڑیاں اور ایک بریک ٹوٹ گئی شکستہ گاڑیاں جنکے تصادم سے کسیقدر لائن بھی اُکھڑ کر خراب اور راہ میں غار پڑ گئے تھے لین پر پڑے رہنے سے راستہ رُک گیا تھا اور بمبئی پہنچنے کیوقت

میں نو ۹ گھنٹے کا تفاوت واقع ہوا بمبئی سے آنیوالی ٹرین خراب شدہ لین اور شکستہ گاڑیوں کے اُس طرف اور بمبئی کو جانے والی جسپر ہم سوار تھے اِس طرف روکی گئیں اور بہزار جرِّ ثقیل طرفین سے آدمی اور اسباب تبدیل ہو کر آنیوالی بمبئی کو اور بمبئی جانے والی جھانسی کو مسافر لے کر لوٹ گئیں۔ اٹارسی سے ریلوی کمپنی کے عملے نے اسپیشل ٹرین میں مسافروں کو فوراً بمبئی کو روانہ کر دیا اُسی روز اٹھارہ ۱۸ مارچ کی شام کو صاحبزادہ یار محمد خان صاحب بہادر کامدار ریاست جاورہ مع خان محمد خان اپنے فرزند اور صاحبزادہ محمد افتخار علی خاں بہادر ولیعہد ریاست جاورہ کھنڈوہ اسٹیشن پر ہم سے آملے اور برسم مشایعت بمبئی تک ہمارے ساتھ ہوئے۔

۱۹- مارچ ۱۸۹۳ء کو دن کے تین بجے ہم بخیریت بمبئی پہنچے وکٹوریا ٹرمینس Victoria Terminus اسٹیشن پر آغا احمد علی مازندرانی چند گاڑیاں لیئے ہوئے استقبال کو آئے۔ آغا صاحب ریاست رامپور کے ساتھ غفران مآب حضرت خلد آشیاں نواب محمد کلب علیخان بہادر کے عہد مبارک سے تعلق رکھتے ہیں بمبئی کے معزز تاجروں میں ہیں۔ علی رضا خاں تحصیلدار اور ہادی حسن خاں مجسٹریٹ ملازمان ریاست بھی حج و زیارت سے مشرف ہونے کے ارادے پر حرمین شریفین کو جاتے ہیں اسٹیشن پر آئے تھے ہم **واٹسن ہوٹل** میں جہاں دو دفعہ پہلے بھی قیام کا اتفاق ہوا تھا ٹھیرے۔

۲۰- مارچ ۱۸۹۳ء- آج بمبئی میں قیام ہے۔ ہمارے دوست

میر محمد حسین ڈائرکٹر آف ایگری کلچر (محکمۂ زراعت) ڈپارٹمنٹ ریاست حیدرآباد جو نہایت لطیف طبع یورپ کے تعلیم یافتہ اور خالی از تکلّفات ظاہری سادہ وضع شخص ہیں آئے ہیں اور ہوٹل میں ہمارے ہی ساتھ ٹھیرے ہیں ۲۱-۲۲ کو اور دو روز بمبی میں رہ کر باقیماندہ حوائج سفر کا بندوبست کیا گیا۔

۲۳- مارچ پنجشنبہ بارہ ۱۲ بجے سے قبل ہوٹل سے روانہ ہوکر پی اینڈ او کمپنی کے ستلج اسٹیمر پر جو کنارے سے ملا ہوا گودی میں کھڑا تھا سوار ہوئے۔ سب دوستوں نے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اسٹیمر تک مشایعت کی ڈیڑھ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ اور ہم خدا حافظ کہکر روانہ مقصد ہوئے صاحبزادہ میجر حمید الظفر خاں صاحب بہادر صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کا مدار ریاست جاورہ ولیعہد جاورہ اور نیز تمام احباب جب تک کہ جہاز نظر سے غائب نہو لیا کنارے پر کھڑے ہوئے رومال کے اشارے سے سلام رخصت کرتے تھے۔ یہ جہاز ۳۱۹ فیٹ لمبا اور ۴۲ ۲/۱۲ فیٹ چوڑا ہی۔ پیندے سے کمروں کی چھت تک چالیس فیٹ اور وہاں سے ہر کین ڈک یعنی عرشے کی نیچے کی چھتری تک ۸ فیٹ سب ملا کر ۴۸ فیٹ بلندی ہی۔ عرشہ تقریباً تین گز چھتری سے اور بلند ہی جس پر کپتان وغیرہ کھڑے رہ کر جہاز چلاتے ہیں۔ اِس جہاز کا کل وزن ۴۲۰۵ چار ہزار دو سو پانچ ٹن[+] ہی۔ اور اس کا انجن آٹھ سو گھوڑوں کی قوت رکھتا ہی جو خشکی کے حساب سے چہار چند تصور

[+] ٹن اٹھائیس من وزن کو کہتے ہیں ۱۲

کیجاتی ہی یعنی پانی میں ایک گھوڑے کا زور خشکی پر چار گھوڑوں کی قوت کا کام دیتا ہی- جہاز کی رفتار فی گھنٹہ پندرہ ناٹ[†] ہی- درجہ اوّل کے مسافر ۱۳۸ درجہ دوم کے ۱۶۰- آدمی ہیں ۱۸۸۱ء میں بنایا گیا ہی اور ہر قسم کے حوائج مہیا کرنے میں نہایت سنجیدگی اور استقلال سے بندوبست کیا ہی- علاوہ امور مذکورہ کے تمام افسر خلیق بامروّت اور مسافر دوست ہیں خصوصاً کپتان اوسٹر Captain Oyster جس کا مثل نیک مزاجی اور آدمیت میں اس عہدے والوں میں کم ہوگا- جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہمکو دوران سر اور قی کا اندیشہ تھا مگر سوا مسٹر بڈن کے اور کسی کو اب تک دوران سر اور غثیان وغیرہ نہیں ہوا موسم اسقدر گرم ہی کہ پارہ ۸۷ ڈگری تک بلند ہی-

۲۴ جمعہ ۲۵ ہفتہ- ابتداے روانگی سے پچیس تک ایک حالت پر جا رہے ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا چونکہ ہم سیدھے مشرق کو جا رہے ہیں اور فصل بھی گرمی کی ہی اس لیئے جسقدر آگے بڑھتے جاتے ہیں گرمی زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہی کوئی گھڑی اپنے وقت پر قائم نہیں ہی- چونکہ طلوع کسیقدر پہلے ہوتا ہی گھنٹوں کی رفتار سست ہوتی جاتی ہی اور روز وقت بدلنا پڑتا ہی- اب تک دریا کے سطحے پر ذی روح کی قسم سے صرف ایک گز بھر کا سانپ دیکھا گیا پرند[‡] مچھلیاں اور بعض

[†] ناٹ دو ہزار گز خشکی کی مسافت ہی میل سے دو سو چالیس گز زیادہ ہی اور دریا کی مسافت کا اندازہ ناٹ سے ہوتا ہی یعنی ناٹ دریائی میل ہی ۱۲

[‡] پرند مچھلی چھوٹی چمگادڑ کے مثل ہوتی ہی اور پانی کے سطحے سے ملے ہوے جھلر جھلر کے اُڑتے ہیں-

ماہی خوار پرند اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں پچیس کو ابر تو صبح سے ہی تھا ہوا بھی تیز چلنے لگی کسیقدر ترشح بھی ہوئی - چونکہ اسٹیمر مشرق کو جارہا ہی اور ہوا بھی پُروائی ہی پانی ہوا سے اُڑکر کھڑکیوں کی راہ سے کیبنوں Cabins (کوٹھریوں) میں آتا ہی اسوجہ سے جہازی عملہ نے جو ہر وقت مصروف نگرانی ہی کھڑکیاں بند کردی ہیں ہوا کی شدت چھتری پر بھی ٹھیرنے نہیں دیتی تمام زن و مرد ایسی حالت میں ہیں کہ جب کمرے سے گرمی نکال دیتی ہی تو بغل میں بستر دبائے ہوئے چھتری پر جاتے ہیں اور جب ہوا ڈک Deck پر قدم نہیں جمنے دیتی تو کمروں میں بھاگتے ہیں تاہم مردوں کو تکلیف اُٹھانا آسان ہی مگر بیچاری عورتیں شدت سے بیچین ہیں لباس کی گرانی اُس پر ہوا کی طغیانی جہاز کی حرکت و تکان کس کس کے حملے کو روکیں -

۲۶ - مارچ ۱۸۹۳ء آج بھی ہوا تیز ہی ۲۳ - تاریخ سے آج تک سوائے چھوٹی چھوٹی بادبانی کشتیوں کے جو ہمارے بائیں طرف ملیبار کے ساحلوں سے قریب قریب جارہی تھیں اور کوئی چیز نظر نہیں آئی کبھی کبھی ملیبار کے کناروں کے پہاڑ نظر آتے ہیں مگر چونکہ موسم غبار انگیز ہی بخوبی محسوس نہیں ہوتے صبح سے جہاز کی تکان کو دریا کے تموج نے زیادہ کردیا ہی بعض آدمیوں کو دوران سر اور غثیان محسوس ہوتا ہی تین بجے سے ابر غلیظ ہی ہوا بھی پہلے کی نسبت تند ہی ساحلوں پر بارش ہو رہی ہی باوجود اِسکے کہ ہم جزیرۂ **سیلون** کے قریب اور شہر **کولمبو** سے بہت نزدیک ہیں لیکن ابر حائل ہی شہر نظر نہیں آتا - ۴ بجے

سے کولمبو کی بعض عمارات اور روشنی کا مینار نظر آنے لگا۔ ساڑھے پانچ بجے جہاز نے شہر کے قریب لنگر کیا چونکہ شام ہو گئی تھی اس لیے شہر میں نہیں گیے رات جہاز میں بسر کی۔

۲۷۔ مارچ **سنہ ۱۸۹۳ء** آج ہم کوہ کینڈی کو جو اس گرم ملک میں نہایت خوش فضا اور ٹھنڈا پہاڑ ہی جائیں گے۔ صبح کو اُٹھ کر دیکھا کہ دریا کے سطحے پر بہت کشتیاں تجارتی مال لانے اور لیجانے کے واسطے جہاز کے گرد و پیش جمع ہیں اس جزیرے سے الایچی سفید۔ کافی۔ چاء۔ دارچینی۔ چھالیہ اور ناریل غیر ملکوں کو جاتے ہیں خصوصاً یہ مال **ہندوستان** کو بکثرت جاتا ہی سفید الائچیاں نہایت خوشبودار اور قد میں بہت بڑی ڈھائی اور سوا دو روپیہ پونڈ بکتی ہیں۔ اور اجناس بھی ازراں ہیں ناریل کے۔ ریشے کے رسّے جو جہاز رانی کے کام میں آتے ہیں اسی جزیرے سے اکثر ملکوں کو جاتے ہیں۔ جواہرات کی قسم کے پتھر اس ملک میں کثرت سے نکلتے ہیں گلابی خوشرنگ تامڑہ نیلم۔ دھینلا۔ سرخ اور گلابی یاقوت کٹیلا جسکو جمنیا بھی کہتے ہیں پکھراج بلور اور ابرک سیسا وغیرہ مختلف فلزات بھی پیدا ہوتے ہیں گوؤ دنتہ کے نگینے جو موتی کی طرح سفید آبدار پتھر ہی زیادہ قدر سے خریدے جاتے ہیں زیور اور سونے چاندی کی انگوٹھی چھلے بھی یہاں بہت خوشنما بنتے ہیں چنانچہ نگینے اور بنا بنایا زیور خوردہ فروش سوداگر جہازوں پر آکر مسافروں کے ہاتھ بیچتے ہیں لیکن بڑے چالاک اور عیار ہوتے ہیں پیتل کی انگوٹھیاں جن پر سلیول

کے گلابی تامڑے یا یاقوت اور نیلم کے نگینے جڑے ہوتے ہیں ہمیشہ سونے کی کہکر مسافروں کو دھوکا دیتے ہیں یہ دست فروش اکثر سنگلی (جن کا مذہب بدھ ہی) اور عربوں کی نسل کے مسلمان ہوتے ہیں زیور اور سیلانی جواہرات فروخت کرنے والی چند معتبر دکانیں بھی شہر میں ہیں۔ چونکہ پنسل بنانے کا مصالحہ بھی یہاں کثرت سے میسر ہوتا ہی اس لیے ایک کارخانہ پنسل کے لیڈ بنانے کا شہر کولمبو میں دائر ہی۔ غرض کہ ہم جہاز سے اُترکر دخانی کشتی میں سوار ہوے اور شہر میں آے کپتان کالوں صاحب بہادر عبدالمجید خاں عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس ہمارے ساتھ تھے مسٹر ہوس نے پہلے سے گاڑیوں کا انتظام کرلیا تھا طامس کک کا ایجنٹ جو سب جگہ کی مثل یہاں بھی رہتا ہی نہایت عمدہ دو گاڑیاں لیے ہوے کنارے پر حاضر تھا ہم بلافصل کشتی سے اُترکر ریل کے اسٹیشن کو گئے چونکہ ریل کے جانے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا وقت بسر کرنے کو اسٹیشن پر پھرتے رہے یہاں کی ریلوی لائن چھوٹی ہی گاڑیوں کی طرز ہندوستان کی گاڑیوں سے بالکل مختلف ہی وقت پورا ہونے کے بعد ریل پر سوار ہوکر کینڈی کو روانہ ہوے کسی قدر چلکر ایک مقام پر ریل ٹھیری ہم اپنی گاڑی سے اُترکر کھانے کی گاڑی میں گئے جو مخصوص اسی واسطے تھی کھانا کھایا۔ اِس فصل میں ہمنے پہلی دفع آج ریل میں آم کھاے اگرچہ ہندوستان کے آم سے کچھ نسبت نہیں ہی تاہم آم تھے اِس نام کی رعایت سے کھاے گیے بارہ بجے ایک اسٹیشن پر پہنچے جہاں سے کینڈی تک بیچ میں کوئی اسٹیشن نہیں ہی

چونکہ اسٹیشن کے اطراف میں چند باغ راستے سے تھوڑے فاصلے پر تھے اُن کو دیکھنے کی غرض سے ہم یہاں اُتر لیئے اور گھوڑا گاڑیوں میں سوار ہو کر سیر کو گیے ۔

اسی اسٹیشن پر ایک سنگلی آدمی کینڈی ہوٹل کا نوکر ہوٹل کی طرف سے ہمکو لینے آیا تھا راستے میں چند پہاڑوں کے اوپر اور کئی سوراخوں کے اندر سے ریل گذرتی ہی بلندی سے نہایت خوشنما چشم انداز ہی ۔ جہانتک نظر جاتی ہی سواے سبزہ زار اور پہاڑوں کے کچھ نظر نہیں آتا ایک پہاڑ جسکو لوگ کوہ آدمؑ کہتے ہیں اور سیلوں کے کوہستان میں سب سے زیادہ بلند اور مشرقی دنیا میں مشہور پہاڑ ہی دور سے نظر آتا ہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلکر اوّل اسی پہاڑ پر تشریف لائے تھے کوہ آدم موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ بھی یہی معلوم ہوتی ہی ۔ بیان کرتے ہیں کہ پہاڑ کے اوپر ایک توانا اور دراز قد انسان کے قدم کا نشان پتھر پر نقش ہی جسکو مسلمان حضرت آدم کے اور ہنود بدھ کے پاوں کا نشان گمان کرتے ہیں ۔ غرض کہ اسٹیشن سے ہم باغات کی سیر کو روانہ ہوئے اور کپتان کالوں صاحب گھوڑا گاڑی میں کوہ کینڈی کو چلے گیے راہ کسیقدر پست و بلند تھی آفتاب کی تمازت نے گاڑی کو اسقدر گرم کر دیا تھا کہ بیٹھنا مشکل ہو گیا گویا تنور میں بیٹھے ہیں ۔ مگر متوکلاً علی اللہ چلے جاتے تھے تقریباً ایک میل چلکر باغ میں پہنچے مہتمم باغات جو سنگلی شخص تھا حاضر ہوا اور ہمکو باغ میں لے گیا بعض درخت نہایت عجیب اور خوشنما دیکھے ۔ چند درختوں کے پھل بھی پیش کیے گیے ۔ **کونین کا درخت** پہلے پہل ہمنے یہیں دیکھا ہی ۔ اِس درخت کی

بلندی بقدر دو قد آدم ہی پتّے تقریباً چھ چھ انچ لمبے آم کے پتّے کی مثل نوکدار اور چکلے - جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں اسکے سوا **لونگ کا درخت** بھی تھا جو ڈیڑھ قد آدم بلند ہوگا تازہ لونگیں درخت پر اور کسیقدر نیچے پڑی ہوئی تھیں بعض پھول بھی نئی قسم کے دیکھے جو ہندوستان میں نہیں ہوتے اگر تمام عجیب درختوں اور پھولونکی تفصیل لکھی جاے تو ایک طولانی دفتر کی حاجت ہی - ایک درخت کی نسبت مشہور ہی کہ انسان اُسکے نیچے جانے سے فوراً مرجاتا ہی - چونکہ پہلے سے معلوم نہ تھا ہم سب اُسکے نیچے گیے اور تجربہ سے یہ شہرت بے اصل ثابت ہوئی - البتہ اسقدر صحیح ہی کہ اگر ایسے چند درخت یکجا ہوں اور اُن کے سائے میں سو رہے یا دو ڈھائی پہر تک ٹھیرا رہے تو ضرور درخت کے زہر کا اثر جسم میں سرایت کرجاے جس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہی - باغ کے بیچ میں سے ایک مختصر سی ندی بہتی ہی اُسمیں سے نہر کے چند شعبے کج و واکج شکل میں نکالے ہیں جو باغ کے تمام حصوں میں جاری ہیں نہر کے کناروں پر بانس کی باڑھ ہی جس کو دیکھ کر بے اختیار **رامپور** کی بانسی کی فصیل یاد آتی ہی لیکن یہاں کے بانس رامپور کے بانس کی مثل گھنے اور بلند نہ تھے باغ سے کینڈی کو جانے والی سڑک پہلے راستے کی طرح اُنچی نیچی ہی جابجا پانی کے چشمے جاری ہیں - چار میل راستہ چل کر کینڈی پہنچے - یہ پہاڑ اس ملک کا ایلاق† ہی - گرمی میں گورنر سیلون بھی یہاں رہا کرتے ہیں پہاڑ کے اوپر

---

† گرمی میں رہنے کا مقام ۱۲

ایک خوشنما تالاب تقریباً میل بھر لمبا پاؤ میل چوڑا واقع ہی جسکے ایک طرف کو پختہ بند باندھ کر پانی روک دیا ہی۔ اُسی کے کنارے پر نہایت خوش فضا ہوٹل ہی۔ ہم آبادی کے اکثر حصوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل میں پہنچے راستے میں چند مسجدیں بھی دیکھیں معلوم ہوا کہ یہاں مسلمان بہت ہیں مسجدوں کی طرز تعمیر شہر کولمبو کے ذکر میں لکھی جائے گی۔ کپتان کالوں صاحب بہادر ہوٹل میں ملے شب کو وہ وہیں رہ گئے اور ہم عصر کے ناشتے اور چاء کے بعد تین تار ہندوستان کو دیکر کولمبو کو پلٹ آئے راستے میں خوب مینہ برسا گاڑی کو بند کر دیا کہ بھیگنے سے محفوظ رہیں غرض کہ اسٹیشن پر پہنچے آدھ گھنٹے کے بعد ریل روانہ ہوی اور قریب سات بجے کے جہاز پر آ گئے شام کے کھانے پر ہمارا انتظار تھا کھانے کے بعد چونکہ تھکے ہوئے آئے تھے سو رہے صبح کو سنگلی اور مسلمان لوگ جواہرات اور چھلّے انگوٹھیاں اور بہت خوبصورت انگریزی طرز کا زنانہ زیور جہاز پر لائے۔ سنگلدیپ یا سیلان کے اصلی باشندے جنکو چنگلی کہتے ہیں چنگلی لامذہب اور شہروں کے رہنے والے بدھ مذہب ہیں اِن کے علاوہ عیسائی بہت کم اور مسلمان کسیقدر زیادہ جنکے اسلاف ملایا عرب اور کوکن وغیرہ سے آکر بسے ہیں اس ملک میں آباد ہیں کوہستان اور صحرا کا اکثر حصہ وحشی برہنہ رہنے والی مخلوق سے آباد ہی۔ اِس شہر میں جو یہاں کا دار السلطنۃ اور گورنر نشین شہر ہی چنگلوں کا لباس صرف ایک تہ بند اور کمر تک اونچا کوٹ سر برہنہ عورتوں کی شکل لمبے بال جوڑا باندھا ہوا اُس پر

ایک ہلالی شکل کی کنگھی جیسا بعض انگلش عورتیں سر پر لگاتی ہیں بالوں میں رکھتے ہیں اور اُسکو سنگلے متبرک اور عبادت کی چیز تصور کرتے ہیں سنگلی زبان میں ایسی کنگھی کو بناوا (بَ نَ اُ وَ اُم) کہتے ہیں اور کچھوے کی ہڈی سے بنائی جاتی ہی زبان سنگلی علیحدہ ہی مگر مسلمان ملائی زبان بولتے ہیں اور اُسی میں خط وکتابت کرتے ہیں خط کی رسم نسخ حروف میں ہی پردیسی یہاں آکر صرف انگریزی ہی بولنے سے کام نکال سکتا ہی کولمبو بہت بڑا شہر ہی اکثر مکانات پختہ بمبی کی طرز کے ہیں مگر شہر کے کناروں پر پست اور حقیر یکمنزلی عمارت بھی ہی۔ مساجد بہت خوبصورت باراحت دومنزلی سہ منزلی عمارت۔ گیاس کی روشنی۔ فرش وغیرہ سے خوب آراستہ اور دلچسپ۔ پانی کے حوض وضو وغیرہ کے سامان سب مہیا ہیں بڑی مسجد کے گوشے میں خارج مسجد ایک ملایائی بزرگ کا مزار ہی جسکے اوپر کھپریل کا گنبد اور دائرے کے اطراف میں دَر ہیں بالین مرقد پر یہ کتبہ لکھا ہی (تربتہ الفاضل العالم الکامل شیخ بہارالدین باکوس گرادن بن محمد بہلو بالعکائی السہلانی صبہ اللہ شابیب الغفران ۱۲۷۹ ہجری) ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ سنگلی مسلمانوں کی تحریر عربی خط میں ہوتی ہی مگر زبان ملائی یا سنگلی بولتے ہیں بعض حروف کی صورت عربی ہے مگر تلفظ بالکل غیر ہی چنانچہ مسجد میں چند مہینوں کے نام جو اوقات نماز کی جنتری پر لکھے تھے بعینہ نقل کئے جاتے ہیں۔

لفظ بخط ملائی	تلفظ	ترجمہ
تی	تائی	جنوری
ماش	ماشی	فروری
فخلکن	پنگ ٹرین	مارچ
سِلتری	سِشتری	اپریل
ویکاش	وائی کاشی	مئی
آنِ	آنی	جون

یہی خط سنگاپور اور تمام جزیرہ ملایا میں بھی مروج ہے اس ملک میں گرمسیر کے فواکہ سب ہی ہوتے ہیں مگر بعض پھل مختلف ہیں چنانچہ لیچو جسکی اصل چین سے معلوم ہوتی ہے اِس ملک میں گہرا سرخ رنگ اور پر دو ڈیڑھ انچھ لمبے سرخ اور سبز رنگ کے بال مغز اور تخم متعارف لیچو کی مثل مگر کسیقدر کم آب ہوتا ہے اور سیلون میں اُسکو رمٹا (رَ مْ ٹَ اُ) کہتے ہیں ایک پھل نہایت خوشرنگ سرخ مزے میں ترش جمبو ہے دوسرا امرود کے ہمشکل مگر مزا اچھا اور لاؤل ہے - انبلی یہاں کی نہایت خوش وضع آلوچے کی شکل ہوتی ہے جامنی رنگ اور املی کا سا مزہ چار کافی وغیرہ بھی جیسا کہ اول بیان ہوا بکثرت اور عمدہ ہے دارچینی بہت ارزاں مثل عام لکڑی کے بکتی ہے چھالیہ اور دارچینی کی خوبصورت خوشبودار چھڑیاں عمدہ دستے لگے ہوے بازاریں بہت سستی بکتی ہیں سواری بگھی ہے لیکن تین قسم کی ایک متعارف

گھوڑا گاڑی دوسری مختصر خوبصورت ایک بیل کی گاڑی تیسری اُس سے بھی ہلکی اور سبک ہی جسکو **رکشا** کہتے ہیں اور ایک آدمی کھینچتا ہی اس ملک کے بیل بہت چھوٹے قد کے غایت درجہ چار فیٹ بلند ہوتے ہیں اسیطرح آدمی بھی حقیر پستہ قد قلیل الجثہ جنکے دیکھنے سے یقین ہوتا ہی کہ اجودھیا کے بادشاہ مہاراجہ رامچندرجی نے بیسواڑے کے راجپوت اور گونڈ بھیل وغیرہ کے لشکر سے بہت آسانی کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا ہوگا اور ایسا سکّہ بٹھایا ہی کہ اب تک سنگی مندروں پر اُس لڑائی کی تصویریں نقش ہیں چنانچہ **کادری سنگوُول** نام مندر پر مہاراجہ رام چندرجی اور اُن کے جان نثار بھائی شاہزادہ لچھمن جی اور ہنومان اور انگد وغیرہ سپہ سالاران لشکر کی تصویریں مشہور **راون** کے مقابل تیراندازی کرتی ہوئی نقش ہیں اس مندر کا دروازہ نہایت خوبصورت زرد لکڑی کا جسکو بُرتی کہتے ہیں بنا ہوا ہی لکڑی پر نہایت باریک اور عمدہ منبّت کا کام کیا ہی شہر کے سواد میں جسطرف پارک اور باغات ہیں ایک عمدہ عمارت میں میوزیم (عجائب خانہ) بھی ہی - سب نیچے کے درجے میں زیادہ تر ایسی چیزیں رکھی ہیں جو ہیں کی پیداوار اور قدیم زمانے کی یادگار سے متعلق ہیں چنانچہ سیلوں کی چار - الائچی سفید دارچینی - ناریل جنمیں بعض اوسط درجے کے تربوز کی برابر ہیں اور قدیمی سکّے زنانہ و مردانہ طلائی اور نقرئی زیور - طلاکار صندوقچے اور دیہاتی لوگوں کے لباس رکھے ہیں زنانہ لباس میں پھیلے ہوئے گریبان کے کرتوں پر جو آبی اور سیاہ سوتی یا ریشمی کپڑے

9829
92.V.2009
828
0.4/92

Acc
1491

کے ہیں نہایت سنگین اور عمدہ کلابتون کا کام کیا ہی جس سے وحشی جنگلیوں کی دستکاری اور سلیقہ مندی معلوم ہوتی ہی بعض پتھر کی مورتیں ہیں منجملہ اُن کے ایک جنگلی مرد مع عورت کے طبیعی حالت پر تلاش معاش میں مصروف بنایا ہی مرد کے ایک ہاتھ میں بشکل غلیل ایک کمان ہی رسّی کا چلّہ بندھا ہوا اور چوڑی پیکان کے چند تیر دوسرے ہاتھ میں ہیں جسم سیاہ اور برہنہ صرف ایک لنگوٹی بلکہ ایک دھجی کا پردہ دیکھنے والوں کی تہذیب نے ڈالدیا ہی ورنہ صحرائی برہنہ رہتے ہیں۔ عورت بھی برہنہ ہی۔ ایک ہاتھ میں اپنے شوہر کا شکار کیا ہوا خرگوش لٹکائے ہوئے دوسرے میں اپنے ہاتھ کی کمائی شہد کا چھتّہ تازہ ٹوٹا ہوا لا رہی ہی۔ ایک مورت نہایت عمدہ مشہور بُدھ کی ہی فقیروں کی طرح کشکول میں قدرے غذا چادر کے آنچل سے ڈھانکے ہوئے اپنے استھان کو لا رہا ہی۔ ہرگز گمان نہیں ہوتا کہ یہ مٹّی یا پتھر کی مورت ہی بلکہ زندہ انسان معلوم ہوتا ہی۔ دو نہایت عمدہ اور کامل سنگتراشی کی صنعت سے بنائی ہوئی تصویریں دو سیلانی راجاؤں کی ہیں۔ اِن کے چہرے جنگلوں کی شکلوں کے خلاف چوڑے چکلے بھری ہوئی ڈاڑھی بیچ سے کھُلی ہوئی۔ چکردار پگڑی کی مثل ٹوپیاں پیمک وغیرہ مختصر زری کے کام سے آراستہ۔ لباس زیریں تہ بند اور نیم کوٹ پہنے ہتھیار لگائے ہوئے نہایت شاندار اور قوی الجثہ آدمی ہیں۔ یہ راجہ حال میں موجود ہیں۔ راجہ **بکرمادت** (بکرماجیت) کی سنگ مرمر کی مورت ڈھائی تین گز بلند نہایت عمدہ ترشی ہوئی رکھی ہی

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

جسکو اہلِ سیلون پراکرما کہتے ہیں۔ اِسی مورت کے قریب سنگ مرمر کا ایک قوی الجثہ شیر تراش کر رکھا ہی۔ اِن کے علاوہ اور بہت سی مورتیں ہیں جو چنداں قابلِ التفات نہیں۔ البتہ جو چیزیں قابل تذکرہ ہیں وہ جنگلیوں کے ہتیار اور قدیم زمانے کے یادگار پتھر ہیں جن سے قدماے سیلوں کی دستکاری اور خیالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اِن میں ایک پتھر ہی جو سانپ کی شکل پر تراش کر درخت پر لپیٹا ہی۔ اِس میں اعلیٰ درجہ کی صنعت یہ ہی کہ درخت اور سانپ سفید پتھر کے ایک ہی ٹکڑے میں تراشے گیے ہیں۔ اِسی درجے میں مصر کے سیاہ ابری پتھر کا ایک ستون تقریباً پونے تین گز لمبا ڈیڑھ گز مدور نہایت خوشنما اور شفاف رکھا ہی اوپر کے درجے میں زینے کے برابر تین مردہ کچھوے رکھے ہیں جنہیں ایک سیاہ اور دو زرد رنگ کے ہیں بیچ کا کچھوا چھوٹے ٹٹو کی برابر ہی اور اطراف کے دونوں بھی جسامت میں گدھے سے کم نہونگے۔ گو یہ کچھوے مردہ ہیں مگر اِس سلیقے سے بناے گیے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں مطلق فرق نہیں معلوم ہوتا۔ پرندوں میں پندرہ قسم کے صرف اُلو ہیں جنمیں سب سے چھوٹا چڑیا کی برابر ہی اور بڑا عقاب سے کم نہوگا۔ اِسی ملک کے ہاتھی کی دو کھوپریاں دانتوں سمیت رکھی ہیں۔ انمیں ایک کے دانت سوا دو گز باہر نکلے ہوئے ہیں۔ گیارہ قسم کے سیاہ اور زرد بندر دیکھے جنمیں بڑا لنگور کی برابر اور چھوٹا چوہے کی برابر ہی ایک بھینس کا پنجر ہی جسمیں چودہ چودہ گرہ لمبے سینگ ہیں اور قد کی بلندی چھہ فیٹ ہی۔ سلو سانپ بھی جسکو ہندی میں بجرگیٹ کہتے ہیں

ہمارے ملک کے سلوسانپ کی نسبت بہت بڑا ہی جسامت میں گیدڑ کے برابر ہوگا- پندرہ قسم کی مختلف الالوان گلہریاں اور جنگلی سور کی برابر ایک خارپشت (سہی) سیاہ ریچھ اور نہایت خوبصورت خرگوش تین مردہ گلدار شیر ہیں کہ ہر ایک کی جسامت شیر ببر کے برابر ہی- یہ مردہ جانور اِس صنعت سے بنا کر رکھے گیے ہیں جن پر زندہ جانور کا دھوکا ہوتا ہے- کاریگری اور مصالحہ کی خوبی نے مردہ اور زندہ میں حرکت ورفتار کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رکھا- ایک درجے میں ویل مچھلی کا سر اور بعض ہڈیاں رکھی ہیں جنمیں ہر ایک ہڈی شہتیر کی مثل ہی- سر بھی تین گز چوڑا اور قریب چار گز کے لمبا ہی- اِسی کی برابر ایک دوسرے کمرے میں چھ سات مچھلیاں زمین سے دو گز بلند لکڑی کے ستونوں پر رکھی ہیں- منجملہ اُن کے ایک شارک مچھلی بہت بڑی ہی جسکا طول آٹھ گز سے زیادہ اور دور ساڑھے تین گز ہی باقی اِن سے چھوٹی مچھلیاں پانچ اور چھ گز تک لمبی ہیں- دو سورڈ فش Sword fish (تلوار یا آرے دار مچھلیاں) ہیں جنکے مُنہ پر ڈیڑھ دو گز لمبی اور سات آٹھ انچ چوڑی ایک چپٹی ہڈی ہی اُسمیں دونوں طرف ایک ایک انچ کے خار آرے کی طرح سے لگے ہوے ہیں جو دریائی جانوروں کے شکار کرنے کیواسطے تلوار کا کام دیتے ہیں- آبی پرندوں میں حواصل ہنس- اور بعض پرند اصلی آشیانوں اور انڈوں سمیت طبیعی حالت پر رکھے ہیں- اُنکے علاوہ اور بہت سی عجیب وغریب چیزیں دیکھی گئیں عجائب خانہ میں بھی معدنی پتھروں کی قسم سے گلابی اور سُرخ یاقوت

دھنیلا نیلم۔ پکھراج۔ بلور۔ اودی اور نافرمانی رنگ کا کٹیلا اور اکثر فلزات کے نمونے خصوصاً ابرک کے بڑے بڑے ورق نمایش کے واسطے رکھے ہیں ان پتھروں میں کنول بنا ہوا ایک پکھراج جسکا قطر دو انچھ ہوگا نہایت شفّاف اور روشن عجیب چیز ہی۔ یہ جملہ معدنی اشیا اسی ملک کے پہاڑونکی پیداوار ہی۔ غالباً انہیں جواہرات کی افراط نے لنکا کو سونے کی لنکا مشہور کر دیا ہوگا۔

دریائی جانوروں میں اکثر عجیب و غریب شکل کے گھونگے۔ پتھر کے پھول جو دریا میں ایک قسم کے کیڑوں کے بنانے سے پیدا ہوتے ہیں شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں سیپیاں طبیعی حالت پر جسطرح پانی کے اندر رہتی ہیں اُسی طرح پر شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں چنانچہ سرو کی مثل ایک باریک پتونکی شاخ میں صدہا سیپیاں لپٹی ہوئی ہیں اسکے سوا ایک پتھر اور ایک لکڑی کے ٹکڑے پر بیشمار سیپیوں کے گچھے ہیں۔ پیدائش کی ابتدا سے آخر عمر تک اُنکی طبیعی حالت ظاہر ہوتی ہی۔ اُنمیں سب سے چھوٹی جوار کے دانے سے بھی کم اور بڑی معمولی سیپیوں کی برابر ہیں جنہوں نے اُسی چھوٹے جسم سے بتدریج بڑھتے بڑھتے اسقدر جسامت حاصل کی ہی۔ بعض دریائی کیڑے گھاس کی شکل بعض پھول کی صورت پر بعضے خاردار ہیں جو دیکھنے میں کانٹونکا ایک گچھا معلوم ہوتا ہی ناواقف آدمی دیکھنے سے ہرگز تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ ذی روح اور حیوانات کی مثل غذا کے طالب ہیں۔ یہ پہلے بیان کیا گیا ہی کہ سیلون کا دار السلطنة کولمبو ہی جسمیں گورنر رہتا ہی شہر کی عمارتیں اکثر آبی یا گھرے نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہیں عوام کے مکان بہت تنگ

ہیں جن کا صحن بمبئی کے مکانوں کے مثل چھوٹا ہی۔ بالعموم تو زبان سنگلی ہی لیکن شاذ و نادر ملایا اور بازاروں میں مسافروں کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولی جاتی ہی۔ مسلمان قریب قریب تمام شافعی المذہب ہیں۔

۲۸-۲۹-۳۰- مارچ سنہ ۱۸۹۳ع - ۲۸ مارچ کو دن کے ساڑھے تین بجے ہمارے جہاز نے **پنانگ** اور **سنگاپور** جانے کے واسطے لنگر اُٹھایا **سیلون** کے **کمانڈر انچیف** بھی اسی جہاز پر سوار ہو کر سنگاپور کو جاتے ہیں۔ اُنکے پہنچانے کو جہاز تک **گورنر** سیلون بھی آئے ہیں۔

بندرگاہ پر روشنی کا ایک مینار جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کیواسطے بنا ہوا ہی یہاں کے باشندوں کا گمان ہی کہ مشہور **راون** کا قلعہ جو خالص تانبے کا بنا ہوا ہی شہر کے کنارے سے ملا ہوا اِسی مینار کے نیچے واقع ہی اور زمانے کے نشیب و فراز نے اُسے سمندر کے پانی میں چھپا دیا ہی۔ جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کی وجہہ بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ڈوبے ہوے قلعے سے ٹکرا کر نہ ٹوٹ جائیں۔ عوام الناس کہتے ہیں کہ بعض حکام نے اُس کا تانبا نکالنا چاہا تھا مگر غایت استحکام اور پانی میں غرق ہونے کی وجہ سے بآسانی نہ نکل سکا۔

اِن جزیروں میں ہندوستان کا روپیہ بھی چلتا ہی لیکن یہاں کا سکّہ علٰحدہ ہی۔ چنانچہ نصف روپیہ شلنگ۔ چونّی ہاف شلنگ۔ دونّی۔ دس سینٹ اور سینٹ ڈبل پیسہ کی برابر ہی۔ یہاں کے کل سکّوں پر ایک جانب ناریل کے درخت کا نشان اور دوسری

طرف ملکہ معظمہ کی تصویر ہی۔ اَدھنّا ڈبل بھی چلتا ہی جسکو بینی کہتے ہیں۔

۲۸- مارچ سے ۳۱- مارچ تک ہم ایک حالت پر چلے گئے- اِس عرصے میں سوائے اسکے کہ ۳۰- مارچ کی شام کو دو اسٹیمر ہمارے دھنے بائیں آدھے آدھے میل کے فاصلے سے گزر کر بمبئی کو چلے گئے- کوئی چیز قابل لحاظ نہیں دیکھی- ۲۹- مارچ کی صبح سے ہم بحر ہند یعنی انڈین لوشن میں خلیج بنگالہ کے اتصال کے قریب قریب جا رہے ہیں ہمارے بائیں طرف خلیج بنگالہ ملا ہوا ہی اور دہنی طرف دو تین روز کی راہ پر جنوب کی سمت مشرق کو جھکا ہوا جزائر سماٹرا کا سلسلہ چلا آتا ہی جنمیں سے اکثر جزیرے قوم **ڈچ** کی حکومت میں ہیں-

جمعہ ۳۱- مارچ - دریا بھی تین روز سے ساکن ہی- ہوا کسیقدر سرد ہی- جہاز کے کمروں میں ۸۰ ڈگری گرمی ہی مگر جہاز کی چھتری پر بالکل معلوم نہیں ہوتی - دریا میں یوں بھی اکثر ٹھنڈی ہوا رہتی ہی- اس وقت دن کے نو ۹ بجے ہیں اور ہم چھتری پر بیٹھے ہوئے دریا کے سطحے کو دیکھ رہے ہیں- ایک چیز چھوٹی کشتی کی برابر دس ۱۰ بارہ ۱۲ گز لمبی بھورا رنگ پانی پر تیرتی ہوئی نظر آتی ہی- کبھی گمان کرتے ہیں کہ مچھلی ہی کبھی خیال ہوتا ہی کہ بغیر ملاح کے کوئی لاوارث کشتی بہتی پھرتی ہی دوربین سے صرف اسقدر معلوم ہوا کہ کوئی چیز لکڑی کی مثل خشک اور ایک طرف سے شاخدار ہی- مچھلی ہو یا اور کچھ اچھی طرح سے تشخیص نہیں ہو سکتا شام کو ساڑھے سات بجے کے قریب جزیرہ **نکوبار** کا **لائٹ ہوس** (روشنی کا مینار) بائیں

جانب بہت قریب معلوم ہوا۔ غالباً چھ سات میل سے زیادہ دور نہوگا **نکوبار** ایک چھوٹا سا جزیرہ خلیج بنگالہ کے اختتام پر جہاں سے بحر ہند شروع ہوتا ہی واقع ہی۔ کہتے ہیں بعض ہندوستانی دائم الحبس قیدی بھی کسی زمانے سے یہاں ہیں۔ اِس جزیرے کی زبان **برما** اور **ملایا** زبان سے بالکل جدا ہی۔ بعض لفظ سنسکرت سے اور بعض ترکی سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ شمار اعداد میں طاق بولتے ہیں مثلاً ہنگ طاق (یعنی کسقدر) اور خدا تعالی کو **دیوسا** کہتے ہیں (ہمارے خیال میں اختلاف تلفظ سے دیوتا کا دیوسا ہوگیا ہی) جزیرہ نکوبار کے شمال میں **انڈمان** اور اُسکے شمال میں جزیرہ **مول مین** ہی جزیرہ نکوبار کے قریب بحر ہند کا عمق دو میل بیان کیا گیا ہی۔

شنبہ یکم اپریل۔ صبح کا دلچسپ اور سہانا وقت ہی جزیرہ **آچین** کا لائٹ ہوس اور ساحل کے پہاڑ ایک میل اور آدھے میل کے فاصلے پر دونوں جانب نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں پختہ عمارتیں بھی معلوم ہوتی ہیں مگر نہایت کم رتبہ اور حقیر آچین† سے ملا ہوا مشرق کی جانب جزیرہ **سماترا** ہی اور ہم ملکا سر اسٹریٹ (آبنا ملکا میں جا رہے ہیں۔ دونوں طرف کہیں ایک میل اور کہیں اور بھی کم فاصلے پر پہاڑ اور گنجان درخت نظر آتے ہیں۔ اول سماترا کا لائٹ ہوس ملا ایک مکان بنگلے کی شکل بلند ٹیلے پر واقع ہی۔ دونوں طرف کے جزیرے یعنی سماترا وغیرہ **ہالنڈ**

---

† اِن جزائر اور آبادیوں کو اسٹریٹ سٹلمنٹ کہتے ہیں ۱۲

(ڈچ) کے تحت حکومت ہیں۔ مرکائیر اسٹریٹ (یا آبنائے ملاکا کے آخر میں بائیں جانب شمال و مشرق کی سمت شہر **پنانگ** ملے گا وہاں سے آگے چلکر جزیرہ نمائے **ملایا** اور **سماترا** کے بیچ میں راستہ ہی۔ ملایا کے اکثر باشندے مسلمان ہیں۔ سماترا سے ملا ہوا **بورنیو** کے جنوب میں جزیرہ **جاوا** ہی بائیں جانب چند چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جنمیں کوئی کوئی آباد اور باقی ویران ہیں۔ اور بعض جو ہمسے ایک میل یا آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہیں وہ اسقدر چھوٹے ہیں جنکو ہم جزیروں میں شمار نہیں کر سکتے۔

دوشنبہ ۲- اپریل۔ آج صبح سے اُٹھتے ہی شہر پنانگ کا سواد اور سبز و شاداب پہاڑوں کا سلسلہ نظر آرہا ہی شہر کے قریب پہاڑوں پر بعض عمارتیں بھی ہیں جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں بندرگاہ کے دہنی جانب شہر ہی اور بائیں جانب ناریل اور چھالیہ وغیرہ کا گنجان جنگل ہی جسمیں خال خال مکانات بھی ہیں۔ صبح کے آٹھ بجے ہمارے جہاز نے لنگر کیا ہم اُسیوقت کشتی ہیں سوار ہو کر پنانگ کی سیر کو گئے دو تین گاڑیاں جنمیں عمدہ دیار گھوڑے جتے ہوئے تھے کنارے پر ہمارے انتظار میں طامس کک کیطرف سے طیّار تھیں کپتان کالون صاحب بہادر کے سوا ہمارے سب ہمراہی گاڑیوں میں سوار ہو کر سواد شہر اور شہر سے گذر کر ہوٹل میں آئے جو شہر کے دوسری جانب ایک میدان مین سمندر کے کنارے پر واقع ہی کھڑے کھڑے ہوٹل کے منیجر کو کھانے کی طیّاری کا

حکم دیتے ہوئے ایک آبشار کے دیکھنے کو چلے گئے۔

نہایت وسیع اور شاداب پارک کے آخر میں پہاڑ ہی جسپر تقریباً بیس گز بلندی سے پانی کی چادر گرتی ہی اور پارک کے بیچ میں سے ایک نالے کی صورت میں بہکر سمندر میں ملجاتی ہی آبشار پر جانے کیواسطے نینی تال کی سڑک کی مثل پیچیدہ و خمیدہ چڑہائی ہی۔ اس پارک میں نہایت خوبصورت راستے اور خوشنما چمن ترتیب دئیے ہیں۔ یہاں اکثر ابر رہتا ہی اسوقت بھی بادل گھرا ہوا ہی اور بارش ہو رہی ہی ہوٹل سے پارک کو جاتے ہوئے راستہ میں بہت چھوٹی ریلوے لائیں ہی۔ گاڑیاں جنمیں سوار ہوتے ہیں مختصر خوشنما اور دو منزلی ہیں۔ شہر پنانگ کے اطراف میں ناریل اور چھالیہ کے باغ بکثرت ہیں۔ ناریل کے درخت ایک خوشنما قطار میں پانچ چھ گز کے فصل سے لگاتے ہیں اُنہیں میں جابجا چھالیہ کے درخت بھی ہیں اِنکی علاوہ جوگیا اور سرخ پھول کا گُڑہل۔ نہایت خوشرنگ۔ سرخ انجیر مگر بہت چھوٹا۔ ناگ پھن۔ مولسری۔ امرود۔ اور خال خال آم۔ املی۔ اور نیم وغیرہ کے درخت ہیں ایک قسم کے درخت پر جو قد میں مولسری کی برابر ہی کثرت سے زرد رنگ کے پھول لدے ہوئے ہیں جنکی خوشبو سے تمام جنگل اور راستے مہک رہے ہیں۔ مکانات کی ساخت ہمارے ملک کی عمارت سے بالکل مختلف ہی یعنی قریب گز بھر کے بلند پختہ پیل پایہ بنا کر اُسپر شہتیر اور تختے پاٹ کر اُسکے اوپر کوٹھی یا بنگلے کی مثل عمارت بناتے ہیں اور نیچے کا حصہ جسکی چھت زمین سے گز بھر سے زیادہ بلند نہو گی بطخ اور مرغیوں

کے رہنے کیواسطے خالی پڑا رہتا ہی - اور یہ اصول تعمیر صرف رطوبت سے محفوظ رہنے کی غرض سے اختیار کیا گیا ہی ایسے مکان سہ منزلے چو منزلے ہوتے ہیں -

اِس موقع پر ہمکو اپنا ملک اور وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت اور بے ڈھنگے مکان یاد آتے ہیں گو ہمارا ملک حاصل خیز اور تجارت اور زراعت پیشہ لوگ آسودہ حال ہیں - مگر عام طور پر زندگی بسر کرنے کیواسطے ایسے سامان آسائش مہیا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے جو جسمانی صحت کے معین ہوں - اکثر مکان ایسے بناتے ہیں جنمیں سوائے ایک سمت کے اور کہیں سے ہوا کا نفوذ نہیں ہوتا - جب ہم ان ممالک کے باشندوں کی مفید و خوش سلیقہ طرز زندگی کو دیکھتے ہیں تو اپنے ہم وطنوں کی حالت پر افسوس ہوتا ہی - جسقدر مکان سواد شہر میں واقع ہیں اُنمیں باغ بھی ضرور ہیں باقی وسط شہر کے مکان اکثر یکمنزلے ہیں بازار کی سڑکیں کشادہ اور صاف ہیں - دوکاندار زیادہ تر چینی ہیں جنکی دکانوں پر دس بارہ لکڑی کے تختے سیاہ یا سبز رنگے ہوئے اور اُن پر طلائی چینی حروف میں صاحب دُکان کا نام لکھا ہوا آویزاں ہوتے ہیں -

سواد شہر میں چینیوں کے بعض عبادتخانے بھی ہیں جنکے مخروطی گنبدوں پر بعینہ ہندوستان کے مندروں کی مثل چونے کی مورتیں نصب ہیں -

اِس شہر میں ملائی مسلمان اور چینی ملے جلے آباد ہیں - کاریگر بالعموم چینی ہیں - دفاتر میں ملائی خط مروج ہی جسکی طرز سیلون کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں -

ہماری نظر میں پنانگ کولمبو کی نسبت زیادہ خوش فضا اور خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ انگریزی عملداری ہی۔ گورنر کبھی پنانگ اور کبھی کولمبو میں رہتا ہی۔ روپیے کی جگہ چاندی کا ڈالر چلتا ہی جو ہمارے یہاں کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہی۔ ایک ڈالر کے سو سینٹ ہوتے ہیں۔ سینٹ تانبے کا سکّہ یا ڈبل پیسہ ہی۔ ہندوستان سے چلنے کے بعد ہمکو خیال تھا کہ اَبْ پان نہ ملیں گے مگر کولمبو اور پنانگ میں پان بکثرت تھے لیکن اسقدر تلخ اور بدمزا ہوتے ہیں کہ جنکو ہندوستانی کسیطرح نہیں کھا سکتے پان کا نام یہاں کی زبان میں سیری (بروزن پیری) ہی۔ اننّاس اور کیلا بھی نہایت خوشگوار اور شیریں ہوتا ہی۔ کھانا ہمنے ہوٹل میں کھایا۔ گو انگریزی طرز کا کھانا تھا مگر شوربے میں مرچیں اسقدر تھیں کہ ناگوار معلوم ہوتی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہوکر تفریحاً ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مدراسی بازی گر آیا بہت سے انگریز بھی موجود ہیں جو ہماری طرح سیاحت کی غرض سے آئے ہیں۔ سب کی مرضی پاکر بازی گر کو اجازت دیگئی اور وہ دیر تک تماشا کرتا رہا دو ایک تماشے بہت صاف کرتا تھا۔

چنانچہ ایک گیند کو مینا یا طوطا بنا دیتا تھا جسکی فقط چونچ اور سر ہی ہاتھ سے باہر نکال کر دکھاتا تھا۔ بازیگر کا ساتھی ایک پہلوان بھی تھا جو ایک آٹھ نو برس کے لڑکے کو کہ بدذات ترین اطفال تھا کبھی ہاتھوں پر کبھی پاؤں پر اُچھالتا تھا۔ بازی گرنے ایک ڈبے میں گولیوں کی اشرفیاں بنادیں اور اشرفیوں کو ایک انگریز کے

ہاتھ پر اُسے لٹنے کا ارادہ کیا صاحب نے نہایت شوق و تشغف سے ہاتھ پھیلائے مگر بجاے اشرفیوں کے ایک جیتا جاگتا سانپ اُنکے ہاتھ پر گرا۔ جسکو صاحب فوراً پھینک کر دیر تک پتلون سے ہاتھ پونچھا کئے۔ بازی گر نے پندرہ سولہ برس کی ایک سیاہ فام عورت کو جو غالباً بازی گر کی بی بی تھی ہاتھ پانو گردن سے ملا کر رسّی سے مضبوط باندھا۔ پھر تمام جسم کو رسّی کی بُنی ہوئی جالی میں بھر کے اُسکا مُنہ بھی باندھ دیا پھر اُسکو ایک بانس سے بنے ہوئے ظرف میں بزور ٹھونس دیا (یہ ظرف مٹکے کی شکل کا ٹوکرا مُنہ چھوٹا پیٹ بڑا بانس سے بُنا جاتا ہی جسکو ہمارے ملک میں کنڈی یا کنڈیا بولتے ہیں اور مرغیاں وغیرہ بند کرنے کے کام آتی ہی) اور اُس پر کپڑا ڈالکر چھپا دیا۔ لڑکی اندر ہی اندر غائب ہو گئی۔ بازیگر نے کپڑا اُٹھاکر ہر طرف سے ایک لمبی چھری بھونکنا شروع کی جس سے معلوم ہوا کہ اسمیں کوئی چیز نہیں ہی۔ اِس کے بعد اُسی کنڈی میں سے بغیر کسی اعانت کے ہاتھ پانو کی تمام بندشیں اور جالی کا مُنہ کھولکر سمٹ سمٹا کر عورت باہر نکل آئی۔

چار بجے جہاز کا لنگر اُٹھنے والا تھا اِس لیے ہمکو زیادہ مہلت نہ تھی۔ وہاں سے سوار ہو کر شہر میں آئے اور **سینٹ جارج** نام اسکول کے پہلو میں فوٹوگرافر کی دکان پر جاکر تصویریں دیکھیں۔ اِن میں اکثر پینانگ کے خوش فضا اور دلچسپ سواد کے منظر اور طبیعی حالت کے چشم انداز تھے۔ اگرچہ انبار لگا ہوا تھا لیکن خریدنے کے قابل ایک بھی نہ تھی۔ کیونکہ اچھی اچھی پہلے بک چکی تھیں۔ مولوی فرخی کو بازار میں چھوڑ دیا کہ ہمارے

واسطے پان اور جو چیز مناسب سمجھیں خرید لائیں - پان تلخ تھے تربوز کی حاجت نہ تھی کیونکہ جہاز پر بکثرت موجود ہیں - اِس ملک کا بڑا تحفہ **منگو اسٹون** Mango stone (م ن گ و اس ٹ و ن) ہی وہ بھی جہاز پر روز کھانے کے ساتھ لایا جاتا ہی - یہ ایک پھل ہی صورت میں چپٹا گول ڈنٹھل کے آخر میں بیگن کی طرح آدھے انچھ کی گول سبز ٹوپی چھلکا بہت دبیز اوپر سے گہرا عنابی اور اندر کی طرف گلابی جیسے سیمل کے گدّے پر ہوتا ہی اِس کے اندر سفید رنگ کا مغز اُسمیں آم کے مثل چھوٹی سی رلیشہ دار گٹھلی - نہایت خوش مزہ اور شیریں پھل ہی - بڑے سے بڑا نارنگی کے برابر ہوتا ہی - گودا جو کھانے کی چیز ہی گٹھلی پر لپٹا ہوا اخروٹ کے برابر ہی - غرض کہ ہم کنارے پر آئے - لنگر گاہ پر جو عمارتیں لب دریا واقع ہیں وہ بھی بہت خوشنما ہیں - وہاں سے بوٹ میں سوار ہو کر جہاز میں آئے - دِن کے تین بجکر چالیس منٹ آئے تھے کہ جہاز نے لنگر اُٹھایا - یہاں سے **سنگاپور** جانے کو دو چینا عورتیں بھی ہمارے ساتھ جہاز پر سوار ہوئیں - اُنمیں سے ایک عورت چینیوں میں فی الجملہ خوبصورت ہی - ورنہ ہمنے اَب تک اکثر چینی بدصورت ہی دیکھے ہیں -

چینیوں کا حلیہ یہ ہی کہ ناک چپٹی - بھویں کم رنگ - یا صفر ایک باریک سی لکیر - آنکھیں گول - کچھ عجیب نقشہ ہی - چینی عورتوں کا لباس جواب تک نظر سے گذرا ہی وہ یہ ہی - کہ ایک نیم عرض کے پایئچے کا نیلا یا سیاہ پائجامہ اور نیلے رنگ کا ڈھیلا ڈھالا کرتا - گریبان میں دو یا ایک چھلّے دار بن لگے ہوئے چوٹی مانگ پر گندھی

ہوئی جسمیں جوڑا باندھ کر بقدر حیثیت سونے یا چاندی کے موٹے موٹے چھلّے دار یا گھنڈی دار پن لگاتی ہیں۔ مردوں کے لباس میں بھی وہی نیم عرض کا نیلا یا کالا پائجامہ اور کوٹھوں تک نیچا کُرتا یا کوٹ اور اُس پائجامے پر سفید کپڑے کے اوریب دار تنگ پائنچے جو گیٹس کیطرح زانو تک چڑھا کر فیتے سے ران پر باندھ لیتے ہیں یہ پائنچے بدن کے ڈول کے موافق ٹخنوں سے رانوں تک گاؤدُم ہوتے ہیں سر پر بید کی بُنی ہوئی چھتری نما ٹوپی جنمیں بعض کا قطر بارہ چودہ گرہ تک ہوتا ہی۔ بال مُنڈے ہوئے مگر صرف سر کے پچھلے حصّے پر چوٹی چھوٹی ہوئی جس کو ریشم کے ڈورے یا دھجّی سے ملا کر گوندھ لیتے ہیں اور پانو تک لٹکائے رکھتے ہیں یا کبھی کام کے وقت پگڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں۔

رات کا وقت ہی جہاز اپنی معمولی حالت پر چل رہا ہی تاریکی کے سبب سے کوئی چیز محسوس نہیں ہوتی۔

۳۔ **اپریل**۔ صبح سے ملایا جزیرہ نما کے ساحل کہیں ایک میل کہیں دو میل فاصلے پر نظر آرہے ہیں اور ہم ملایا کے دہنی جانب کنارے سے بہت قریب گزر رہے ہیں۔ ہمارے دہنی طرف مغرب وجنوب میں جزیرہ سماٹرا ہی۔ جہاز کو احتیاط سے چلا رہے ہیں کیونکہ پانی بہت کم ہی پانی کا گدلا ہونا اُتھلے دریا کی علامت ہی۔ شام کے ساڑھے پانچ بجے سے شہر ملاکا بائیں طرف سمندر کے کنارے پر نظر آتا ہی۔ اِسقدر قریب ہی کہ عمارت پختہ و سنگین اور پکّی شہر پناہ

بخوبی محسوس ہوتی ہی۔ دوربین کی چونکہ کم قوّت ہی اور شام کی تاریکی آسمان پر پھیلتی جاتی ہی اس لئے انسان اور حیوان اچھّی طرح تشخیص نہیں ہو سکتے۔

شہر ملاکا جزیرہ نمائے ملایا کا مشہور اور بڑا شہر ہی۔

۴- اپریل صبح کے پانچ بجے سے سنگاپور کا سواد اور کنارے کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔

دو جہاز اور بھی سنگاپور کو جا رہے ہیں۔ باہم معمولی سلامی دے لے کر وہ ہمسے پیچھے رہ گئے ہمارے جہاز نے بہت احتیاط سے آگے بڑھ کر تختوں کے اسکلے پر لنگر کیا۔

سنگاپور کے اطراف میں دریا کے کنارے پر لنگرگاہ کے تین طرف چھوٹی چھوٹی چند پہاڑیاں ہیں جنکی بلندی پر سفال پوش یعنی کھپریل کے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ دور سے یہ پہاڑیاں پتھر اور بھورے رنگ کی مٹّی سے مرکب معلوم ہوتی ہیں۔ پتھر بھی ایک قسم کا سنگ باسی معلوم ہوتا ہی۔ ایک ٹیلے پر بعض کارخانے ہیں جنکے انجن چل رہے ہیں اور چمنیوں سے دھواں نکل رہا ہی لنگرگاہ شہر سے ملی ہوئی ہی۔ اور جا بجا متعدد اسکلے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے مقابل میں دیوار کی شکل کی ایک چھوٹی پہاڑی پر بھی بعض پست اور حقیر عمارتیں نظر آتی ہیں۔ یہ شہر ملایا اسٹریٹ کے آخر میں ہندوستان سے مشرق کی طرف کو واقع ہی۔ ملایا کی زمین کا سلسلہ خشکی کے راستے سے سیام برما اور وہاں سے ہوکر ہندوستان تک ملا ہوا ہی۔

یعنی اِسی براعظم سے ملحق ہی جس پر ہم لوگ اور تمام ایشیا کے باشندے بستے ہیں پنانگ اور کولمبو کا منظر جو بندرگاہ سے نظر آتا ہی **سنگاپور** کی نسبت بہت خوشنما اور دلکش ہی - خاصکر پنانگ کا منظر تو بہت ہی دلپسند و **لطیف** ہی جہاز سے اُتر کر بوٹ میں سوار ہوئے اور کنارے پر آئے طامس کُک صاحب کا ایجنٹ جو شل اور جگہ کے اِس شہر میں بھی رہتا ہی چند عمدہ گاڑیاں لئے ہوئے استقبال اور خدمت کیواسطے آمادہ تھا - ہم گاڑیوں میں سوار ہو کر عجائب خانے ہوتے ہوئے **باغ وحش** کو گئے عجائب خانے کی عمارت نہایت عالیشان اور خوشنما ہی - بیچ کے درجے پر بہت بلند اور مدوّر ساٹھ فیٹ اونچا گنبد ہی - اوپر کے حصّے میں سفید آئینے اور گنبد کے دور میں رنگین شیشے لگے ہوئے ہیں - دو منزلی عمارت ہی - زینہ پر چڑھتے ہی ایک ہاتھی کا سر (غالباً جو اِس ملک میں پیدا ہوتا ہی) رکھّا ہی - اِن جزائر میں ہاتھی اجنبی چیز نہیں ہی - چنانچہ سیلون کے ہاتھی کو اکثر سوداگر ہندوستان میں لاکر بیچتے ہیں سیلون میں ہندوستان کی طرح ہاتھی اُوبِی یا پھاندے سے نہیں پکڑا جاتا بلکہ اور ہی طریقہ ہی جو مولوی فرخی سے ایک تاجر نے بیان کیا یعنی اوّل ایک ہتنی کو جیسواں سکھا کر کٹنی بنا کر جنگل میں چھوڑ دیتے ہیں - وہ کسی نوجوان ہاتھی سے اُنس بڑھا کر اور اُسکو اپنے دام محبت میں پھنسا کر اپنے گھر تک (جو جنگل میں بنا ہوتا ہی) لے آتی ہی - وہاں آدمی پوشیدہ گھات میں لگے ہوتے ہیں جو آسانی سے اُسے قابو میں کر لیتے ہیں - عجائب خانے

میں دریائی حیوانات کی قسم سے بڑے بڑے مگرمچھ اور ایک چار گز کی لمبی مردہ شارک مچھلی نہایت کاری گری سے بنا کر رکھی ہی۔ بعض سانپ بھی نو نو اور دس دس گز لمبے ہیں۔ ایک مچھلی جسکی صورت تُکّل کی مثل ہی۔ عرض میں سوا دو گز اور طول سر سے دُم تک ساڑھے چار گز ہی اسی قسم کی صدہا اشیا جو اکثر ینانگ اور کولمبو میں بھی تھیں یہاں بھی ہیں۔ پرندوں میں ایک عجیب جانور دیکھا جسکو پرندوں کا گینڈا کہتے ہیں۔ سر پر بشکل سینگ ایک شاخ ہی اسکے سوا خاکی رنگ کے گُلدار شیر امریکا کا جنگلی بھینسا جسکو بزّون (ب ز د ن) کہتے ہیں عجیب شکل کا جانور ہی۔ اگلا دھڑ بھاری پچھلا بہت ہلکا سر اور شانوں پر لمبے لمبے بال لٹکتے ہیں۔ چار پانچ جنگلی بیل دیکھے جنکا قد چھ فیٹ کے قریب بلند اور ہاتھی کے مثل فربہ و جسیم بہت زبردست جانور ہی۔ اِسکے سوا عجیب الخلقت حیوانوں میں جو پنجدار بندر ہی۔ اور بھی بہت حیوان ہیں۔ اِس ملک کا **بن مانس** (جو اُدرانگ اُٹانگ) کے نام سے مشہور ہی زیادہ تو جزائر بورنیو (ب و ر ن ی و) اور **جاوا** میں ہوتا ہی۔ یہاں بھی پلا ہوا پنجرے میں موجود ہی۔ شاید جنگل میں بھی ہو یہ جانور قد میں متوسط انسان کے برابر ہی۔ وسط سر اور چہرے کے علاوہ بدن پر بھورے بال ہیں۔ ہاتھ زیادہ لمبے اور بدشکل کھڑے ہونے پر قد اوسط اندام آدمی کے برابر صورت بھی بدشکل آدمی سے بہت ملتی جُلتی ہی۔ نہایت زبردست اور موذی جانور ہی۔ ایک جانور گیدڑ کے برابر نیولے کی شکل ہی جس کو پاگاما

(پ اک ام ا) کہتے ہیں۔ عجائبات میں گلدار شیر کے ہمرنگ۔ ایک بلّی ہی کہ گلدار کے بچّے اور اُسمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ چرندوں کی قسم میں (تاپیر (ت اپ ی ر) ایک چوپایہ جانور گدھے کی برابر قد پیچھے سے بھینس کے بچّے یا سور کی شکل معلوم ہوتا ہی۔ فرق صرف اسقدر ہی کہ اسکی تھوتھنی نوکدار ہی اسکے سوا سرخ اور سیاہ رنگ کی پرند گلہریاں ہیں جنکو بہت احتیاط سے پنجروں میں رکھا ہی۔ ایک اور جانور ریچھ کے بچّے کی ہمشکل ہی جسکو جربوا (ج ر ب و ا) کہتے ہیں اور فارسی میں موش سلطانی مگر ہمکو چھوٹا ریچھ ہی معلوم ہوتا ہی۔ شاید اسقدر کم قد کے ریچھ کی قسم کو جربوا کہتے ہوں۔ نمائشی اشیا میں۔ اہل ملاکا کے ہتیار۔ تیر۔ کمان۔ اور نیزے وغیرہ بہت سلیقے سے رکھے ہیں۔ کازواری (ک ا ز و ا ر ی) جو شترمرغ کے مثل بغیر بازو کا جانور ہی۔ وہ بھی یہاں دیکھا تمام بدن پروں سے ڈھکا ہوا ہی۔ بازو نہیں ہیں مُنہ اور سر مور سے زیادہ مشابہ ہی۔ بہت خوبصورت جانور ہی۔ باز عقاب۔ اور ایسے اُلّو جنکا مُنہ زرد ہی۔ بغیر دُم کے خاکی و سیاہ بندر نکوبار کے سبز اور سرمئی کبوتر۔ جو جسامت میں پہاڑی کوّے کی برابر ہیں۔ زندہ پنجروں میں رکھے ہیں۔ ایک اور سنہری رنگ کی بلّی دیکھی جسے طلائی بلّی کہتے ہیں یہ بھی بہت خوبصورت جانور ہی۔ کازواری کی ہمشکل ایک اور جانور ہی جسے ایم یو (ا ی م ی و کہتے ہیں فرق صرف اسقدر ہی کہ کازواری کا سر سرمئی ہوتا ہی اور ایم یو کا بدن کے ہمرنگ زردی مائل خاکی۔ لارج موس (ل ا ر ج م و س) یعنی خرگوش کی برابر لمبے قد

کے ہوے ہے۔ اور دریائی چیل بھی ہنسراج بطکی برابر مردہ و زندہ رکھی ہیں۔ باغ وحش میں بعض درخت بھی عجیب ہیں۔

ورس چی فلمیٹا (ورس چ ی ف ل ی ٹ ا ن تاڑ کے درخت کی مثل ایک درخت ہی جسمیں چھا لیا کی صورت کے پھل اور جائفل کی ہمشکل گٹھلی ہوتی ہی۔ غرض کہ ہماری نظر میں یہاں کی جو چیز ہی وہ نئی اور جو شی ہی وہ عجیب۔

سنگاپور کے اکثر باشندے چینا اور اصلی ملک والے ملائی مسلمان ہیں اور پردیسی لوگ بھی ہیں جو تجارت وغیرہ کے سبب سے یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں بازار میں یک منزلی دکانیں۔ اور مکان پنانگ کے مثل کرسی دار زمین سے گز سوا گز بلند پایوں پر بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بغیر اس تدبیر کے رطوبت کے اثر سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔

پنانگ اور سنگاپور میں مزدور بہت مہنگے ہیں بیس پچیس روپے مہینے سے کم پر نوکر بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ مزدور بھی ایک روپیہ روز آسانی سے کما سکتا ہی۔ اگر ہندوستان کے مفلس بے معاش لوگ چند برس ان جزائر میں مزدوری کریں اور یہاں کی کمائی سے اپنے ملک میں جا کر نیک چلنی اور ایمانداری سے تجارت وغیرہ کوئی پیشہ کر لیں تو عمر بسر کرنے کو کافی سرمایہ بہم پہنچ سکتا ہی۔ سنگاپور کی مشہور عمارتوں میں **سلطان ابوبکر۔ بادشاہ جوہر** کا محل ہی۔

شہر جوہر سنگاپور سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہی اور یہی مقام

جزیرہ نمائے ملایا کا دار السلطنۃ ہی عجائب خانے سے واپس ہوکر ہم سلطان کا محل دیکھنے گئے برآمدے اور دروازے انگریزی کوٹھی کی مثل ہیں - عمدہ زرد اور سفید مرمر کے گملے جابجا رکھے ہوئے ہیں - سنگ مرمر کا ہی فرش ہی - نہایت عالیشان عمارت ہی - ہر طرف سے دروازے بند تھے - صرف ایک سپاہی پہرا دے رہا تھا - اُسنے کہا کہ داروغہ نہیں ہی - ہم تھوڑی دیر باہر کے درجے میں ٹھیرے حلبی خط میں چھپے ہوئے دو قرآن مجید برآمدے میں بڑی بڑی رحلوں پر رکھے تھے - تھوڑے توقف کے بعد ہمنے چاہا کہ واپس چلیں اتفاقاً پہلو میں ایک دروازے کا کیواڑ کُھلا ہوا نظر آیا - ہم - مولوی فرخی - اور عبد الصمد خان بے محابا اندر چلے گئے - یہ ایک سمت کا برآمدہ تھا جسکے دروں میں بھی شیشے کے کیواڑ لگے تھے اور ہر طرف سے بند تھا - غرض کہ کوٹھی کے طول میں جہاں تک سیدھا برآمدہ تھا چلے گئے - وہاں عرض میں پھر ایک دروازہ کُھلا پایا - اُسمیں جاکر ہم مشورہ کر رہے تھے کہ اَب کہاں جائیں اتنے میں کچھ آدمیونکی آواز کان میں آئی اور ہم وہیں ٹھٹکے - یہ جگہ سلطان کی حرم سرا تھی - اور اتفاقاً اُنکی بعض بیگمات بھی وہاں تھیں - خوب ہوا کہ ہم اور آگے نہ گئے - ہماری آواز سُنکر دو آدمی غصّے میں بھرے ہوئے باہر آئے اور اپنی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگے وہ ملائی زبان بولتے تھے جو ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آئی مولوی فرخی نے ہمکو اشارہ کیا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجائیں میں اُنکو جواب دے لونگا - ہم - اور عبد الصمد خان حسب

راستے سے آئے تھے اُسی سے پلٹ گئے مولوی فرخی نے بڑی شکوہ اور غصّے کے لہجے میں کہا کہ ہمارے سلطان تمہارے سلطان سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں (سلطان اس غرض سے کہا تھا کہ وہ لفظ سلطان ہی سے کسی والئی ملک کو پہچان سکتے تھے) تمہارے سلطان کہاں ہیں؟ فوراً جاکر اُنکو اطلاع کردو جسطرح وہ اِن پر غرّاے تھے اِسیطرح اِنہوں نے بھی طرزِ تحکم سے سلطان جوہر کی دوستی کے دعویٰ کو ثابت کیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ سمجھ کر وہ اندر چلے گئے اور ایک انگریزی بولنے والے کو اپنے ہمراہ لائے جسنے مولوی فرخی کی بات سمجھ کر ہمارے آنے کی خبر سلطان کی محلسرا میں پُہنچائی اور وہاں سے ایک بڑھیا دس بارہ برس کی لڑکی کو ساتھ لیئے عمدہ شاندار لباس اور سونے کے موٹے موٹے کڑے ہاتھوں میں پہنے ہوئے آئی اور حکم دیا کہ تمام مکان کھولدیا جائے۔

مولوی فرخی نے آکر ہمکو اطلاع دی۔ ہم اندر گئے اور بڑی بی کی ہمراہی میں اچھی طرح تمام مکانات کی سیر کی۔ لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت سلطان کی دایہ ہے۔

سلطان جوہر کا محل نہایت عمدہ اور عالیشان عمارت ہے۔ باہر سے بمبئی کے بڑے ہوٹل کی شبیہ معلوم ہوتا ہے۔ اندر دو منزلے وسیع کمرے بیش قیمت ولایتی اور جاپانی اسباب سے آراستہ ہیں۔ خاص کر دربار کا کمرہ تو نہایت وسیع و خوشنما ہے۔ ایک طرف **سلطان ابوبکر** کی پورے قد کی تصویر ہے جسکے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ سلطان کشیدہ قامت عرب یا ہندوستانی مسلمانوں کے

ہم نقشہ ہیں۔ ڈاڑھی نہیں رکھتے عمر ساٹھ برس کے قریب ہوگی تصویر کے نیچے خط نسخ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہی۔

دولت توانگوشاہ عالم ظل اللہ فی العالم نعیمھا ملیاً ابوبکر نیغ (نیگ) مملیکلی گراجان جوہر سوت دائرہ تعلق لرہ۔ ملائی خط میں نیگ اسطرح لکھا جاتا ہی نیغ یعنی ی کے بعد غ پر چار نقطے لگانے سے نیگ پڑھا جاتا ہی۔ اسمیں بعض لفظ ترکی کے معلوم ہوتے ہیں۔ عمارت کے زینے بھی بہت وسیع ہیں اور نہایت عمدہ اسباب سے آراستہ ہیں بیش قیمت جاپانی چینی کے گملے اور پتھر کے ظروف نہایت سلیقے سے رکھے ہیں۔ ہاتھی کے چند سالم دانت بہت لمبے اور موٹے نہایت شفّاف اور چمکدار آرائش کی غرض سے رکھے ہیں۔ تمام مکان میں عمدہ قالین کا فرش ہی۔ ناچ کا کمرہ مستطیل شکل کا نہایت وسیع ہی۔ تقریباً تیس گز لمبا اور دس گز چوڑا ہوگا۔ آئینے کی مثل صاف تختے کا فرش ہی اور اطراف میں سفید پوشش کے کوچ وغیرہ بچھے ہیں۔ سامنے سلطان کی پورے قد کی تصویر لگی ہی۔ سیاہ مخمل کی عرق چین ٹوپی پر کلغی لگی ہوئی۔ یورپ کے تمغے پہنے ہوئے نہایت شاندار تصویر ہی۔ اور اُسکے جواب میں سامنے سلطان کے ایک جرمنی دوست (ڈیوک) کی پورے قد کی تصویر ہی۔ محل کے کمروں میں آرائش کے واسطے بعض گلدان ایک قسم کے نہایت عجیب زرد پتھر کے جو زرد عقیق کے مثل ہی ڈیڑھ گز بلند اور گز بھر مدور رکھے ہیں **سلطنت جوہر**۔ **سلطان ابوبکر**۔ جسکے

بادشاہ ہیں جزیرہ نماے ملایا کے جنوبی حصے میں قدیم آبنائے ٹیب رو (ٹ ے ب رو) پر جو سنگاپور کے جزیرے کو جوہر کی سرحد سے علیحدہ کرتی ہی۔ واقع ہی۔ جوہر کا رقبہ انتیس ۲۹ ہزار میل مربع ہی۔ اور دو لاکھ آدمی آباد ہیں جنمیں پچیس ہزار ملائی مسلمان پچاس ہزار چینی پندرہ ہزار جاوی اور باقی دوسری قسم کے ملائی ہیں۔ دار السلطنۃ جوہر میں پندرہ ہزار آدمی آباد ہیں۔ سلطان خود مختار بادشاہ اور برٹش گورنمنٹ کے بڑے دوست ہیں۔ اُنکے حالات سے واضح ہوتا ہی کہ سلاطین یورپ کے ساتھ زیادہ رسم اتحاد ہی۔ اور بارہا یورپ میں سیاحت کی ہی۔ آجکل بھی انگلستان ہی میں ہیں۔ اُنکے تمغے یا خطاب جو بطور اتحاد سلاطین یورپ سے حاصل ہوئے ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ ہزہائنیس سلطان ابوبکر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے یسی ایس آئی

۲۔ رائل پروشین آرڈر آف دی کرون فسٹ کلاس۔

۳۔ گرینڈ کراس آف دی آرڈر آف ایگل نوار۔ یعنی عقاب سیاہ

۴۔ کمانڈر آف دی کراس آف دی اطالی۔

۵۔ کمانڈر آف دی آرڈر آف سکسکوبرگ۔ اینڈ گوتھا۔

جوہر کے تمغے

۶۔ ساورن آف دی موسٹ اسٹمیڈ درجہ قرابت یعنی فیملی آرڈر آینڈ دی موسٹ آنریبل درجہ مہا کوٹا جوہر۔

۷- آرڈر آف دی کرون اف جوہر-

ملازمان سلطنت میں ایکٹنگ سکرٹری داتو سری امر (ڈی) راجہ ڈی پی- ایم- جی سی- ایم- جی- وزارت کے عہدے پر ممتاز ہیں- سنگاپور اور علاقہ جوہر کی عمدہ پیداوار چیزیں- بُن (یعنی کافی) جائفل- جوتری- سیاہ مرچ- چھالیہ- ناریل اور لونگ ہیں جو دساور کو جاتی ہیں باقی تربوز- انناس- منگو اسٹون اور کٹھل جسکی ترکاری کے بغیر کولمبو کی طرح یہاں بھی دسترخوان بے عزت سمجھا جاتا ہی- اور مشہور دُریان جس میں نہایت تیز و تند بو ہوتی ہی- قد میں تاڑ کے پھل کی برابر اور پوست کٹھل کے مثل سخت اور تیز کانٹوں دار ہوتا ہی- مزا نہایت شیریں- لطیف اور غایت درجے کا مبہی مشہور ہی **انڈمان نکوبار اور برما** وغیرہ میں بھی یہ پھل ہوتا ہی- اور بو کی تیزی کے سبب سے ناک بند کیئے بغیر نہیں کھا سکتے- اگر بو ناک میں پُہنچ جائے تو ہمارے ملک کا آدمی کسیطرح تاب نہیں لا سکتا- شام کے ساڑھے پانچ بجے ہمارے جہاز نے لنگر اُٹھایا- رات بھر چلکر دریائے چین میں پُہنچے اور جیسا پیشتر سُنا تھا ویسا ہی اِس دریا کو موّاج اور متلاطم پایا-

۵-۶-۷-۸-۹- اپریل- چھٹی تاریخ تک تو کچھ ایسا زیادہ تلاطم نہ تھا- مگر ساتویں کو صبح کے دس بجے سے دریا میں بہت زیادہ طوفانی حالت ظاہر ہوئی- موجیں جہاز کو کبھی آگے سے اُٹھاتی تھیں اور کبھی پیچھے سے اسقدر دباتی تھیں کہ پانی میں مُنہ کے بل دھنس جانے کا اندیشہ ہوتا تھا- باوجودیکہ جہاز کا

زیادہ تر حصّہ بھاری لوہے سے بنا ہوا ہی- اور تقریباً ڈیڑھ سو گز طول- چالیس فیٹ بلند اور منجملہ اِسکے تیئس فیٹ پانی کے اندر ہی- باقی اوپر- اور لاکھوں من بوجھ لدا ہوا ہی- مگر ہلکے تختے کی مثل موجوں کے صدمے سے تیر آتا ہی- بعض آدمیوں کو تلاطم ہوتے ہی فوراً قی اور دوران سر ہونے لگا کچھ آدمی سنبھلے رہے مگر شام تک سب کی حالت دگرگوں ہو گئی **فتحیاب خاں** اور **بڈن صاحب** کو قی ہوئی **مولوی فرخی** کو صرف دوران سر ہوا ہمنے پہلے روز تو خودداری کی مگر دوسرے روز ہمکو بھی کسیقدر دوران سر محسوس ہوا- اُٹھنا- بیٹھنا- چلنا پھرنا دشوار تھا البتہ لیٹے ہوئے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی- وہ ساری رات- آٹھویں تاریخ کا دن اور نویں کی رات اُسی خطرناک حالت میں گذری- بعض اوقات موج کا پانی جہاز کے مُنہ پر سے گذر کر اوپر آجاتا تھا-

رات کو ساڑھے بارہ بجے سے کسیقدر طوفان کم ہوا مگر پھر بھی اسقدر حرکت باقی تھی کہ ہمکو اس سے پیشتر اتنی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی پانچ چھ گھنٹے سکون رہ کر صبح سے پھر وہی حالت ہوئی **کپتان** سے معلوم ہوا کہ دو ایک روز پہلے یہاں سے طوفان گزر چکا ہی-

دریاے **چین** میں یکایک طوفان آجاتا ہی- اور اس تیزی سے کہ بگولے کے مثل پانی اُٹھکر چکّر کھاتا ہوا چلتا ہی- اور جو چیز سامنے آجاتی ہی ممکن نہیں کہ بچ سکے-

دن کے بارہ بجے سے **ہانگ کانگ** کا سواد قریب ہونے لگا- پانی کا رنگ بدلا- اور عمق صرف بیس پچیس فیدم (فیدم دو گز) رہ گیا- ایک بجے کے قریب پچاس بادبانی کشتیاں ہانگ کانگ کو جاتی ہوئی ملیں- ایک مچھلی جہاز سے بہت قریب پانی کے سطح پر تیر رہی ہی پہلے گمان ہوا کہ کوئی کشتی ہی جسکے شراع ہوا سے پھولے ہوئے پانی پر معلوم ہوتی ہیں- مگر بعد میں جب دوربین سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ مردہ مچھلی ہی- ہانگ کانگ کے قریب پانی کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں- اور بندرگاہ تک پہنچنے کے لئے نہایت خطرناک راستہ ہی- ہر قدم پر جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ رہتا ہی-

ظہر کے وقت سے ہانگ کانگ کا سواد نظر آیا- شہر پہاڑ کے نشیب و فراز میں دریا کے کنارے آباد ہی- دور سے نہایت خوبصورت منظر معلوم ہوتا ہی- جابجا پہاڑوں پر سڑکوں کے نشان نہایت خوشنما نظر آتے ہیں- لنگرگاہ بھی بہت خوبصورت ہی- سواری اور مال لادنے کی دخانی و بادبانی کشتیوں اور جہازوں سے پانی کا سطح پٹا ہوا ہی-

چار بجے لنگر ہوا اور ہم **اسٹیم بوٹ** میں سوار ہو کر ہانگ کانگ ہوٹل میں جو بندرگاہ کے کنارے پر ہی آئے- نہایت عالیشان چھ منزل کی عمارت ہی- شہر میں گاس اور برقی دونوں قسم کی روشنی ہی- یہاں یہ امر ظاہر کر دینے کی ضرورت ہی کہ جب کوئی نیا شخص جسنے پیشتر دریا کا سفر نہ کیا ہو سفر کا ارادہ کرتا ہی تو اُسکے

دوست اپنی اپنی عقل اور مراتب دلسوزی کے موافق تہیۂ سامان سفر کی نسبت مشورہ دیتے ہیں۔ کوئی قے اور دوران سر لازمی بتا کر سکنجبین۔ املی۔ لیموں۔ چٹنی۔ اور اچار وغیرہ ادویات دافع صفرا عطار کی ایک پوری دکان ساتھ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کوئی سردی سے ڈرا کر لحاف۔ توشک۔ عبا۔ قبا۔ پوستین۔ پشمینہ۔ اور کمّل وغیرہ بزاز کا گودام ہمراہ لیجانے کو سمجھتا ہے۔ کوئی کہتا ہے خدمتگار بغیر دو دن نہ نبھیں گے اگر ایک کے جگہ ۲ دو آدمی ہوں تو مناسب ہے۔ ہر شخص اپنی وسعت خیال کی حد تک جولانی کرتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ جملہ سامان سوائے اسکے کہ بیفائدہ بار اور ہر لحظہ تکلیف کا باعث ہو کسی کام میں نہیں آتا۔ سفر میں ہر جگہ اوڑھنے کو ولایتی کمّل۔ صاف اور پاکیزہ بستر۔ یہاں تک کہ تولیہ۔ صابون۔ آئینہ۔ سنگھار میز۔ ہیجان صفرا دفع کرنے کیواسطے لیموں۔ نارنگی۔ چکوترا۔ اناناس اچار۔ سرکہ۔ چٹنی۔ آبشورہ۔ سوڈا۔ لیمینیڈ۔ برف۔ اور نہایت سلیقہ مند خدمتگار ہر ایک جہاز اور ریل اور تمام ہوٹلوں میں موجود ہیں۔ گھر کا اسباب سوائے اسکے اور کسی کام نہیں آتا کہ تنگ ہو کر پھینک دیا جائے یا بوجھ لادے پھریں۔ البتہ کنگھی برش۔ منجن اور خاص ضرورتوں کے واسطے لوٹا۔ لباس میں کسی میل خورے رنگ کے اونی اور سوتی دو ڈھائی درجن قمیص۔ کوٹ اور اُورکوٹ۔ ایک مختصر سا **گلاڈسٹون بیگ** یا سیاہ کنویز کا منجھولا صندوق میلے کپڑے رکھنے کو ایک معمولی بیگ۔ اور کنگھی برش وغیرہ کے واسطے ایک چھوٹا سا

ہینڈ بیگ (دستی بیگ) دُو جوڑی بوٹ - ایک سلیپر - اور ڈِنر سوٹ (کھانے کا لباس) اِسکے سوا ہر منزل پر سواری اور باربرداری وغیرہ کے واسطے طامس کک کمپنی کے توسل سے ہر طرح کا کافی و وافی سامان مہیا ہو جاتا ہی - ہر ملک کے سکّے کا روپیہ بھی وہی دیتے ہیں اور خرچ سے بچا کچا واپس بھی لے لیتے ہیں - کیونکہ ایک ملک کا سکّہ دوسری جگہ بیکار ہی - طامس کوک صاحب کے توسل بغیر سفر کرنا سوائے نقصان کثیر اُٹھانے کے اپنی جان کو طرح طرح کے جھگڑوں میں ڈالنا اور سفر کا لطف کھونا ہی -

چین - ہانگ کانگ

۹ - و ۱۰ - اپریل - روز دوشنبہ ۹ - سے ۱۴ - تک ۶ روز -

نویں کو پہنچنے کے روز اگرچہ کئی گھنٹہ دِن باقی تھا مگر کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

دس کو - دو بجے دِن کے ڈانڈی[†] میں سوار ہو کر ٹراموے اسٹیشن کو گئے کہ وہاں سے سوار ہو کر مونٹ اوسٹین Oustin کو جائیں - ہوٹل سے چند منٹ کا راستہ تھا - اسٹیشن پر

[†] ڈانڈی - نینی تال وغیرہ ہندوستان کے پہاڑوں پر جانے کے واسطے مشہور سواری ہی - ہندوستانی ڈانڈی کی ساخت اِس طرح ہی کہ ایک روغنی کپڑے سے منڈھی ہوئی کرسی میں (سلسلہ کے لیئے دیکھو صفحہ ۴۹)

پُھنچکر معلوم ہوا کہ گاڑی کے اوپر جانے میں کسی قدر دیر ہی اس لیئے وقت بسر کرنے کو باغ عام میں جو اسٹیشن کے قریب فقط سڑک بیچ میں ہی۔ چلے آئے۔ گورنر صاحب کا مکان بھی باغ سے ملا ہوا ہی۔ یہ باغ پہاڑ کے نشیب و فراز میں درجہ درجہ بنایا گیا ہی۔ تمام روشیں پتھر اور چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں۔ نہایت خوش فضا اور دلچسپ جگہ ہی۔ باغ کے وسط میں ایک مختصر عمارت بھی ہی۔ غرض کہ وقت گذار کر وہاں سے اسٹیشن پر آئے اور ٹراموے میں سوار ہو کر مونٹ اوسٹین کی چوٹی پر گئے یہ پہاڑ جسکے دامن میں دریا کنارے شہر واقع ہی۔ سمندر کے سطح سے ۱۸۲۵ اٹھارہ سو پچیس فیٹ بلند ہی۔ راستے میں اس قدر کھڑی چڑھائی ہی۔ کہ ہر دو فٹ ڈھلان میں ایک فیٹ بلندی ہی۔ چھ فرلانگ کے قریب (یعنی کچھ کم پون میل) چڑھائی ہی۔ ٹراموے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) تختے کا پاانداز اور دہنے بائیں دو لمبی کمانی خمدار پٹیاں لگا کر اونکے سرے باہم ملا دیتے ہیں اور آدمی کے کندھے پر اُٹھائی جاتی ہی۔ ہانگ کانگ کی ڈانڈی میں اسقدر فرق ہی کہ ایک نہایت سُبک بانس کی کرسی مع پاانداز اور دست انداز کے بید سے بنی ہوئی دونوں طرف بہت خوبصورت لچکدار پتلے دو بانس لگے ہوئے جنکے چار ڈنڈے ہو جاتے ہیں اور آدمی بیچ میں آکر دونوں ڈنڈے دونوں کندھوں پر رکھ لیتا ہی۔ یا چار آدمی اُٹھاتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں بھی ایسی ڈانڈیاں بنائی جائیں تو زیادہ راحت رساں اور قدر کے قابل ہوں۔ اِن ڈانڈیوں کے اطراف میں کتاب۔ چھتری۔ ہینڈبیگ اور پانی کا گلاس رکھنے کے واسطے بھی بید سے بنے ہوئے خانے ہوتے ہیں۔ ہلکی اسقدر کہ سب ملا کر چھ سات سیر وزن ہوگا۔

گاڑی کو عجیب ترکیب سے اوپر لیجاتے ہیں اور نیچے لاتے ہیں- یعنی پہاڑ کے اوپر ایک انجن اور اُسکے متعلق دو بڑے بڑے چرخ ایک فٹ دبیز اور چھ فیٹ قطر کے لگے ہوئے ہیں- اُن کے ذریعے سے ایک لوہے کا رسّا جو قریب ڈیڑھ انچھ کے موٹا ہی اور اُس کا ایک سرا اڑاموے گاڑی کے پیندے میں مضبوط بندھا ہوا ہی- اور دوسرا سرا ایک دوسری گاڑی میں لگاکر بیچ میں مذکورۂ بالا چرخ کے بیلن پر لپیٹا ہی- ایک گاڑی اوپر دوسری پہاڑ کے نیچے ہوتی ہی- سڑک میں بھی جابجا ایک ایک فٹ قطر کی آڑی چرخیاں لگی ہیں کہ رسّا کھینچنے میں آسانی ہو- جب انجن اُن بڑے چرخوں کو پھراتا ہی تو ایک گاڑی اُوپر سے نیچے آتی اور دوسری نیچے سے اوپر کھینچ جاتی ہی- گویا ایک سرا رسّے کا بیلن پر لپٹتا ہی دوسرا کھُلتا جاتا ہی- نو۹ منٹ میں گاڑی کچھ کم پون میل راستہ طی کرکے چوٹی پر پہنچ جاتی ہی- فی منٹ چار سو پانچ فیٹ کے قریب رفتار خیال کرنا چاہیے- چڑھتے ہوئے تو خیر بیچ کے تکیے سے کمر لگی رہتی ہی کم محسوس ہوتا ہی- مگر اُتار میں معلوم ہوتا ہی کہ گاڑی ڈول کی طرح لٹک رہی ہی- اور آدمی پھسل کر آگے کی طرف جھک جاتے ہیں- اگر رسّا ٹوٹے یا کسی سبب سے علیحدہ ہوجائے تو پہاڑ سے نیچے گرکر گاڑی اور سواریاں سب ریزہ ریزہ ہوجائیں- لیکن یہ کام خوب آزمائش کے بعد اطمینان کے قابل مضبوط کیا گیا ہی- اگر ذرا بھی جان کا اندیشہ ہوتا تو گورنمنٹ ہرگز اجازت نہ دیتی کہ ایسی گاڑی جاری رہے- بہرحال ہم پہاڑ کے اوپر پہنچے نہایت باشکوہ اور عالیشان دو تین مکان جن میں ہوٹل ہیں مختلف چوٹیوں پر بنے ہوئے ہیں- گورنر صاحب کے

رہنے کا بھی ایک مکان چوٹی پر ہی-

جہازوں کی آمدورفت کے واسطے ایک بلند ستون پر علامت اور اشاروں کے لیئے ایک جھنڈا نصب ہی بعض چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور بھی ہیں- نہایت خوشنما اور تفریح کی جگہ ہی- اوپر سے تمام شہر- اطراف کے پہاڑ اور دریا نظر آتا ہی- سمندر کا پانی- کشتیوں کی روانی- جابجا پیچیدہ راستی اور کج وواکج کی سمندر آبنائیں عجیب دلکش نظّارا ہی

ٹراموے سے اُترکر اور انجن ہوس کو دیکھ کر بہت چڑھائی کے بعد گورنمنٹ ہوس اور جہازی نشان کی چوٹی پر پہنچے- پہاڑ پر بھی تمام سڑکیں چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں- اس اثنا میں کہ ہم چوٹی پر بیٹھے تھے ایک رُوسی جہاز بندرگاہ میں داخل ہوا اُس نے بندرگاہ کی سلامی میں توپ کے چند فیر کیئے- ہم سوا- ڈیڑھ گھنٹہ ٹھیر کر جس طرح گئے تھے اُسی طرح اُتر آئے-

۱۱- ۱۲- اپریل سنہ ۱۸۹۳ء کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا-

۱۳- اپریل کو دو بجے کے بعد ہیپی ویلی Happy Valley. کو گئے جو دامن کوہ میں شہر سے ایک طرف کو خوشنما درّہ ہی- سواری میں ڈانڈی کے سوا ایک مختصر سی یکہ بگھی کی شکل ہاتھ گاڑی ہی جسکو رکشا کہتے ہیں اور بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہی- ایسی گاڑیاں کولمبو سے یہاں تک ہر جگہ ملی ہیں غرض کہ ہم اور مولوی فرخی- عبدالمجید خاں- فتحیاب خاں اور مسٹر بڈن رکشا میں سوار ہو کر ہیپی ویلی میں پہنچے (اس لفظ کے معنی فرحت انگیز درہ ہو سکتے ہیں) حقیقت

میں بہت سُہانا میدان ہی بعض گُورے سپاہی اور انگریز کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہیں ڈھلواں بلندی کے دامن میں پکّی سڑک اور بائیں طرف ہرا بھرا خوشنما میدان اور راستے کے داہنی طرف اُسی ڈھلواں بلندی پر انگریزوں کا قبرستان ہی جہاں تسلط کے زمانے میں مرے ہوئے انگریزوں کے سوا گورنمنٹ کے جاں نثار یورپین سپاہی جنہوں نے اِس سرزمین کو اپنے خون سے خریدا ہی - اور چینیوں کے مقابلے پر میدان جنگ سے ملک عدم کو کوچ کیا ہی - دفن ہیں گروہ گروہ کو یکجا دفن کر کے قبر کے اوپر یادگار کے واسطے مینار بنا کر اُس پر قتل کی تاریخ اور سنہ لکھ دیے ہیں اُسی کے برابر مسلمانوں کا گورستان ہی - یہ بھی پہاڑ کے نشیب و فراز میں درجہ درجہ واقع ہوا ہی - ہر ایک متموّل مسلمان کی قبر پر سنگ مرمر کے دو تختے آئنتی پائنتی لگے ہیں - کم مقدرت لوگوں کی قبر کے پتھر بھی کم قیمت ہیں - ہر ایک تختے پر میّت کا نام - سال و تاریخ وفات اور درود شریف و آیات قرانی کندہ ہیں بعض قبروں پر لی خمسۃ اطفی بہا حرّ الوباءِ الحاطمہ - المصطفی والمرتضی وابناہُما والفاطمہ لکھا ہی غریبوں کی قبر پر جن کو پتھر میسر نہیں ہوا دو لکڑیاں مسہری کے پائے کے ڈھنگ پر خرادی ہوئی سرہانے پائنتی لگا کر اکثروں پر نام اور تاریخ لکھ دی ہی - قبرستان کے دروازے پر مسجد کے واسطے بہت بڑا ایک کمرہ ہی - اور اُس میں جنازہ اُٹھانے کی غرض سے ایک تابوت اور بلند میز پر ایک قرآن مجید بھی رکھا ہی - ایک چینا مسلمان حفاظت کے لیئے مامور ہی - اور اُسی کے پاس آلات گورکنی بھی آمادہ رہتے ہیں

چینیوں کی طرح یہاں کے مسلمان بھی قبروں پر سروُ کے درخت لگاتے ہیں۔ اِس قسم کے اہتمام سے معلوم ہوتا ہی کہ چینا مسلمان اپنے مُردوں کی مرنے کے بعد اچھّی قدر کرتے ہیں۔

پارسیوں کا قبرستان بھی اسی جوار میں ہی مگر ہمکو اُس وقت معلوم نہ تھا فاتحہ پڑھ کر اُسی راہ سے واپس آئے۔

اس شہر کی مردم شماری دو لاکھ بیس ہزار ہی۔ اور سوائے معدودے چند یوروپین اور جاپانی عورتوں کے تمام چینی آباد ہیں چینیوں میں مسلمان بھی بہت ہیں مگر بت پرست اور مسلمانوں میں ہم لباس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے تمیز نہیں ہو سکتی صرف مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔

بعض ہندوستانی مسلمان سوداگر بھی تجارت کی غرض سے یہاں رہتے ہیں جن میں ایک شخص دِل بادشاہ نام اگرچہ ایسا مالدار نہیں ہی۔ مگر اپنی نیک چلنی اور ملنساری کیوجہ سے زیادہ مشہور ہی۔ ایک ہندوستانی اور ولایتی مسلمانوں کی پلٹن اور گوروں کا توپخانہ وغیرہ اور ہندوستانی سپاہیوں کا پولیس گورمنٹ کی طرف سے محافظ ہی۔ پولس میں بعض سکھ بھی ہیں۔ پولس کے آدمی کو تیرہ اور سولہ ڈالر تک تنخواہ ملتی ہی جو ہندوستان کے حساب سے تیس روپئے ہوئے۔ ہمارے آنے کی خبر سُنکر صوبہ دار میجر بہادر حسن علی خان اور ایک شخص علیگڈھ کلج کا تعلیم یافتہ جو پلٹن میں جمعدار ہی۔ اور بعض دوسرے مسلمان سردار ملنے کو آئے۔

شہر کی عمارتیں زیادہ تر بمبئی کے مکانات کی طرح چو منزلی پنج منزلی ہیں۔ اُن میں اکثر تو چینی لوگوں کی ملکیت ہیں خال خال دوسری قوم کی بھی جائداد ہی۔ کرایہ اِس قدر گراں ہی کہ اگر بمبئی میں ۲۵عہ روپیہ ماہوار پر مکان ملے گا تو اُسی حیثیت کا مکان یہاں پچاس ڈالر یا ایک سو دس روپیہ کرائے پر ملتا ہی۔ چینا نان بائیوں کی دکانوں پر سالم خوک۔ بطخ اور مرغ وغیرہ جانور بھُنے ہوئے علانیہ لٹکتے رہتے ہیں۔ جس سے دور تک بازار متعفّن رہتا ہی اور نہایت نفرت انگیز نظّارہ ہی **جاپان** کا بنا ہوا اسباب اور چینی وغیرہ کے برتن۔ چاء پینے کے ظروف اور گُلدان وغیرہ اسباب آرائش بہت ارزاں بکتا ہی۔

یہاں کا ایک تحفہ کف ابابیل یا لعاب ابابیل ہی۔ جس کا انگریزی نام سالن برون ہی۔ اور چینی زبان میں تائی جھوئی کہتے ہیں۔ عقاقیر کی قسم میں مشہور چیز بادیان ختائی ہی جسکو یہاں باٹ کوک کہتے ہیں۔ اِن کے سوا مشک ختائی اور خالص سونا بھی ہندوستان کی نسبت ارزاں ہی۔

لعاب ابابیل جزائر انڈمان۔ بورنیو اور بعض متعلقات چین میں بھی حاصل ہوتا ہی۔ ابابیل کے مُنہ سے جبکہ وہ مست ہوتا ہی رال ٹپکتی ہی۔

اِس جانور کی سکونت پہاڑ کے دروں میں ہی اور لاکھوں ابابیل یکجا رہتے ہیں۔ ابابیل کے مُنہ سے لعاب گر کر انھیں دروں میں چٹانوں پر گوند کے مثل تار تار ہو کر جم جاتا ہی۔ بعض لوگ اِس کا سالانہ ٹھیکا لیکر جمع کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہی کہ

نے بچے نکالنے کے واسطے جو گھونسلا بناتا ہی وہ بھی اِسی لعاب اور پروں سے مرکب ہوتا ہی جن کو بھگو کر بہت محنت سے پر اور لعاب جدا کیا جاتا ہی۔ وہ لچھے جو پتھروں پر پڑے ہوئے ملتے ہیں بعینہ ایسے جالی دار ہوتے ہیں جیسے بیج کے واسطے رکھی ہوئی خشک تری جالدار ہوتی ہی۔ جیسی مختلف حالت ہی ویسی ہی قیمت بھی مختلف ہی۔ چنانچہ جو لعاب گھونسلے سے جدا کرتے ہیں وہ فی ۵۶ تولہ وزن جو کٹی کہلاتا ہی چار یا پنچ ڈالر کو۔ اور پتھروں سے جالدار لچھا اُٹھایا ہوا۔ فی کٹی۔ ۲۴۔ ڈالر تک۔ ٹیل پر بھی قیمت قرار دیجاتی ہی جو ساڑھے تین تولہ وزن ہی۔ اور سولہ ٹیل کی ایک کٹی ہوتی ہی۔

اسکے علاوہ اور پرندوں کا لعاب بھی ہوتا ہی چنانچہ ایک قسم کم رنگ گلابی نو دس آنے کٹی فروخت ہوتا ہی اور اُس کو چینی لوگ گوشت کے ساتھ پکا کر کھاتے ہیں۔ مگر یہ کف ابابیل کا نہیں ہی۔ کسی اور پرند کا ہی جو قد میں ابابیل سے بڑا ہوتا ہی۔ کف ابابیل کو رتیوں کی مقدار سے گائے کے دودھ میں ڈال کر ظرف کو کھولتے ہوئے پانی میں رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ پانی کی حرارت سے پگھل کر دودھ میں حل ہو جاتا ہی تب قدرے شکر ملا کر پیتے ہیں اور مشہور ہی کہ یہ دوا ضعف دماغ اور ضعف باہ وغیرہ کو بہت مفید ہی۔ مولوی فرخی۔ اور عبد المجید خاں نے بھی کسی قدر خرید کر بعض احباب کے واسطے ہندوستان کو ہدیۃً بھیجا ہی۔

نہایت عمدہ خوشبودار بادیان ختائی کا نرخ فی کٹی ایک ڈالر تک ہی۔ اور مشک ختائی

یہاں نہیں ملی- اِس لیئے کہ لانیوالوں کو اُس کا چینی نام معلوم نہ تھا نہ تلاش کا کوئی وسیلہ بہم پہنچا اور مشک کے نام سے وہاں کوئی دکاندار سمجھ نہ سکا- بعض ہندوستانی آدمیوں سے جو عرصے سے یہاں رہتے ہیں معلوم ہوا کہ مشک اور عنبر دونوں چیزیں شینگھائی میں زیادہ ملتی ہیں-

جاپان کے بنے ہوئے چینی کے عمدہ ظروف جن پر بہت خوش رنگ جواہر کے مثل نقاشی کی ہی بہت ارزاں ہیں چنانچہ جو چار کی پیالیاں ہندوستان میں ۴-۵ روپئے درجن بکتی ہیں وہ یہاں تین چار روپئے غایت پانچ روپئے درجن ملتی ہیں- اِس قدر نازک اور خوبصورت نقاشی کی ہی کہ معلوم ہوتا ہی یاقوت و نیلم و زمرد کے نگینے جڑ دیئے ہیں-

ہندوستان سے یہاں **افیون** بہت آتی ہی- جس اسٹیمر پر ہم سوار تھے اُس میں بھی ایک ہزار سات سو صندوق تھے اور ہر صندوق میں چار من افیون تھی - عجیب بات ہی کہ پیاز یہاں بھی اور کولمبو- سنگاپور اور پنانگ وغیرہ میں بھی بمبئی سے آتی ہی چنانچہ جہاز پر سے جسمیں ہم بمبئی سے سوار کر آئے ہیں جابجا پیاز کے انبار اُتارے جاتے تھے -

پہلے ارادہ تھا کہ ہم **کانٹان** ہوتے ہوئے وہاں سے براہ خشکی **پیکن** دارالسلطنۃ چین کو دیکھ کر **ہانگ کانگ** ہی کو واپس آئیں اور یہاں سے دوسرے جہاز پر **جاپان** جانے کے واسطے سوار ہو جائیں - مگر یہ

ارادہ موقوف رہا اور صرف کپتان کالون صاحب بہادر دریا کے راستے سے کشتی میں بیٹھ کر ایک روز کے لیئے کانٹان گئے تھے۔

ہانگ کانگ سے ایک نالہ سمندر کا کانٹان تک چلا گیا ہی۔ اسی راستے سے چھ سات گھنٹے میں کشتی پہنچ جاتی ہی۔ کانٹان چین کی بندر گاہوں میں بہت بڑی تجارت گاہ ہی۔ چاء۔ ریشم۔ سونا۔ ریشمی کپڑا۔ عقاقیر (ادویات۔ خوشبودار۔ مصالح) اور چینی کے ظروف وغیرہ غیر ملکوں کو زیادہ تر یہیں سے جاتے ہیں۔

کانٹان کے ضلعے میں ایک قسم کی مٹّی ہوتی ہی جسکے چاءدان اور پیالیان بنتی ہیں۔ اُن میں چاء دم کرنے سے اور پیالوں مین نکال کر پینے سے ایک خاص قسم کی خوشبو اور لطافت چاء میں پیدا ہو جاتی ہی۔ امراے چین یہاں تک کہ فغفور بھی انہیں پیالوں میں چاء پیتے ہیں۔ فرق اسقدر ہی کہ امرا ہر دفعہ کورے برتن میں اور غربا آٹھ سات روز تک ایک ہی ظرف میں پیا کرتے ہیں۔

بیس لاکھ کے قریب دیسی پردیسی آدمی اس شہر میں بستے ہیں اور یہی شہر صوبے کے چینی گورنر کا دار الحکومۃ ہی۔ کپتان صاحب کہتے ہیں نہایت میلا متعفّن اور غیر منتظم شہر ہی۔ کپتان اوسٹر کہتے تھے کہ چینی لوگ مسافروں کے ساتھ بہت تعصب اور نفرت سے پیش آتے ہیں جب کسی پردیسی کو اپنے شہر میں دیکھتے ہیں تو اُس کو ینگوُ یعنی شیطان کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور اُس پر لعنت کرتے اور تھوکتے ہیں۔ اگر مزاحمت کرو تو سب ملکر فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کسی

قسم کا ضرر پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے - البتہ جو پردیسی تاجر عرصے سے وہاں رہتے ہیں اُن کے ساتھ لین دین کی وجہ سے کسی قدر رعایت کرتے ہیں -

یہ قدرتی بات ہی کہ دنیا میں جس قدر بزدل و نامرد لوگ ہیں بے رحم - غیر مہذب - مغرور - اور مہمان کے دشمن ہوتے ہیں - برخلاف اِسکے شجاع قوموں کو ہمیشہ مہمان نواز - مہذب - رحیم القلب اور کریم النفس پاؤ گے چنانچہ عرب اور ترک لوگوں کی صدہا مثالیں جن سے اُن کی مہمان نوازی - اولوالعزمی - سخاوت اور کریم النفسی کا ثبوت ملتا ہی - سیاحان عالم کے دل پر نقش ہیں -

۱۴ - اپریل - قریب ۲دو بجے دن کے سب اسباب **وارنہ** اسٹیمر پر جو کل جاپان کو جائے گا روانہ کر دیا گیا - اور ہمنے دُکانوں پر جاکر بعض اسباب خریدا منجملہ اُسکے ایک جاپانی کی دکان سے جس کا نام کون تھا - جاپانی چینی کا ایک نہایت عمدہ چار پینے کا سٹ - اور بعض چینی کے گلدان وغیرہ خرید کر وہیں چھوڑ دیے کہ اسی کے توسل سے ہندوستان کو روانہ ہو جائیں - بعض چینا تاجروں کی دکان سے بھی ایک ہاتھی دانت کی شطرنج جسکے مہرے آدمیوں اور حیوانوں کی صورت پر نہایت عمدہ بنائے ہیں اور بعض چینی مصوروں کی بنائی ہوئی دستی تصویریں جو سفید کاغذ پر مختلف رنگوں سے مصوری کی ہوئی ہیں خرید کر وہ بھی مسٹر کون جاپانی کو حوالے کیں کہ اپنے بھیجے ہوئے اسباب کے ساتھ ہندوستان کو بھیجدے - اِس کے بعد کسی قدر شہر میں پھر پھرا کر ہم دخانی بوٹ (اسٹیم لانچ) میں سوار ہو کر وارنہ اسٹیمر پر

پہنچے ۔ یہ جہاز ستلج کی نسبت ایک ثلث چھوٹا ہے ۔ یعنی اس کا طول غایت سو گز اور وزن تین ہزار کئی سو ٹن ہے ۔ فی گھنٹہ دس ناٹ یعنی قریب تیرہ^{۱۳} میل کے چلتا ہے کسی قدر اسٹیمر میں بیٹھ کر اور اسباب کو جا بجا محل اور موقع پر رکھوا کر پھر شہر کو واپس آئے کہ رات کا کھانا ہوٹل میں کھا کر ایک چینا بازی گر کا تماشا دیکھیں ۔ کھانے کے بعد تھیٹر کو گئے ۔ بمبئی کے بڑے تھیٹر کے مثل وسیع مکان ہے ۔ نو بجے سے تماشا شروع ہوا ۔ بازی گر کا نام امپیریل چنگ لنگ فو ہے لفظ امپیریل خطاب ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہنشاہ چین کے محلوں میں تماشا کرنے والا بازی گر ہے ۔

چودہ^{۱۴} پندرہ^{۱۵} برس کا ایک لڑکا بھی بازی گر کے ساتھ تھا پردہ اُٹھتے ہی اوّل لڑکے نے اس طرح چلنا شروع کیا کہ آگے قدم بڑھانے میں پاؤں کی اُنگلیاں پیشانی پر اور پیچھے پاؤں اُٹھانے میں ایڑی پشت سر سے چھو جاتی تھی ۔ نہایت مشکل بلکہ محال کام ہے اس کے بعد لڑکے نے اسٹیج پر طرح طرح کی کلائیں کیں ۔ بازی گر نے ایک شال (رومال) کو جو گز بھر مربع ہوگا اوّل جھٹک کر اور سب کو دکھا کر ہاتھ ڈالا اور ایک منٹ کے بعد ہاتھ پر سے معلوم ہوا کہ تازہ پھولوں کا گلدستہ چینی کے بہت بڑے گلدان میں لگا ہوا اُس کے ہاتھ پر رکھا ہے ۔ اس قدر بھاری تھا کہ ایک ہاتھ پر سنبھل نہ سکا اور بازی گر نے دوسرے ہاتھ کا سہارا دے کر زمین پر رکھ دیا ۔ شاخیں بھی جو اُس میں لگی ہوئی تھیں بارہ^{۱۲} چودہ^{۱۴} گرہ سے کم لمبی نہوں گی ۔ پھر اُسی طرح رومال سے ڈھک کر ذرا دیر بعد پھر رومال اُٹھایا ۔ معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی شیرینی سے لبریز چینی کی تین قابیں اُس کے ہاتھ پر رکھی ہیں

قابوں میں جس قدر شیرینی تھی لڑکے نے لاکر تماشائیوں پر تقسیم کردی - پھر اُسی صورت سے ایک بہت بڑا چینی کا کاسہ پانی سے لبریز اور اُس میں تین بڑی بڑی زندہ مچھلیاں کہ ہر ایک وزن میں سیر بھر سے کم نہوگی رومال اُٹھا کر دکھائیں - اُس میں بھی اِس قدر وزن تھا کہ ہاتھ پر نہ سنبھل سکنے کی وجہ سے کسی قدر پانی چھلک گیا - مچھلیاں بھی قریب لاکر تماشائیوں کو دکھائیں - بہت صفائی سے کام کرتا تھا - پھر لڑکے نے ایک گز بھر لمبی چھڑی پر چینی کی تشتری کو بلندی کی طرف سے رکھ کر چکّر دینا شروع کیا اور اُسی طرح گردش کی حالت میں کبھی اُس کو زمین کے سطحے کے برابر کبھی پس پشت کبھی دہنے کبھی بائیں لے گیا اور تشتری اپنی حالت پر چکّر کھاتی ہوئی قائم رہی - پھر اُسی ترکیب پر دوسری تشتری کو دوسرے ہاتھ میں چھڑی پر رکھ کر پھرانا شروع کیا دونوں ہاتھ اِس کام میں مصروف تھے اور بدن سے سر کے بل اُلٹی سیدھی کلائیں کرتا تھا اور کبھی ٹانگوں کے نیچے سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر پھر سامنے لے آتا تھا اور تشتریاں بدستور گردش میں تھیں بہت عمدہ اور مشکل کام تھا اِس کے بعد ایک چھوٹی تپائی پر کرتب کیا - زیادہ مشکل یہ بات تھی کہ ایک ہاتھ اُس پر ٹیک کر بدن کو دہنے بائیں جس طرف چاہا سیدھا اور معلق قائم رکھا اور اُسی ہاتھ پر تمام بدن کو ترچھا کر کے تپائی کے گرد چکّر دیا - بہت مشکل کام ہے پھر بازی گر نے ایک خالی حلقے سے جو ڈھول کے مثل لکڑی کا تھا اور اُس کے اندر دوسرا حلقہ تھا - اوّل دونوں ڈھول وار پار خالی دکھا کر اُسی میں سے ایک تھالی نکالی - پھر بہت سے پھول اور بسکٹ وغیرہ نکال کر حاضرین جلسہ کو بانٹے

دیے۔ پھر ایک بہت بڑا مرتبان جو ڈھول سے بھی بڑا تھا (یعنی حلقہ اسپرنگ تھا) شراب سے بھرا ہوا نکالا۔ اِس تماشے کے بعد ایک کچّے ڈورے کو جو دو گز کے قریب لمبا ہوگا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور ایک طرف سے تار پکڑ کر کھینچا تو ڈورا ثابت نکلتا ہوا چلا آیا۔ پھر دوبارہ اُسی ڈورے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور مٹھی میں دبا کر ایک سرا کھینچنا شروع کیا۔ اَب کی دفعہ سرخ رنگ کا سوت نکلا پھر سب سوت کو لچھا کر کے ایک طرف سے کھینچنا شروع کیا اوّل زرد اور سبز پھر رنگ رنگ کے کاغذ کی دھجّی ڈیڑھ انچ چوڑی اِس قدر لمبی نکالی کہ میز پر اُس کا ایک ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس میں ایک بانس ڈال کر اُٹھایا تو نو ۹ قندیلیں ہر ایک میں بتّی جلتی ہوئی بانس میں لٹکتی معلوم ہوئیں۔ اور بھی بعض تماشے کیے۔ بارہ ۱۲ بجے کے بعد تماشہ ختم ہوا اور ہم دخانی بوٹ میں سوار ہو کر جہاز پر آئے۔ رات زیادہ گئی تھی آتے ہی سو رہے۔

۱۵- اپریل۔ صبح کو دس ۱۰ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اوّل تو بندرگاہ سے آگے نکلنے کا راستہ پانی میں چھپی ہوئی چٹانوں کی کثرت سے نہایت خطرناک ہے۔ اُس پر بہت گہرا کُہر بھی چھایا ہوا ہے۔ اِس لیے بہت احتیاط سے پہلو بچاتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

ایسے مقام پر جہاں پانی کے اندر جابجا پہاڑ کی چٹانیں اور چھوٹی پہاڑیاں ہوں اور راستہ بھی اُنہیں میں ہو کر پیچ در پیچ ہو۔ کُہر بھی اِس قدر غلیظ ہو کہ پچاس ۵۰ گز کے فاصلے پر کوئی شے نظر نہ آئے جہاز کا نکالنا بہت مشکل اور اندیشہ ناک ہے۔ غرض کہ

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بہت احتیاط سے چل کر صاف پانی میں پہُنچے کُہر بھی برطرف ہوکر مطلع صاف ہوگیا۔ اور جہاز اپنی پوری رفتار پر چلنے لگا۔

وہ تمام دِن اور تین حصے رات نہایت امن سے بسر ہوئی مگر جب **جزائر فارموسا** اور **چین** کے بیچ میں پہُنچے (جہاں دریا کا عرض ڈیڑھ سو میل تک ہے اور پانی کناروں سے ٹکرانے کی وجہ سے ہمیشہ تلاطم رہتا ہے اور کبھی کبھی طوفان بھی ہوتا ہے) جہاز کو شدت سے جنبش ہونے لگی موجیں اس قدر بلند ہوئیں کہ پانی اُچھل کر چھتری تک آنے لگا

١٦- اپریل کی صبح کو بھی دریا مّواج و متلاطم ہے۔ بعض آدمی قے اور دوران سر میں مبتلا ہیں۔ کسی متنفس کو ہوا کی تندی اور جہاز کی تکان کے باعث اس قدر جرأت نہیں ہے کہ چھتری پر ٹھیر سکے عجیب خوفناک نظارہ ہے۔ اندھیری رات۔ ہوا کا سنّاٹا دریا کا تلاطم۔ موجوں کا شور۔ سردی کی شدت ؎

فرہادِ ستم پیشہ۔ ہرگہ کہ زدی تیشہ
می گفت باندیشہ۔ سنگ آمد و سخت آمد

یا تو سردی ہانگ کانگ میں اُناسی ٧٩ ڈگری تھی یا یہاں باسٹھ ٦٢ ڈگری پر آگئی۔ ابر بھی غلیظ ہے۔ مینہ بھی شدت سے برس رہا ہے۔ جہاز کی سب پالیں اُتار دی گئیں۔ ناچار اسی حالت میں سو رہے۔

١٧- اپریل۔ صبح کو اُٹھ کر معلوم ہوا کہ دریا ساکن اور بے موج ہے **فوکین چینل** سے گزر کر بحر شرقی میں آ گئے ہیں بعض جہاز بھی دور سے ہانگ کانگ کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۸-**اپریل**-آج صبح کو دریا بے موج ہی-بادل چھایا ہوا ہی-اور مینہ برس رہا ہی-ہوا ابھی نہایت تیز ہی تھرمامیٹر چھتری پر چوّن ۵۴ ڈگری اور کمروں میں اٹھاون ۵۸ درجے ہی-بارش میں ہوا کی تیزی اور سردی کی شدت کے باعث امکان نہیں کہ چھتری پر ٹھیر سکیں فسٹ کلاس کی چھتری پر تو پال تنا ہوا ہی-ایک سگرٹ پینے کا کمرہ بھی ہی جسمیں رات کو روشنی رہتی ہی-مگر سکنڈ کلاس کی چھتری پر خدا کے فضل کے سوا اور کوئی سہارا نہیں ہی-کرسیاں اور کوچ سب پڑے بھیگ رہے ہیں ناچار تمام دن کمروں میں بیٹھے ہوئے بسر ہوا-

نگاسکی-جاپان

(ایک مہینا)

۱۹-**اپریل**-ہوا نہایت سرد ہی-گھٹا چھائی ہوئی ہی بارہ ۱۲ بجے کے بعد سے **جاپان** کے سواد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نظر آنے لگیں-ایک بجے کے بعد داہنی طرف کو **توکوشیما** پہاڑ جس میں پتھّر کے کوئلے کی کان ہی نظر آیا-دخانی کارخانوں سے دھواں نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہی بعض مکان بھی نظر آتے ہیں جو عملے اور مزدوروں کی سکونت کے واسطے بنے ہوئے ہیں-اسی پہاڑ کے آخر میں **یووی جیما** مقام پر لائٹ ہوس بنا ہوا ہی-شہر **نیگاسکی** (ن-ے-گ-ا-س-ک-ی) کی بندرگاہ سامنے معلوم ہوتی ہی-نہایت خوبصورت بندرگاہ ہی-یہ شہر

چھوٹی چھوٹی سبز و شاداب اور خوشنما پہاڑیوں کے بیچ میں دریا کے کنارے پر آبادی ہی مکانات بھی درے کی بلندی و پستی میں واقع ہیں- بندرگاہ میں چند بڑے بڑے جہاز کھڑے ہیں منجملہ اُن کے ایک زرہ پوش روسی جنگی جہاز ہی جس میں بینڈ بج رہا ہی اور تارپیڈو کا زنجیرہ اُسکے اطراف میں لپٹا ہوا ہی- مستولوں پر بھی چھوٹی چھوٹی توپیں چڑھی ہوئی ہیں اس کے ساتھ دوسرا سواری کا جہاز ہی جس میں روسی فوج سوار ہی- ہمارے جہاز نے لنگر کیا اور ہم بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے اوّل ہوٹل میں تھوڑی دیر ٹھیر کر رات کے کھانے کا حکم دیتے ہوئے **جاپانی مندر** اور شہر کے دیکھنے کو رکشا میں سوار ہو کر گئے عبدالمجید خاں- فتحیاب خاں- مسٹر بڈن- مسٹر ہوس اور مولوی فرخی ہمارے ساتھ تھے بازار میں جس قدر دکانیں ہیں ترکاری فروش سے لے کر بڑے سوداگر تک نہایت صاف اور آراستہ ہیں- ادنیٰ ادنیٰ دُکانوں میں بھی پھولدار درختوں کے دو ایک گملے رکھے ہوئے ہیں مکانات کی پوشش کھپریل ہی- مگر کھپر ایک خاص قطع پر بہت خوبصورت سانچے کے ڈھلے معلوم ہوتے ہیں-

ہم اوّل براہ راست ایک مندر دیکھنے کو چلے گئے- پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں نظر کے نیچے معلوم ہوتی ہیں- ایک لکڑی کا جالی دار مکان بنا ہوا ہی- بہت سیڑھیاں چڑھ کر مندر تک پہنچتے ہیں- مندر کے احاطے میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لکڑی کی تختیاں برابر کیلوں سے جڑی ہیں جن پر

جاپانی خط میں چند سطریں لکھی ہوئی ہیں معلوم ہوا کہ دیوتا کے دربار میں چندہ دینے والوں کے نام لکھ کر فہرست کے طور پر لگا دیئے ہیں۔ اُسی مندر کے گوشے میں ایک خوشنما بلندی کے اوپر چاء خانہ ہی۔ جہاں جا کر چاء اور بسکٹ وغیرہ کھاتے پیتے ہیں صحن میں دس بارہ گز مدور ایک خوبصورت مصنوعی جھیل ہی مگر پانی کا عمق تین چار گز سے زیادہ نہوگا اُس میں دو تین قسم کی چھوٹی بڑی سُرخ مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں اور بیچ میں تین سوراخوں سے فوارے کی طرح بہت بلند پانی اُڑتا ہی۔ نہایت خوشنما جگہ ہی تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں بندرگاہ اور دریا کا سطح وہاں سے نظر آتا ہی۔

چونکہ جاپان میں دُکانداری وغیرہ کا کام زیادہ تر عورتیں کرتی ہیں اس چاء خانے میں بھی عورتیں ہی مہتمم ہیں۔ مکان کے صحن میں درختوں کے نیچے جا بجا میز اور کُرسیاں بچھی ہوئی ہیں وہیں بیٹھ کر وارد و صادر چاء پیتے ہیں۔ ہمارے ہمسفر بعض انگریز اور کپتان کالون صاحب بہادر اور چند لیڈیاں پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی شریک جلسہ ہو گئے اہلِ جاپان بغیر شیر و شکر کے تلخ چاء پیتے ہیں جس کو مولوی فرخی کے سوا اور کسی نے پسند نہیں کیا۔ چاء خانے سے ایک جاپانی عورت نے دوتارے کی شکل کا ایک باجا سینگ کی مضراب سے جو موچیوں کی رانپی کی شکل کی ڈھائی تین گرہ لمبی اور رانپی سے کسی قدر زیادہ چوڑی تھی بجانا اور دو تین عورتوں نے اُس کے ساتھ گانا شروع کیا۔ سیدھی سادی دِہاتی عورتوں کا سا گانا ہی۔ کسی قدر بیٹھ کر شہر کو واپس آئے جاپانی لوگ رخصت کے وقت خدا حافظ کے

معنوں میں سایونارا کہتے ہیں۔ چنانچہ چاء پلانے والی عورت نے ایک ایک سے ہاتھ ملاکر او رسایونارا کہہ کر رخصت کیا۔ وہاں سے اُتر کر ہم بازار میں ایک جاپانی مصوّر کی دُکان پر آئے۔ بعض عکسی نقشے اور **پانوراما** یعنی دور نما وغیرہ خریدے وہاں سے ایک ایسے کارخانے میں آئے جہاں کچھوے کی ہڈّی کا اسباب بناتے ہیں چھوٹے چھوٹے جن رکشاؤں کے نمونے۔ جہاز۔ کشتیبان کنگھے کنگھیاں اورسگارکیس وغیرہ نہایت خوبصورت اور نازک چیزیں سیاہ اور زرد خالدار کچھوے کی ہڈّی کی بنی ہوئی ایک کمرے میں میزوں پر رکھّی تھیں۔ چند چیزیں وہاں سے خرید کر پھر اُسی ہوٹل کو واپس آئے جہاں کھانا طیّار کرنے کو حکم دے گئے تھے۔

اِس ملک میں زیادہ تر خرید فروخت کے واسطے دُکانوں پر عورتیں بیٹھتی ہیں۔

زنانہ لباس بھی عجیب طرز کا ہی۔ بالعموم مرد ہو یا عورت دھاری دار ریشمی یا سوتی سیاہ وغیرہ رنگین کپڑے کا تہ بند باندھتے ہیں۔ تہ بند کا طول اِس قدر کم ہوتا ہی کہ کمر سے لپیٹنے میں پورے طور پر آگے سے بدن نہیں چھپ سکتا اِس لیئے ایک دوسرا کپڑا آگے سے پیچھے کی طرف کو لپیٹ لیتے ہیں۔ اوپر کے جسم میں گھٹنوں تک نیچا کوٹ یا ٹخنوں تک نیچا چغہ پہنتے ہیں جو سامنے سے عبا کی طرح کُھلا ہوا اور آستینوں کی جگہ دو آڑے ڈھیلے ڈھالے تھیلے لگے ہوئے اُن میں ہاتھ ڈالے ہوئے۔ باقی بغلوں کے نیچے چغے سے علحدہ بیکار لٹکتا ہوا اور پشت کی طرف کو جیب کی مثل کُھلا ہوا۔ کبھی دونوں ہاتھ اُسکے اندر چھپا لیتے ہیں جس کو دیکھنے سے گمان

ہوتا ہی کہ بازو سے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں — عورتیں آرائش کی غرض سے چغے یا کوٹ کے اوپر ایک تہ کیا ہوا کپڑا کمر کے پیچھے باندھتی ہیں یہ کپڑا اکثر رنگین ریشمی نو دس گز لمبا اور چھ سات گرہ چوڑا - اندر بہت ہلکی تہ روئی کی اُس کو مثل تکیئے کے تہ کرکے ایک دوسرے کمر بند کے ذریعے سے کمر کے پیچھے باندھتی ہیں - دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مختصر اسباب یا تکیہ کمر سے بندھا ہوا ہی - اِس کپڑے میں اس تہ پر جو اوپر کی طرف رہتی ہی اکثر کلابتونی یا ریشمی پھول بنے ہوتے ہیں - پانوئیں اکثر بہت اونچی پٹے دار کھڑاویں پہنتے ہیں مگر پانو کھلا ہوا نہیں رکھتے عورت مرد سب کپڑے کی سی ہوئی جرّابیں پہنتے ہیں جسمیں پانو کا انگوٹھا اِس سے کہ کھڑانو کے ڈوری کو گھائی میں پکڑ سکیں دستانے کی مثل علیحدہ خانے میں ہوتا ہی - مزدور اور مفلس لوگ صرف گھاس کا بنا ہوا تلا اُس پر رسی کی دوال لگا کر پانوئیں باندہ لیتے ہیں اور یہ چیز بوجھ اُٹھانے اور رستہ پر چلنے کے واسطے زیادہ کار آمد ہی - کھڑاویں اِس قدر بلند ہوتی ہیں کہ بغیر عادت کے انسان ہرگز اُن کو پہن کر رستہ نہیں چل سکتا - مرد حیثیت کے موافق قیمت کی انگریزی ٹوپی پہنتے ہیں - لیکن عورتیں سوائے اُس وقت کے جبکہ مندر میں دعا مانگنے جاتی ہیں ہمیشہ سر برہنہ رہتی ہیں - صرف دعا کے وقت ایک رومال سر پر ڈال لیتی ہیں - تمام زنانہ آرائش و تکلفات سر کے بال گوندھنے اور جُوڑا باندھنے میں ختم ہو جاتے ہیں باقی تمام جسم پر سونے یا چاندی کا ایک تار بھی نہیں ہوتا چوٹی میں مصنوعی پھول اور نقلی موتی وغیرہ لگاتی ہیں -

چینی عورتوں کی طرح اس ملک کی عورتیں بھی اپنے بچّوں کو ایک جھولی میں رکھ کر پشت پر لٹکائے رکھتی ہیں اس ترکیب سے دونوں ہاتھ بھی کام کے واسطے کھُلے رہتے ہیں اور بچّے بھی آرام سے اُس جھولی میں سوتے رہتے ہیں۔ بچّوں کو لیے پھرنے کا یہ طریقہ اس قدر مرغوب ہے کہ بعض لڑکیاں جو چینی یا کپڑے کی گڑیاں لیے ہوئے پھرتی ہیں وہ بھی اُن کو پس پشت جھولی میں باندھ لیتی ہیں۔

جاپان کے آدمی پستہ قد۔ گورا رنگ۔ زیادہ گول چہرے۔ قوی الجثہ۔ نہایت محنت کش اور توانا ہوتے ہیں معززین و اہلکارانِ سلطنت اکثر انگریزی لباس پہنتے ہیں۔

ہندوستان سے چلنے کے بعد کھیلوں میں کنکوّا۲ اور جانوروں میں کوّا۱ ہمنے آج یہاں دیکھا۔ مندر کی بلندی سے معلوم ہوتا تھا کہ شہر میں ہزاروں کنکوّے اُڑ رہے ہیں۔ اور لڑکے بانس ہاتھ میں لیے لوٹتے پھرتے ہیں۔

ہندوستان سے چلتے وقت ہمنے ۱۶ مارچ کو آگرے کے اسٹیشن پر اپنے بعض ہمراہیوں کو وزن کرایا تھا چنانچہ فتحیاب خاں ایک من پینتیس ۳۵ سیر۔ مولوی فرخی ایک من پچیس ۲۵ سیر۔ عبد الصمد خاں ایک من بتیس ۳۲ سیر۔ عبد المجید خاں ایک من ۲۷½ سیر تھے۔ آج اس ہوٹل میں اس امر کی آزمائش کرنے کو کہ پانی کا سفر اور دریا کی آب و ہوا کس قدر کس کو موافق یا ناموافق ہوئی۔ پھر سب کو تلوایا۔ بائیس ۲۲ مارچ جہاز میں سوار ہونے کی تاریخ سے آج اُنیس ۱۹ اپریل تک کہ اٹھائیس ۲۸ روز کا زمانہ گزرا ذیل

کی لکھی ہوئی مقداروں کے موافق تغیر ہوا - ہمارا وزن ایک من ساڑھے پندرہ سیر - عبدالصمد خاں ایک من انتیس^{29} سیر - عبدالمجید خاں ایک من بستائیس^{27} سیر - فتحیاب خاں ایک من انتالیس^{39} - مولوی فرخی ایک من تیس^{۳۰} سیر - مسٹر بڈن ایک من اڑتیس^{۳۸} سیر - عبدالمجید خاں اپنی حالت پر قائم رہے - عبدالصمد خاں تین سیر گھٹ گئے - فتحیاب خاں چار سیر اور مولوی فرخی پانچ^{۵} سیر زیادہ ہو گئے دریا کی آب و ہوا گو ہم میں سے کسی کے مخالف نہیں ہی مگر بعض کو زیادہ موافق ہوئی - کھانا کھانے کے بعد جہاز پر واپس آئے -

۲۰ - **اپریل** - صبح کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور **کوبی** جانے کے واسطے روانہ ہوئے - دریا کفِ دست کے مثل ساکن اور بے موج ہی - اطراف میں میل دو میل کے فاصلے سے کناروں پر برابر چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ چلا جاتا ہی جن میں سے بعض میں آبادی نظر آتی ہی - ہوا بہت سرد ہی - صبح کو چھتری پر چھپن^{۵٦} ڈگری تھرمامیٹر تھا - اور شام کو ترپن^{۵۳} ڈگری - چار بجے کے بعد **موجی** Mooji اور **اِسمُول سَکی** Smollski. کے بیچ میں کہ نہایت تنگ اور پیچدار آبنائے ہی یعنی **لیئن شوٹن اسٹریٹ** Lions Shoten Str. سے گزرے -

موجی آبنائے کے داہنے کنارے پر ایک مختصر اور خوبصورت شہر ہی - پتھر کے کوئلے کی کھان بھی اس شہر میں ہی - ایک ریلوے ٹرین بھی شہر کے اندر سے پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے کنارے جاتی ہوئی نظر آئی - آبنائے کے بائیں جانب سمول سکی کی آبادی ہی - سبز و شاداب چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر دریا کے کنارے

جا بجا پختہ مکانات بنے ہوئے ہیں شہر والوں کے واسطے حوائج ضروری لانے اور لیجانے کو کثرت سے شراعی کشتیاں آمد و رفت میں مصروف ہیں۔ اسکے علاوہ بھی آبنائے کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض پر عمارتیں بھی نظر آتی ہیں اور ہر جگہ زراعت سے دامن کوہ سبز و شاداب معلوم ہوتا ہی۔ بیچ میں سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی۔ اس اندیشے سے کہ کہیں جہاز ٹکرا نہ جائے اکثر چٹانوں پر لائٹ ہوس بنے ہوئے ہیں۔ ایک بلند مینار پر لالٹین جلتی رہتی ہی جو رات کو دور سے معلوم ہو سکتی ہی۔ چونکہ بادل گھرا ہوا ہی دن کو بھی رات کے مثل تاریکی ہی۔ مینہ بھی لگاتار برس رہا ہی جس مقام پر خدا نے چاہا تو کل ہم اُتریں گے یعنی کوبی۔ نیکاسکی سے تین سو اسّی ۲۸۰ میل ہی اور جہاز کی رفتار فی گھنٹہ تیرہ ۱۳ میل ہی۔ رات کو بارہ بجے تک تو ہم مولوی فرخی کے پاس بیٹھے ہوئے تاریخی حالات سُننے سے اپنا دل بہلاتے رہے بعد کو اپنے کمرے میں جاکر سونے کے واسطے کپڑے اُتار کر پلنگ پر لیٹے تھے۔ مینہ کی شدت۔ ہوا کی خنکی و تیزی۔ اندھیری رات۔ پتھر کی چٹانوں میں ہو کر پیچ در پیچ راستہ ہر قدم پر جہاز ٹکرا کر ٹوٹ جانے کا اندیشہ تو پہلے بیان ہو ہی چکا ہی۔ اسی حالت میں یکایک جہاز کی رفتار اس قدر کم ہو گئی معلوم ہوتا تھا بالکل حرکت نہیں کرتا۔ پریشان خیالات نے اس قدر ہجوم کیا کہ نیند اُچاٹ ہو گئی۔ جہازی عملے کی آمد و رفت اور دوا دوش نے اور زیادہ توہم پیدا کیا۔ مجبوراً مولوی فرخی کو بُلا کر تفتیش حال کے لئے بھیجا کہ جہاز کے رُک جانے کا سبب معلوم کریں۔ گو جہازی عملے کی عادت نہیں ہی کہ کسی کو حقیقت حال بتائے۔ تاہم مولوی صاحب

نے اپنی راہ ورسم کے وسیلے سے اس قدر دریافت کیا کہ غایت تاریکی اور بارش کی شدت کے سبب سے جہاز کو عمداً روک لیا ہی۔ صبح کو باوجود کُہر کی شدت کے کچھ روشنی ہوئی تو معلوم ہوا کہ کسی قدر راستے سے جہاز بھٹک گیا ہی اور قریب تھا کہ پہاڑ سے ٹکر کھا کر ڈوب جائے۔ اتفاقاً احتیاط کی وجہ سے کپتان کو شک ہوا اور جہاز کو صبح تک روک لیا۔ ایسی حالت میں جبکہ جہاز پوری رفتار میں ہو پہاڑ وغیرہ کسی چیز سے ٹکرا جانے سے پاش پاش ہو جاتا ہی۔ خدا نے خیر کی۔ صبح ہوئی اور راستہ نظر آنے لگا۔

۲۱ - اپریل - آج صبح کو بادل چھایا ہوا ہی۔ مینہ برس رہا ہی۔ داہنے بائیں دونوں طرف پزاووں کے مثل چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔ آبادی کی یہ حالت ہی۔ کہ فی میل غالباً چھ سات گانو سے کم نہوں گے جو پانی کے کنارے پر پہاڑ کے دامن میں بستے ہیں۔ پہاڑیوں کے نشیب و فراز میں ایسی خوش اسلوبی سے سطر بسطر زراعت بوئی ہوئی ہی کہ گویا مرجان رقم نے قلم صنعت سے بین السطور میں زنگاری جدول کھینچدی ہی ایک لحظہ ممکن نہیں کہ تماشے سے انسان کا جی بھر سکے۔

مقرر تھا کہ دو بجے کے قریب کوبی پہنچیں گے۔ چونکہ رات کو بارش اور تاریکی کے سبب سے جہاز روک لیا گیا تھا کسی قدر تاخیر ہوئی اور شام کو سات بجے کے قریب کوبی کی بندرگاہ میں پہنچے۔ کنارے سے کسی قدر دور ے لنگر کیا گیا۔ بعض مسافر تو اُسی وقت کوبی چلے گئے ہم صبح کو جائیں گے رات ہو گئی ہی اس لیئے جہاز ہی میں رہنا

مناسب ہی- شہر کے چراغوں کی روشنی اور پانی میں اُن کا عکس ہندوستان کی دیوالی کا سماں آنکھوں میں پھر گیا جہازوں کے برقی لیمپوں کی روشنی جو ہمارے اطراف میں جا بجا لنگر کیئے ہوئے ہیں ستاروں کی مثل چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی- آج کے راستے میں بڑی آبادی جس کو شہر کہہ سکتے ہیں **شنگاگو** تھا شنگاگو جاپان کے ساحل پر ایک خوشنما شہر ہی- جس کے اطراف میں بکثرت سبز و شاداب پہاڑیاں ہیں- اور کوبی سے وہاں تک دس ۱۰ گھنٹے کی راہ ہی-

جاپان کے متعلق اِس قدر چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو صرف جاپان ہی کے پیمائشی نقشے سے شمار کیئے جا سکتے ہیں-

۲۲- اپریل - صبح کو جہاز پر کھانا کھا کر کوبی میں آنے کے واسطے اسکلے پر اُترے جہاز بھی گھاٹ سے ملا ہوا کھڑا تھا- گھاٹ سے سڑک تک بھی ریلوے لائن لگی ہوئی ہی جس پر اسباب کے ٹھیلے ایک یا ۲ دو آدمی مل کر آسانی سے کھینچ لے جاتے ہیں- سڑک پر ایک گھوڑا گاڑی اور چند رکشائیں کھڑی تھیں ہم مع مسٹر بڈن اور مولوی فرخی کے سوار ہو کر **اورینٹل ہوٹل** میں آئے ہمارے ہمراہی متفرق کمروں میں الگ الگ ٹھیرے ہیں- چونکہ اِس ہوٹل میں کھانا پکانے والے سب فرانسیسی ہیں اِس وجہ سے نہایت لطیف اور با مزا کھانا ہوتا ہی- یورپ میں لباس کی طرز اور کھانے کے تکلفات فرینچ سے ایجاد ہوتے ہیں- جیسا کہ ہمارے ملکوں میں اکثر کھانے وغیرہ اہلِ ایران کے ایجاد کیئے ہوئے رائج ہیں- پُرانے زمانے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہی

کہ فرنچ کا ملک کرمان فارس سے جا کر ایرانی قوموں نے بسایا ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال مگر ان دونوں ملک والوں کے عادات صورت شکل اور اکثر اقسام درخت بھی باہم مشابہ ہیں۔

دو بجے رکشا میں سوار ہو کر کوبی کے آبشار اور شہر کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ مولوی فرخی مسٹر بڈن۔ عبد الصمد خاں۔ عبد المجید خاں۔ کپتان کالون صاحب بہادر۔ فتحیاب خاں اور مسٹر ہوس سب ہمراہ تھے۔ شہر سے گزر کر ایک پہاڑ کے نیچے پہنچے۔ کسی قدر چڑھائی کے بعد ایک مختصر سی آبشار یعنی چھ سات گز بلندی سے گز بھر عریض پانی کی چادر گرتی ہی۔ آبشار کے قریب ایک چھوٹا سا چار خانہ بھی ہی جس میں جاپانی عورتیں خدمت کے لیے حاضر رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر پانی کے نظارے سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد اور بلندی پر گئے یعنی تال کے مثل اینچ پینچ راستے سے ایک چھوٹے سے مکان میں جو عورتوں کے اہتمام سے چار بسکٹ۔ سوڈا وغیرہ خورونوش کے سامان سے مدارات کے لیے آمادہ تھا پہنچے۔ اس مکان کے قریب بھی اسی شکل کی ایک اور آبشار ہی وہی پانی جو نیچے کی آبشار میں گرتا ہی یہاں سے بہ کر جاتا ہی۔

ایک حقیر اور ننھی سی کوٹھری میں جاپانیوں کے عقیدے کے موافق **آگ** کے **خدا** اور **سن** Sehin. کا مندر ہی۔ دنیا کے خالق کو جاپانی زبان میں سن کہتے ہیں اور اسی نام سے سن کے ماننے والے سنتو کے نام سے موسوم

کیئے جاتے ہیں۔ دونوں کوٹھریوں کے اندر ایک **مندر بدھ** کا بھی ہے۔ جس میں مشہور بدھ کی مورت رکھی ہے۔ اِس ملک میں بدھ اور سنتو دونوں مذہب کے آدمی ملے جلے رہتے ہیں۔ اور اکثر دونوں مذہبوں کی پرستش گاہ ایک ہی عمارت میں ہوتی ہے۔ فرق فقط اسی قدر ہے کہ سن کے مندر میں پوجا کے لیئے کوئی مورت نہیں ہوتی صرف دو لومڑیاں پتھر یا مٹی کی بنی ہوئی دروازے کے داہنے بائیں رکھی ہوتی ہیں جن کو وہ سن کے واسطے قربانی کی چیز تصور کرتے ہیں۔ آگ کے خدا کی مورت سیاہ روغنی لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ داہنے پانو کے برابر اور پشت کے پیچھے سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ آگ کے بیچ میں سیاہ فام چہرا اور داڑھی چڑھی ہوئی ایک مرد کی مورت کھڑی ہے۔ گویا زمین سے آگ نکل رہی ہے۔ اورنیا اُسکے حکم کے تابع ہی جلا نہیں سکتی۔ جاپانی زبان میں اِس دیوتا کا نام **فودومیو** Fodomic. ہے۔ اسی کے داہنے پر ایک چھوٹا سا گھرداب جیسے ہندوستان میں ستّھی کھونٹے ہوتے ہیں۔ سن کا مندر بنا ہوا ہے۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اسمیں کوئی مورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی سبز شاخ دو گرہ لمبی شیشی میں لگا کر گلدستہ بیچ میں رکھدیا ہے۔ اُسی کے داہنے بائیں دونوں لومڑیاں کھڑی ہیں۔ آگ کے دیوتا کے بائیں جانب کھُلے ہوئے مقام پر ایک بڈھے کی مورت ہے۔ یہ شخص ایک بڑا پنڈت یا زاہد گزرا ہے جس کا نام **سوزیو** Sozio. ہے چونکہ مقدس آدمی تھا۔ اِس لیئے اِس کو دیوتاؤں کے بیچ میں لا کر رکھ دیا ہے۔

پہاڑ کی بلندی سے دریا اور خوشنما میدان جسمیں برابر کھیت بوئے ہوئے ہیں

اور تمام شہر آنکھ کے نیچے معلوم ہوتا ہی۔ اِس ملک میں اَب تک کہ اپریل کا آخر ہفتہ ہی گیہوں کے پیڑ بالشت سوا بالشت سے زیادہ نہیں بڑھے۔ غالباً جولائی میں جا کر پکّیں گے۔ ہمارے ملک میں گیہوں گٹ کٹا کر بنٹ بھی چُکا ہو گا۔

اَب تک جس قدر دیکھا گیا اُس سے معلوم ہوا کہ جاپان کے آدمی نہایت مہذب سلیقہ شعار۔ ہنرمند۔ دستکار۔ متحمل اور محنتی۔ قد چھوٹے مگر توانا ہیں۔

عربوں اور انگریزوں کی طرح اِن کے یہاں بھی مختلف وقتوں کے واسطے مختلف سلام۔ صبح کو اُوھایو Ohayoo. دوپہر کو کُومْ بِچ وَاْ Koombeechwa. شام کو کُمْ بانْوَاْن Koombanwa. رخصت کے وقت گڈ بائی یا خدا حافظ کے معنوں میں سَایُونَارَاْ Sayonara کہتے ہیں۔

وہاں سے پلٹ کر ہم چاولوں کی نمائش میں گئے جو اتفاقاً آج کل اِس شہر میں ہو رہی ہی۔ بانس کی خوبصورت ٹٹیوں کے احاطے میں جو قریب سو گز کے لمبا ہو گا ایک نہایت سادہ وضع کا سائبان بنایا ہی۔ اُسکے نیچے تختے اور بانس کی تپائیوں پر نہایت خوشنا گھاس کے بنے ہوئے بستوں میں چاول بھرے ہوئے رکھّے ہیں۔ بعض نمونے شیشے کے بکسوں میں بھی ہیں۔ ہر ایک کے اوپر اُس کا حال کہ کہاں پیدا ہوا اور کون مالک ہی لکھا ہوا ہی۔ اکثر قسم کے چاول درازی میں چھوٹے اور چپٹے ہیں۔

نمائش کو دیکھ کر ہم بازار کو گئے۔ کوئی مکان اور کوئی دُکان صفائی اور تکلف سے

خالی نہیں ہی۔ کچھ نکچھ دستکاری اور صنعت ہر جگہ کی ہی۔ مکانوں کی دیواروں اور منڈیروں پر بانس کی باریک باریک کھپاچوں سے یا گھاس سے ایک نہ ایک قدرتی نمونے کی چیز ایسی بنائی ہی جس سے مکان کی خوبی اور خوشنماپن دس گُنا ہو گیا ہی نہایت کم خرچ اور بے حقیقت لکڑی یا تنکوں سے ایسی صنعت کی ہی۔ کہ صحرائی نباتات کا نقشہ نظر آتا ہی۔ یہاں کی کھپریلیں بھی نیگاسکی کے مثل خوشنما سانچے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کوئی چیز دیکھو ہنرمندی اور نفاست سے خالی نہیں ہی۔

ہمارے ملک کے آدمی بغیر دیکھے بھالے گھر میں بیٹھے بیٹھے تمام دنیا کو اپنے مقابلے پر وحشی اور جاہل سمجھتے ہیں اور اُن کی طرز معاشرت کو بھونڈا خیال کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہی کہ باوجود ایسے مغرور اور تکلف آمیز خیالات کے خوبی سے زندگی بسر کرنے میں کسی چھوٹے سے ملک کے بھی پاسنگ نہیں ہیں۔

نازہی گُل کی نزاکت پہ چمن کو اے ذوق
اُسنے دیکھے ہی نہیں نازو نزاکت والے

کثرت تمول اور آسودگی کی بھی یہی حالت ہی۔ شاذ و نادر شاید کوئی آدمی ایسا نکلے جو اپنی روز کی روزی نہ پیدا کر سکتا ہو گو مکادو (یعنی شہنشاہ) کا بہت زیادہ ادب کیا جاتا ہی مگر ملک قومی سلطنت کے ماتحت ہی۔

ہمنے ایک دُکان سے بانس کی چند چھڑیاں خریدیں جن پر بطور منبت پھول بیل۔ بعض تصویریں نہایت صفائی سے کندہ کی ہوئی ہیں جنہوں نے ایک پیسے کے بانس کو چار یا پانچ روپیے کا بنا دیا ہی ہمارے ملک میں ہروتی وغیرہ کا بانس نہایت عمدہ

ہوتا ہی مگر صنعت اور حرفت کا قحط۔ خیالات میں جدّت اور حوصلوں میں اُبھار کی کمی ہی۔ ورنہ اِن سے بدرجہا بہتر ممکن ہی۔ ایک جاپانی شریف آدمی جو انگریزی اچھّی طرح بول سکتا ہی اِیتوسُوکِس اَدَا Itosukesada. گائڈ یعنی رہنما کے طور پر اُورِیَنٹِل ہوٹل کوبی سے ہمارے ساتھ کیا گیا ہی۔ اور جب تک ہم جاپان میں رہیں گے اِیتوسانؔ† ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا۔ انگریزی جانتا ہی خرید و فروخت اور سیر کے وقت ہر ایک چیز کو انگریزی زبان میں مفصل بیان کر دیتا ہی اور اپنے ملک کے تاریخی واقعات اور چپّہ چپّہ زمین سے واقف ہی۔ نہایت ذی ہوش اور شریف آدمی ہی۔ مسافروں کی رہنمائی کے واسطے اپنی سلطنت کی طرف سے لیسنس یافتہ ہی۔ اکثر معزز انگریزوں کا بھی جو اِس ملک میں آتے ہیں یہی شخص رہنما ہوتا ہی۔ گائڈ کی اجرت یا حق الخدمت اگر ایک سیّاح کے ساتھ رہنا ہو تو دو ڈالر روزانہ اور جہاں ساتھ لیجائیں وہاں تک سواری کا کرایہ اگر ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو اُن دو ڈالر کے علاوہ فی کس پچیس ۲۵ سینٹ (یا ¼ ڈالر) اور دینا چاہیے باقی اپنی خور و نوش کا بار خود اُٹھاتا ہی۔ جاپانی ہوٹلوں میں ایک ڈالر روز پر جاپانی آدمی ٹھیر سکتا ہی۔ زمین پر سیتل پاٹی کا فرش۔ گرمی سردی میں پہننے کے دو جاپانی جُغّے عمدہ بستر اور سلیپر۔ چار کھانا وغیرہ سب سامان مہیا ملتا ہی۔

۲۳۔ اپریل۔ کو تمام دِن کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

---

† سان یہ لفظ تعظیماً عورت اور مرد سب کے واسطے نام کے ساتھ استعمال ہوتا ہی خان یا صاحب کے مثل۔

۲۴-اپریل۔ دن کو دس بجے کے بعد ریل میں سوار ہو کر اُوساکا کو گئے یہ شہر کوبی سے ریل کی سواری میں تقریباً دو ڈیڑھ گھنٹے کی راہ ہی۔ ریلوی لائن راجپوتانہ یا کمایون ریلوی کی طرح چھوٹی ہی (نیرو گیج) Narrow gauge. گاڑیوں میں سونے اور شب باش ہونے کا کوئی سامان نہیں ہی۔ صرف چند گھنٹے کی نشست کے واسطے موزوں ہی۔ نہ اِس قدر دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہوتی ہی کہ رات گاڑی میں بسر کرنا ہو اوّل اور دوم درجے کی گاڑیوں میں بھی غسل خانے نہیں ہیں۔ صرف مُنہ ہاتھ دھونے کے واسطے ایک خوبصورت سلبچی گاڑی کی دیوار میں الماری کی طرح نصب ہی۔ جب چاہا سلبچی کو جُھکا کر اوپر جو پانی کا نل لگا ہی اُس سے پانی نکال لیا۔ جب سلبچی بند کی تو پانی بھی اندر کی طرف گر کر نکل گیا اس کے سوا شیشے کی دو صراحیاں دو گلاس۔ صابون۔ اور چند تولیے الماریوں میں رکھے رہتے ہیں۔

اہلِ جاپان کبھی ٹھنڈا پانی بلکہ کوئی چیز ٹھنڈی پینے کے عادی نہیں ہیں۔ پیاس کی ضرورت میں ہمیشہ بغیر دودھ اور شکر کی پھیکی چاء پیتے ہیں۔ اِس وجہ سے ہر ایک گاڑی میں ایک چھوٹی سی میز پر دو پیالیاں۔ ایک چاء دانی اور ایک چاء کی ڈبیا رکھی ہوتی ہی اور ہر اسٹیشن پر کھولتے ہوئے پانی کی ایک کیتلی ریل کے نوکر رکھ جاتے ہیں اور پہلی رکھی ہوئی اُٹھا لے جاتے ہیں۔ جسکو ضرورت ہو چاء دم کرے اور پیے غرض کہ ریل روانہ ہوئی جنگل نہایت خوشنما اور شاداب۔ ندیوں کی اِس قدر کثرت ہی کہ شاید کسی دوسرے ملک میں اتنی نہوں دونوں طرف سے مٹی کے پشتے بنا کر ندیوں کو نہر کی صورت بنا دیا ہی کہ پانی

اطراف میں بے فائدہ نہ پھیلے اور تجارتی کشتیاں آسانی سے چلتی پھرتی رہیں۔ ان ندیوں میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں بھی جاری ہیں۔ ندی ہو یا نہر گول ہو یا نالہ یہاں تک کہ ڈھائی تین گز چوڑی گز بھر گہری گول میں بھی کشتیاں چلتی ہیں۔

ایک بیل یا ٹٹو سے ہل چلاتے ہیں۔ کھیتی بونے سے پہلے زمین میں اس قدر پانی دیتے ہیں کہ دلدل ہو جاتی ہی کسی قدر خشک ہونے کے بعد تمام کھیت میں چھ چھ انچ کے فاصلے پر سے آٹھ سات انچ اونچی مینڈیں بنا کر اُن کے اوپر بیج بوتے ہیں درمیان کے فاصلے میں جو مینڈوں کے نیچے نالی بن جاتی ہی پانی دیتے ہیں یہی وجہ ہی کہ کھیت نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں تمام جنگل اِسی طرح کے خوش نما کھیتوں سے جن میں گیہوں کے سبز کھیتوں میں زرد سرسوں پھولی ہوئی ہی لہلہا رہا ہی آبادی اِس قدر گنجان ہی کہ مولوی فرخی نے پندرہ منٹ کے عرصے میں جہاں تک نظر سے معلوم ہو سکا راستے کے دونوں طرف کے گانوُ شمار کیے تو چالیس نمبر تھے اور اس عرصے میں زیادہ سے زیادہ آٹھ سات میل راستہ طی ہوا ہوگا اوسط درجہ فی میل مربع ڈھائی گانوُ واقع ہوتے ہیں گانوُ ایسے خوش نما ہیں کہ گویا انگریزی چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ چھوٹے گانوُ میں پندرہ بیس گھر اور بڑے گانوُ میں ڈیڑھ دو سو تک گھر بستے ہیں۔

کُل جاپان کی آبادی چار کرور آدمیوں کے قریب ہی اور آمدنی ہندوستانی سکّے کے اعتبار سے بیس کرور روپیہ۔

بارہ بجے سے پہلے ہم اوساکا پہنچ گئے اور بلا فصل جن رکشا میں سوار ہوکر قلعے کو گئے چونکہ یہ شہر کسی زمانے میں شوگن† کا دارالامارۃ تھا اِس لیے فوج کے چھ ڈویژنوں میں سے جو تمام ملک جاپان میں متعین ہیں اوساکا بھی ایک ڈویژن ہی۔

چار پیادہ پلٹنیں ایک رجمنٹ سواروں کی۔ ایک توپخانہ۔ ایک پلٹن سفر مینا ایک ٹرینس پورٹ‡ یہاں رہتا ہی قلعے سے باہر فوج کی چھاؤنی ہی جسمیں انگریزی بارگوں کے مثل سپاہیوں کے مکان بنے ہوئے ہیں قلعے کی تعمیر ایک قسم کے مضبوط سنگ خارا سے ہوئی ہی اور ہر طرف سے نہایت عمیق و عریض خندق سے محصور ہی۔ بڑے پتھر دیوار کی جڑ میں اُس سے اوپر اُن سے چھوٹے اسی طرح بتدریج و مراتب لگائے گئے ہیں اِن پتھروں میں سب سے بڑا پتھر جسکو مولوی فرخی نے لکڑی کا گز بنا کر پیمائش کیا اڑتیس فیٹ لمبا اٹھارہ فیٹ چوڑا اور بقدر چھ فیٹ کے موٹا ہی۔ باوجود اِسکے کہ پہاڑ یہاں سے چار یا پانچ کوس سے زیادہ قریب نہیں ہی تاہم ایسے بڑے بڑے پتھر اب سے تین سو برس پہلے کہ جس زمانے میں جرّ ثقیل وغیرہ بوجھ اُٹھانے کے آلات کا کم پتہ ملتا ہی خدا جانے یہاں تک کس وسیلے سے پہنچائے گئے ہیں اِن آثاروں سے پایا جاتا ہی کہ بہت اوّل سے یہ قوم زمانہ حال کی روشنی سے مستغنی اور بذات خود

---

† شوگن خود مختار صاحب فوج بادشاہ کے مثل ایک عہدہ تھا جو شہنشاہ کا ماتحت ہوتا تھا۔ چونکہ بعض شوگنون نے بغاوت و سرتابی کی لہذا شہنشاہ نے اُس عہدے کو قائم نہیں رکھّا۔ اب اُن کی فوج اور ملک سلطنت میں شامل کر لیا ہی

‡ ٹرینس پورٹ باربرداری کا سامان فوج کے واسطے۔

ریاضی دان تھی جیسا کہ ہندوستان میں بعض آثار قدیمہ اِس ملک کے قدیم باشندوں کی حکمت اور دانائی کے گواہ صادق ہیں۔ اِسی طرح اس ملک میں بھی قدیمی ریاضی اور حکمت پر بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ قلعے کے دروازے میں لکڑی کے بعض ستون جن کی جسامت آٹھ اور دس فیٹ مدور ہی لگے ہوئے ہیں باوجود اسکے کہ قلعے کی تعمیر کو تین سو بتیس ۳۲۰ برس گزر چکے اور اُنکے پایزوں پر یعنی جڑ میں جو لوہے کے پتّر تقریباً ایک انچہ و بیز چڑھے ہوئے تھے گل گر گئے ہیں۔ مگر ستونوں کی لکڑی اب تک ایسی تازہ اور روشن معلوم ہوتی ہے کہ گویا اِن کو بنے ہوئے سال بھر سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا جس لکڑی کے یہ ستون ہیں اُسکو جاپانی زبان میں کیاکی کہتے ہیں خوبصورتی اور مضبوطی میں بے مثل ہے۔ اِسی ملک میں پیدا ہوتی ہے۔ قلعے کے اندر بعض مکان نہایت خوبصورت اور وسیع افسران فوج کے دربار اور دفتر کے واسطے ہیں۔ فصیل کی مضبوطی کے علاوہ برج بھی بہت چوڑے چکلے ہیں جن پر توپوں کی کافی مقدار چڑھ سکتی ہے خصوصاً ایک برج تو بہت بڑا ہے جسکے اوپر سے تمام شہر کٹورے کے مثل معلوم ہوتا ہے۔ اور اُسی برج پر ایک بہت بڑی توپ لگی ہے جو ہر روز دِن اور رات کو بارہ ۱۲ بجے فیر کی جاتی ہے۔ قلعے سے نکل کر ہم پریڈ پر آئے جہاں جاپانی پلٹن اور رسالے کی قواعد ہو رہی تھی سواروں کے گھوڑے ایک قسم کے پہاڑی ٹٹو ہیں۔ نیپل میں کسی قدر لمبے ہیں چالاک اور مضبوط ہونے میں زنتک نہیں مگر سوائے مجبوری کی حالت کے کسی طرح رسالے کے قابل نہیں ہیں۔ پریڈ پر بعض برنجی توپیں بھی کھڑی تھیں چند منٹ ہم وہاں ٹھیر کر ٹکسال

کو گئے جو قلعے سے دو ڈھائی میل فاصلے پر ہوگی بہت بڑی اور مفصل عمارت ہے ٹکسال کے دروازے کے سامنے ایک عریض اور عمیق ندی بہتی ہے جو شہر کے بیچ میں سے نکل گئی ہے اور دونوں طرف کے پشتے پارے† کی جنائی سے بہت خوبصورت بنے ہوئے ہیں ہمارے آنے کی اطلاع پاکر ایک جاپانی افسر ٹکسال سے باہر آیا اور نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا اور ہمکو اپنے ساتھ اندر لیجاکر تمام ٹکسال کی سیر کرائی چاندی گھلانے کی بھٹیوں میں ایک انجن کے ذریعے سے آگ دہکائی جاتی ہے اور لوہے کی بڑی بڑی کٹھالیوں میں قریب ایک من کے چاندی گھلاتے ہیں۔ پھر اُن کٹھالیوں کو ایک ایسے زنبور کے وسیلے سے جو زنجیر میں جھولے کی طرح اوپر لٹکتا ہے بھٹی سے نکال کر سانچے میں چار چار انچہ کی چوڑی تختیاں ڈھال لیتے ہیں پھر وہ تختیاں ایک دوسری کل میں لیجاکر چھاپے کی طرح دبانے سے ڈالر وغیرہ کی موٹائی کی برابر تختے بن جاتے ہیں پھر تختوں سے ایک اور کل میں جاکر ڈالر وغیرہ سکوں کی برابر گول ٹکلیاں کٹ جاتی ہیں اسکے بعد ایک کل کے وسیلے سے حروف و نقش سکّہ کیئے جاتے ہیں۔ دس سینٹ تک تو چاندی کے سکّے بنتے ہیں اور پانچ سینٹ نکل سلور (جرمن سلور) کے باقی ایک اور آدھا سینٹ تانبے سے بنائے جاتے ہیں۔ چاندی کے سکّے جب کل کے ذریعے سے تختے میں سے گول ٹکلیاں کٹ کر نکلتے ہیں تو ساتھ ہی کناروں کا اُبھار اور نقش وغیرہ بھی بن جاتا ہے مگر نکل کے سکوں کو گول تراشنے کے بعد پھر دوبارہ ایک کل میں ڈال دیتے ہیں وہ صرف کناروں کا اُبھار اور نقش بنا دیتی ہے اور یہ کام سب سے

---

† بغیر چونے وغیرہ کسی چیز کے صرف پتھر جوڑ کر چن دیتے ہیں اُسے پارے کی جنائی کہتے ہیں

زیادہ عجیب دلچسپ ہی اُسکے بعد معمولی طرز سے ٹھپّے کی کل میں جا کر حروف و نقش ٹھپّہ ہو جاتے ہیں۔ جاپانی زبان میں ڈالر کو ین اور سینٹ کو سین کہتے ہیں چند آدمی قسم قسم کے سکّوں کو ایک ایسے تختے پر رکھ کر جسمیں سکّوں کے سمانے کے قابل خانے خانے بنے ہوئے تھے ہلکا اور بھاری درست یا نادرست جانچ رہے تھے جو سکّہ وزن میں ہلکا یا قد میں بال دو بال برابر چھوٹا ہوتا ہی وہ فوراً پہچان لیا جاتا ہی اور قینچی سے کاٹ کر علیحدہ کر دیتے ہیں۔

ٹکسال کے دفتر میں جہاں کارخانے کے افسر رہتے ہیں ایک کمرے میں اکثر یورپ کی سلطنتوں کے نقرئی۔ طلائی اور مسی تمغے سکّے اور پُرانے سکّے میز دراز کے اوپر چنے ہوئے ہیں سلطنت چین کے قدیم اور جدید زمانے کے ہر قسم کے سکّے اور تمغے بھی شیشے کے خانوں میں رکھے ہیں۔ اِن میں سے بعض سونے کے سکّے بعینہٖ اینٹ کی شکل کے ہیں۔ بلکہ سونے کی اینٹ ہی بنا کر اُس پر مُہر ٹھپّا کر دی ہی۔ اِن سکّوں میں بڑے سے بڑا ایک پونڈ وزن سے کم بھاری نہوگا۔ اِس ٹکسال میں جس کا ہم نے مختصر حال لکھا ہی صدہا کلیں ہیں اور صدہا من چاندی تانبا اور نکل وسلور وغیرہ سکوک ہوتی ہی۔ ٹکسال دیکھنے کے بعد دریا کنارے ایک نہایت خوش فضا ہوٹل میں آکر کسی قدر ٹھیرے اور چاء وغیرہ معمولی ناشتے کے بعد سوار ہو کر بازار کو دیکھتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر آئے اور شام کے سات بجے تک پھر کوبی کو واپس آ گئے۔

۲۵۔ اپریل کو ہم کپتان کالون صاحب بہادر۔ عبدالمجید خاں۔

عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس صبح کا کھانا کھا کر نارا کو گئے مولوی فرخی اور فتحیاب خاں مع چار آدمیوں کے اس لیے کوبی میں رہ گئے کہ کل چھبیس ۲۶ کو کیو لوٹکو جائیں ہم بھی نارا سے جن رکشا میں سوار ہو کر کل شام تک کیوتو پہنچ جائیں گے نارا ایک مندر کی وجہ سے مشہور مقام ہے۔ ایک میدان کو جسمیں بڑے بڑے جنگلی درخت اور رمنہ ہے احاطہ کر کے اُسمیں ہرن بارڑے اور چھانگ وغیرہ وحشی جانور پالے ہیں جو کسی طرح سے وحشت نہیں کرتے اور گائے بھینس پلے ہوئے جانوروں کے مثل آدمیوں کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں۔ اسی میدان میں مندر کی عمارت اور ایک تالاب ہے۔ مشہور بدھ کی مورت کو مرکب دھاتوں سے ڈھال کر میدان میں رکھا ہے معمول سے زیادہ بڑی مورت ہے ہاتھی کی جسامت سے کم نہوگی بارہ بجے کے بعد نارا سے رکشا میں سوار ہو کر کیوتو کو روانہ ہوئے اور چھ بجے شام کو پینتیس ۲۵ میل کے قریب مسافت طے کر کے کیوتو میں پہنچ گئے۔ اس قدر مسافت کو تقریباً چھ گھنٹے میں رکشا کھینچنے والے دو آدمیوں نے طے کر لیا۔ یہ لوگ بوجھ لے کر دوڑنے کے اس قدر مشّاق ہیں کہ نہ محنت میں پسینا آئے نہ کبھی دوڑنے میں سانس چڑھے۔

۲۶ - اپریل - مولوی فرخی اور کپتان فتحیاب خاں ہمارے نارا کو جانے کے بعد دوسرے روز دوپہر تک کوبی میں ٹھیر کر دو بجے مع اسباب اور ملازمین کے ریل میں سوار ہو کر کیوتو کو روانہ ہوئے۔ پانچ بجے کے بعد کیوتو پہنچکر **یامی** ہوٹل میں جو پہلے سے قیام کے واسطے معین ہو چکا تھا ٹھیرے۔ ان سب کے پہنچنے سے

گھنٹہ بھر بعد ہم بھی مع ہمراہیوں کے نارا سے واپس آئے اور مغرب سے قبل کیوتو پہنچ گئے۔ جب کیوتو کے بازار میں پہنچے تو عجیب اتفاق ہوا کہ سامنے سے شہنشاہ جاپان کی بہن رکشا میں سوار ایسی سادہ وضع سے آرہی تھیں کہ اجنبی آدمی اُنکے مرتبے کو کسی طرح تمیز نہیں کرسکتا تھا صرف دو نوکر اُنکے پیچھے پیچھے دوسری دو رکشاؤں میں سوار تھے راستہ بھی کسی قدر ڈھلواں تھا۔ اِدھر سے ہماری سواری کے قلی اِس لیے جلدی کر رہے تھے کہ ہوٹل میں پہنچکر سواریاں اُتار دیں اور آرام کریں اس تک و دو میں عبد الصمد خاں کی سواری کی رِکشا شاہزادی کی رِکشا سے ٹکرا گئی اِدھر کھینچنے والا قلی مع رکشا اور شاہزادی کے گر پڑا پیچھے سے وہ دونوں رکشائیں بھی جن میں اُن کے دونوں نوکر سوار تھے اُنھیں کی رکشا پر مع سواری اور قلیوں کے گریں۔ خدا کا شکر ہی کہ شاہزادی کے کچھ چوٹ نہیں لگی اُسی وقت ایتوساں نے جاکر عذر کیا۔ اُن کا مرتبہ معلوم ہونے کے بعد پھر ہم نے ایتوساں جاپانی گائڈ کے ساتھ مسٹر بڈن اور مسٹر ہوس کو معذرت اور معافی کے واسطے بھیجا۔ شاہزادی نے کہا مجھے آپ کے تکلیف فرمانے سے نہایت خجالت ہی۔ میرے کسی قسم کی چوٹ نہیں لگی اور یہ محض اتفاقی امر تھا آپ کے آدمی کو جنکی رکشا گر گئی تھی تکلیف ہونے کا میں خود عذر کرتی ہوں۔

شاہزادی کو مذہبی اثر نے دنیا سے متنفّر اور زاہد کر دیا ہی اس وجہ سے اکثر عبادتخانوں اور مقدس مکانوں میں رہا کرتی ہیں۔

۲۷-اپریل- کھانے کے بعد کیوٹو کے مندروں کو دیکھنے جاتے ہیں

اوّل کاموگاوا Kamoogava مندر میں گئے- اس
مندر کا احاطہ بہت وسیع ہی- ہر طرف سے مختصر سی فصیل اور دو ڈیڑھ گز چوڑی اسی قدر گہری
خندق سے محصور ہی- اس مندر میں سب سے پہلے عجیب چیز جو نظر آتی ہی دروازے
کے کواڑ ہیں جو مشہور کیاکی Koyaki درخت کی لکڑی کے بنے ہوئے
ہیں ہر ایک کواڑ دو گز اور دو گرہ چوڑا اور چار گز لمبا کئی انچ دبیز ایک ڈھال تختے سے
بنایا ہی- تمام مندر بھی جسکی تصویر سے تعمیر کی عظمت و شان ظاہر ہی اسی لکڑی کے ستون
اور تختوں سے تعمیر ہوا ہی- یہاں تک کہ زمین کا فرش اور دیواریں بھی تختے کی ہیں-
بعض دیواروں پر جاپانی اور چینی سپہ گری کے کرتب کے نقشے اور کہیں انہیں
دونوں ملکوں کے تماشے نقش کیئے ہیں مذہبی پیشوا کی نشست کے واسطے جسکی
سال میں چند دفعہ بعض تقریبوں کے وقت ضرورت ہوتی ہی ایک بہت بڑا کمرہ ہی
صدر مقام پر گرو کے واسطے کرسی بچھی ہوئی ہی- کرسی کے دونوں طرف دو نائبوں کے
واسطے دو چوکیاں رکھی ہیں اور گرو کی نشست کے پیچھے نذر کا کھانا رکھنے کی میز
ہی- اس کمرے کے آگے کسی قدر کھلا ہوا صحن بھی ہی غرض کہ متعدد مکانات سے
گزر کر وہاں پہنچے جس جگہ پہلو بہ پہلو سن اور بدھ کی پرستش کی محراب ہی
بدھ کی محراب میں اسکی مورت رکھی ہی- سن کی محراب میں سوائے آرائش کے
تصویر وغیرہ کوئی چیز نہیں ہی محراب میں ایک رنگین اور مطلا لکڑی کی گنبد کے نیچے ضریح

کی شکل پر بنی ہوئی ہیں۔ ہر ایک محراب کے دونوں طرف دو قندیلیں روشن ہیں سامنے کٹھرا لگا ہوا ہے۔ اکثر عورتیں اور کسی قدر مرد بھی محرابوں کے سامنے بیٹھے ہوئے نہایت عاجزی کے لہجے میں اپنے اپنے خیالی معبودوں سے دعائیں مانگ رہے تھے عورتیں باوجود اسکے کہ ہر وقت سر برہنہ رہتی ہیں مگر یہاں خصوصاً دعا کے وقت ایک رومال سے سر ڈھانک لیتی ہیں۔ چونکہ زلزلے کے اندیشے سے تمام عمارت لکڑی کی بناتے ہیں جسمیں آگ لگ جانے کا زیادہ احتمال ہے۔ اس لیے جس قدر پانی بارش کا چھت سے گرتا ہے ایک نہایت خوبصورت لوہے کی نے کے ذریعہ سے دو حوضوں میں جو ڈیڑھ گز مربع اور اسی قدر گہرے ایک پتھر سے تراشے ہوئے صحن میں رکھے ہیں۔ جمع رہتا ہے۔ مندر کے صحن میں کرتوت (جنگلی شہتوت) کی شکل کا ایک درخت مولسری کے پورے درخت کی برابر نہایت سبز و شاداب کھڑا ہے۔ جاپانی زبان میں اس درخت کو امچو کہتے ہیں جاپانیوں کا عقیدہ ہے کہ ایک دفعہ شہر میں آگ لگ کر مندر میں بھی سرایت کرنے کو تھی مگر اس درخت نے اپنی شاخوں سے مندر کے اوپر اس قدر مینہ برسایا کہ آگ کا کچھ اثر نہ ہو سکا اور مندر جلنے سے بچ گیا۔ اس خیال سے اب تک اُس درخت کی نگہداشت اور عظمت کرتے ہیں۔

وہاں سے ہم گنجان درختوں اور پیچیدہ راہ سے ہوکر ایک چشمے پر گئے۔ پانچ چھ گز طول و عرض اور چار پانچ گز عمق میں نہایت ٹھنڈا اور میٹھا پانی بھرا ہوا ہے۔ اُسی چشمے میں کنارے پر دو سو اسی ۲۸۰ فیٹ گہرا دو فیٹ قطر کا ایک کنواں کناروں تک پانی سے

لبریز ہی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا چینی کی پیالیوں سے گزرنے والوں کو اُس کنویں کا پانی پلاتا ہی۔ ہم چشمے سے گزر کر ایک اور مکان میں پہنچے جو جاپانیوں کا پُرانا حمام ہی۔ حمام کی عمارت کے نیچے بھی ایک طبیعی چشمہ ہی۔ جسمیں سرخ۔ سیاہ۔ سفید اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں اور حمام کے برآمدے سے چشمے تک اُترنے کے واسطے لکڑی کی سیڑھیاں ہیں۔ آدمی کو کنارے پر دیکھ کر یا آواز دینے سے تمام مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تھوڑی دیر اُس برآمدے میں بیٹھ کر ہم نے اُن کو نان پاؤ کے ٹکڑے ڈالے (جو وہاں کا محافظ بیچنے کے واسطے بازار سے لا رکھتا ہی) وہاں سے ایک تیسرے مندر میں گئے جو ابھی تک تعمیر ہو رہا ہی۔ لکڑی چیرنے کا سامان اور پاڑ باندھنے کا اسباب جا بجا پڑا ہوا ہی اب تک پچپن ۵۵ لاکھ روپیہ اِس چوبی تعمیر کو لگ چکا ہی۔ اسی قدر اور لاگت کھا کر طیار ہوگا۔ یہ بھی پہلے مندروں کی طرح لکڑی کے ستونوں پر تختے سے بنایا گیا ہی۔ کیاکی کے بعض ستون جنکی درازی دس بارہ گز اور موٹائی ڈھائی گز مدور ہی پانسو ۵۰۰ میل تک مسافت سے منگائے گئے ہیں اور یہ تمام مصارف قومی چندے سے ہوئے ہیں سلطنت کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہی۔

کاموگاوا مندر میں جس کا پہلے ہو چکا ہی۔ ایک کمرہ ایسی صنعت سے بنایا گیا ہی کہ جب تختے کے فرش پر چلتے ہیں تو پاؤں کے دباؤ سے طرح طرح کے باجے سطح کے نیچے بجنے لگتے ہیں۔ اِس شہر کے بیچ میں سے بھی ایک دریا نکل گیا ہی۔ شہر کے اکثر حصّوں میں اِس دریا سے اور اطراف کے دوسرے دریاؤں سے نہریں

جاری ہیں-

چیری ڈانس تھیٹر

اِس ملک میں چیری کے درختوں پر پھول آنے کے زمانے میں بڑی خوشی ہوتی ہے- اور یہ فصل ایک قسم کی فصل بہار خیال کی جاتی ہے- (چیری Cherry جس کو فارسی میں - گیلاس اور آلو بالو اور شاہ دانہ بھی کہتے ہیں) چنانچہ آج کل چیری بلوسم یعنی چیری کی بہار ہے- اِس شہر میں جا بجا باغوں کے علاوہ مختلف مقامات پر بھی چیری کے درخت زیادہ ہیں- اس مہینے میں درخت پت جھاڑ ہو کر صرف گلابی رنگ کے پھولوں سے لدے ہوئے ہیں اور جا بجا چیری ڈانس کے نام سے (چیری کا ناچ) شہر میں ناچ گانے کے جلسے ہوتے ہیں یامی ہوٹل سے بہت قریب چیری کا ایک باغ ہے- گلابی پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کے نیچے تخت بچھا کر چاء مٹھائی وغیرہ اسباب تفریح کی دکانیں لگی ہوئی ہیں اور چیری کے درختوں میں زرد- سرخ- سبز- گلابی اور نافرمانی رنگ کی قندیلیں لٹکائی ہیں- شب کو ہم منجملہ اُن تھیٹروں کے جن میں آج کل چیری ڈانس ہوتا ہے- ایک تھیٹر میں گئے- مختصر عمارت میں شہ نشین کی طرز پر اعلیٰ درجے کی نشست کا کمرہ ہے- اُس کے سامنے دو یا سوا دو گز نیچے کمرے میں تماشا گاہ ہے- اِس کمرے کے دونوں طرف بھی شہ نشین کی طرح زمین سے کسی قدر بلند سہ دریاں ہیں- ایک طرف دس عورتیں ریشمی لباس سے آراستہ ستار بجاتی ہیں- اور اُن کے مقابل دوسری طرف کی سہ دری میں ہم عمر و ہم لباس دس عورتیں طبلے کی برابر نقارے بجاتی ہیں- ستار بجانے والی عورتیں

گاتی بھی ہیں اور نقارے والی باریک آواز سے لفظ آہو کہتی ہیں (یہ لفظ تعریف کے محل پر استعمال ہوتا ہی) بیچ کے مکان میں جو سہ دروں سے گز بھر نیچے سطح کا کمرہ ہی بتیس ہم سن اور ہم لباس لڑکیاں کاغذ کے پنکھے ہاتھ میں لے کر ناچتی ہیں - ناچ ایک قسم کی پلٹن کی قواعد سے ملتا جلتا ہی یعنی اشارے پر سب ایک وقت میں ایک طرح کی حرکت کرتی ہیں - جس مقام پر بیٹھ کر معززین تماشہ دیکھتے ہیں وہاں ایک کسبی عورت عجیب طرح کا لباس پہنے ہوئے سر پر کچھوے کی ہڈی کے چار چار گرہ لمبے پھول دار پن آڑے ترچھے لگائے ہوئے اِس قدر ساکت و بے حرکت کہ چینی کی مورت معلوم ہوتی ہی - چار بنا کر معزز تماشائیوں کو پلا رہی تھی - اُسی قسم کے لباس میں دو لڑکیاں بھی اُسکے پیش دست تھیں جو چا اور مٹھائی تھالیوں میں رکھے ہوئے تماشائیوں کو پیشکش کرتی تھیں -

جاپانی لوگوں میں یہ رسم بہت پُرانی ہی کہ تقریبات شادی و مسرت کے موقع پر کسی فاحشہ رنڈی کو بُلا کر ساقی بناتے ہیں -

چیری کے درخت گلابی پھولوں سے لدے ہوئے اِس قدر خوشنما معلوم ہوتے ہیں کہ کتنا ہی دیکھو جی نہیں بھرتا -

۲۸ - **اپریل** - صبح کو ہم کیوتو سے یاماموتو جاتے ہیں - ۱۵ میل مسافت طے کرنے کے بعد دو پہاڑوں کے بیچ میں ایک ندی بہتی ہی - اِسی ندی کی سیر و تفریح مقصود ہی - ہوٹل سے رکشا میں سوار ہو کر بازار کے قریب ایک میدان میں آئے اور ایک جاپانی فوٹوگرافر کی خواہش سے ہماری اور ہمراہیوں کی تصویر کھینچی گئی - بعد اس کے

کپتان کالون صاحب بہادر وہیں ٹھیر گئے اور ہم یاماموتو کو چلے گئے دھات اور کھیتوں میں سے گزر کر **گوزوکا** — Kozoka میں پہنچے (گوزوکا چھوٹا سا گانو ہی مختصر اور صاف وپاکیزہ ایک چارخانہ سر راہ ہی جسمیں مسافر چار بسکٹ اور رکشا کے قلی کھانا کھاتے ہیں۔ اِن لوگوں کی خوراک سستے چاولوں کا خشکہ اور بانس کے نرم کلّوں وغیرہ کی ترکاری ہی۔ جاپانی بھی چینیوں کے مثل دو باریک تیلیوں سے کھانا کھاتے ہیں۔ خشکے کا ظرف مُنہ کے قریب لاکر اُنھیں لکڑیوں سے چاول مُنہ میں سرکاتے جاتے ہیں اور ترکاری کے اُٹھانے میں تیلیاں وچمچے کا کام دیتی ہیں گانو کے مکان اکثر تو تختے سے بنے ہوئے ہیں مگر بعض غربا بانس یا لکڑی کی ٹٹیوں سے گھر کی دیواریں بناکر اُن پر مٹی کی کہگل کر دیتے ہیں اور گھاس یا پھونس سے اُسکے اوپر ایک فیٹ موٹا بنگلے نما چھپّر بناتے ہیں۔ یہ کام بھی سلیقے سے خالی نہیں ہی بعض مکانوں کے آگے یا داہنے بائیں دیودار اور چیٹر کے درخت لگاکر اُن پر ایک خوبصورت بانس کی ٹٹی بچھاکر درخت کے تمام پتے اور باریک شاخیں ٹٹی کے خانوں میں سے نکال کر نہایت خوبصورتی سے درخت کو نیچے نیچے پھیلاتے ہیں۔ اگر چاہیں کہ درخت بلند نہو اور زمین پر ہی پھیلے تو اُسکی شاخیں لوہے کی میخوں سے زمین پر یا جس قدر بلندی درکار ہو باندھ کر پھیلاتے جاتے ہیں۔ اِن درختوں کی شاخیں ٹٹیوں کے خانوں سے باہر نکلی ہوئی نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہیں۔ دیودار کے درخت سے نکلی ہوئی شاخیں خانے سے اوپر معلوم ہوتا ہی کہ گویا سبز موی بتیاں لگی

ہوئی ہیں- اسباب لے جانے کو باریک پہیّوں کی چار پانچ گز لمبی ایک گاڑی جس کا عرض زیادہ سے زیادہ بارہ یا چودہ گرہ ہوتا ہی- کبھی ایک بیل سے اور اکثر صرف ایک آدمی ایسی حالت میں جبکہ وہ بوجھ سے بھرپور لدی ہوتی ہی کھینچ کر لے جاتا ہی- گائوں کے متعلق اکثر کھیتوں میں اور کہیں کہیں مکانوں کے پیچھے چار کے درخت ہیں جن کو تراش کر نہایت خوبصورت گنبد نما بنا دیا ہی- چار جس قدر کثرت سے پی جاتی ہی اُتنی ہی افراط سے پیدا بھی ہوتی ہی-

غرض کہ چار خانے میں تھوڑی دیر تک تفریحاً ٹھیرے رکشا کے قلیوں نے کھانا کھایا کیوتو سے یاماموتو تک پندرہ میل راستہ اتنی دیر میں قلیوں نے طے کر لیا جتنی دیر میں گھوڑا جاتا ہی- دو جاپانی افسر پولس بھی ہمارے ساتھ ہیں کیوتو میں بھی یہ لوگ ہوٹل کے دروازے پر تعینات تھے جاپان کے وزیر دول خارجہ نے ہمارے آنے کی خبر سُن کر غایت آدمیت سے مہمان نوازی کے طور پر افسران پولس کو حکم دیدیا ہی کہ ہماری خدمت کے واسطے ہر جگہ آمادہ رہیں- مگر ہم کو ضرورت نہ تھی اس لیے اُن کو اِس تکلیف سے معاف کیا گیا یاماموتو کے نیچے آراشی یاما[†] Arashi = yama نام دو پہاڑوں کے بیچ میں تنگ درّے سے فوزوگاوا Fozogawa نام ایک ندی بہتی ہی- پانی نہایت شیریں سرد- اور سوتی سا نتھرا ہوا ہی- عمق بھی گز سوا گز بلکہ بعض جگہ اِس سے بھی کم ہی- پانی پتھروں پر ڈھلان

[†] یاما- جاپانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں-

کی طرف کو بہت زور سے بہتا ہی- ایک پتلے پتلے تختوں کی لچکدار کشتی جس کو راپڈ Rapid کہتے ہیں پانی پر پھسلتی اور بہتی چلی جاتی ہی- کبھی پانی اُس کو ایک پتھر سے دوسرے چٹان پر زور سے پھینک دیتا ہی دو کشتیاں ہمارے واسطے بھی آمادہ تھیں- ایک میں ہم مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے- دوسری میں رکشائیں رکھ کر قلی بیٹھ لیئے ایسا خوشنما درّہ اور سبز و شاداب پہاڑ ہیں کہ اُس سے بہتر اور دلچسپ جنگل بہت کم ہوگا- بہاؤ پر تو کشتی پانی کے زور سے جاتی ہی مگر چڑھاؤ پر رسّیوں میں باندھ کر ملاح اپنی قوت سے کھینچ لاتے ہیں چنانچہ کناروں کے نشیب و فراز میں دشوار گزار پست و بلند راستے سے چند آدمی کشتیوں کو کھینچتے ہوئے ہم کو بھی ملے - دونوں پہاڑوں کے بیچ میں صرف پندرہ بیس گز بلکہ بعض جگہ اس سے بھی کم چوڑی جگہ ہی- اسی عرض میں فوزدگاوا ندی بہتی ہی- کناروں سے ملے ہوئے ڈھلوان پہاڑ ہیں اور دونوں طرف ڈھلان پر چیڑ- چیری (جنگلی آلو بالو) اور مابیل کا جنگل ہی- چیڑ کے درخت تو خوشنما ہوتے ہی ہیں مگر چیری اور مابیل کے پتوں کا دھانی رنگ عجب سماں دکھاتا ہی- اِن درختوں کے سوا صدہا بوٹیاں اور رنگ رنگ کے پھولوں سے چوٹی تک پہاڑ لدا ہوا ہی دم بھر آنکھ اُٹھانے کو جی نہیں چاہتا- سیر و تفریح کے سوا اس ندی کے وسیلے سے چیڑ وغیرہ کے شہتیر اور تختے بآسانی بیڑے کے بیڑے درّے سے گزر کر نہر اور ندیوں میں ہو کر شہروں میں پہنچ جاتے ہیں- تجارت کے واسطے عمدہ مددگار پانی ہی- یاماموتو سے سات میل جا کر جہاں درّہ ختم ہو کر میدان پھیل گیا ہی ایک گانو اور

اُسمیں پانی کے کنارے پر دو منزلہ چاء خانہ ہی - کسی قدر چاء خانے میں دم لیا کھانا ہمارے ساتھ تھا ناشتہ کیا - پھر رکشا میں سوار ہو کر کیوتو کو لوٹ آئے صبح سے مولوی فرخی کو درد سر کی شکایت تھی آفتاب کی تمازت اور پانی کی برودت سے زیادہ درد ہوا کیوتو کے بازار میں ہم ایک شال دوزی کارخانے میں بعض اسباب پسند کرنے کو ٹھیر گئے اور مولوی صاحب کو درد سر نے ہوٹل میں چلے جانے پر مجبور کیا رات کو ہماری طبیعت بھی بے لطف ہو کر حرارت ہو گئی مولوی صاحب کو صفرادی قی اور درد سر کا دورہ ہوا وہ تو چند دفعہ قی کرنے کے بعد دوسرے دن شام تک ٹھیک ہو گئے - مگر ہم کو بخار بہت زیادہ ہو گیا - چونکہ ارادہ تھا کہ ۲۹ - کو نگویا جائیں گے اس لیئے کپتان کالون صاحب بہادر پہلے سے اوت سو - Otsu میں جا ٹھیرے تھے کہ وہاں سے ہمارے ساتھ ریل میں سوار ہو جائیں گے مگر مجبوراً اُن کو تار پر خبر بھیج کر بلانا پڑا اور انتیس ۲۹ کو کیوتو ہی میں قیام ہوا -

۲۹ - اپریل - گو مجھے بہت زیادہ بخار ہو گیا - ڈاکٹر کو بُلا کر کُنین وغیرہ سے علاج کیا گیا اور یہ امر قرار پایا کہ کپتان کالون صاحب بہادر ہم کو ریل کے راستے سے کوبی سے جائیں اور چونکہ امراض تپ وغیرہ کے واسطے دریا کی ہوا نہایت مفید ہی وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر یوکوہاما جا اُتریں - عبدالمجید خاں - فتحیاب خاں اور تین خدمتگار ہمارے ساتھ رہیں - مسٹر بڈن - مولوی فرخی - عبدالصمد خاں اور دو آدمی ایتُوساں کے ساتھ اوت سو تک رکشا میں وہاں سے ریل میں نگویا ٹھیرتے ہوئے میانوشتیا

Miyanoshita ہو کر چوتھی مئی تک بتدریج یوکوہاما میں سب اکھٹے ہو جائیں- کیوتو بڑا شہر ہے- تین لاکھ سینتیس ۳۷ ہزار آدمی بستے ہیں مولوی فرخی کو یہ امر مشکل سے گوارا تھا کہ ایک لمحہ بھی مجھ سے علیحدہ ہوں میں بھی ایسی حالت میں اُنکے چلے جانے کو پسند نہیں کرتا تھا مگر بعض ضرورتوں کی وجہ سے کپتان کالون صاحب بہادر نے اُن کو بھی آگے بھیجدیا مولوی صاحب کو کہدیا ہی کہ جس قدر ہم سے علیحدہ رہیں اُتنے عرصے کے حالات سلسلہ وار لکھتے رہیں اور ہم سے ملنے کے بعد بیان کریں کہ سفرنامے میں درج کر دئے جائیں-

۳۰ - **اپریل** - صبح کو کھانے کے بعد مجبوراً دو فریق ہو گئے - ہم علالت کی وجہ سے کیوتو میں رہ گئے - اگر خدا نے چاہا اور سفر کی قدرت ہوئی تو کل **کوبی** کو جائیں گے - مولوی فرخی مسٹر بٹن - عبد الصمد خان اور مسٹر ہوس **اُوتْ سُو** Outsu کو دو آدمی اور زائد اسباب ریل پر نگویا کو روانہ ہوئے - اوت سو تک مولوی صاحب وغیرہ رکشا میں جائیں گے وہاں سے اسی ٹرین میں بیٹھ جائیں گے جس میں آدمی اور اسباب ہی اور سب ساتھ نگویا پہنچیں گے - پہلی مئی کو بھی بخار کی شدت رہی اور کوبی جانا ممکن نہوا - دوسری مئی کو بہزار دقت اُسی ناتوانی اور تپ کی شدت میں ہم ریل پر کوبی کو روانہ ہوئے - شام کو کوبی پہنچکر وہ رات اور دوسرا دن وہیں بسر ہوا تیسری ۳ مئی کی شام کو جہاز میں سوار ہو کر ہم براہِ دریا **یوکوہاما** کو روانہ ہوئے - دریا اسقدر متلاطم و موج خیز ہے-

کہ جہاز پتّے کی طرح تیراتا جاتا ہی۔ رات کو بہت زیادہ طوفان ہوا اور مَیں اپنی کیبن میں لیٹا ہوا تھا کہ یکایک جی گھبرانے لگا اور مالش ہوکر نہایت زور سے قَی ہوئی۔ گو بہت تکلیف ہوئی مگر یہی قَی باعث ہوئی کہ بخار کی حرارت اور اثر بالکل زائل ہوگیا۔ محمد حسین اور حفیظ خان میرے دونون خدمتگار ڈک پر کٹہرے کے قریب سوتے تھے جب طوفان کی شدت سے پانی اُڑکر اوپر آنے لگا تو یہ دونوں بستر لیکر ہماری کیبن کی طرف بھاگے۔ چھ سات قدم آچکے تھے کہ جہاز کو موج نے زور سے جھٹکا دیا اور محمد حسین اُسکے صدمے سے اُڑکر قریب تھا کہ دریا میں جا پڑے اور قیامت تک موجوں میں لپٹا رہے مگر جہاز کا جنگلا نجات کا سبب ہوگیا۔ اور محمد حسین کٹھرے میں اُلجھ کر رہگیا۔ لنگی وغیرہ جو سر پر بندھی تھی پانی میں گرگئی۔ سینے میں زیادہ چوٹ آئی باقی اور جسم پر خفیف۔ غرضکہ ایسی حالت میں پانچ مئی کی شام کو چار بجے سے کچھ پہلے ہم یوکوہاما میں بخیریت پہنچے۔ مولوی صاحب ہماری آمد اور جہاز کی رفتار کو ہوٹل کی دوربین سے دیکھ رہے تھے۔ عبدالصمد خان اور مسٹر ہوس اسٹیم بوٹ میں سوار ہوکر لنگر کرنے سے پہلے جہاز پر آگئے۔ کنارے پر بھی اسقدر دریا میں تلاطم تھا کہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں کا تو کیا ذکر ہی اسٹیم بوٹ اور جہاز کی سلامتی دشوار معلوم ہوتی تھی۔ الحمد للہ جہاز نے لنگر کیا اور ہم بخیر و عافیت۔ تندرستی و صحت کی حالت میں یوکوہاما پہنچ گئے۔ ہمارے ہمراہیوں کو جو کیوتو سے جدا ہوگئے تھے ایک قسم کی روحانی عید ہوئی۔ مجکو بھی اِن صاحبوں کے یکجا ہونے سے نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے امید ہی کہ سب کو ہمارے

ساتھ صحیح وسالم ہندوستان پہنچاے گا۔

شب کو جہاز کی تکان سے نجات پاکر کھانے کے بعد آرام کیا۔

تیئس ۲۳ اپریل کو جیساکہ پہلے بیان کیا گیا ہی مولوی فرخی۔ عبد الصمد خان۔ مسٹر ہٹن اور مسٹر ہوس مع دو نوکروں اور اینوساں کے رکشا میں سوار ہو کر اوُت سُو Outsu کو چلے گئے۔ اوت سو کیوتو سے سات میل دور ہی۔ کیوتو سے برابر اوت سو تک راستے کے دونوں طرف ملی ہوئی آبادی ہی معلوم ہوتا ہی کہ شہر کے کوچے سے گزر رہے ہیں۔ غرضکہ ڈیڑھ پونے دو گھنٹے میں اوت سو جو بیوا جھیل کے کنارے ایک آبادی ہی پہنچ گئے۔ بیوا جھیل Bewa پینتالیس میل لمبی اور کہیں کہیں دس ۱۰ میل تک چوڑی نہایت کارآمد جھیل ہی۔ تجارتی مال لانے اور لے جانے کو دُخانی اور بادبانی کشتیاں چلتی ہیں۔ جھیل کے کنارے کنارے پستی و بلندی میں ساٹھ ہزار آدمی آباد ہیں اسی آبادی کو اوُت سو کہتے ہیں۔ اس جھیل سے دس ۱۰ گز چوڑی ایک نہر کاٹ کر کیوتو کو لائے ہیں۔ راستے میں چونکہ اکثر پہاڑ کا سلسلہ واقع ہی اس لیئے اوت سو سے دو میل تک پہاڑ میں سوراخ کر کے نہر کو نکالا ہی۔ پھر کیوتو کے قریب جا کر آدھا میل پہاڑ میں اور سوراخ کیا ہی۔ کیوتو میں پہنچکر جہاں پہاڑ کے سوراخ سے نہر باہر آتی ہی بلندی زیادہ ہی اور کسی قدر بلندی کے بعد شہر بہت نشیب میں واقع ہوا ہی ایسی اونچی نیچی زمین کو ہموار کرنا مشکل اور بہت زیادہ خرچ سے ممکن تھا۔ اس لیئے نہر سے شہر تک کشتی لیجانے کیواسطے اور تدبیر کی ہی یعنی پانی میں نہر کے اندر ریلوے

لائن بچھا کر اُسپر اسقدر لمبی ٹراموے گاڑی رکھی ہی کہ جس پر کشتی سوار ہو سکے - پہاڑ کے سوراخ کے دروازے تک جہاں کشتی چلنے کے قابل پانی ہی گاڑی کو پانی میں لیجاتے ہین اور وہاں سے اُس پر کشتی رکھکر بلندی پر اسطرح چڑھاتے ہین کہ گاڑی کی پینیدی میں لوہے کا رسّا بندھا ہی - اور اُس رسّے کا تعلق ایک انجن سے ہی وہ گاڑی کو کھینچکر شہر کے اندر والی دوسری نہر میں پانی کے اندر پہنچا دیتا ہی جہاں کشتی کو تیرا کر گاڑی اپنے اسٹیشن کو پلٹ آتی ہی - وہی طریقہ ہی جسطرح ہانگ کانگ کی ٹراموے کو پہاڑ کے اوپر لے جاتے ہیں -

ادت سو میں پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور بیوا جھیل نظر آتی ہی بدھ کا مندر ہی مندر کے قریب ایک چھوٹے سے مکان میں لکڑیوں کی باڑ پر ایک برنجی گھنٹہ رکھا ہی جسکا قطر تقریباً سوا ۱¼ گز اور بلندی ڈیڑھ گز ہی - وزن بھی اُسکا پندرہ ۱۵ ٹن یعنی چار سو بیس ۴۲۰ من بیان کیا جاتا ہی - اہلِ جاپان کہتے ہین کہ ایک جاپانی پہلوان اس بھاری گھنٹے کو پہاڑ کے نیچے سے اکیلا کھینچکر یہاں لایا ہی - گھنٹے کی ایک سمت میں زمین پر گھسٹنے کے گہرے گہرے نشان پڑ گئے ہیں - جن لکڑیوں پر یہ گھنٹہ رکھا ہی اونمیں خانہ دار جالی بنی ہوئی ہی - جالی کی ٹبریوں میں کاغذ کی صدہا دھجیاں بندھی ہوئی ہیں - جاپانی لوگ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص گھنٹا کھینچنے والے پہلوان کی قوت سے برکت کا حصہ لینا چاہے وہ ایک کاغذ کی دھجّی صرف ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے گھنٹے کے نیچے کسی ٹبری میں باندھدے ضرور قوی ہو جائے گا - چنانچہ مولوی فرخی نے آزمائش کے طور پر مزاحاً

ایک اُنگلی سے کاغذ کی دھجی باندھ دی۔ اُسی عمارت کے قریب دوسرے مکان میں ایک لوہے کی کڑاہی ڈیڑھ گز کے قریب گہری اور تخمیناً دو گز قطر کی تین انچھ موٹی جسکا ایک کنارہ کسی قدر ٹوٹا ہوا ہی۔ رکھی ہی۔ کہتے ہیں گھنٹہ کھینچنے والا پہلوان اسی کڑاہی میں شوربا پکا کر کھاتا تھا۔ مندر کے اطراف میں پہاڑ کے اوپر بن ہی۔ زیادہ تر چیڑ کی قسم کے درخت ہیں۔ بعض درختوں کے تنہ سے پوست اُترا ہوا تھا معلوم ہوا کہ اس پوست سے مکانوں کے اوپر چھپر یا بنگلہ بناتے ہیں۔ ہمنے بھی یامی ہوٹل میں اسی چھال کا بنا ہوا بنگلہ دیکھا ہی نہایت خوبصورت اور صاف بناتے ہیں۔ رنگ بھی کتھے کی مثل ہوتا ہی۔ سال بھر میں درخت پر پھر دوبارہ پوست پیدا ہوجاتا ہی۔ پون گز سے گز بھر تک چوڑی چھال ہوتی ہی۔

مندر کے مقابل دوسرے پہاڑ پر چاءخانہ ہی۔ اور بھی بہت مکان ایسے ہیں جہان مسافر ٹھیر سکتا ہی ایک چاءخانے میں جو جھیل کے کنارے سے ملا ہوا ہی روزانہ صرف کے واسطے مچھلیاں پلی ہوئی ہیں۔ پالنے کا طریقہ یہ ہی کہ لکڑی کا جالی دار صندوق بنا کر۔ اُسمیں مچھلیاں ڈالکر پانی میں رکھ دیتے ہیں پانی بھی تازہ رہتا ہی اور جالی کے سوراخوں سے چھوٹی مچھلیاں صندوق میں گھس آتی ہیں وہی بڑی مچھلیوں کی خوراک ہوجاتی ہی۔ ان چھوٹی مچھلیونکے واسطے صندوق کے تختوں میں ایسا مصالحہ لگا دیتے ہیں جسکی بو پر مچھلی آجاتی ہی۔

آبادی کے بائیں طرف اکثر پہاڑ کی چوٹیوں پر برف تھا۔ اِس ملک میں آخر جون

سے اگست تک گرمی اور برسات کی فصل ہی۔ گرمی ترانوے (۹۳) ڈگری تک ہوجاتی ہی۔ اسی بیوا جھیل کے کنارے پر دو برس ہوئے شہزادۂ زاروچ ولیعہد روس پر ایک دہقان نے تلوار سے حملہ کیا تھا مگر خوش نصیبی سے رکشا والے قلی نے تلوار روک لی۔ ارادۂ قتل کی نسبت اُسکا بیان تھا کہ مینے جاپانی اخبار میں پڑھا تھا کہ روسی جاپان چھین لینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اُسیوقت سے عہد کر لیا تھا کہ جہاں روسی کو پاؤں گا مار ڈالوں گا۔ چنانچہ پہلا روسی یہی ملا جسپر میں اپنا ارادہ پورا کرنے کو تھا۔ شہنشاہِ جاپان نے اُسکو دیوانہ سمجھکر دائم الحبس کر دیا مگر تین مہینے قید میں رہکر وہیں مر گیا۔

اُسی روز یہ گروہ ساڑھے بارہ (۱۲½) بجے دن کو ریل میں سوار ہوکر نگویا کو روانہ ہوا۔ نوکر بھی اسٹیشن پر مل گئے۔ ریل کی گاڑیاں اسقدر صاف روغن کی ہوئی ہیں کہ سُنہری قناویز کے رنگ میں اور اُنمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اطراف کے پہاڑوں پر جابجا برف تھا۔ بعض پہاڑوں پر جڑ سے لگا کر اوپر تک چاء کے درخت بوئے ہوے ہیں جو گول تراشے ہوے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لطف یہ ہی کہ لڑکیاں اور عورتیں سرخ۔ زرد۔ اودے ریشمیں لباس پہنے ہوئے چاء کی کونپل جمع کرتی ہیں۔ سبز کھیت میں سپید جسم پر رنگین لباس دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔

اوت سو سے نگویا تک متعدد لوہے کے پلوں پر سے جو ندیوں پر واقع ہیں

اور پہاڑ کے سوراخوں میں سے ریل گزری۔ راستے کے داہنے طرف سمندر بہت قریب ہے۔ بعض جگہ پچاس ساٹھ گز تک فاصلہ ہے۔ غرضکہ پانچ بجے کے بعد نگویا پہنچے۔ جاپانی ہوٹل جہاں ٹھیریں گے اسٹیشن سے بہت قریب ہے ایسے ہوٹلوں میں عمدہ سیتل پاٹی کا فرش ہوتا ہے۔ فرش پر جوتی اُتار کر جاتے ہیں اور زمین پر بستر لگا کر سوتے ہیں۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ہوس۔ ڈن صاحب اور عبدالصمد خاں کو ہوٹل کے پہلو میں چار کمرے انگریزی طرز کے پلنگ وغیرہ سامان سے آراستہ دیے گئے۔ کرنل رسڈن بھی جو ہندوستان سے سیر کے واسطے جاپان آئے ہیں ساتھ تھے صرف چار ہی کمرے تھے اور وہ پہلے سے تار دیکر کرایہ کر لیئے گئے تھے۔ اِسلیئے کرنل صاحب کو جاپانی ہوٹل میں جانا پڑا۔ چونکہ مروت سے بعید تھا مولوی فرخی نے باصرار اُنکو اپنا کمرہ دیدیا اور خود جاپانی ہوٹل میں کہ وہ بھی اسی عمارت سے ملا ہوا تھا چلے گئے۔ چونکہ خیال ہماری طرف متعلق تھارات نہایت نگرانی اور فکر میں بسر ہو کر صبح ہوئی۔ نگویا پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے کہا کہ ہمکو کیوتو میں تار دیکر خیریت دریافت کر دیں۔ نو بجے رات کو ہمنے جواب دیا کہ اسوقت افاقہ ہے۔ کل ہم انشاءاللہ تعالےٰ کوبی۔ وہان سے تیسری کو براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہونگے۔

یکم مئی مولوی صاحب اور سب صاحب صبح کو چینی سازی کے کارخانے میں گئے۔ کرنل رس ڈن بھی ہمراہ تھے۔ شہر کا بڑا حصہ طے کر کے کارخانے میں پہنچے۔ نہایت مفصل اور عمدہ کارخانہ ہے۔ برتن پکانے کی بھٹیاں اور تیار کیئے ہوئے برتن وغیرہ

دیکھکر دوسری جگہ گئے جہاں چاک پر برتن بن رہے تھے۔ مکان کے صحن میں بڑی بڑی ناندوں میں پنڈول کے ہمرنگ ایک قسم کی مٹی بھیگی ہوئی تھی۔ بڑے دالان میں ہندوستانی کمہاروں کے چاک کے مثل دس دس گرہ قطر کے چند چاک لگے ہوئے تھے اور اسیطرح جیسے کہ ہمارے ملک کے کمہار ایک لکڑی سے چاک کو چکّر دیکر حالت دور میں برتن بناتے ہیں۔ اُس مٹی سے جو پنڈول کے ہمرنگ پیالوں میں تیار رکھی تھی۔ چینی کے برتن بن رہے تھے۔ فرق صرف اسقدر ہی کہ یہاں کے چاک ہندوستانی کمہاروں کے چاک کی نسبت کسی قدر خوبصورت ہیں۔ ایک آدمی دستے اور ٹونٹیاں وغیرہ ہاتھ سے بنا کر ایک لوہے کے اوزار سے ہر قسم کے نقش اور کندہ کاری کا کام کر رہا تھا۔ دستے ٹونٹیاں وغیرہ بعد کو بنا کر برتن پر چپکا دیتے ہیں۔ یہ تمام ظروف بعد خشک ہو جانے کے ڈیڑھ روز تک ایک ایسی بھٹی میں جو نان پاؤ پکانے کے تنور کے مثل مگر بہت اونچی اور بڑی ہی پکائے جائیں گے۔ پھر ان پر ہر قسم اور رنگ کے نقش و نگار مصوری قلم سے بنا کر مکرر ایک بھٹی میں جسمیں صرف دوسرے خانے کی آگ سے گرمی پہنچتی ہی رکھدیں گے اور جب نقش پک کر وصل اور برتن وہیں ٹھنڈا ہو جائے گا نکال لیں گے۔ نقاشی کا کارخانہ اُس مکان سے الگ ہی۔ چند مشّاق مصور بعض برتنوں پر تصویرین بعض پر معمولی نقش کر رہے تھے۔ زیادہ تر قابل التفات یہ بات تھی کہ ظروف پر بعد نقاشی اور روغن ہو جانے کے پیتل کے تار سے مصوری کرتے ہیں اوّل برتن کے اوپر تصویر یا بیل پھول وغیرہ جو منظور ہوتا ہی لوہے کے قلم سے کندہ کر لیتے ہیں بعد اُسکے برنجی باریک

تار کو موچنے سے خم دیکر ایک خاص لسدار مصالح سے چپکا دیتے ہیں - پھر اُس کو ہوا کی بھٹی میں رکھکر آنچ دینے سے تار وصل ہوجاتا ہی - پھر پتھر کے جھانوے سے مل کر صاف کرتے ہیں کہ تار کا اُبھرا ہوا حصّہ گھسکر سطح کے برابر ہوجاے - اسکے بعد ایک اور روغن کرتے ہیں جس سے ہمیشہ تار کا رنگ سونے کے مثل قائم رہتا ہی اور ہوا کے اثر سے زنگ یا سیاہی نہیں آتی - یہ کام اسقدر نازک اور صاف ہی کہ تار کا نقش قلم سے کھنچا ہوا خط معلوم ہوتا ہی - بعض اسقدر باریک ہی کہ بغیر آئی گلاس یا عینک کی مدد کے نظر نہیں آتا - ہندوستان میں اس قسم کے ظروف سے اکثر مکانوں کو آراستہ کرتے ہیں - بالاخانے پر ہر قسم کا تیار شدہ اسباب فروخت کے واسطے رکھا ہے - تار کے کام کا ایک سٹ چار کا جسمیں ایک تھالی مع دو طشتری دو پیالی اور دودھ دان - شکر دان وغیرہ سامان تھا - دس ڈالر (پچیس روپیہ) کو مسٹر ٹڈن نے اور چند گلدان وغیرہ مسٹر ہوس نے - گلوبند کا چھلہ - پن - سگار ہولڈر وغیرہ چیزیں یادگار کے طور پر مولوی فرخی نے خریدیں - کارخانہ دیکھکر ایک نیا مندر دیکھنے کو گیے جو ابھی تعمیر ہو رہا ہی اور شہنشاہ کی طرف سے تعمیر کی اجازت ملنے کی خوشی میں عید کے طور پر اہل شہر نے میلہ کیا ہی - ایک خوبصورت میدان مین چوبی مندر بن رہا تھا - دروازے پر ایک لکڑی کی محراب کے نیچے فرش بچھا ہوا تھا اُسپر بہت سے پیسے پڑے ہوے تھے - جاپانی عورتیں اور مرد محراب کے آگے تعظیم اور سجدہ کرنے کے بعد پیسے مٹھائی وغیرہ نذر کے طور پر چڑھاتے ہیں - مندر کے قریب درختوں میں رنگ رنگ کے ہزاروں رومال

جن پر جاپانی حروف میں کچھ عبارت لکھی تھی۔ لٹک رہے ہیں۔ جیسا کہ اکثر مقدس عمارتوں کے باہر لٹکانے کا دستور ہی۔ اِس سے صرف اسقدر غرض ہی کہ مندر میں جانے والے لوگ ہاتھ دھو کر اُن سے پونچھ لیں۔ ایسی جگہ ضرور پانی کے حوض بھی ہوتے ہیں۔ یہ رومال بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ میدان میں میلے کیواسطے دُکانیں لگی ہوئی تھیں۔ اسی تقریب میں ایک لکڑی کی خوشنما عمارت بارہ بارہ گرہ موٹے تختے کے چار پہیوں پر رکھکر مثل رتھ کے نکالی تھی۔ ایک بڑے کمرے کے برابر تین منزل کا مکان ہی۔ سب سے اوپر کے درجے میں ایک پیر مرد اور ایک عورت کی مورت رکھی ہی۔ اُس سے نیچے کے درجے میں خوش لباس چند لڑکے۔ لڑکیاں ناچتے ہوئے اور چند نقارے بجاتے ہوئے۔ سب کے آخر نیچے کے درجے میں بھی چند آدمی بیٹھے ہیں۔ چوٹی پر ایک سرو کا تازہ درخت نصب کر دیا ہی۔ اِس رتھ کو موٹے موٹے رسّے باندھ کر ایک خاص قسم کی وردی پہنے ہوئے پچاس چالیس آدمی کھینچتے ہیں۔ اہل شہر نے باریک ڈوریاں رسّیوں میں یا رتھ کی جالیوں میں باندھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں دیدی ہیں کہ وہ بھی اِس مقدس عمارت اور مورت کے لے چلنے کا ثواب اور برکت حاصل کریں۔ بچے بھی اُسی قسم کی وردیاں پہنے ہوئے ہیں جیسی کھینچنے والے مردوں کے پاس ہی۔ آگے آگے سنکھ بجاتے جاتے ہیں۔

سنکھ یا نرسنگا بہت پُرانے زمانے کی رسم ہی۔ چنانچہ یہودی وغیرہ قوموں میں بھی عبادت کے واسطے مقدس مکانوں میں آدمیوں کو بلانے اور جمع کرنے کے لیے

سنکھ ہی بجاتے تھے۔ اِس عید کی خوشی میں بعض آدمی بازاروں میں بانس پر نٹ کا کام کرتے پھرتے ہیں۔ بعینہ یہی طرز ہی جیسے ہمارے ملک میں پٹے باز یا بمبئی میں عشرہ کے دن بکیت اور نٹ۔

مندر سے آگے بڑھکر بازار کے آخر میں آبادی سے ملی ہوئی سمندر کی ایک کھاڑی نالے کی شکل پر واقع ہوئی ہی۔ اسّی میل تک لمبی اور چوڑی بھی بہت ہی۔ اِس پانی کے وسیلے سے مال کی کشتیاں آتی جاتی ہیں اور تجارت میں بہت سہولت ہی۔

غرضکہ نگویا کے قلعے کے سامنے سے گزر کر **اتسوتا** Atsota محلے سے جو شہر کے آخر حصے میں ہی ریل میں سوار ہونے کو اسٹیشن پر گئے۔ اِسی قلعے میں شہنشاہ جاپان کا سونے کے کلس والا مشہور محل ہی۔ محل کے اوپر سونے کے دو ٹھونس کلس دور سے نظر آتے ہیں۔ قلعہ پتھر کا اور بہت مضبوط ہی۔ دور میں پانی سے بھری ہوئی خندق ہی۔ قلعے کے باہر سپاہی نشانے کی مشق کر رہے تھے۔ نگویا میں دو لاکھ اسی ہزار آدمی آباد ہیں اور چینی کے ظروف بہت عمدہ بنتے ہیں۔ نگویا سے ریل میں بیٹھ کر **شذزوکا** Shidzoka کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی ایک جھیل موسوم بہ **آلائی** واقع ہی جو دریائے شور سے پانی کاٹ کر بطور جھیل کے صرف اس غرض سے بنائی ہی کہ ایک جگہ سے دوسرے مقام پر بآسانی مال پہنچ جائے۔ راستے کے اطراف میں ایک قسم کے گلابی پھول اور نہایت خوشنما دیودار اور سرو کے درخت ہیں۔ بعض جگہ داہنی طرف کو سمندر بہت قریب ریل کی سڑک

سے ملا ہوا ہی - گانؤ میں بعض مکانوں کے دروازے پر ایک لمبے بانس ہیں - سُرخ - زرد اور سیاہ رنگ کے کپڑے کی مچھلیاں لٹکتی ہیں - معلوم ہوا کہ جن گھروں میں بچّے پیدا ہوتے ہیں خوشی کی علامت ظاہر کرنے کو ایسی مچھلیاں لٹکاتے ہیں - مچھلی کی ساخت ایسی خوشنما ہی کہ کسی طرح اصلی اور نقلی میں فرق نہیں - یہ مچھلیاں دوہرے کپڑے کی بیچ سے خالی تھیلے کے مثل بنا کر اندر باریک تار لگاتے ہیں - اوپر مچھلی کی طرح فلس کے نشان - آنکھیں - مُنہ - دُم سب چیزیں رنگ سے بناتے ہیں اور مُنہ کی طرف رسّی سے باندھکر لٹکانے سے ہوا بھر کر مچھلی پھول جاتی ہی - بعض مکانوں پر کئی کئی مچھلیاں لٹکتی ہیں - کنکوے بھی اُڑانے کی رسم ہی - بعض کنکوے بعینہ چیل کی شکل - بعض مینڈک بعض اور جانوروں کی صورت بناتے ہیں - معلوم ہوتا ہی کہ اصلی جانور اُڑ رہا ہی - زمین کسی جگہ خالی نظر نہیں آتی - یا زراعت بوئی ہوئی ہی یا خالی کھیتوں میں کھاد ملا کر لبریز پانی بھر دیا ہی کہ باقی ماندہ جڑیں وغیرہ گل کر مٹّی میں اچھی طرح مل جائیں پن چکیوں سے بھی کوئی گانؤ خالی نہیں جسمیں دو چار نہوں - ایک لکڑی کا چرخ ڈھائی گز قطر کے قریب بنا کر اُسمیں زینے کی طرح آڑے تختے لگاتے ہیں - بہت باریک دھار پانی کی چرخ کے چکر یعنی اُسی زینہ نما تختے پر پڑتی ہی اور چرخ پھرنا شروع ہوتا ہی جو چکّی کو بھی اپنے ساتھ پھراتا ہی -

شام کو پانچ بجے شدزوکا پہنچے - اسٹیشن سے تھوڑے فاصلے پر بازار میں جاپانی ہوٹل ہی اُسکے ایک حصے میں چند کمرے انگریزی بھی ہیں - مولوی فرخی - مسٹر ایتو ساں جاپانی مع دو آدمیوں کے جاپانی ہوٹل میں - عبدالصمد خاں وغیرہ انگریزی

مکان میں ٹھیرے - اُسی وقت ہماری خیریت دریافت کرنے کو مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے تار دلوایا - ہم کو اُس روز فضل آلہی سے افاقہ تھا - اِن صاحبوں کی تشفی کے واسطے فوراً جواب دیا گیا کہ ہم دوسری مئی کو کوبی - وہاں سے بشرطِ امکان تیسری کو براہ دریا یوکوہاما جائیں گے -

۲-۳ مئی - دوسری کو شدزوکا سے براہ ریل روانہ ہوئے - مسٹر بڈن - مسٹر ہوس اور عبدالصمد خاں گُٹ اَمبا Gotamba اسٹیشن سے اُتر کر گھوڑوں پر سوار ہو کر میانوشیتا Miyanoshita کو گئے - اِس راہ میں قابل سیر ایک بلند پہاڑ ہی اُسکے اوپر چڑھکر راستہ جاتا ہی - مولوی فرخی - مع دونوں آدمیوں اور اسباب کے کوذُرا Kodza تک ریل میں وہاں سے یموتو Yamoto تک ٹراموے میں - وہاں سے میانوشیتا تک کہ نینی تال کے مثل چڑھائی ہی رکشا میں جائیں گے اور شام کو سب فوجیا ہوٹل میں جا ملیں گے - داہنی طرف دریا قریب ہی - بائیں طرف نہایت خوشنما پہاڑ اور گلابی پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کا جنگل ہی - سامنے فوجی یاما Fojiyama پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی نوکدار چوٹی نظر آتی ہی - یہ پہاڑ پہلے آتش فشاں تھا اب اُس پر برف جما ہوا ہی - اوپر کی چوٹی دریا کے سطح سے بارہ ہزار چار سو ترپن فیٹ بلند ہی - چند آہنی پُل اور پہاڑ کے سوراخوں سے گزر کر دن کے ایک بجے کوذرا اسٹیشن پر پہنچے اور ریل سے اُتر کر سمندر کے کنارے ایک چار خانے میں کسی قدر دم لیکر ٹراموے میں یموتو تک

گئے - بائیں طرف سڑک سے قریب ملا ہوا سمندر ہی - وسط راہ میں اودارا اسٹیشن پر
Odara سلیے ٹھیرے کہ یموتو سے آنے والی ٹراموے گزر لے تو آگے چلیں
مسٹر ڈوکنسن - ڈ-ک-ن-س-ن - آسٹریلیا کے رہنے والے جو سیلون سے
ہمارے ہم سفر ہیں مع اپنی بیٹی اور دونوں بیٹوں کے میانوشیتا سے آتے ہوئے ملے
ٹراموے سے اُترکر تعارف وسلام کے بعد مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا
یموتو تک مولوی صاحب مع دونوں آدمیوں کے ٹراموے میں آ گئے - وہاں سے
رکشا میں میانوشیتا کو روانہ ہوے - پہاڑ کی چڑھائی ہوبہو نینی تال کی تانگے کی سڑک
سے مشابہ ہی - داہنے طرف غار میں ندی بہتی ہی - بائیں طرف اونچا پہاڑ ہی -
صرف فرق ہی تو اسقدر کہ وہ راستہ پکا بنا ہوا ہی اور یہ سڑک مٹی کی کنکریلی ہی - غرضکہ
پانچ میل راستہ کچھ رکشا میں کچھ پیادہ پاطی کرنے کے بعد پانچ بجے شام کو میانوشیتا
میں پُہنچ گئے - ڈدن صاحب وغیرہ کچھ پہلے آ چکے تھے - میانوشیتا تو ایک مختصر سا
گانو ہی مگر پہاڑ کی فضا - سرد اور گرم معدنی پانی کے چشمے اور ہکونی کی جھیل نے اِس مقام
کو مشہور اور قابل سیر کر دیا ہی - اگرچہ کئی ہوٹل ہیں مگر فوجیا ہوٹل سب سے بہتر اور عمدہ عمارت
ہی ہوٹل کے صحن میں ایک خوشنما فوارہ قدرتی چشمے کے خزانے سے مدد پاکر
ہر وقت چھوٹتا رہتا ہی اور تمام پانی ایک کم عمق حوض میں جمع ہو کر زمین میں غائب
ہو جاتا ہی - ایک چشمہ گرم پانی کا بھی ہوٹل کے پیچھے سے آکر نل کے وسیلے سے
غسل خانوں میں پہنچتا ہی اور نہایت پاکیزہ لکڑی کے حوضوں میں جمع رہتا ہی - گرم چشمے

کا پانی بہت تیز گرم ہی - اِسلیے ٹھنڈے پانی کا بھی ایک نل حوض کے اوپر لگا دیا ہی کہ طبیعت کی خواہش کے موافق پانی سمو لیں-

صبح سے گُھر گھرا ہوا اور ابر چھایا ہوا ہی - ترشح ہو رہی ہی - اسلئے آج کا دن ہوٹل میں گزرا - مسٹر ہوس نے ہماری خیریت دریافت کرنے کو میانوشیتا سے تار دیا - ہمنے اُسیوقت ساڑھے آٹھ بجے شب کو جواب دیا کہ ہم کوبی پُہنچ گئے ہیں - اَب خدا کے فضل سے طبیعت اچھی ہی مگر بالکل صاف نہیں - کل انشاءاللہ تعالےٰ اگر ممکن ہوا تو جاپان میل اسٹیمر میں سوار ہو کر یوکوہاما کو روانہ ہونگے اور جمعے کو تم سے آملیں گے-

۴ مئی - صبح کو مطلع صاف اور خوب کھُلی ہوئی دھوپ تھی - بارش کی وجہ سے ان صاحبوں کا ارادہ تھا کہ یوکوہاما کو چلے جائیں یہاں نہ ٹھیریں مگر مینہ کھُل جانے کی وجہ سے اُس ارادے کو بدل کر سب ہکونی جھیل اور بعض مندروں وغیرہ کو دیکھنے گئے-

ہکونی - میانوشیتا سے سات میل ہی اور پہاڑوں پہاڑوں راستہ جاتا ہی - نو بجے پہاڑی ٹٹوؤں پر سوار ہو کر چاروں آدمی یعنی مولوی فرخی - عبدالصمد خان - مسٹر بٹن - مسٹر ہوس اور پانچویں کرنل رسڈن ایتوسان جاپانی سمیت روانہ ہوے - جاپانی ٹٹو - مضبوط - چالاک ہیں کے لمبے یال اور دُم بہت گھنی - خوبصورت بھی ہوتے ہیں - رَسّی کی بنی ہوئی ایک جُرّاب گھوڑے کے سُم پر پہنا دیتے ہیں کہ پتھروں سے سم نہ گھسے - ایسی جراب اکثر بیلوں کے پانوں پر بھی چڑھاتے ہیں گو وہ نرم اور تر زمین میں چلائے جائیں - دو ایک جُرابیں زائد بھی زین سے باندھے رکھتے ہیں کہ اگر تبدیل کی ضرورت ہو تو فوراً دوسری

چڑہادیں۔ غرضکہ میانوشیتا سے چل کر تنگ راستے سے پہاڑوں کے اوپر چڑہتے گئے۔ سیاہ اور لسدار مٹی ہی ذرا بھی تر ہوتی ہی تو جانور کو اُسمیں چلنا دشوار ہو جاتا ہی۔ مگر ٹٹو بہت آسانی سے ایسے رستوں کو طی کرتے ہیں۔ ساڑھے چار میل چل کر **اشنویو** Ashnoyo میں پُہنچے۔ ایک مختصر چوبی عمارت میں چاخانہ ہی اور اُسکے گوشے میں ایک کوٹھری کے اندر حمام اور معدنی گرم پانی کا چشمہ ہی۔ پانی میں گندہک کی زیادہ آمیزش ہی۔ پانی اُبلنے کے مقام پر ایک خوبصورت حوض لکڑی کا بنایا ہی۔ اُسمیں گرم پانی اُبلتا ہی اور کناروں سے چھلک کر نالیوں کے راستے سے نکل جاتا ہی۔ اِس حوض میں گٹھیا۔ خارشش وغیرہ کے بیمار نہاتے ہیں۔ کہتے ہیں پینا بھی بہت مفید ہی۔ چاندی کی چیز پانی میں دو ایک منٹ رکھنے سے سُنہرے رنگ کی ہو جاتی ہی۔ چنانچہ مولوی فرخی نے ایک جاپانی سکے کو پانی میں ڈبو دیا۔ چند سکنڈ میں سنہری ہو گیا جو اُنکے پاس موجود اور ابتک سُنہری ہی۔ مولوی صاحب نے پانی پی کر بھی دیکھا۔ گوارا مگر گرم اور بودار تھا۔ بانس کے نل لگا کر جہاں چاہتے ہیں اِس پانی کو لے جاتے ہیں۔ اِس ساڑھے چار میل راستے میں بھی اشنویو کے سوا کئی چاخانے ہیں۔ اشنویو سے چل کر بہت خراب رستہ ہی۔ خصوصاً ہکونی کے قریب پُہنچکر بہت ہی تنگ پتھریلی گھاٹی ہی جس میں پیادہ یا کگو جاتے ہیں۔

ہکونی ایک چھوٹی سی آبادی ہی۔ اُسکے نیچے چھ^{6} میل لمبی۔ ڈھائی میل چوڑی پندرہ^{15} میل کے قریب دَور اور چالیس گز تک گہرائی چاروں طرف بلند پہاڑوں سے گھری ہوئی

ہکونی جھیل ہی-

فوجی یاما پہاڑ جو کبھی آتش فشاں تھا اور اب اُسکی مخروطی خوشنما چوٹی تمام برف سے ڈھکی ہوئی ہی- گو ہکونی سے پچاس میل کے قریب دور ہی مگر اسقدر قریب معلوم ہوتا ہی کہ گویا آٹھ دس میل چل کر پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائیں گے-

آبادی کے قریب پہاڑ کی چڑھائی پر **شنتو** مذہب کا ایک مندر ہی- اِس مندر کو ایک معتبر اور نامی **شوگن** نے اب سے تین سو پندرہ برس پہلے بنایا ہی- مندر کے راستے پر دونوں طرف بہت خوشنما موٹے اور بلند بلند کاج کے درختوں کی قطار ہی- اکثر درخت تین ۳ گز دور اور تیس ۳۰ گز تک اونچے ہیں اور سڑکوں پر بھی اس قسم کے درخت ہیں- مندر کی عمارت میں چندے کا روپیہ ڈالنے کو چند صندوق رکھے ہیں جسکا جی چاہے اُنمیں کچھ خیرات کے طور پر ڈالدے-

ہکونی جھیل کے اندر آبادی سے ملا ہوا ایک بلند ٹیلہ ہی جو جزیرہ نما کی طرح پانی کے اندر چلا گیا ہی- **مکادو** (شہنشاہ جاپان) کا ایک محل اُسکی چوٹی پر بنا ہوا ہی- اول ہکونی کے چار خانے میں جو جھیل کے اوپر مشرف ہی کھانا کھایا- اُسکے بعد کشتی میں سوار ہوکر جھیل سے پار اُترے- ہوا کی تُندی اور پانی کی برودت کی وجہ سے اسقدر سردی تھی کہ بغیر کچھ اوڑھے ہوے بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا- چار خانے کی طرف سے کشتی میں کمل اور لحاف مہیا رہتے ہیں- ایتوساں کی ہدایت سے سب نے کمل اوڑھ لیے- غرضکہ جھیل سے پار اُتر کر پیادہ پا چلے اور بہت چڑھائی

پر جا کر ایک آبادی میں پہنچے - معدنی گرم پانی کا چشمہ یہاں بھی ہی مگر گندہک کا نہیں صاف پانی ہی - جیسا میانوشیتا میں تھا - بازار میں ایک جگہ سے پانی نکلتا ہی اُسپر مکان بنا ہوا ہی اور چشمہ بطور حمام مکان کے اندر ہی - اوّل مسٹر بڈن نے ذرا کیواڑ ہٹا کر جھانکا - چند عورتیں مادرزاد ننگی اُسمیں نہا رہی تھیں - اُس سے پچاس گز فاصلے پر پتھروں میں قدرتی بے کینڈے دو گڑھے ہو گئے ہیں - اُنکی تہ سے بھی ایک سوت نہایت شفّاف گرم پانی کا جاری ہی - اوپر تختے کی عمارت کا سایہ ہی - باہر کا حوض سوائے چھت کے اور سب طرف سے کُھلا ہوا ہی اور اندر کا سوائے ایک دروازے کے سب طرف سے تختے کی دیواروں سے بند ہی - تین مرد دو عورتیں باہر کے گڑھے میں اور چودہ مرد عورتیں اندر کے حوض میں ننگی نہا رہی تھیں - اول مسٹر بڈن نے پھر مسٹر ہوس اور کرنل رسٹن نے باری باری سے جا کر اُنکو دیکھا - جو اندر گیا ہنستا ہوا نکلا - دوسرے کو اشتیاق پیدا ہوا کہ اندر کیا چیز ہی - جاپانی حیرت زدہ ہو کر ان اجنبیوں کا تماشہ دیکھتے تھے - عبد الصمد خان مولوی فرخی سب نے دھوکا کھایا اور ایک نظر دیکھکر لاحول پڑہتے ہوئے اُلٹے پاؤں نکل آئے -

جاپانیوں میں کسی قسم کا پردہ اور حجاب نہیں ہی - اُس سے زیادہ یہ سادگی تھی کہ وہاں سے ننگے نکل کر اپنے گھر تک کپڑے پہننے کو چلے آتے تھے اور گھروں میں کپڑے اُتار کر حوض تک چلے جاتے تھے -

غرضکہ وہاں سے بہت دشوار چڑھائی پر قریب ایک میل کے آگے جا کر گندھک

کی کھان ہی جسکو جاپانی بڑا دوزخ کہتے ہیں۔ جابجا جلا ہوا پہاڑ اور زمین سے دھواں اور آگ نکلتی ہی۔ تمام پتھر سرخ یا زرد ہو گئے ہیں۔ بالعموم چشموں کا پانی جو اِس کان سے گزرتے ہیں سرخ رنگ پھٹکری اور گیس ملا ہوا مزا معلوم ہوتا ہی۔ بعض اور بھی زیادہ تلخ اور کھولتا ہوا گرم ہی۔ زمین بھی کہیں سرخ کہیں زرد ہو گئی ہی۔ پتھروں سے اکثر گندھک لپٹی ہوئی ہی۔ درخت اور گھاس بھی جلی ہوئی ہی۔ کہتے ہیں کہ یہ آگ ایک جگہ قائم نہیں رہتی مختلف مقامات میں کبھی کہیں کبھی کہیں پھوٹ نکلتی ہی گندھک کا پہاڑ ختم ہو کر پہاڑ کی کمر میں بہت تنگ راستہ ہی ایک آدمی چل سکتا ہی۔ ایک طرف بہت گہرا غار ہی جسمیں سب قسم کے گرم اور رنگین پانی کے چشمے مل کر ایک نالہ ہو کر بہتے ہیں۔

اسی پہاڑ کے اطراف میں **کوبکشا** Kobaksha نام جاپانی کمپنی کا ایک اسٹڈ Stud ہی جسمیں آٹھ سو گھوڑیاں اور گائیں رہتی ہیں۔ گھوڑیوں سے نسل بڑھائی جاتی ہی اور گایوں کے دودھ سے مکھن وغیرہ بنا کر شہروں کو بھیجا جاتا ہی۔

ہر مقام سے فوجی یاما پہاڑ کی چوٹی برف کا برقع اوڑھے ہوئے اپنا جلوہ دکھا رہی ہی۔ غرضکہ اِس دشوار گزار راستے کو طی کر کے پہاڑ کے نیچے اُترے۔ گھوڑے۔ جنکو ہکونی جھیل سے آگے روانہ کر دیا تھا دوسری راہ سے آ کر یہاں کھڑے تھے۔ سوار ہو کر پانچ بجے شام کو میانوشیتا میں آ گئے۔ ہم تیسری کو جاپان میل اسٹیمر (ڈاک کا جہاز) میں سوار ہو کر براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہوئے اور اُسیوقت

مسٹر ہوس کو تار دیدیا کہ ہماری خیریت اور روانگی سے ہمارے دوستوں کو مطلع کردیں-

۵ مئی - ہماری روانگی کی اطلاع پاکر صبح کو چھ بجے مولوی فرخی وغیرہ بھی رکشا میں سوار ہوکر **یوکوہاما** کو چلے- اُتار تھا- رستہ بہت جلد طے ہوا- میانوشتیا سے ڈھائی تین میل چل کر پہلے رستے کو چھوڑ کر **تماداری** Tamadari کی آبشار پر گئے- پہاڑ کی بلندی پر سبز جنگل میں بہت خوبصورت ایک چارخانہ ہی- اُسکے سامنے کی طرف بلند پہاڑ ہی اور تقریباً بتیس پچیس گز بلندی سے بیس گز چوڑی آبشار نہایت باریک اور خوشنما دھاروں میں گرتی ہی- عجیب دلچسپ نظارہ ہی- معلوم ہوتا ہی تروتازہ پھولوں کے نورانی چہرے پر مشاطۂ قدرت نے شبنم کی نقاب ڈالی ہی- آبشار کا پانی چمن کے قدموں میں آکر ایک قدرتی نشیب میں جسکا عمق چار گز سے زیادہ نہیں ہی جمع ہوتا ہی اور اُسمیں صدہا مچھلیاں سرخ- زرد اور سپید رنگ کی پلی ہوئی ہیں- پانی کے بیچ میں قدرتی چٹان تخت کی طرح واقع ہوئی ہی- چارخانے کے صحن میں رنگ رنگ کے پھولوں کی بہار لگائی ہی- اِس آبشار کے دلفریب نظارے کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی- مگر سوائے اسکے کہ انسان آنکھ سے دیکھے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرے-

مولوی صاحب وغیرہ وہاں سے چل کر میوتو میں اور میوتو سے گٹ امبا تک ٹراموے میں اور گٹ امبا سے ریل پر سوار ہوکر ہم سے ملنے کی خوشی میں روانہ ہوئے اور ہم سے پہلے یوکوہاما میں پہنچکر جسطرح ہمنے پہلے ذکر کیا ہی ہمسے آملے-

آج ہندوستان کی ڈاک بھی آئی ہی مگر تعجب ہی کہ رام پور سے کوئی تحریر ہمارے یا کسی دوسرے کے نام نہیں آئی - البتہ بمبئی - بریلی وغیرہ کے خطوط آئے اور اخباروں کا بھی ایک انبار -

۶ - مئی - چونکہ کسی قدر تکان اور کسل باقی تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

۷ - مئی - صبح کو سویرے کھانا کھا کر - ساڑھے نو بجے ریل میں سوار ہو کر نیکو Niko کو روانہ ہوئے - یوکوہاما کا اسٹیشن اور اسٹیشنوں کی نسبت بڑا ہی - راستے میں چار جگہ گاڑی بدلنا پڑی - بعض دہات میں جو راستے کے کنارے پر واقع ہیں - سُرخ اور گلابی پھولوں کی بہار بوئی ہوئی ہی - خودرو جنگلی درخت ہیں مگر مکانوں کو آراستہ کرنے کی غرض سے چمن میں لگائے ہیں - یہاں سے جہاں چاہتے ہیں گملوں میں اُٹھا کر لے جاتے ہیں - اِس امر سے قیاس ہو سکتا ہی کہ جاپانیوں کو کسقدر آرائش اور نیچرل چیزوں کے دیکھنے کا شوق ہی - قدرتی زرد اور سُرخ پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہی - جہانتک نظر جاتی ہی یہی خودرو پھول نظر آتے ہیں - نیکو کے قریب پہنچکر ایک ایسی سڑک ملتی ہی جسپر بائیس ۲۲ میل تک دو طرفہ بلند اور ہم قد کاج کے درختوں کی قطار ہی - بہت خوبصورت درخت ہیں - جنگل میں جا بجا زراعت کی طرح ناشپاتی کے باغ ہیں - ناشپاتی کے پودوں کو زمین پر لگا کر جب وہ ڈیڑہ گز بلند ہو جاتے ہیں تب اوپر سے تمام کھیت کو بانس کی ٹٹیوں سے ڈھانک دیتے ہیں اور درخت کی شاخیں ٹٹی کے خانوں سے نکال کر اوپر کی طرف پھیلا دیتے ہیں

پھل بھی اکثر اوپر کی شاخوں میں آتا ہی۔ اِن درختوں کی موٹائی دو ڈیڑھ انچھ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح جنگلی توت (جسکو کر توت بھی کہتے ہیں) بوئے جاتے ہیں جو ریشم کے کیڑوں کا چارہ ہی۔ دونوں قسم کے کھیت یعنی ناشپاتی اور توت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جنگلی درخت سرخ رنگ کے پتوں کا اکثر مکانوں میں آرائش کیواسطے لگاتے ہیں۔

غرضکہ خوشنما جنگلوں سے گزرتے ہوے شام کے قریب ہم نکو اسٹیشن پر ریل سے اُتر کر رکشا میں سوار ہوے اور نکو کے بازار میں ہوکر مقدس پل سے اُتر کر دو ڈھائی میل راستہ طے کرنے کے بعد نکو ہوٹل میں پہنچے۔ پہلے سے بندوبست کر لیا گیا تھا۔ انگریزی طرز کا ہوٹل اور اُسکے پہلو میں جاپانی ہوٹل ہی۔ ہوٹل کے سامنے ندی بہتی ہی اور پشت کیطرف بلند پہاڑ ہی۔ عمارت کے صحن میں فوارہ اور کم عمق حوض میں سرخ زرد اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں

۸ مئی۔ کھانے کے بعد سب ہمراہی گھوڑوں پر اور ہم رکشا میں سوار ہوکر نکو جھیل کو دیکھنے گئے۔ چار میل کے قریب جاکر کسی قدر ایک چارخانے میں دم لیا۔ راستے کے داہنی طرف پہاڑ اور بائیں طرف بہت گہری ندی تھی۔ صرف راستہ ہی بیچ میں تھا۔ اُسپر بھی تھوڑی دور تک ٹراموے کی سڑک بنی ہوئی ہی۔ مگر ابھی ٹراموے جاری نہیں ہوئی۔ ہماری طبیعت کسی قدر کسل مند تھی اسلیئے مولوی فرخی اور عبدالمجید خاں کو ساتھ لے کر چار میل سے لوٹ آئے۔ کپتان کانون صاحب، مسٹر ہوس اور فتحیاب خاں وغیرہ جھیل پر گئے۔ بیان کرتے ہیں پہاڑوں کے بیچ میں چار میل لمبی دو میل چوڑی بہت خوبصورت جھیل ہی۔ ہم تو پہلے ہی نکو میں آگئے تھے۔ شام

تک اور سب بھی واپس آ گئے۔ مولوی فرخی کو دردِ سر اور قے کا دورہ ہوا جو دھوپ میں چلنے سے اکثر ہو جاتا ہی۔ کپتان کالون صاحب مچھلی کے شکار کی غرض سے جھیل پر رہ گئے تھے۔ علی الصباح واپس آئے اور ایک مچھلی سوا دو پونڈ وزن کی پکڑ لائے۔

۱۰ مئی۔ شب کو خفیف سا زلزلہ محسوس ہوا مگر ہمارے رفقا سے کپتان کالون صاحب بہادر اور مولوی فرخی کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا۔ اس ملک میں اکثر زلزلہ ہوتا ہی جسکا سبب آتش فشاں پہاڑوں کا قرب ہی۔ یہی وجہ ہی کہ زیادہ تر عمارت لکڑی اور تختے سے بناتے ہیں۔

نیکو میں ہوٹل کی پشت پر پہاڑ کے اوپر دو مندر بہت خوبصورت ہیں۔ چند دُکانیں اور چارخانہ بھی ایک مندر کے احاطے میں ہی۔ کسی قدر اور زیادہ چڑھائی پر جا کر مشہور سونے کا مندر ہی۔ لکڑی پر نہایت عمدہ اور نازک منبت کاری کی ہی۔ مندر کے اکثر حصے پر خالص سونے کے پتّر چڑھے ہوئے ہیں۔ اُن پر بھی خوشنما نقش و نگار کیے ہیں۔

اہل جاپان مبالغہ کرتے ہیں کہ جسقدر سونا تمام جاپان میں ہوگا اُس سے کئی حصے زائد اس مندر میں ہی۔ پہلے مندر کے برآمدے میں چند دیوؤں کی مورتیں نہایت ہیبت ناک سرخ بعض سیاہ رنگی ہوئی کھڑی ہیں۔ بعینہٖ ایسی شکلیں ہیں جیسے کاغذ کے مقوے سے ہیچا بناتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہی جاپانیوں کو بھی جہلاء ہندوستان

کی طرح دیوؤں کی نسبت عقیدہ ہی۔

نیکو ہوٹل میں ہمکو چند پارسی ملے جو ستلج اسٹمر پر ہمارے ہم سفر تھے۔

۱۱ مئی۔ گیارہ کو ایک بجے کے بعد ہم مع ہمراہیوں کے رکشا میں سوار ہوکر امی چی Amichi اسٹیشن کو جو نیکو سے ایک اسٹیشن آگے ہی روانہ ہوئے کپتان کالون صاحب نیکو سے سوار ہو گئے۔ ہم صرف اس غرض سے کہ راستے میں جو بائیس۲۲ میل سڑک پر کاج کے بلند اور تناور درختوں کی قطار ہی اُسکو دیکھتے ہوئے امی چی سے سوار ہونگے ایک اسٹیشن رکشا میں آئے۔ بعض درختوں کی بلندی تیس۳۰ گز اور دور چھہ۶ گز تھا۔ نہایت خوشنما اور یکساں سیدہے درخت ہیں۔ ۷ مئی کو نیکو سے آتے ہوئے بھی یہ درخت دور سے معلوم ہوتے تھے۔ دو بجے سے قبل اسٹیشن پر آکر جارخانے میں ٹھیرے۔ ڈھائی بجے ریل آئی۔ سوار ہوکر ٹوکیو کو روانہ ہوئے اور رات کو ساڑھے سات بجے ٹوکیو پہنچکر رکشا میں سوار ہوکر امپیریل ہوٹل کو گئے۔

یہ شہر بہت وسیع ہی۔ پندرہ لاکھ آدمی آباد ہیں۔ بازار میں گیاس کی روشنی ہی مگر اکثر دکانوں پر برقی لیمپ بھی لگے ہوئے ہیں۔ ٹیلی فون اور تار اس ملک میں ذرا ذرا سے گانٔو کو بھی جا سکتا ہی۔ مگر جاپانی یا انگریزی زبان کے سوا اور زبان میں ممکن نہیں۔ رات کو ہوٹل میں رہے۔ نہایت عالی شان عمارت ہی۔ ہوٹل کے ایک طرف شہنشاہ جاپان (مکادو) کے رہنے کا قلعہ اور شاہی محل ہی۔ قلعے کی خندق وسیع اور ہمیشہ پانی سے پُر ہی۔

۱۲ مئی - صبح کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - سہ پہر کو سفیر انگلنڈ سے ملاقات مقرر ہے - ایک بجے **سر ولیم پلوڈن صاحب** جو میرٹھ میں کمشنر اور ہندوستان میں جابجا مختلف عہدوں پر رہ چکے ہیں اور نواب **خلد آشیاں** کے دوست ہیں، ہم سے ملنے کو آئے - نہایت خلیق بزرگ منش آدمی ہیں - سیاحت کی غرض سے جاپان آئے ہیں -

دو بجے کے قریب کپتان کالون صاحب اور ہم حسب قرارداد سفیر انگلنڈ کے مکان پر گئے - ۱۳ مئی کو سفیر صاحب نے دعوت ٹفن کے واسطے ہم سے وعدہ لیا ہے وہیں جاپانی **فارن سکرٹری** سے بھی ملاقات ہو گئی -

شہنشاہ جاپان سے ملنے کا ارادہ تھا مگر محض اس خیال سے کہ اُنیس ۱۹ مئی کو جہاز **گیلگ** پر امریکہ کو روانگی مقرر ہو چکی ہے - اگر شہنشاہ نے ملاقات کیواسطے اُنیس ۱۹ کے بعد کوئی تاریخ مقرر کی تو جہاز چلا جائے گا اور پھر دوسری ڈاک تک منتظر رہنا اور پروگرام بدلنا پڑے گا اس ارادے کو موقوف رکھا -

۱۳ مئی - آج بارہ بجے سفیر انگلنڈ ہمارے مکان پر آئے اور ہمکو اپنے ساتھ لے گئے - پہلے جاپانی فارن منسٹر (وزیر دول خارجہ) سے تعارف کرایا بعد کو ٹفن کے واسطے اپنے مکان پر لے گیے - سفیر انگلستان کا نام - ایم - ڈی **بنسن** M.D. Bensun اور جاپانی فارن منسٹر کا نام **مسٹر موت سو** Mr. Mutsoo ہے - ٹفن کے بعد ہم ہوٹل میں واپس آ گئے - چار بجے مسٹر موت سو

وزیر دول خارجہ جاپان ہم سے ملنے کو ہوٹل میں آئے۔ انگریزی زبان بولتے ہیں مگر اُنکا تلفظ مشکل سے سمجھ میں آتا ہی۔ کہتے تھے مجھے شہنشاہ نے قید کر دیا تھا میں نے اُسی فرصت میں انگریزی زبان سیکھی ہی۔ شہنشاہ سے ہمارے نہ ملنے کی نسبت بہت افسوس کرتے تھے۔

شہنشاہ جاپان قلعے کے اندر جو پانی سے لبریز عمیق خندق سے محصور ہی رہتے ہیں۔ نہایت مضبوط پتھر کا قلعہ ہی۔ فصیلوں پر سر سے پاؤں تک گھاس جمی ہوئی ہی۔

وزیر خارجہ اور اِس درجے کے اور سردار **دائی جن** Daijin کھلاتے ہیں اکثر جاپانی افسر اور ارکانِ دولت ڈاڑھی ورنہ مونچھیں تو ضرور رکھتے ہیں۔ باقی اہلِ ملک چار ابرو کا صفایا۔ ٹوپی تو بالعموم اہل جاپان نے انگریزی اختیار کر لی ہی مگر ارکان دولت اور تعلیم یافتہ لوگ لباس بھی انگریزی پہنتے ہیں۔ پولس اور فوج کی وردی فرانس سے مشابہ ہی۔ باقی اہل ملک ڈھیلی ڈھالی آستینوں کا چغہ اور تہ بند۔ پاؤں میں لکڑی کی بہت اونچی کھڑاؤں۔ مرد اور عورتیں لباس میں مشابہ ہیں۔

چونکہ ہمکو وزیر جاپان کے آنے کا انتظار تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا مولوی فرخی۔ عبدالمجید خاں۔ مسٹر ٹڈن اور رائیتو ساں جاپانی ایک تماشے میں گئے جو چوگان بازی کی طرح یا پولو کے مثل سپہ گری کا کرتب ہی۔ کئی میل تک بازار سے گزر کر نہایت خوشنما مربع تالاب پر پہنچے جسکے اطراف میں گھوڑ دوڑ کا چکر بنا ہوا ہی۔

تالاب کے اندر جزیرے کے مثل ایک چارخانہ اور سڑک سے آمدورفت کے واسطے پُل ہی۔ تالاب کی ایک سمت میں تماشہ خانے کی دومنزلی چوبی عمارت ہی۔ اوپر کے درجے میں بینچ اور کُرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ عمارت کے صحن میں ایک تختہ جسکا طول و عرض دو دو گز مربع ہی چاندماری کی طرح یہ کھڑا ہی تختے کے بیچا بیچ فٹ بھر مدور سوراخ ہی اور اُسپر جالی کی ایک چلمن پڑی ہی۔ کرتب یہ ہی کہ دس بارہ آدمی زرہ اُسپر چار آئینے لگے ہوئے سر پر خود پہنے ہوئے ہاتھوں پر کُہنیوں تک آہنی دستانے چڑھائے۔ قدیمی طرز کے لباس جنگ سے آراستہ نہایت خوبصورت اور چالاک ٹٹوؤں پر سوار ہوکر گز سوا گز لمبی چھڑی سے جسکے سر پر سانپ کے پھن کی طرح خمدار کفچہ تانت سے بُن کر لگایا ہی۔ گاف کھیلنے کی گیندوں کو اُس کفچے سے اُٹھاکر بڑے تختے کے سوراخ پر دور سے پھینکتے ہیں۔ مقصود یہ ہی کہ گیندیں اُس سوراخ سے پار نکل جائیں۔ سرخ سپید اور زرد رنگ کی ساٹھ ستر گیندیں میدان میں جابجا ڈالکر۔ سواروں نے گھوڑے دوڑاکر اُس کفچہ دار چھڑی سے ایک ایک گیند اُٹھاکر تختے کے سوراخ سے اُسطرف پھینکنے کی کوشش کی اور اکثروں نے بہت جلد نشانے سے گیند نکالدی۔ جب ایک سوار گیند اُٹھاتا ہی تو دوسرا اپنی چھڑی سے گرا دیتا ہی اور سوار کو بھی گھوڑے سے گرانے کی کوشش کرتا ہی۔ گھوڑے بھی بہت چالاک اور شریر ہیں اسقدر کشمکش ہوتی ہی کہ تین تین چار چار گھوڑے اور سوار آپس میں گتھ جاتے ہیں اور گمان ہوتا ہی

کہ سب اوپر نیچے گریں گے مگر سوار کو ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی نہایت مفید مشق ہی۔ ایک شخص نقارہ لیئے ہوئے تختے کے اُسطرف بیٹھا ہی۔ جب گیند پار نکل جاتی ہی تو ایک چوب نقارے پر لگاتا ہی اور لکھنے والا سوار کا نام لکھ لیتا ہی۔ جب صرف ایک گیند جسپر بازی کا خاتمہ ہی باقی رہجاتی ہی تو بڑی اندیشہ ناک تگ و دو ہوتی ہی۔ غرضکہ تین دفعہ چوگان بازی ہوئی اور ہر دفعہ ایک سوار کامیاب ہوا۔ سواروں کو تلوار کی لڑائی سکھانے کے واسطے نہایت عمدہ مشق ہی۔ اِس کرتب کو جاپانی زبان میں **داکیوہا** Dakyo کہتے ہیں۔ داکیو شروع ہونے سے پہلے دو عورتیں خوشنما رنگین لباس پہنکر نہایت عمدہ اور خوبصورت چالاک گھوڑوں پر سوار اس شان سے کہ پشت کی طرف دو لکڑیاں کمر سے گردن تک بندھی ہوئیں اُنمیں سرخ زرد اور سپید رنگ کے گرنٹ کا آٹھ نو گز لمبا تھیلا۔ تھیلے کے اوپر کے سرے پر جو گردن کے پیچھے دونوں لکڑیوں سے بندھا تھا۔ بید کا حلقہ لگا ہوا۔ دوڑ کے چکّر پر تالاب کے چاروں طرف باری باری سے دو دو چکر کیئے۔ تھیلے میں ہوا بھر کر پھول جاتا تھا۔ عجیب قسم کا تماشہ ہی۔ زیادہ عجیب اور قابلِ التفات یہ امر ہی کہ دونو ٹٹو یک رنگ مشکی بہت ہی خوبصورت اور انوکھے جانور ہیں۔ اسکے بعد چند پٹے باز جنکے سروں پر خود۔ مُنہ پر آہنی جالی۔ پیٹ اور بغلوں میں چمڑے کے چار آئینے۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے آئے۔ اوّل دو شخص دو موسلوں سے لڑے۔ ہر ایک ضرب پر جو موسل پر پڑتی تھی دونوں مقابل اپنے اپنے حریف کی

طرف سے منہ پھیر کر خوب غرّاتے اور للکارتے تھے۔ اِسی طرح چند جوڑ ایک قسم کے گدکوں اور بانسوں سے لڑے۔ ایک عورت اُسی قسم کا لباس پہنکر ایک مرد سے مقابل ہوئی۔ عورت کے ہاتھ میں لٹھ تھا اور مرد کے ہاتھ میں گج بانک کی شکل ایک لوہے کا آلہ تھا بانک کے خم میں درانتی کی طرح تیز دھار تھی اور لونگ کے اوپر سوراخ میں دو ڈھائی گز لمبی رسّی بندھی ہوئی۔ رسی کے سرے پر بندوق کی گولی برابر گیند تھی۔ عورت بانس کے حربے سے مارتی تھی اور مرد رسّی سے ردّ کرتا تھا کبھی چابک کی طرح مارتا تھا اور تاک میں تھا کہ حریف کو رسّی میں لپیٹ لے۔ غرضکہ بہت ردّ و قدح کے بعد اُسنے مخالف کو مع بانس کے رسی میں لپیٹ کر درانتی میں گردن پھنسالی۔ نہایت عجیب لڑائی تھی۔ عورت مرد سے بہت زیادہ غُرفش کرتی تھی کئی دفعہ اُس گج باگ اور رسّی سے عورت کو مغلوب کیا۔ بانس کی ضرب کو بھی رسّی سے روکتا تھا۔ اور کبھی اُس رسی سے مخالف کا حربہ چھین کر درانتی سے گردن دبا لیتا تھا اور حلق کو بائیں ہاتھ سے دباکر زور کرتا تھا۔ گویا گردن کاٹ لے۔

ایک شخص نے آڑی ترچھی رسّیاں بغلوں میں اور گردن کے پیچھے ڈالکر اسطرح اپنے ہاتھ باندھ لیے کہ اوپر نہ اُٹھ سکیں اور اُنہیں بندھے ہوئے ہاتھوں سے تین گز لمبی تلوار کو میان سے نکال لیتا تھا۔ نہایت عجیب مشق تھی۔

یہ تمام قصہ مولوی فرخی نے ہم سے آکر بیان کیا اور کرتب کرنے والے پٹے بازوں کی چند تصویریں لاکردیں۔

غرضکہ وزیر جاپان ہوٹل میں ہمارے پاس آئے۔ سفیر انگلینڈ بھی اُنکے ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چاء وغیرہ کی تواضع کے بعد رخصت ہوئے۔ افسوس کرتے تھے کہ ہم شہنشاہ سے کیوں نہ ملے۔

عوام جاپانی شہنشاہ کا اصلی نام کنجو Konjoo اور تین سمان Tensaman یعنی آسمان یا سب سے بلند کہتے ہیں اور ملکہ کو گوگون سمان Kogosaman نواب ولی عہد کا نام جو ملکہ کے سوا مکاکی سان بی بی کے شکم سے ہے ہرمیا Harmeya ہے۔ شہنشاہ کے ایک ملکہ ہوتی ہے اور بارہ خواصیں جنکو پسند کر کے نوکر رکھ لیتے ہیں۔ اور مثل بی بی کے رکھتے ہیں۔ ایسی بی بی کو مکاکی سان کہتے ہیں اور بیاہتا بی بی کو اوکامی سان ان دو قسم کے سوا ایک تیسری قسم کی بھی بی بی ہوتی ہے جو باہم تعشق کے بعد بغیر نکاح مرد کے ساتھ ہوجاتی ہے اُسکو یوُرُوَنّا Yorowanna کہتے ہیں۔ ملکہ حال شاہی خاندان سے ایک معزز شاہزادے کی بیٹی ہیں۔ یہ عجیب امر مشہور ہے کہ کسی شہنشاہ کے گھر ملکہ سے اولاد نہیں ہوتی۔ انہیں بارہ مکاکی سان میں سے کسی ایک سے اولاد پیدا ہوتی ہے عام طور پر بیاہتا بیبیاں پہلی ہی شب اپنے دانت سیاہ رنگ لیتی ہیں۔ جسکے سبب دوسری اور تیسری قسم کی عورتوں سے ممتاز ہوتی ہے۔

جاپانی لوگ اگرچہ بدھ اور سنتو مذہب رکھتے ہیں اور لفظ سن کے معنی معبود

بیان کرتے ہیں - مگر خداوند عالم کو **کھامی ساماں** Khamesaman اور عبادت کو اوگاموو Ogamoo کہتے ہیں -

۱۴ - **مئی** مولوی فرخی میانوشیتا کی بہت تعریف کرتے تھے اسلیئے ہم - کپتان کالون صاحب بہادر - عبدالمجید خان اور فتحیاب خاں ٹوکیو سے ریل پر سوار ہو کر میانوشیتا کو روانہ ہوئے - ٹوکیو سے پون گھنٹے میں یوکوہاما پہنچ گئے - مولوی فرخی - عبدالصمد خان - مسٹر ہوس اور مسٹر بٹن چونکہ پہلے وہاں ہو آئے ہیں یوکوہاما ہیں ٹھہر گئے - ہم ایتوساں† گائیڈ کو ساتھ لئے میانوشیتا کو چلے گئے -

چودہ ۱۴ - پندرہ ۱۵ - سولہ ۱۶ اور سترہ ۱۷ مئی کو مولوی صاحب وغیرہ یوکوہاما کی سیر کرتے رہے - ہم سترہ مئی کی شام کو میانوشیتا سے واپس آ گئے - وہاں کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہی مکرر لکھنے کی حاجت نہیں ہی -

۱۸ - **مئی** کو قیام رہا اور بازار سے مختلف چیزوں کی تصویریں جو اس اجنبی ملک کی حالت کو ہمارے ہم وطنوں پر ظاہر کرتی ہیں خریدیں - شام کو گیلاک جہاز پر کہ ہوٹل کے سامنے لنگر کئے ہوئے کھڑا تھا اسباب بھیجا گیا - ڈوب جانے کا اندیشہ ہی - منیجر نے عذر کیا کہ آج ہوا تیز اور دریا بشدت طوفانی ہی - ایسی حالت میں کشتی ڈوب جانیکا اندیشہ ہی جہاز پر اسباب نہیں جا سکتا - رات اسی فکر میں کٹی کہ دیکھیے صبح کو بھی جہاز تک جا سکتے ہیں یا نہیں -

---

† سان تعظیمی لفظ ہی صاحب کی جگہ استعمال ہوتا ہی - ۱۲

جاپان کے ضروری حالات

جاپانی امپائر میں باستثنائے ۔ توکیو ۔ یوکوہاما ۔ کوبی ۔ اوساکا ۔ نیگاسکی ۔ ہاکاڈاٹی اور نائی گیٹا ۔ کے سب جگہ غیر ملک کا آدمی بغیر پاس پورٹ کے نہیں جا سکتا ۔ پاس پورٹ ۔ یعنی جس ملک کا آدمی ہی اُس ملک کے سفیر یا کانسل سے جو جاپان میں اپنی سلطنت کی طرف سے متعین ہو ایک تحریری سند سفر کی نسبت لینا چاہیئے ۔

نائی گیٹا اور ہاکاڈاٹی کی ہر سمت میں بھی ۲۵ میل تک بغیر پاس پورٹ کے جا سکتے ہیں ۔ کیوتو اور بیوا جھیل تک جانے کو پاس پورٹ کانسل کے وسیلے سے کوبی کے حکام سے ۔ اور ہکونی ۔ میانوشیتا اور اتامی وغیرہ کے واسطے یوکوہاما سے مل سکتا ہی ۔

جاپانی سکّے

چاندی کا سکّہ جسکو جاپانی زبان میں ین” اور ہم لوگ ڈالر کہتے ہیں ہمارے سکّے کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہی ۔ ایک ین کے سو سینٹ (جسکو جاپانی سین کہتے ہیں) ہوتے ہیں ۔ سین تانبے کا سکّہ ہی اسکے سوا چاندی کے اور بھی سکّے ہیں ۔ مثلاً ۵۰ پچاس سین ۔ ۲۰ بیس سین ۔ ۱۰ دس سین ۔ پانچ سین ۔ مگر پانچ سینٹ نکل کا بھی ہوتا ہی اور چاندی کا بھی ۔ تانبے کے سکّے دو سین ۔ ایک سین اور نصف سین

کاغذ کے نوٹ یا ٹکٹ ۰۵ سین اور پھر ایک ڈالر سے لگا کر اوپر صدہا تک ہوتے ہیں یورپ میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں سب میں تار پر خبر جاتی ہے۔ ملک کے اندر اندر پہلے پانچ لفظوں کے واسطے جنمیں پتہ شامل ہے پچیس سینٹ پر فی لفظ پانچ سینٹ امریکہ ہو کر یورپ کو دسویں روز اور چین ہو کر تمام ممالک دنیا کو ہر آٹھویں روز ڈاک جاتی ہے۔ تمام ضرورتوں کی نسبت رہنمائی کرنے کو انگریزی زبان میں کتابیں بکتی ہیں جن سے جن رکشا۔ ریل۔ ٹراموے وغیرہ سب کا کرایہ معلوم ہو سکتا ہے۔ جاپانی زبان سیکھنے کو ایسی کتابیں ملتی ہیں جنمیں فرنچ۔ انگریزی اور جاپانی الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک سے جاپان میں کسوم۔ نیل اور چمڑا مفید تجارت چیزیں ہیں۔ اور جاپان سے سوائے لکڑی۔ چینی۔ تام چینی کے عمدہ ظروف اور اسباب۔ ریشم کے تھان ریشمی رومال وغیرہ۔ دھنیلا پتھر جسکی عینکیں بنتی ہیں۔ جاپان میں بہت آرام ملتا ہے۔ مولوی صاحب نے یوکوہاما سے دھنیلے کے بنے بنائے تال فی جوڑ ایک ڈالر کو خریدے۔ اگر بغیر ترشا ہوا پتھر خریدا جائے تو بہت ارزان ہے۔ باقی حالات گائیڈ بک پر حصر ہیں جو جائے گا ضرور بقدر ضرورت ہر قسم کی کتابوں سے مدد پائے گا۔

بحر الکاہل

(تاریخوں کے حساب سے انیس ۱۹ روز۔ دنوں کے شمار کے حساب سے بیس ۲۰ روز)

۱۹ مئی - خداے تعالیٰ کا شکر ہی - صبح کو مطلع صاف اور ہوا رُکی ہوئی ہی کھانے کے بعد دُخانی بوٹ میں مع اسباب کے سوار ہو کر جہاز پر آ گئے - گیلک جہاز ستلج سے کسی قدر بڑا ہی - طول میں ۴۲۰ ۳/۴ فیٹ اور چوڑائی ۴۲ ۱/۲ فیٹ وزن ۴۲۰۶ - ٹن یا ۱۱۷۷۶۸ من رفتار فی گھنٹہ ۱۴ - ناٹ - درجہ اول کے مسافر ۵ - تتق یا تہ خانے میں (۸۰۰) ۱۸۸۵ء کا بنا ہوا ہی - ڈک پر پچاس فسٹ کلاس کیبن ہیں - نیچے تتق میں چھ سو چینا جو مزدوری وغیرہ کی غرض سے امریکہ جاتے ہیں سوار ہیں - دوسری طرف چند جاپانی شرفا ہیں فسٹ اور سکنڈ کلاس امریکن اور یورپین وغیرہ مسافروں سے بھرا ہوا ہی - ہماری کیبن ڈک کے نیچے والے درجے میں ہی - مولوی فرخی اور فتحیاب خان ڈک کے اوپر ایک بڑی کیبن میں ہیں - اتفاق سے اُنکو چار پلنگ کا کیبن عمدہ موقع پر مل گیا ہی مولوی صاحب کو جسقدر ہوادار اور وسیع کیبن سے راحت ہی - اُس سے بدرجہا زیادہ نفرت انگیز چینیوں کا قرب ہی - جو صبح سے شام تک کیبن کے اطراف میں ڈک پر بھرے رہتے ہیں اور کھانا کھانے کے وقتوں کے سوا ہر وقت آپس میں جوا کھیلا کرتے ہیں - اِن لوگوں کی غذا یہ ہی کہ گوبی وغیرہ کے پتے جو باورچی خانے سے پھینک دیئے جاتے ہیں اُنکو پانی میں جوش دیکر پتلا شوربا بنا لیتے ہیں - کبھی کیڑے مکوڑے اور کبھی مرغیوں کی آلائش اور خون جو ہمارے واسطے ذبح ہوتے ہیں اُس شوربے میں ملا کر پیتے ہیں - دو تیلیوں سے خشکہ مُنہ میں بھرتے جاتے ہیں - اسقدر کثیف طبیعت ہیں کہ صبح کو ایک گہرے طباق میں جو ٹین کا بنا ہوا ہر شخص کے پاس ہی پانی بھر کر پہلے دانتوں پر برش پھر اُسی میں مُنہ دھوتے ہیں

پھر اُس پانی سے کپڑا بھگو کر تمام بدن کو دھوتے ہیں اور پانی پھر اُس ظرف میں نچوڑ لیتے ہیں۔ غرض اُس ڈیڑھ دو سیر پانی سے سب کام کر لیتے ہیں۔

دریا چونکہ کسی قدر متلاطم ہے مولوی فرخی اور فتحیاب خاں کو دوران سر ہے۔ چینیوں کی کثرت اور کثافت نے اُس حصّے کی ہوا کو ناپاک کر دیا ہے۔ مولوی فرخی کو اور دفعہ کی نسبت زیادہ سخت دورہ ہوا۔ کئی روز صفراوی قے اور درد سر رہا۔ چونکہ اس جہاز میں باورچی اور خدمتگار سب چینا ہیں۔ ہم میز پر کھانا نہیں کھاتے اپنی کیبن میں بسکٹ وغیرہ کھاتے ہیں۔ یا کسی قدر غذا ہمارا باورچی بہت احتیاط سے پکا لاتا ہے۔ مولوی فرخی بھی سوائے بسکٹ اور خشکہ کے جو ہمارے نوکر اپنے واسطے پکاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں کھاتے۔ یہی حال چین اور جاپان میں رہا کہ چین میں داخل ہوتے ہی ہمنے سوائے اُس گوشت مرغ کے جو ہمارا باورچی ذبح کر کے پکاتا تھا اور سب قسم کا گوشت ترک کر دیا تھا۔ زیادہ تر یہ خیال مانع تھا کہ گو ہوٹلوں میں فرنچ وغیرہ اہل کتاب ہیں مگر شائد غیر کتابی قوموں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا بھی بازار سے لیتے ہوں۔

بہرحال **بحر الکاہل** (پیسفک اوشن) میں جو ہزاروں میل لمبا اور تقریباً ساڑھے پانچ ہزار میل جاپان سے امریکہ تک چوڑا ہے خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کنارہ ہم سے ہزاروں کوس دور ہے۔ جاپان سے ہوائی اور ہوائی سے سین فرانسسکو SanFranasco تک آبادی یا جزیرہ کوئی سہارے کی جگہ نہیں ہے۔ دریا کی

راہ سے ہمکو یوکوہاما سے ہوائی تک تین ہزار تین سو انتالیس ۳۳۳۹ ناٹ اور ہوائی سے سین فرانسسکو تک دو ہزار پچاس ناٹ مسافت طی کرنا ہی جسکا مجموعہ پانچہزار چار سو چالیس ناٹ ہی اگر یوکوہاما سے سیدہے جاتے اور ہوائی کو دہنی پر چھوڑ دیتے تو چار ہزار پانسو میل جانا ہوتا اور نو سو بیس میل مسافت کم ہو جاتی-

جاپان جہاں سے ہم امریکہ کو روانہ ہوئے ہیں کگوشیما Kogoshima سے یسو Yasu اور کوناسیری Konasey تک تیس درجہ شمالی سے پینتالیس ۴۵ درجے تک شمال کی طرف پھیلا ہوا ہی- اسی طرح شرقی درجوں میں ایک سو تیس ۱۳۰ سے ایک سو چالیس ۱۴۰ اور یزو Yesso کا آخر حصہ ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تک واقع ہوا ہی- اگر ہم سیدہے وینکوور Yencouver جاتے تو یوکوہاما سے جو ساڑہے تینتیس ۳۳½ شمالی عرض پر ہی ساڑہے سولہ ۱۶½ درجہ اوپر کو جانا ہوتا- کیونکہ وینکوور تقریباً پچاس ۵۰ عرض شمالی پر ہی- مگر ہمارا جہاز ہوائی ہو کر سین فرانسسکو جاتا ہی اور ہوائی بہ نسبت وینکوور کے جنوب کے رخ بیس ۲۰ درجہ شمالی پر ہی- یہاں سے پھر سین فرانسسکو اوپر چڑہکر چھتیس ۳۶ شمالی کے قریب ہی- اس سبب سے ہمکو ساڑہے تینتیس ۳۳½ سے بیس ۲۰ پر اور بیس ۲۰ سے چھتیس ۳۶ پر جانا ہوگا- ہوائی کا طول شرقی ایک سو چھپن ۱۵۶- وینکوور کا ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ اور سین فرانسسکو کا ایک سو بائیس ۱۲۲ ہی-

ہندوستان میں ہمارا وطن صوبہ **مغربی و شمالی** کا حصہ قریب چھبیس ۲۶

یا ستائیس عرض شمالی اور اُناسی ۷۹ طول شرقی پر ہی۔ اور خاص شہر رام پور اٹھائیس ۲۸ شمالی اور اُناسی ۷۹ شرقی پر واقع ہوا ہی۔ جاپان تیس ۳۰ شمالی اور ایک سو تیس ۱۳۰ طول شرقی پر ہی اِس سے موسم کا فرق معلوم ہو سکتا ہی۔ بہر تقدیر اِس بحر ذخار میں جو بعض جگہ دو میل تک گہرا ہی خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کوئی آبادی یا کنارہ قریب ہوتا ہی تو انسان کے دل کو ایک قسم کی خیالی ڈھارس ہوتی ہی مگر اِس سفر کے طی کرنے والوں کی تسکین کا خیالی نشانہ تمام مسافت راہ میں **ہانالولو** ہی۔ یوکوہاما سے سات آٹھ روز رات دن چل کر ایک چھوٹا سا ویران جزیرہ ملتا ہی۔ جسکا عرض و طول غایت درجہ چھ اور تین میل ہوگا جس روز سے ہم چلے ہیں کوئی بات لکھنے کے قابل نہیں ہی مگر صرف یہی ویران جزیرہ۔ ہمارا جہاز جزیرے کے بہت قریب سے گزرا۔ سپید چمکدار چونے یا کھریا کے مثل زمین اور خال خال پڑے۔ اکثر چھوٹے درخت اور کہیں کہیں گھاس معلوم ہوتی ہی۔ کئی میل تک ایک سبز دیوار سی نظر آتی ہی افسران جہاز سے (جو ہمیشہ اِس راہ سے گزرتے ہیں) معلوم ہوا کہ گھونگے سیپیوں وغیرہ کا انبار ہو کر دریائی پرندوں کی بیٹ سے (جو رات کو وہاں بسیرا کرتے ہیں) گھاس جم آئی ہی۔ جزیرے کے اطراف کا پانی غالباً سفید مٹی کی آمیزش کے باعث گہرا زنگاری نظر آتا ہی۔

چند روز ہوئے اِس جزیرے کے قریب ایک جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ پندرہ سو ۱۵۰۰ آدمی جو جہاز پر سوار تھے کنارہ قریب ہونے کے سبب سے خشکی پر پہنچ گئے اور سولہ ۱۶

مہینے تک اِس ویرانے میں دنکو دھوپ - رات کو اوس اور گاہ گاہ لگاتار بارش کے صدمے سہتے رہے بندوقیں اور کسیقدر باروت وغیرہ ساتھ تھی جن سے دریائی پرندوں کو (جو رات کو خشکی میں بسیرا کرتے ہیں) مار کر کھاتے تھے - پانی جب بارش کا بھی نہ ملا تو کنوئیں کھود کر کثیف پانی پینے سے اور پیہم تکلیفوں کی وجہ سے دس بارہ آدمی مر گیے - اوّل تو اِس راہ سے جہاز کم گزرتے ہیں اور اگر کوئی جہاز نکلا بھی تو کُہر یا ابر حائل تھا ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکا - آخر ایک جہاز ایسے وقت گزرا کہ مطلع صاف تھا اور تباہ شدہ مسافروں کی علامت کو جو لکڑی پر کپڑا باندھکر بلند کر رکھی تھی اہلِ جہاز نے دیکھکر جہاز روکا اور سب کو اُٹھا لیا -

جمعرات کے روز پچیس ۲۵ مئی کی رات کو ہم ایک سو اسّی ۱۸۰ درجہ شرقی یعنی کرہ زمین کے اُسطرف اُتر گئے اسلیئے جو روز پچیس مئی کو ایک سو اسّی ڈگری سے اِسطرف تھا وہی جمعرات کا دن اور پچیس ۲۵ تاریخ دوسرے دن اُدھر واقع ہوئی اسکا سبب یہ ہی کہ آج ہم نصف کرہ زمین سے دوسرے نصف حصے پر پہنچے - اسلیئے پورے ایک دن کا فرق واقع ہوا - یہاں دن ہی تو ہندوستان وغیرہ ممالک میں رات ہی - ہماری طرف والے نصف کرہ پر آفتاب پہلے نکلتا ہی اور دوسری طرف بارہ گھنٹے بعد - مثلاً طول شرقی تین سو ساٹھ ۳۶۰ درجے پر منقسم ہے - ایک درجے سے دوسرے درجے تک چار منٹ طلوع وغروب میں فرق ہوتا ہی - اسلیے ایک سو اسّی ۱۸۰ درجے مسافت پر پورے بارہ گھنٹے کا فرق ہو جاتا ہی - یعنی آفتاب

ایک درجہ مسافت چار منٹ میں طی کرتا ہی۔

غرضکہ چھبیس ۲۶ مئی تک سواے اُس ویران جزیرے کے جسکا ذکر کیا گیا ہی اور کچھ نہیں دیکھا البتہ آسمان کے زنگاری کاسے میں بھرا ہوا اور دائرے کی قید سے نکل جانے کو موجوں کی تک ودو کا سنسان سین ہر وقت پیش نظر ہی۔

۲۸ مئی۔ آج اٹھائیس مئی کو یوکوہاما سے چلنے کے حساب سے گیارہواں دن اور اُنتیس ۲۹ مئی ہی۔ مگر ۲۸ مئی دو دفعہ واقع ہونے کے سبب سے دسواں دن اور اٹھائیس تاریخ ہی۔

ایک چھوٹا سا ویران پہاڑ ڈیڑھ دو سو فیٹ پانی سے اوپر نکلا ہوا نظر آتا ہی۔ پہاڑ پر کوئی درخت دکھائی نہیں دیتا شائد گھاس وغیرہ ہو۔ البتہ دریائی پرند اِس پہاڑ میں بسیرا کرتے ہیں۔

رات سے دریا زیادہ متلاطم ہی۔ ہوا بھی دو روز سے نہایت تند اور مخالف ہی جسنے جہاز کی رفتار کو معمولی چال سے بھی کم کر دیا۔ رات کو اِس خیال میں سوے کہ صبح کو انشاءاللہ تعالےٰ شہر ہانالولو میں جو جزیرۂ ہوائی کا دارالسلطنت ہی پہنچینگے۔

اوّل یہ پروگرام رکھا تھا کہ دس روز ہوائی میں رہکر وہاں کے آتش فشاں پہاڑ اور جزائر کی سیر کریں گے اور ۷ جون کو سٹی آف پیکن City of Pucon نام جہاز پر سوار ہوکر امریکہ کو جائیں گے۔ مگر اب یہ مشورہ ہی کہ اِسی جہاز پر امریکہ کو چلے جائیں

ہوائی میں نہ ٹھیریں۔

۲۹ مئی۔ آٹھ بجے صبح سے ہوائی کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ ایک بجے کے بعد ہانالولو کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا۔ دور سے شہر پست اور چھوٹا معلوم ہوتا ہی۔ آبادی نشیب و فراز میں واقع ہوئی ہی۔ کنارے پر پانی کا رنگ یہاں بھی زنگاری ہی۔ گہرا بھی زیادہ ہی۔ لنگر ہوتے ہی ہم بادبانی بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے۔ ہوائی میں پچاس ہزار چینی بھی رہتے ہیں۔ انہیں سے کسی متمول چینا کی بی بی ہمارے جہاز پر سوار ہو کر اپنے شوہر کے پاس آئی ہی۔ چنانچہ کئی گھنٹے پہلے سے زردوزی ریشمی لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر جہاز سے اترنے کو مہیا تھی۔ شرافت و تمول کی علامت یعنی پاؤں اسقدر چھوٹے تھے کہ خود نہ اتر سکی۔ ایک عیسائی نے گود میں اٹھا کر کشتی میں رکھ دیا۔ کنارے پر بھی دریا میں تلاطم تھا۔ بہزار جر ثقیل خشکی پر پہنچے۔ بادل گھرا ہوا ہی اور پھُنیاں پھُنیاں مینہ برس رہا ہی۔ اسکلے پر چند گاڑیاں ہمارے انتظار میں کھڑی تھیں۔ مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے اور شہر میں ہو کر ہوٹل میں آئے۔

شہر ہانالولو میں پندرہ ہزار چینی۔ بیس ہزار جاپانی۔ اسی قدر امریکن اور پرتگیز باقی اصلی باشندے جنکی صورت ہو بہو ہندوستانی دکھنیوں کے مثل ہی آباد ہیں۔ اصلی باشندے پہلے بت پرست تھے مگر اب عیسائی ہیں۔ ہوائی کی زبان علیحدہ ہی مگر مہذب لوگ انگریزی بولتے ہیں۔ شہر اور ملک کی ہیئت کوکن یا بمبئی سے مشابہ ہی۔ اسی قسم کے درخت اسی جنس کے جانور ہیں۔ البتہ آب و ہوا میں اختلاف ہی۔ آجکل آموں

کا موسم ہے درختوں پر زرد سیندوریا آم لگے ہوئے ہیں۔ کیلہ۔ امرود۔ تاڑ۔ ناریل۔ کھجور۔ املی۔ ببول اور سرخ مرچ کے درخت۔ جانوروں میں مینا اور کوّا وغیرہ ہمارے ملک کی نسل معلوم ہوتے ہیں۔ بازار میں اناس۔ تربوز اور خرُبزے گویا ہم بمبئی میں آگئے ہیں تربوز تقریباً بیس سیر بھاری پندرہ آنے کو۔ اناس چار آنے کو آم بارہ آنے کے بیس دانے تربوز تو اس ملک سے بہتر شائد دنیا میں کہیں ہو۔ سرخ گہرا رنگ۔ بیج سفید اسقدر شیریں کہ گویا قند ملا ہوا ہے۔ آم بھی بمبئی کے آم کے مثل ہے۔ خربزہ ا سردے سے ملتا ہوا ہے۔ خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور سیلون کے بیچ کی زمین یہاں لاکر رکھدی ہے۔ آدمی سیاہ فام۔ سانولے۔ لباس انگریزی۔ کم مقدرت عورتیں ننگے پانو۔ شانوں سے پانو تک صرف ایک سایہ پہنتی ہیں۔

اِس ملک کے پہلے بادشاہ کا نام **کالاکوّا** تھا۔ اُنکے لاولد فوت ہونے کے باعث اُنکی بہن **ملکہ لیلی یوکلینی** بادشاہ ہوئی۔ چونکہ سلطنت میں امریکن اور دوسرے پردیسی کارکن تھے جب حد سے زیادہ دخیل ہو گئے تب ملکہ نے چاہا کہ امریکن وغیرہ پردیسیوں سے کل اختیارات حکمرانی نکال کر زمام سلطنت آزادی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں رکھیں مگر اِس خبر نے پردیسیوں کو مشتعل کر دیا۔ فوج بھی امریکن عیسائیوں کی تھی۔ ممبران کونسل نے غفلتاً کئی سو سپاہی بھیجکر اوّل ملکہ کا محاصرہ کیا اور اُسکے بعد معزول کر دیا اور جمہوری سلطنت قائم کر کے **یونائڈ اسٹیٹ امریکہ** سے درخواست کی کہ تم اِس ملک پر قبضہ کرلو۔ مگر یونائڈ اسٹیٹ امریکہ بھرا پُرا ملک ہے

اُنہوں نے کچھ خیال نہیں کیا ملکہ اسی شہر میں رہتی ہیں- اصلی باشندے اکثر اُن کے طرفدار ہیں- پارلیمنٹ ہوس آجکل خالی پڑا ہی- سلطنت کے دفتر پر امریکن سولجروں کا پہرا ہی- رات کو کئی سو سپاہی طلائے پر رہتے ہیں- روز اندیشہ رہتا ہی کہ ملکہ کے طرفدار دفعتہً حملہ کر کے گورنمنٹ ہوس اور دفتر پر قبضہ نکر لیں- اہلِ شہر کو ہر شب دھڑکا رہتا ہی کہ دیکھیے صبح کو سر دھڑ پر پاتے ہیں یا روز کی دردسری کے بار سے سبکدوشی حاصل ہو جاتی ہی غرضکہ عجیب کشمکش اور کج دار و مریز ہی اگر بادشاہ کو رکھنا لازم ہوگا تو مخالفین ملکہ کا خیال ہی کہ پھر ملکہ کو بادشاہ نہ بنائیں گے بلکہ اُن کی ایک بھانجی کو جو لندن میں تعلیم پاتی ہی بادشاہ بنائیں گے- برٹش گورنمنٹ کہتے ہیں ملکہ کی طرفدار ہی-

ہم ہمراہیوں سمیت رات کے کھانے تک ہوٹل میں ٹھیرے رہے- کپتان کالون صاحب مولوی فرخی اور فتحیاب خان کسی قدر دن سے جہاز پر چلے گئے- اخباروں کے وسیلے سے اور اس سبب سے بھی کہ ہمنے دس روز قیام کی نسبت ہوائن ہوٹل کو پہلے سے خبر دی تھی ملکہ کو ہمارے وارد ہونے کا دن معلوم تھا- ملکہ نے اپنی طرف سے **لارڈ چمبرلین** کو مزاج پرسی کے واسطے بھیجا اور ہمارے ورود سے اظہار شکر و مسرت کیا- صبح کو آٹھ بجے ہمنے اُن سے ملنے کا وعدہ کیا ہی- رات کو کھانے کے بعد ہم جہاز پر آ گئے- صبح کو ملکہ سے ملنے گئے- کپتان کالون صاحب بہادر اور فتحیاب خان ہمارے ساتھ تھے- ملکہ دروازے تک

آکر ہمکو لے گئیں کسی قدر صحبت کے بعد اسلیئے کہ جہاز لنگر اُٹھانے والا تھا واپس آئے - ملکہ کی عمر اُنکے چہرے سے پچاس برس کی معلوم ہوتی ہی - بُشرے پر افسردگی نمایاں ہی جسکا سبب ظاہر ہی کہ ملک میں فساد ہو رہا ہی - خوب ہوا کہ ہم دس روز نہ ٹھیرے ایسے شہر میں مسافر کو کیا لطف ہو سکتا ہی - جس روز ہمارا جہاز ساحل پر ٹھیرا رہا اُس شب میں بھی حملے کا اندیشہ تھا - یہاں کی عورتیں مردوں کی طرح گھوڑے پر چڑھتی ہیں - شہر کی عمارت انگریزی طرز پر ہی - بازار نہایت خوشنما اور سڑکیں بہت وسیع ہیں -

۳۰ مئی لغایتہ ۶ جون سنہ ۱۸۹۳ء بارہ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور پھر اُسی بحر متلاطم میں صبح سے شام اور شام سے صبح تک ساعتیں شمار کرتے ہوئے ساتویں روز چھٹی جون کو سین فرانسسکو میں پہنچے -

امریکہ

۶- جون سنہ ۱۸۹۳ء سے ۲- اگست سنہ ۱۸۹۳ء ۵۹- روز

۶- جون - دریا سے شہر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی - دونوں طرف پہاڑ ہیں جن پر کہیں کہیں عالیشان عمارتیں اور نہایت خوشنما درخت اور چمن لگائے ہیں - دس بجے جہاز نے لنگر کیا - کپتان کالون صاحب بہادر اور عبد المجید خان اسباب کے اُتروانے کو جہاز پر ٹھیرے رہے اور ہم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر پیلیس ہوٹل میں آئے - سات منزل کی نہایت عالیشان عمارت ہی - نیچے کی منزل میں حجام درزی وغیرہ کی دوکانیں

ٹیلی گراف آفس - ہوٹل کا دفتر اور باورچی خانہ طامس کگ کا دفتر ہے - اوپر کی چند منزلوں پر مہمان رہتے ہیں - تمام عمارت میں ایک ہزار دوہرے اور اکہرے کمرے ہیں اور دو دو کمروں کے بیچ میں ایک ایک غسل خانہ شامل ہے - ہر درجے پر جانے کو زینے کے سوا لفٹ آمادہ رہتی ہے - سب کمروں میں برقی اور گیس دونوں طرح کی روشنی کے جھاڑ اور لیمپ لگے ہوئے ہیں - رات ہو یا دن جب چاہیں اپنے ہاتھ سے روشن کر سکتے ہیں - شہر میں بعض مکان بارہ منزل تک بلند ہیں - بازار کی سڑک میں دوہری لائن ٹراموے کی ہے - تین قسم کی ٹراموے چلتی ہے - ایک تو بمبئی کے مثل گھوڑے کی - دوسری برقی جسکے واسطے خبر کے تار کے مثل ایک تار لگا ہوا ہے اور گاڑی کی چھت پر ایک لوہے کی چھڑ ہے - چھڑ کے سرے پر چھوٹی سی چرخی لگی ہوئی ہے جو تار سے وصل ہو کر چلتی ہے - تار سے برقی اثر اُس چھڑ کے ذریعے سے پہیوں تک آتا ہے - جب چرخی کو تار سے ذرا الگ کر دیا گاڑی ٹھیر گئی - تیسری قسم کابل ٹراموے کہلاتی ہے - کابل لوہے کے رسّے کو کہتے ہیں - زمین کے اندر اندر ایک بند نالی میں لوہے کا رسا لگا ہوا ہے جو انجن کے زور سے کھنچتا ہے اور گاڑی کی پینیدی میں جُڑا رہتا ہے - اِسی قسم کی ایک ٹراموے ہانگ کانگ میں بھی تھی برقی میں بھی رسّے کی کشش رکھی ہے جس سے دوہری قوّت ہے - امریکہ میں گھوڑے نہایت خوبصورت - زبردست اور بلند ہوتے ہیں - بعض گھوڑے ہمنے بلندی میں ستّرہ سے زیادہ دیکھے - بوجھ لادنے کی گاڑیوں میں اکثر چار گھوڑے لگاتے ہیں اور سواری میں دو - اچھے سے اچھا گھوڑا چھ سو روپے

کو مل سکتا ہی ترکاری اور فواکہ بیچنے والے اکثر ایک گھوڑے کی گاڑی میں رکھکر سودا بیچتے ہیں - بعض ہاتھ گاڑی میں بھی لیئے پھرتے ہیں - اکثر لڑکے اور غریب عورتیں لکڑی کے خوانچے میں بساطی وغیرہ کا اسباب گلے میں لٹکائے بیچتے پھرتے ہیں - جاپانی پانچہزار اور چینی پچاس ہزار اس شہر میں رہتے ہیں جنکے محلے چیناٹوں اور جاپانی ٹوں شہر کے کنارے پر علیحدہ ہیں - جو چینا پہلے سے بستے ہیں بسیں - مگر نئے آدمی کو اس ملک میں آنے کی اجازت نہیں ہی - اِنکے سوا تین لاکھ سے کچھ زیادہ یوروپین - امریکن ہیں - اگرچہ شہر بہت بڑا نہیں ہی - مگر نہایت خوبصورت آبادی ہی - مکانات اکثر لکڑی - پتھر اور بعض بعض اینٹ کے بھی ہیں اور عام طور پر خاکستری رنگ کیا ہوا ہی -

گاڑی گھوڑے کی سڑک پتھر کے چوکوں سے کھُرکھُری بنی ہوئی ہی اسلیئے گاڑی چلنے میں نہایت ناگوار آواز ہوتی ہی - سڑک کے دونوں طرف پیادہ چلنے کی پٹری ہی - جسکو چھ سات انچ کھدا کر کے ڈامر[†] یا لاکھ کی طرح پگھلنے والے مصالح سے کناروں تک بھر دیا ہی - نہایت صاف اور نرم ایک سطح ہو گیا ہی تمام دُکانوں کے آگے بڑے دروں میں چار گز بلند شیشے کا ایک چوڑا تختہ لگا ہوا ہی - اسباب اندر رکھا ہوا نظر آتا ہی اور مکان بند ہی - جو چیز باہر سے دیکھکر پسند ہو دروازے کی طرف سے اندر جا کر خرید سکتے ہیں -

---

م [†] ڈامر لاکھ کے مثل ایک مرکب مصالحہ ہی - یا منجمد تارکول ہی -

۷-۸-۹ جون- ساتویں کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا- آٹھویں کو کھانے کے بعد گولڈن گیٹ پارک میں گئے- اِس شہر میں یہ باغ خوش فضا ہونے کے باعث مشہور سیرگاہ ہے- مولوی فرخی- عبدالمجید خان عبدالصمد خان وغیرہ ہمارے ساتھ تھے- بازار اور نہایت خوشنما کوچوں سے گزر کر پارک کے دروازے پر پہنچے ہوٹل سے دو ڈھائی میل مسافت ہے- دروازے سے پیادہ ہو کر پارک میں داخل ہوئے- کئی میل لمبا چوڑا باغ ہے اور زمین کے نشیب و فراز میں درجہ بدرجہ زمین کو ہموار کیا ہے- چند مکان اور کوٹھیاں بھی نہایت عمدہ بنی ہوئی ہیں- جا بجا مصنوعی چشمے- جھیلیں- جنگل اور میدان ہیں- ہر ایک چیز کو طبیعی کے مثل ترتیب دیا ہے ہزاروں میل مسافت سے عجیب و غریب درخت لا کر لگائے ہیں- چنانچہ کالج اور سرو جاپان سے اور بعض درخت ہوائی وغیرہ جزائر سے بڑے بڑے احاطے بنا کر اُنمیں جھانک باڑ ہے اور اِلک وغیرہ حیوان چھوٹے ہوئے ہیں-

الک Elk جسکو ایک قسم کا بارہ سنگا کہنا چاہیے نہایت عجیب جانور ہے- قد میں بقدر گھوڑے کے- سینگ تاڑ کے پتوں کے مثل چوڑے اور شاخ شاخ- دونوں سینگ مِل کر اسقدر پھیلاؤ ہو جاتا ہے کہ ڈھائی تین گز چوڑے دروازے سے یہ حیوان نہیں نکل سکتا-

ایک احاطے میں امریکا کے جنگلی بھینسے جن کو انگریزی میں **بیسن** کہتے ہیں چھوٹے ہوئے ہیں- کئی جوڑے بڑے ہیں اور اُنہیں کی نسل سے ایک بچہ ہے

نہایت عجیب الخلقت بھینسا ہی۔ سر پر لمبے لمبے بال۔ چھ سات گرہ لمبی ڈاڑہی خمدار سینگ۔ گردن اور شانوں پر بھی لمبی لمبی جٹائیں لٹکتی ہیں۔ اگلا دھڑ بہت بھاری۔ پچھلا ہلکا۔ باقی بدن پرندے کے مثل جابجا اُون لپٹی ہوئی۔ آنکھیں اُبلی ہوئی سُرخ۔ اِس قسم کے بھینسے جنگلوں میں بہت تھے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ زراعت سلامت رہے گورنمنٹ کی طرف سے آخر کار شکاریوں کا ایک عملہ قائم کیا گیا اور پچاس لاکھ بھینسے مار ڈالے گیے۔ اب صرف نمائش اور یادگار کے لیے جابجا پلے ہوئے ہیں۔

ڈھائی تین سو گز جنگل کو جسمیں بڑے بڑے درخت ہیں تار کی جالیوں سے احاطہ کرکے اُسمیں دیس دیس کے پرند جانور رکھے ہیں۔ کئی قسم کے تیتر چکوریں کناری۔ قمریاں۔ طوطے اور کبوتر وغیرہ ہزاروں پرند ہیں۔ جنگل کی طرح آزاد اور خوش رہتے ہیں اُسی میں انڈے بچے دیتے ہیں۔ ایک شیشے کا گنبد بناکر اُسمیں انجن سے گرم بخارات پہنچاکر گرم سیر ملکوں کے پھول اور درخت لگائے ہیں۔ اُسی میں تالاب بناکر کنول بوئے ہیں اور بھی بہت بوٹیاں اور کھجور وغیرہ کے درخت ہندوستانی ہیں۔ ایک مختصر عمارت میں مردہ حیوانات کا عجائب خانہ ہی دیس دیس کے صدہا چرند اور پرندوں کو طبیعی حالت پر زندہ کے مثل بناکر شیشے کی الماریوں میں بیٹھایا ہی۔ اگرچہ ہزاروں پرند اور چوپائے ہیں مگر زیادہ التفات کے قابل پرندوں میں تین چار طرح کی فردوس برڈ (بہشت کی چڑیا) ہی۔ جسکی تصویر آپ نے پاپیولر ڈکشنری میں دیکھی ہوگی۔ ہلکا کتھے کا رنگ۔ سر پر خوشنما چوٹی۔ دُم کے

بال بہت ہی گنجان اور باریک ریشم کے جیسے لچھے - دم کے بیچ میں دس بارہ گرہ لمبا ایک سیاہ تار بہت ہی خوبصورت اسم بامسمیٰ **بہشت کا جانور** ہی-

ایک پرند چیل کے برابر- جسم کا رنگ نہایت چمکدار سرمئی- سر پر گرہ بھر لمبے دستے کی خوبصورت جھالردار چھتری بعینہ انگریزی زنانی چھتری کے مثل ہی-

تیسرا ایک پرند طوطے کی برابر ہی جسکا رنگ دھوپ چھانو (قناویز) کی طرح ہر طرف سے مختلف معلوم ہوتا ہی - مثلاً سامنے سے دیکھو تو سرمئی گرنٹ - داہنے سے دیکھو تو اودی قناویز- پیچھے سے سبز نافرمانی ریشم- روشنی کا رُخ بدلنے پر رنگ بھی بدلتے ہیں- قادر مطلق خالق حقیقی کی عجیب صنعت ہی-

چوتھا ایک پرند بھونرے کی برابر ہی- اِسکی کئی قسمیں ہیں- سُرخ- سبز- زنگاری نیلا اور زرد غرضکہ ہر قسم کا رنگ جدا ہی - پرندوں کی جنس میں اس سے زیادہ چھوٹا جانور نہیں ہوتا - بہت خوبصورت جانور ہی- اِسکا انڈا بھی مٹر کے برابر ہوتا ہی-

اِنکے سوا ہنس **راج لبط** کے برابر سپید و سیاہ اُلّو اور بھی دریائی پرندوں کی صدہا قسمیں ہیں- اِن میں سے بعض پرند تین ہزار اور چھ ہزار روپے تک خرید کر یہاں رکھے ہیں- یہ بیش قیمت جانور خوبصورتی کے اعتبار سے اسقدر گراں نہیں ہیں بلکہ اِسلیئے کہ اب یہ قسمیں دنیا میں مفقود ہیں کھورا رنگ ـــــــ اور معمولی طوطے برابر جسم ہوگا-

چرندوں میں بعض ایسے جانور ہیں جو **عجیب الخلقت** یا **معیوب الخلقت**

پیدا ہوئے اور مر گئے مثلاً ایک بچھڑے کی گردن پر پانچواں پاؤں تھا۔ ایک بکری کا بچہ جسکا سر پشت کی طرف لوٹا ہوا گلے میں آنکھیں ہیں۔

امریکہ کا شیر جسکا قد چیتے کے برابر اور رنگ بن بلاؤ کی طرح بھورا صندلی ہوتا ہی۔ بعض پرندوں کے گھونسلے اور انڈے بھی رکھے ہیں۔

باغ میں نشیب و فراز کے ڈھلان پر سرخ۔ سبز اور زرد گھاس جماکر عمدہ قالین کے مثل گل بوٹے بنائے ہیں۔ صدہا عورتیں اور بچے **بائیسکل** پر سوار ہو کر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ بچوں کو سواری سکھانے کے واسطے چھوٹے چھوٹے گدھے جنکی صورت شکل اور قد ہندوستان کے گدھے کے مثل ہی۔ زنانہ۔ مردانہ زین کسے ہوئے تیار کھڑے ہیں۔ کرایہ دیکر لڑکے اور لڑکیاں اُن پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑے کی سواری کی مشق کرتے ہیں۔ غرضکہ تمام پارک میں کئی گھنٹے پھر کر دوسرے راستے سے واپس آئے۔

شہر کے قریب سمندر میں پہاڑ کی چٹانیں پانی سے اوپر نکلی ہوئی ہیں۔ صبح کو ان چٹانوں پر صدہا **سیل** (دریائی شیر) نکل کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی بھینس برابر بعض کا جسم بھینس کے دو حصے برابر ہوگا عجیب شکل کا حیوان ہی۔ اِن جانوروں کو بندوق وغیرہ سے مارنے اور ستانے کی ممانعت ہی۔ ایک روز ہم بھی اُن کو دیکھنے گئے اور اُنکی چند عکسی تصویریں جو اُسی حالت میں کھینچی گئی ہیں خریدیں۔

* * *

(خاص و عام کی آگاہی کے واسطے کسی قدر نرخ اشیا بھی لکھنا ضرور ہی)

ڈھلائی۔ فی جیبی رومال۔ ڈھائی ۲½ آنے۔ فی قمیص تیرہ ۱۳ آنے۔ پورا گرم سوٹ تین ڈالر یا نو روپے ۹/۱۲ بارہ آنے۔ بال کاٹنے کی اجرت فی کس (۴/) چار جسکے ساتھ قدرے مکھن۔ ایک چھوٹا نان پاؤ۔ دودھ اور شکر فی کس ایک روپیہ نو آنے ۱/۹۔ بریک فاسٹ فی آدمی آٹھ روپے۔ کمرے کا کرایہ فی کمرہ پانچ ڈالر یا پندرہ روپے ۱۵ روز۔ اِس فصل میں فواکہ کی قسم سے گول دانے کے سیاہ شہتوت۔ بڑے بیر برابر اسٹابری چیری۔ اور نارنگی وغیرہ۔ مگر چیری سیاہ۔ سرخ اور زرد نہایت عمدہ ہوتی ہی۔ اسٹابری بھی فی دانہ دو ڈھائی تولہ وزن سے کم نہوگی۔

۱۰ جون۔ کھانے کے بعد سہ پہر کو ہم مسٹر مانٹی گیل کے ساتھ اُنکے مکان پر گئے۔ مسٹر مانٹی گیل شریف و معزز آدمی ہیں جو مع اپنی بی بی کے گیلک جہاز پر ہمارے ہم سفر تھے سین فرانسسکو میں نہایت عمدہ مکان اور ملک میں کافی جائداد رکھتے ہیں۔ اُنکی بی بی نے نہایت محبت کے ساتھ مدارات کی اور اپنے ہاتھ سے چند شیشے ہمارے عکس کے لیئے۔

پھر ایک تھیٹر میں گئے۔ مولوی فرخی۔ عبد المجید خان۔ عبد الصمد خان۔ مسٹر ڈن اور فتحیاب خاں بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اسٹیج کے قریب اوّل درجے میں جاکر بیٹھے۔ پہلا ایکٹ ہوائی کے گانے اور ناچ کی نقالیہ تھی۔ پھر ایک آدمی ایک بلی لیکر کھڑا ہوگیا اور اُسپر چڑھکر ایک پہلوان نے نہایت چستی اور چالاکی سے کثرت کی۔

اُسکے بعد ایک بہت قوی اور فربہ کنگرو اسٹیج پر لائے۔ کنگرو کے دونوں ہاتھوں میں دو روئی کی گدّیاں بندھی ہوئی تھیں کہ آدمی کے جسم پر اُسکے پنجے نہ لگیں۔ ایک آدمی کنگرو کے ساتھ گھونسوں سے لڑا۔ اس لڑائی کو انگریزی میں **بوکس** کہتے ہیں۔ آدمی اُسکو گھونسوں سے مارتا تھا اور کنگرو کود کر دونوں پائوں سے آدمی کو ٹھوکر مارتا تھا۔ آدمی ہٹ کر بچ جاتا تھا۔ کبھی ٹھوکر لگ گئی تو آدمی بہت دور جا گرا۔ اِس سے قیاس ہوتا ہے کہ کنگرو کی ٹھوکر میں بہت قوت ہے۔

کنگرو گیدڑ کے برابر بعض اُس سے بہت بڑا چوپایہ حیوان ہے۔ کان اور تھوتھنی خرگوش کے مثل ہوتی ہے اور اگلے ہاتھ بہ نسبت پائوں کے بہت چھوٹے۔ مثلاً پائوں کی درازی قریب ایک گز کے ہے تو ہاتھ پاؤ گز۔ دُم زیادہ موٹی اور لمبی ہوتی ہے اور صرف دونوں پائوں سے کود کر چلتا ہے۔ گھاس وغیرہ کھانے کے وقت دونوں ہاتھوں سے بھی خرگوش کی طرح کام لیتا ہے۔

تھیٹر سے اُٹھکر ہم ٹراموے میں سوار ہوے اور گولڈن گیٹ پارک کے سامنے سے ہوکر **بیس بال** گیم میں گئے۔ یہ ایک کھیل ہے مثل کرکیٹ کے جسمیں دس دس آدمیوں کی دو پارٹیاں ہوتی ہیں ایک پارٹی والے گیند کو ایک گول ڈنڈے سے مارتے ہیں اور مخالف گروہ کو آوٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری پارٹی کے سب آدمی باری باری سے مقررہ دورہ طے کر لیتے ہیں۔ اِس چکر پر دوڑنے میں اگر کسی کو مخالف گروہ نے گیند ماردی تو وہ آوٹ ہوگیا۔ دونوں پارٹیوں کی نہایت عمدہ

مختلف رنگ کی باناتی وردی ہی۔ اور ایک بہت بڑا احاطہ تختوں کی دیوار سے بنا کر ایک طرف تماشائیوں کے واسطے اوپر کے درجے میں کرسیاں اور باقی مدارج سیڑہیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ ٹکٹ لیکر احاطے میں داخل ہوتے ہیں۔ اول درجے کی کرسی کا ٹکٹ پچاس سینٹ یا دو شلنگ (عہر) میں ملتا ہی۔ غرضکہ ایک دو کھیل دیکھکر مکان پر واپس آئے۔ رات کو ہم کھانے کے بعد **فائر گارڈ** (آگ بجھانے والے پمپ) اور اُنکی گاڑیاں گھوڑے دیکھنے کو گئے ہوٹل سے بہت قریب تھا۔ سواری کی ضرورت نہ تھی۔ سر راہ ایک بڑے دروازے کی عمارت میں دو گاڑیاں اور چار گھوڑے۔ ایک یکہ مع ایک گھوڑے کے سپرنٹنڈنٹ کی سواری کا اور دو جوڑیاں فالتو کھڑی تھیں۔ مکان سہ منزلہ ہی۔ اوپر کے درجوں میں سپاہی اور کوچوان رہتے ہیں ہر ایک سپاہی کا بستر ایک الماری کے طور پر دیوار سے لپٹا ہوا ہی۔ جب چاہتے ہیں باہر کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ پلنگ مع بستر وغیرہ سامان کے بچھ جاتا ہی۔ ایک جوڑی لانگ بوٹ کی جسمیں پتلون یا برجز ٹانکی ہوئی ہی پلنگ کے برابر رکھا ہی اور مکان کے ہر درجے پر سے نہایت چکنی اور شفاف ایک لوہے کی بلّی لٹکتی ہی۔ بلّی کے اوپر کا سرا چھت میں جڑا ہوا ہی اور زمین کی طرف کا سرا زمین سے پون گز بلند ہی۔ تین منزلوں سے ایسی تین بلیاں لٹکتی ہیں۔ یہ بلیاں اِس غرض سے لگائی ہیں کہ زینے سے اُترنے میں دیر ہوتی ہی۔ جسوقت الارم کی گھنٹی بجے فوراً سپاہی بلّی کو لپٹ کر نیچے پھسل جائے بلّی پر لپٹنے کے واسطے ہر ایک چھت میں گز بھر مربع کھڑکی کھلی ہوئی ہی۔ پمپ کی

ایک گاڑی بڑے دروازے کے سامنے کھڑی ہی ساز حلقوں سمیت بم کے اوپر لٹک رہا ہی اور گاڑی کے دونوں طرف جالی دار لوہے کی دیواروں کے بیچ میں دو گھوڑے ایک اسطرف ایک اسطرف صف دھانہ چڑھا ہوا کھُلے ہوئے کھڑے ہیں۔ ایک گھوڑا سپرنٹنڈنٹ کے یکے کی برابر بغیر گاڑی پچھاڑی کے کھلے بندوں کھڑا ہی۔ آگ لگنے کی خبر اسطرح آتی ہی کہ کارخانے میں ایک برقی گھنٹی لگی ہی اور ایک تختے پر پیتل کے کٹے ہوئے ہندسے یا نمبر لگے ہوئے۔ تختہ نیچے کے درجے میں دیوار پر لگا ہوا ہی۔ شہر کے ہر محلے میں بھی برقی گھنٹیوں کے دستے سڑک پر ایک پایہ بنا کر لگا دیے ہیں اور سب محلوں کی گھنٹیوں کا تعلق بڑے کارخانے سے ہی وہاں سے چھوٹے اسٹیشنوں میں خبر آتی ہی۔ مثلاً چھتیس ۳۶ نمبر محلے میں آگ لگی تو پولیس کے سپاہی نے اوّل تین دفعہ گھنٹی پر ہاتھ رکھکر دبایا اِس سے تین دہائیاں تصور کی گئیں پھر ذرا وقفے سے چھ مرتبہ دبایا جس سے چھ اکائیاں سمجھی گئیں۔ کارخانے کو معلوم ہو گیا کہ چھتیس ۳۶ نمبر کے محلے میں آگ لگی ہی۔ جو اسٹیشن اُس محلے سے قریب ہوا اُسنے وہاں خبر دی اور نمبر بتا دیا۔ یہاں یہ حالت ہوئی کہ تختے پر نمبر تبدیل ہوئے اور گھنٹی بجی۔ دونوں گھوڑے آواز سنتے ہی دوڑ کر بم سے آ ملے۔ یکّے کا گھوڑا لمباس کے اندر جھپٹ کر پہنچ گیا اور سپاہی کوٹ گلی میں ڈال۔ بوٹ برجز چڑھا کر صف فیتے کا حلقہ گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ برجز کے بٹن لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ غرضکہ تیار ہو کر بلیوں پر سے پھسل آتے ہیں۔ کوچوان کی بلی کوچ بکس کے برابر ہی وہ

سید ہا کوچ بکس پر اُترتا ہی۔ غرضکہ ایک آن میں گھوڑے بم سے آملے۔ سپاہی بلیوں پر سے اسطرح پھسل آئے جسطرح سایہ روشنی سے سرک جاتا ہی۔ ساز جھکایا۔ حلقے کا کھٹکا گردن میں۔ راس کا دہانے میں لگ گیا۔ دروازہ کھلا اور گاڑی سڑک پر نکل کر روانہ ہو گئی۔ مولوی فرخی نے وقت کی مدت معلوم کرنے کو گھنٹی بجنے سے گاڑی روانہ ہونے تک عدد شمار کیے۔ بائیس ٢٢ گننے پائے تھے کہ سب کام ہو گیا یعنی سولہ ١٦ سکنڈ صرف ہوئے۔ دو دفعہ مشق کی۔ اوپر کی منزلوں پر لیجا کر سپرنٹنڈنٹ نے سپاہیوں کے بستر وغیرہ دکھائے۔ ایک آدمی کو حکم دیا کہ ہمارے سامنے بلّی کے وسیلے سے اُترے جب مکان میں آگ لگتی ہی اور کارخانے سے فائر پمپ جا کر پانی ڈالتا ہی تو آگ سے بچا کُھچا اسباب بھی پانی سے خراب ہو جاتا ہی۔ یہ عملہ صرف اسواسطے متعین ہی کہ بغیر جلے ہوئے اسباب کو پانی سے بچائے اور اُسپر ترپالیں ڈالدے آگ بجھانے والے بھی یہی لوگ ہیں اور اسباب کی حفاظت بھی یہی کرتے ہیں۔ ہمارے قیام کی حالت میں بھی چند جگہ آگ لگی۔ بگل کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ فائر انجن آگ بجھانے کو جا رہا ہی۔ نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے ہیں کسی قیمت کو بھی اُنکو نہیں بیچتے۔

سڑک پر جھاڑو دینے کے واسطے ایک گاڑی ہی۔ جسکے نیچے ایک ایک فٹ لمبے بالوں کا ایک برش بیلن کے طور پر لگا ہی صرف گاڑی چلانے سے سڑک صاف ہو کر کوڑا ایک طرف ہو جاتا ہی۔ چھڑکاؤ بھی اسیطرح گاڑی سے ہوتا ہی۔

اہلِ امریکہ کسی طرح علمِ صنعت وحرفت میں دنیا کے عمدہ حصوں سے کم نہیں ہیں دولت تو یہاں قول ہار گئی ہی- شاذ و نادر کوئی آدمی فقیر ہوگا- ایک امر نہایت تہذیب کے خلاف پایا گیا کہ بازاروں میں دست فروش لڑکے جو چاقو- بٹن وغیرہ بیچتے پھرتے ہیں- بمبئی کی طرح مسافروں سے لپٹتے ہیں اور زبردستی اسباب اوپر ڈالتے ہیں- یہ بات نہایت مکروہ ہی-

۱۱- **جون** - دوپہر ساڑھے تین بجے **یوسی مٹی ویلی** کو روانہ ہوئے- کپتان کالون صاحب بہادر **شاسٹا** پہاڑ کو مچھلی کے شکار کی غرض سے گئے ہیں- ہمارے ساتھ مسٹر بٹن- مولوی فرخی -عبدالمجید خان -عبدالصمد خان اور فتحیاب خان وغیرہ ہیں- صبح کے کھانے کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر دریا کے گھاٹ پر گئے- **سین فرانسسکو** کے نیچے تین چار میل کے قریب چوڑا ایک خلیج ہی- اُسکے دوسرے کنارے سے ریل میں سوار ہوتے ہیں ایک دو منزلی بیضاوی شکل کی نہایت خوبصورت اور آراستہ کشتی کنارے سے اسطرح ملی ہوئی کھڑی تھی کہ ہم گاڑی میں بیٹھے ہوئے کشتی میں چلے گئے- کشتی کا نیچے کا درجہ جہانتک گھوڑے اور گاڑی گئی مکان کا برآمدہ معلوم ہوتا تھا اور کشتی نہایت عمدہ آراستہ کوٹھی کے مثل تھی گاڑی سے اُتر کر زینے پر چڑھکر اوپر کے درجے میں گئے- کشتی روانہ ہوئی- بڑے کمرے میں ایک آدمی **پیانو** بجا رہا تھا- غرضکہ کشتی اُس پار پہنچی- ریلوے ٹرین تیار تھی- اوّل درجے کی گاڑی جسکو **پُلمین کار**

کہتے ہیں ہمارے واسطے رزرو تھی۔ ہر ایک گاڑی کا طول چالیس ۴۴ گز اور عرض چار گز ہی۔ بیچ کا کمرہ بیس ۲۰ گز لمبا ہی اور دونوں طرف گاڑی کے عرض میں آمنے سامنے دس دس تکیئے دار بنچ ہیں جنپر مخمل کے تکیئے اور گدیاں بچھی ہوئی ہیں اور ہر بنچ پر دو آدمی بیٹھتے ہیں۔ رات کو انہیں دونوں بنچوں کے بیچ کی خالی جگہ کو ایک تختہ کھینچ دینے سے ملا دیتے ہیں۔ اور نہایت عمدہ سوا گز چوڑا پلنگ بن جاتا ہی۔ انہیں بنچوں کے نیچے صندوق میں تکیئے۔ پلنگ کی چادریں۔ تازہ دُہلے ہوئے بالاپوش اور تکیوں کے غلاف رکھے ہوتے ہیں۔ دونوں بنچوں کے اوپر گاڑی کی چھت میں نہایت عمدہ سلاحی تختہ لگا ہوا ہی۔ معلوم ہوتا ہی چھت کو دونوں طرف سے ڈھلواں بنایا ہی مگر حقیقت میں وہ بھی پلنگ ہی جو صرف دستہ کھینچنے سے بچھ جاتا ہی اور اُس کا سامان تکیئے کمل وغیرہ سب اُسی میں رکھا ہوتا ہی۔ گاڑی کی چھت سے پیتل کے خوبصورت ڈنڈے پردوں کے واسطے لگے ہوئے ہیں۔ پردے بھی پلنگ کے اندر ہوتے ہیں۔ رات کو گاڑی کا خدمت گار دو قسم کے پردے ایک باریک کپڑے کا اور دوسرا دبیز لگا دیتا ہی۔ ہر پلنگ پر نمبر لگا ہوا ہی جس سے اپنا اپنا بستر پہچانا جاتا ہی۔ گاڑی میں دونوں طرف دو کمرے ہیں جنکو اسٹیٹ روم کہتے ہیں۔ ہر ایک کمرے میں سلبچی۔ پاخانہ۔ اور تین پلنگ دو دُہرے۔ ایک اِکہرا انکو وہی نشست کے بنچ ہیں۔ دروازہ بند کر لینے پر یہ دونوں اسٹیٹ روم بڑے درجے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اسکی پشت پر ایک بڑا کمرہ ہی اُسمیں پاخانہ اور دو سلبچیاں

مُنہ دہونے کیواسطے اور ایک کوٹھری سکرٹ پینے کی۔ دوسری طرف یعنی گاڑی کے دوسرے سرے پر ایک پاخانہ اور ایک کوٹھری میں برف کا پانی۔ چند گلاس۔ آئینہ اور دو تین کنگھیاں رکھی ہیں۔ اسکے بعد پھر ایک اسٹیٹ روم اسطرف بھی ہی۔ خدمتگار رات کو سگرٹ پینے کی کوٹھری میں رہتا ہی۔ ہر ایک بنچ پر ایک آئینہ اور برقی گھنٹی لگی ہی۔ جسکو دبانے سے اسموکنگ روم میں جہاں خدمتگار رہتا ہی گھنٹی بجتی ہی ہر نشست سے خدمتگار کو بلا سکتے ہیں۔ بیچ کے بڑے کمرے سے اسموکنگ روم کو اسٹیٹ روم کے پہلو سے برآمدے میں راستہ ہی اور ایک گاڑی سے سب گاڑیونمیں بھی جا سکتے ہیں۔ کھانا پکانے کی گاڑی اور ڈوائینگ کیرج یعنی کھانا کھانے کی گاڑی بھی ٹرین میں آمادہ ہی۔ کھانے کی گاڑی میں بیچوں کی جگہ پر کیلوں سے جڑی ہوئی میز اِدھر اُدھر دو دو کرسیاں۔ گاڑی کی دیوار میں الماری کے اندر نمک۔ مرچ اور رائی وغیرہ کی شیشیاں رکھی ہوتی ہیں۔ چاء۔ سوڈا اور کھانا وقت پر سب کچھ مل سکتا ہی برف کا پانی تو ہر گاڑی میں ہی موجود رہتا ہی مسافروں کی تعداد کے موافق دُھلے ہوئے اُجلے رومال ہر گاڑی میں موجود ہیں۔ کنگھی۔ برش۔ صابون غسل خانوں میں رکھا ہی گاڑی کے دونوں سروں پر پلیٹ فارم ہی جسکے دونوں طرف زینہ ہی وہیں سے سامنے کا دروازہ کھول کر دوسری گاڑی میں جا سکتے ہیں۔ سکنڈ کلاس میں بھی سوائے بستر کے اور یہی سب سامان ہی۔ گاڑی کی ساخت اسطرح پر ہی کہ چار یا چھ پہیوں کے اوپر ایک بہت بڑا تخت اُسکے

اوپر نہایت مضبوط کمانیوں پر گاڑی رکھی ہی۔ اسمیں یہ فائدہ ہی کہ گاڑی میں آگ نہیں لگ سکتی۔ کھڑکھڑاہٹ بھی نہیں ہوتی۔ البتہ جھولے کی طرح گاڑی ہلتی ضرور ہی۔ فی گھنٹہ پینتالیس ۴۵ میل رفتار ہی۔ سات بجے شام سے دس بجے تک ایک سو چورانوے ۱۹۴ میل چل کر **ریمن** Remon نام اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی ٹھیر گئی اور سب مسافر صبح تک گاڑی میں سوتے رہے۔ صبح کو ریمن ہوٹل میں جسکے سامنے گاڑی کھڑی تھی کھانا کھایا۔ یہاں سے یوسی مٹی ویلی تک کچی سڑک ہی اور گھوڑا گاڑی میں جاتے ہیں۔

۱۲ جون۔ ہم چار گھوڑوں کی گاڑی میں جسمیں سوائے کوچ بکس کے آگے پیچھے تین بنچیں ہیں اور نو دس آدمی بیٹھ سکتے ہیں سوار ہو کر برانڈہ کو چلے۔ راستہ کچی سڑک ہی۔ گرمی بشدت اور دھوپ بہت تیز تھی۔ راستہ خراب ہونے کے باعث گرد بھی اسقدر اُڑتی ہی کہ اُس سے زیادہ خیال نہیں کر سکتے۔ تمام جسم۔ کپڑے۔ سر۔ مُنہ۔ آنکھ۔ ناک۔ بھبول بھٹا ہو جاتا ہی غرضکہ دھوپ اور گرد کی تکلیف سہتے ہوئے۔ چوکی چوکی پر گھوڑے بدلتے ہوئے ایک بجے ایک جنگلی ہوٹل میں پہنچے ہوٹل کے خدمتگار اور مالک پروں کی جھوزیاں لیکر آئے اور جسم پر سے جو سر تا پا خاک سے اٹا ہوا تھا گرد جھاڑی۔ برآمدے میں تین چار سلپچیاں پانی کے نل کے نیچے لگی ہوئی ہیں۔ سب نے مُنہ دھویا۔ کھانا کھایا۔ گھوڑے بدلے گئے شام کو چار بجے برانڈے میں پہنچے۔ جسقدر راستہ طے ہوا برابر پہاڑ کا نشیب و فراز

اور سرو کا جنگل ہی۔ اِس تمام ضلع کو **کالی فورنیا** California کہتے ہیں اور سونے کی مشہور کھان بھی اس راستے میں پڑتی ہی۔ کھان پہاڑ کے نیچے نیچے کھودی جاتی ہی۔ خاکستری سفید رنگ کی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا ہی۔ راستے کے نیچے ایک سُرنگ کا دروازہ ہی جو اندر اندر کھان میں چلی گئی ہی۔ آجکل کوئی مزدور یا عملہ وہاں نہیں ہی۔ شاید اور مقام پر کھودتے ہوں اور یہ سمت ختم ہو چکی ہو۔

رات کو **واؤونہ** Yawona ہوٹل میں ٹھیر کر۔ یہاں سے یوسی مٹی ویلی چھبیس ۲۶ میل دور ہی۔ نہایت خوش فضا ہوٹل اور بہت شاداب درہ ہی۔ ہوٹل کے صحن میں قدرتی چشمے سے مدد پاکر ایک فوارہ بہت بلند اور دور تک پانی پھینکتا ہی۔ سین فرانسسکو کی نسبت یہاں بہت سردی ہی۔

۱۳ - **جون** - صبح کو ساڑھے چھ بجے اُسی گاڑی میں سوار ہو کر یوسی مٹی ویلی کو روانہ ہوئے۔ اسوقت زیادہ سردی ہی۔ راستہ گنجان جنگل کے سایے میں پہاڑ کی چڑھائی پر ہی۔ رئین سے یہاں تک اور یہاں سے یوسی مٹی ویلی تک برابر پہاڑ پر چڑھتے جاتے ہیں۔ واوونہ ہوٹل کے قریب صحن میں ایک موتی جیسی صاف پانی کی ندی بھی بہتی ہی۔ یہاں سے زیادہ چڑھائی ہی۔ ندی کے کنارے امریکن سواروں کا ایک رسالہ پڑا ہوا ہی سواروں کے گھوڑے بہت خوبصورت اور گاڑی کے اور گھوڑے کی نسبت چھوٹے ہیں۔ اِس چار گھوڑوں کی گاڑی کو جسمیں ہم سوار ہیں ایک آدمی ہانکتا ہی اور وہی چاروں گھوڑوں کا سائیس بھی ہی۔ گاڑی کے اگلے پہیے پر

ایک بریک لگا ہی اور کوچ بکس کے برابر اُسکا دستہ ہی- جب اُتار پر گاڑی جاتی ہی اور تیز ڑہکنے سے دہنے بائیں غار میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہی تو کوچوان اُس دستے پر ایک پانو رکھدیتا ہی- بریک پہیے سے لپٹ کر گاڑی آہستہ ہو جاتی ہی-

بارہ بجے دن کے ہم یوسی مٹی ویلی میں پہنچے- قریب پہنچکر دو میل سے اُتار ہے عجیب باعظمت پہاڑ اور نہایت خوش فضا درہ ہی- راستے کی بلندی سے بڑی بڑی آبشاریں نظر آتی ہیں- ویلی کے شروع سے آخر تک متعدد ہوٹل ہیں- ہم سب پرلے سرے پر جاکر اسٹونی منڈ Stony Mond ہوٹل میں ٹھیرے نہایت عمدہ دو منزلی عمارت ہی- یوسی مٹی ویلی (درہ) کا طول چودہ ۱۴ میل اور عرض زیادہ سے زیادہ ڈھائی میل ہی- تمام درّے میں نہایت خوشنما جنگلی درختوں کا بن ہی- آبشاروں کا پانی جمع ہوکر درے کے بیچ میں سے مرسد Mersad نام ندی بہتی ہی- ندی کا پانی بہت صاف نتھرا ہوا اور ٹھنڈا ہی- سردی میں تمام درہ برف سے بھر جاتا ہی- اسلیے اُس فصل میں یہاں کوئی آدمی نہیں رہتا سب چلے جاتے ہیں- اصلی امریکن جنگلیوں کا ایک گروہ پہلے اِس درّے میں رہتا تھا جب یوروپین قوموں نے آکر ملک پر قبضہ کیا تو ایک دفعہ اتفاقاً تین سو لجر جنگل اور پہاڑ میں پھرتے ہوئے بھولے بسرے اِس درّے میں آنکلے- جنگلیوں نے دو ۲ کو قتل کر دیا- ایک سپاہی اپنی جان بچا کر نکل آیا اور اُسنے اپنے آدمیوں کو اِس ماجرے سے مطلع کیا- یوروپین فوج انتقام کے واسطے آئی- کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد

جنگلی شکست کھاکر نواداواٹر فال کے پہلو میں ایک گھاٹی سے نکل گئے۔ اَب بھی بعض امریکن اس درے میں مزدوری خدمتگاری وغیرہ کرتے ہیں۔ صورت میں ہندوستانی پوربیوں سے مشابہ ہیں۔ انگریزی بولتے ہیں۔ مگر اصلی زبان علٰحدہ ہی چنانچہ اُسی زبان میں یوسی مٹی۔ بڑے ریچھ کو کہتے ہیں۔ یہاں اَب بھی پہاڑوں پر ریچھ بکثرت ہیں۔

ہوٹل میں پہنچکر غسل کیا اور کھانا کھاکر اُسی وقت مشہور نواداواٹر فال (آبشار) کو دیکھنے گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ہوس۔ مسٹر بڈن۔ اور عبدالصمد خاں ہمارے ساتھ تھے۔ پہاڑ کی جڑ تک بگھی پر۔ وہاں سے گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہو کر پہاڑ کے اوپر گئے۔ بہت پیچیدہ اور تنگ راستہ ہی۔ گھوڑوں کے مالک کی طرف سے ایک یوروپین امریکن بطور سائیس گھوڑے تھامنے اور راستہ بتانے کو ہمارے ساتھ آگے آگے چلتا ہی۔ ڈھائی میل کے قریب چڑھائی پر جاکر۔ مرسد ندی کو دو جگہ اُترکر ویرنل آبشار پر گئے۔ ایک سو بارہ گز بلندی سے بائیس گز چوڑی نہایت صاف پانی کی چادر گرتی ہی۔ اُس سے تقریباً ڈیڑھ میل اور اوپر جاکر دو سو تیئیس ۲۲۳ گز بلندی سے دس گز چوڑی دوسری چادر گرتی ہی۔ اسی کو نوادافال کہتے ہیں۔ یہی پانی ڈیڑھ میل نیچے بہکر دوسری چٹان سے گرتا ہی اور وہاں ویرنل نام سے موسوم ہوتا ہی۔

نوادافال کا پانی باریک باریک قطروں میں پھیل کر پندرہ بیس گز اِدھر اُدھر کی

فضا کو ابر کی طرح تاریک کر دیتا ہی۔ اُس پر آفتاب کی ترچھی شعاعیں پڑ کر مختلف رنگوں کی دھنک (قوس قزح) پیدا ہو جاتی ہی۔ عجیب دلکش نظارہ ہی دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

اطراف میں جو کھڑی دیوار کی شکل چٹانیں واقع ہوئی ہیں اکثر سیاہ نقطہ دار خاکستری رنگ کا مرمر ہی۔

شام کے قریب ہوٹل میں واپس آئے۔ سفر کے بعد، دن بھر پھرنے کی بھی تکان تھی۔ کھانا کھاتے ہی سو رہے۔ یوسی مٹی ویلی کے مشرقی حصے کی چٹانوں کو **کوہ نواد** Navadai اور شمالی حصے کے پہاڑ کو **سیرا** Seera کہتے ہیں۔

۱۴۔ **جون**۔ صبح کو سورج نکلنے سے پہلے مولوی فرخی۔ مسٹر ٹڈن۔ عبد المجید خان اور عبد الصمد خان۔ اُن سے کسی قدر بعد ہم۔ مسٹر ہوس اور فتحیاب خان **مرر لیک** Mirrorlake (عکس نما تالاب) پر گئے۔ یہ تالاب ویرنل آبشار کی سمت **پیک آف لبرٹی** Peak of liberty (آزادی کی چوٹی) کے نیچے ہی اور اسطرح ترتیب پاتا ہی کہ ایک ندی پہاڑ کے اوپر سے آتی ہوئی تین طرف پہاڑوں سے گھرے ہوئے میدان کو جسکا دور ڈیڑھ دو میل ہی تالاب بناتی ہوئی بہت آہستگی سے کہ پانی کی روانی محسوس نہیں ہوتی۔ نکل گئی ہی۔ تالاب میں اطراف کی چوٹیوں کا عکس جو ہزار گز تک بلند فصیل نما چٹانیں ہیں اور کنارے اور پانی کے اندر کے

درختوں کا عکس آئینے کی مثل صاف اور نہایت خوشنما نظر آتا ہی پانی گویا آئینے کا فرش ہی۔ جسوقت آفتاب پہاڑ کی چوٹی پر رونق افروز ہوتا ہی اور مہتابی کرنوں کے پیک خواب آلودہ آنکھیں ملتے ہوئے عروس شب کے سانولے چہرے سے نقاب اُٹھنے کی خبر دینے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہیں اُسوقت اِس تالاب میں عجیب دلکش نظارہ اور سُہانا سماں نظر آتا ہی۔ آفتاب کی رفتار جو حقیقتاً زمین کی رفتار ہی اسقدر تیز معلوم ہوتی ہی کہ فی سکنڈ پانچ گز چوٹی سے بلند ہوتا جاتا ہی اور یہ حالت سوائے ایسے موقع کے اور وسیلوں سے محسوس نہیں ہو سکتی۔ اس درّے کے ہر پانی میں یہانتک کہ باوجود روانی مرسد ندی میں بھی صاف عکس نظر آتا ہی۔ بہرحال سیر کے بعد واپس آئے۔ ہوٹل کے مغرب میں بھی دو آبشاریں بہت قریب ہیں۔ برآمدے میں بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھ سکتے ہیں۔ داہنی طرف کی آبشار بہت بڑی ہی۔ ایک ہزار فیٹ بلند چٹان سے پانی گرتا ہی۔ دھارا بھی دبیز ہی اور اس آبشار کو **یوسی مٹی فال** کہتے ہیں۔ بائیں طرف باریک دھاروں میں پانی گرتا ہی وہ بھی لطف سے خالی نہیں ہی اِس پہاڑ کی فصیل نما دیواروں میں جنکا رنگ پھیکا سپید ہی سیاہ پتھر کی دھاریاں نہایت خوشنما نظر آتی ہیں۔ قدرت نے پورے درّے کو ہزار ہزار گز بلند چٹانوں سے اسطرح محصور کیا ہی کہ قدرتی قلعہ اور فصیلیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض خاکستری بھورے رنگ کی دیواروں میں سپید چمکدار سنگ مرمر کی دھاریاں دھوپ میں آئینے کیطرح چمکتی ہیں۔ قادر مطلق کی قدرت کا عجیب نمونہ ہی۔

کھانے کے بعد ہم **گلیشیر پائینٹ** Glaciar point (برف کی چوٹی) کو گئے جو درّے کے سطح سے ۳۲۰۰ تین ہزار دو سو فیٹ اور سمندر کے سطح سے سات ہزار دو سو فیٹ بلند چوٹی ہی۔ سوا ڈیڑھ میل کے قریب جہانتک ہموار راستہ تھا گاڑی میں پھر پہاڑ کی جڑ سے جہاں سے نہایت پیچیدہ چڑھائی شروع ہوتی ہی خچروں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر بلندی پر چڑھتے گئے۔ اِس راہ میں شدت سے خاک اُڑتی ہی۔ درّے کے سطح سے پہاڑ کی چٹان دیوار کے مثل کھڑی معلوم ہوتی تھی۔ کسی قسم کا ڈھلان یا چڑھنے کے قابل جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ آخر اُسی بلندی میں ایک پیچدار راستہ نکلا۔ زمین سے گلیشیر پائینٹ تک پانچ میل سے کچھ زیادہ مسافت ہی۔ ایک تہائی راستہ طی کرنے کے بعد پہاڑ کی کمر میں کسی قدر مسطح اور ہموار زمین ہی۔ ایک لکڑی کا پاخانہ بھی وہاں بنا ہوا ہی۔ کسی قدر دم لیکر آگے بڑھے۔ یہانتک گرد و غبار کی شدت تھی۔ آگے چلکر راستے کے دونوں طرف برف پڑا ہوا ہی۔ چوٹی پر بہت وسیع سطح اور مٹی ہی۔ اِس مقام پر ایک مختصر ہوٹل کی عمارت اور عملے کے رہنے کو چند گھر بنے ہوئے ہیں۔ کھانا بھی نہایت عمدہ ملتا ہی۔ نیچے سے معلوم ہوتا ہی سب سے بلند چوٹی یہی ہی مگر یہاں آکر اور بلند بلند پہاڑ نظر آتے ہیں اور سب برف سے چھپے ہوئے ہیں۔ سر سے پانو تک سرو اور کاج وغیرہ جنگلی درختوں کا گنجان جنگل ہی۔ راستے کی بلندی پر جسقدر چڑھتے جاتے ہیں یوسی مٹی آبشار کا قدرتی جلوہ زیادہ اور بہتر محسوس ہوتا جاتا ہی۔ چوٹی کے اوپر بہت بڑا نشان نصب ہی

اور چٹان کے کنارے پر جہاں سے درّے کی طرف جھانک سکتے ہیں لوہے کا بہت مضبوط کٹھیرا لگا ہوا ہی جس کو تھام کر بے اندیشہ زمین کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہوٹل میں عمدہ کھانا اور تر و خشک میوہ سوڈا واٹر وغیرہ ضرورت کی کل چیزیں مہیا تھیں۔ اوّل کھانا کھایا پھر ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھکر دوربین سے نوادا اور ویرنل آبشار کا تماشا دیکھا۔ پانی کا بلندی سے گرنا نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ بعض مصوّر چوٹی پر جاکر آبشاروں اور درّے کا عکس لیتے ہیں۔ چنانچہ دو شخص اسوقت بھی موجود ہیں۔ ایک بوڑہا آدمی اپنی جوان بیٹی کو ہر مشکل سی مشکل چڑھائی کی چٹانوں پر چڑہا کر پھر دور سے اُسکی تصویر کھینچتا ہی۔

پہاڑ کی چوٹی سے ہوٹل وغیرہ عمارتیں۔ مرنیک اور مرسد ندی بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے ہمراہی گھوڑے والے نے چند خالی بوتلیں جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر بہت زور سے درّے میں پھینکیں۔ پہاڑ کی جڑ تک بھی نہ گئیں۔ پندرہ سکنڈ کے بعد کہیں بیچ میں گرنے کی آواز آئی۔

ایک عجیب سانپ

امریکہ۔ خصوصاً یوسی مٹی ویلی میں رٹلنگ اسنیک Rettling snak سانپ جسکی دُم پر قدرتی جُھنجُھنا لگا رہتا ہی۔ زیادہ ملتا ہی۔ جس روز ہم واؤون ہوٹل سے آرہے تھے ایک سانپ دوسری گاڑی کے نیچے جسمیں خدمتگار اور اسباب وغیرہ تھا دب کر رہ گیا۔ کوچوان نے گاڑی روکی اور پتھر سے مار کر اُسکی دُم کا جُھنجُھنا کاٹ لیا۔ آج ہوٹل والے صاحب نے تین جھنجھنے ہمکو دیے جو وقتاً فوقتاً

سانپ مار کر جمع کر رکھے تھے۔ اس جھنجھنے کی شکل بول کی پھلی سے مشابہ ہی۔ صرف اسقدر فرق ہی کہ یہ گاؤدم ہی۔ رنگ ناخن مردہ کی طرح بھگ میلا ہی اور فقرا بہ فقرا جدا جدا۔ باہم ایک کے اندر ایک ڈھیلا جڑا ہوا ہی ذرا کھینچنے سے کچھ بڑھ جاتا ہی اور آپس میں سب فقرے مل کر بجتے ہیں۔ سانپ کی دُم کے گوشت سے اسکا تعلق اسی قدر ہی کہ دو باریک تاروں سے اُس میں پرُویا ہوا ہی اور کاٹنے کے وقت اُن تاروں سے ایک آدھ قطرہ خون کا نکلتا ہی۔ باقی بغیر کسی قسم کی رطوبت کے کل حصہ خشک ہی۔ حافظ حقیقی کی حکمت ہی کہ اُسکے آنے کی خبر انسان اور حیوان کو اس قدرتی الارم کی آواز سے ہو جاتی ہی۔ اس سانپ میں اسقدر زہر بیان کیا جاتا ہی کہ کسی آدمی کے بوٹ پر دانت لگا اور بغیر جلد میں زخم ہونے کے آدمی مر گیا۔ یعنی خشک چمڑے میں دانت نے سوراخ کیا اور زہر صرف جلد پر چھو جانے سے باعث ہلاکت ہوا۔ جس شخص نے نیلام سے خرید کر اُس بوٹ کو پہنا وہ بھی زہر سے متاثر ہو گیا۔ بہر حال تھوڑی دیر برف کے انباروں میں پھر کر پہاڑ سے جسطرح گئے تھے نیچے اُترے۔ اکثر حصہ مسافت کا ہمارے ساتھ ہمراہیوں نے بھی پیادہ پا طے کیا۔ مسٹر ہوس۔ مسٹر بڈن۔ عبدالمجید خاں اور عبدالصمد خاں آخر تک پیادہ آئے۔ نیچے گاڑی کھڑی تھی سوار ہو کر جنوبی چٹانوں کے نیچے نیچے مرسد ندی کے کنارے کنارے یوسی مٹی آبشار پر آئے۔ نہایت خوشنما آبشار ہی۔ پانی گرنے کے مقام سے پانچ چھہ سو گز تک پانی کے باریک قطرے ہوا میں اُڑ کر منتشر ہونے سے

بہت ٹھنڈی پُھوار آتی ہی- اور کسی قدر ہوا کا دور ابر کی طرح تاریک ہی- حالانکہ موسم گرم ہی مگر تھوڑی دیر ٹھیرنے سے سردی معلوم ہونے لگی- وہاں سے ہٹ کر کپتان نام ایک چوٹی کے نیچے سے جو ہزار گز سے زیادہ بلند بے جوڑ پتھر کی دیوار نما چٹان ہی- نکلے- ایک جگہ دیوار کوہ میں تین سیاہ دھاریاں قدرتی پڑ گئی ہیں کہ سب ملا کر دالان کے در معلوم ہوتے ہیں- اُسکے آگے کسی قدر پتھر نکلا ہوا ہی جو عجیب برآمدے کی شکل ہی- ایک در کے آگے بہت بڑا سرو کا درخت ہی- اس دالان کی بلندی بھی زمین سے چھ سات سو گز ہو گی اُس سے آگے بڑھ کر سفید رنگ کے پتھر ہیں جہاں کسی قدر دیوار میں اُبھار اور قلعے کے برج کے مثل گولائی واقع ہوئی ہی سیاہ پتھر کی دھاریوں سے ایک انسان کی شکل بن گئی ہی- آنکھوں کے نشان- ناک کی علامت- تمام چہرے کا نقش سر پر گول ٹوپی گویا کوئی آدمی جبہ پہنے ہوئے بیٹھا ہی- اسکے پہلو میں مغرب کی طرف تھوڑے فاصلے پر موسوم بہ ورجنس ٹیر Virginstear (کنواری کے آنسو) نہایت دلفریب اور خوشنما آبشار ہی- پانی کی باریک چادر نہایت نازک اور دلکش لڑیوں میں تقسیم ہو کر تین سو گز بلندی سے گرتی ہی- اسم بامسمی اشک دوشیزہ ہی- اصلی نام تو ورجنس ٹیر (و- ر- ج- ن س- ٹ- ی- ر) ہی مگر ہمنے اپنے ہموطنوں کے سمجھانے کی غرض سے اشک دوشیزہ موسوم کیا ہی-

اِسکے مقابل شمالی دیوار کوہ میں کسی قدر اس سے بھی زیادہ دبیز دوسری پانی کی چادر

موسوم بہ وڈوس ٹیر Widowi tear (و-ڈ-و-س-ٹ-ی-ر-) گرتی ہی۔ جسکا ترجمہ اشک بیوہ ہی۔ اسکا نظارہ بھی عجیب دلفریب سماں ہی۔ اسی سمت میں بتیس پچیس ۲۵ گز چوڑی نہایت عجیب خوش منظر ایک آبشار ادر ہی آٹھہ سو اسی ۸۰ فیٹ بلندی سے ایک بہت دبیز پانی کی دھار بشیما نازک نازک پھولدار لڑیوں میں منقسم ہوکر دوڑے ٹیں گرتی ہی۔ اسکا نام برائیڈل ویل Bridalyeil (دولہن کی نقاب) ہی۔ نظر پڑتے ہی خیال بیساختہ تسلیم کرلیتا ہی کہ واقعی اسم بامسمّے نقاب عروس ہی آبشار کا پانی۔ رفتار کی تیزی۔ منفذ کی بلندی اور ہوا کے جھوکوں سے چمکدار اور سپید ہی چٹانوں کے سنگین چہرے کی جھلک دکھاتا ہوا فرضی عروس کے قدموں پر گرنے سے باریک باریک قطروں کا ہجوم ہوا کی فضا کو سرمئی ابر کا نازک لباس پہناتا ہی اور مقابل میں آفتاب عالمتاب اِس خیالی عروس کے شرمیلے چہرے کو دیکھنے کے شوق میں نقابِ عروس کو تیر نظر کا نشانہ بناتا ہی تو نقاب کی اوجھل میں نورانی چہرے کی جوت اور آفتاب کی جھلملاتی ہوئی شعاعوں کے عکس سے سرخ۔ زرد۔ سبز۔ نارنجی۔ اودی اور نافرمانی بنجرنگی دھنک پڑ جانے سے عجیب سماں نظر آتا ہی معلوم ہوتا ہی عروس کے چہرے پر سہرے کی مکلل بجواہر لڑیاں فطرتی حسن کے نشے سے مست ہوکر جھوم رہی ہیں۔ سبحان اللہ نیرنگِ قدرت کا عجیب حیرت انگیز کرشمہ ہی جسکی زیارت سے آنکھوں میں نور۔ دماغ کو تازگی اور دل میں انبساط کے جوش کو ترقّی ہوتی ہی۔ اِس آبشار سے کسی قدر مشرق کو جاکر دو اور بلند چوٹیاں ہیں۔ ایک پوری گنبد کی شکل ہی دوسری ناتمام۔ ناقص

دکامن گنبد کے نام سے معروف ہیں۔ اِنکے برابر تین سید ہے پتھر بازمین وسر بہوا زاہدان آزاد کی طرح قیام کی حالت میں پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔ تھری برادرس (تین بھائی) نام سے موسوم ہیں۔ اِن سے کسی قدر اور فاصلے پر ایک مینار نما چوٹی ہے جسکو سنتری کہتے ہیں۔ شمالی سمت میں ایک اور چوٹی ہے جسکو معمار قدرت نے ہیکل کلیسا کے مثل تراش کر کمال صنعت دکھایا ہے۔ اسکا نام کتھیڈرل Cathedral یعنی گرجا مشہور ہے مسافروں کے سوا یہاں کے عام باشندے بھی عیش ونوش کی غرض سے اِن پہاڑوں میں بہت آتے ہیں۔ خصوصاً اہل دہات کے ہر ایک گھر میں ایک بڑی چوپہیہ گاڑی ہے اُسی میں کھانا پینا اوڑھنا بچھونا چھوٹی سی چھولداری سب سامان ضروری وہی سواری جسقدر زیادہ بوجھ ہوا اُسی قدر گھوڑے لگا دیے اِن دروں میں اگر کسی چشمے کے کنارے درختوں کے نیچے گھاس میں ڈیرے کرتے ہیں رات کو سونے کے واسطے گاڑی کے سوا کپڑے کے پلنگ درختوں میں لٹکا دیتے ہیں۔ قدرتی غذا گھاس سے گھوڑے اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان سے خود سیر ہو کر گلگشت اور تفریح میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر زین سواری میں اور خاصکر ایسے محل پر چھوٹے چھوٹے گدھے۔ خچریں گھوڑا ابھی کچھ مہنگا نہیں ہے۔

شہروں میں تو غلاظت کے واسطے نل لگا ہوا ہے مگر دہات میں خاکروب نہونے کے باعث غریب لوگ ایک گہرا گڑھا کھود کر اُسکے اوپر تختہ پاٹ کر پاخانہ بناتے ہیں۔ نہایت کثیف اور متعفن رہتا ہے۔ مگر کیا کریں۔ اگر ہمارے ملک میں ہندو حکیموں کی ایجاد ہر ایک

عزیز یا ذلیل پیشہ کسی ایک ہی قوم پر حصر نہو کر چمار - خاکروب وغیرہ مقرر نہوتے تو سوائے اس تدبیر کے کیا چارہ تھا حقیقت یہ ہے کہ بیچارے غریب و مفلس تمام دنیا میں بیشمار مصیبتوں کا نشانہ ہوتے ہیں یہاں امیر ہوں یا غریب - شہری ہوں یا دہاتی سب یوروپین قوموں کی ایک نسل ہی مگر غربا کی عورتیں مرادآبادی گبرون جیسے سستے اٹھ گزے کپڑے کے لہنگے - اُسی کی ایک کمری جسکو زنانہ کوٹ کہہ لو - ہاتھی کے کان کی طرح چھجہ آگے نکلی ہوئی میلی کچیلی ٹوپی مگر وہ بھی اُسی قسم کے کپڑے کی نیچے بھی صرف ایک ویسکوٹ اور پتلون پہنے - باقی سر و پا برہنہ رہتے ہیں -

۱۵ جون - کھانے کے بعد بارہ بجے یوسی مٹی ویلی سے **اسٹومنی ہوٹل** کو روانہ ہوئے - رات وہاں بآرام بسر کی -

۱۶ جون - صبح کو کھانا کھانیکے بعد مع ہمراہیوں کے چوکڑی میں سوار ہو کر واووسنہ نام درختوں کے دیکھنے کو روانہ ہوئے - اسٹومنی ہوٹل سے ایک دوسری راہ درختوں پر ہوتی ہوئی **ریمن** (ر - ی - م - ن) کو جاتی ہی - کسی قدر بھیر ہوگا - ہوٹل سے آٹھ میل پر یہ **بے نظیر درخت** واقع ہیں - مشہور ہی کہ دنیا میں اِن سے زیادہ پُرانے - موٹے اور بلند درخت نہیں ہیں - اوّل جنگل میں کسی قدر چھوٹے درخت جنکا دور چھہ گز تک ہوگا اور اسی قدر بڑے یوسی مٹی ویلی کی راہ میں کہیں کہیں اور بھی تھے - غرضکہ آٹھ ۸ میل کے قریب چل کر **گریزلی جنٹ** نام درخت پر پُہنچے - اِس درخت کا دور یعنی موٹائی سو ۱۰۰ فیٹ اور بلندی دو سو پچیس ۲۲۵ فیٹ ہی - یہ سب درخت کاج کے ہیں جو سرو کی قسم ہی - نینی تال وغیرہ

پہاڑوں پر بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اِن درختوں کی عمر حساب سے چار ہزار برس کی ثابت ہوتی ہے۔ اِس قسم کے بڑے درخت جو ہمنے دیکھے تقریباً سوا سو ہونگے اور تین میل تک ہمکو ملتے گئے۔ اُن سب میں تین چار درخت نہایت عجیب ہیں راستے سے بچکر شائد اور بھی ہوں۔ ایک درخت تین سو سینتیس ۳۳۷ فیٹ بلند اور ایک سو آٹھ ۱۰۸ فیٹ مدور ہے۔ اُس سے کسی قدر آگے جاکر بیچ راستے میں واوونہ نام کا درخت ہے اس کا دور سو ۱۰۰ فیٹ قطر اُنتیس ۲۹ فیٹ اور بلندی دو سو ساٹھ ۲۶۰ فیٹ ہے۔ اِس درخت کے وسط میں ایک محرابی دروازہ گاڑی نکلنے کو تراش دیا ہے۔ ہماری چوکڑی گاڑی اُسکے اندر سے بآسانی نکل گئی۔ سوراخ کے اطراف میں بھی جڑ میں اسقدر موٹائی باقی رہگئی ہے کہ جسکی قوت پر اس قدر بلند اور بھاری درخت قائم ہے۔ اور درخت بھی ہیں مگر اِن سے چھوٹے ایک اور درخت ہے جو واوونہ نام درخت کے قریب گرا ہوا پڑا ہے۔ اتنا موٹا ہے کہ دس سیڑھیوں کا زینہ اُس پر لگا ہوا ہے ہم سب زینے کے وسیلے سے چڑھے اور نوک کی طرف جاکر اُترے۔ واوونہ سے کسی قدر آگے جاکر ایک خشک درخت کھڑا ہے جڑ میں طبعی کون و فساد سے ایک دروازہ بن گیا ہے تمام درخت سر سے پانو تک خالی ہے۔ دروازے سے درخت کے اندر جاکر دیکھیے تو آسمان نظر آتا ہے اِسلیئے اُس کو دوربین کہتے ہیں۔

اِن تمام راہوں میں اس قدر گرد بدن پر پڑتی ہے کہ کبھی سخت سے سخت آندھیوں میں بھی تجربہ نہیں ہوا۔ تمام جسم۔ کپڑے۔ آنکھ۔ ناک اور کان گردآلود اسطرح ہوجاتے تھے جسطرح مرغ یا تیتر خاک میں لوٹ کر کرز کرلیتا ہے۔ گرمی بھی زیادہ ہے۔ اسٹونمی ہوٹل کے سوا جہاں

ساٹھ ڈگری پر پارہ تھا اور سب جگہ آج کل ۹۰ ڈگری ہی۔ کالی فورنیا کے فواکہ اور میوہ جات مشہور ہیں۔ چنانچہ اس فصل میں نہایت عمدہ گیلاس (چیری) نارنگیاں۔ آڑو۔ خوبانی اور اسٹابری وغیرہ افراط سے ملتے ہیں۔ غرضکہ غروب کے قریب ہم ریمن پہنچے۔ کپڑے بدلے اور جسم کو حتی الوسع گرد سے پاک کیا۔ کھانا کھا کر ریل میں سوار ہوئے۔ کسی قدر چل کر برینڈا اسٹیشن پر ٹھہرے۔ رات بھر ریل یہاں کھڑی رہتی ہی مسافر گاڑیوں میں سوتے رہے۔ صبح کو پھر روانہ ہوئے اور ساڑھے بارہ بجے سین فرانسسکو پہنچے اسی کشتی پر جسکا ذکر پہلے کیا گیا ہی بیٹھ کر دریا کو عبور کیا۔ ڈیڑھ بجے پیلیس ہوٹل میں پہنچ گئے۔

یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی مردم شماری ساٹھ ملین (چھ کرور) ہی۔

الاسکا

۱۸- ۱۹- جون- اس عرصے میں شہر کے مختلف کوچے- دریا کا گھاٹ اور گولڈن گیٹ پارک وغیرہ کی سیر کی چھ بجے شام کو ہوٹل سے سوار ہو کر اسی پہلی کشتی میں سوار ہونے کو گھاٹ پر آئے اور ایک گھنٹے میں خلیج کو عبور کیا۔ دوسرے کنارے پر اوکلنڈ Oakland اسٹیشن سے ریل میں سوار ہو کر جا بجا بیٹھ گئے۔ انشا اللہ تعالے ٹکوما Tacoma سے جہاز پر سوار ہونگے۔

۲۰- جون- سین فرانسسکو سے چل کر قریب ایک گھنٹے کے بعد اوکلنڈ

والی خلیج کی دوسری شاخ راستہ میں ملی۔ ایک نہایت مضبوط دو انجن کی کشتی جسکے سطح پر تین چار لائن ریل کی لگی ہوئی تھیں۔ سڑک سے ملی ہوئی کھڑی تھی۔ ریل سیدھی مع انجن کے کشتی میں چلی گئی اور گاڑیوں کو ۲ ۳ دو تین صفوں میں برابر برابر کشتی پر کھڑا کر دیا گیا۔ مسافر بے خبر آرام سے بیٹھے رہے۔ کشتی نے پوری ٹرین کو لیکر مقام **ولیجو** ValeeJo اور **ڈون شو** Dounsho کے بیچ میں دریا سے عبور کیا۔ اِس کنارے پر بھی کشتی ریل کی سڑک سے آکر لین سے لین مل گئی ریل آگے روانہ ہوئی ۔

۲۱ **جون**۔ صبح کو نو بجے **شاسٹا** کوہستان کے دروں میں پہنچے اور کپتان کالون صاحب بہادر جو پہلے سے مچھلی کے شکار کو آئے تھے یہاں مل گئے۔ راستے کے دونوں طرف دور دور تک کاسنی رنگ کے پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہے۔ دو سوراخوں میں سے جنمیں ایک تین ہزار چھ سو ۳۶۰۰ فیٹ لمبا اور دوسرا پہلے سے کسی قدر کم تھا۔ ریل گزری۔ نہایت تاریک اور گُھٹے ہوئے تھے۔ بڑے سوراخ کا نام **سس پین** Sis pan ہے۔ ریل کی سڑک ندی کے کنارے کنارے پیچیدہ دروں میں سے گزرتی ہے۔ جسطرح ندی کے پیچ وخم واقع ہوئے ہیں اُسی طرح سڑک کو بھی بنادیا ہے۔ جابجا شاسٹا پہاڑ کی چٹانوں سے پانی کی چادریں گرتی ہیں ایک جگہ دو فوارے چادر کے نیچے زمین کے اندر لگے ہوئے ہیں۔ بہت بلند پانی کو پھینکتے ہیں پندرہ ۱۵ گز تک دھار جاتی ہے۔ اِس مقام پر سوڈا واٹر کا قدرتی چشمہ ہے۔ زمین کے اندر سے کاربانک ایسڈ گاس ملا ہوا پانی نکلتا ہے۔ گز سوا گز مربع ایک پختہ حوض بنا کر کسی قدر پانی اُسمیں

جمع رہتا ہی - حوض کے سوا اور جگہ بھی براس کاگ لگے ہوئے ہیں اور دس بارہ گلاس ٹین کے رکھے ہیں - اکثر مسافروں نے گاڑی سے اُتر کر سوڈا واٹر پیا اور بعض نے خالی بوتلیں جو اسی غرض سے ساتھ لائے تھے بھر لیں - مولوی فرخی اور عبد الحمید خان نے بھی پیا - کہتے ہیں بہت تیز اور عمدہ ہی - کوہستان شاسٹا سے جو ٹرین گزرتی ہی اُسمیں ایک گاڑی جسکی چھت وغیرہ تختے کی نہیں ہی اور ہر طرف شیشہ لگا ہوا ہی اس غرض سے لگاتے ہیں کہ جسکا جی چاہے اُسمیں بیٹھکر کوہستان کی سیر دیکھے - اس گاڑی کو آبزرویشن کار کہتے ہیں - جس جگہ زیادہ خوشنما سین ہوتا ہی وہاں کسی قدر ریل کو روک لیتے ہیں کہ مسافر اچھی طرح سیر کرلیں - پہاڑوں کی سیر - آبشاروں کا تماشا اور سوڈا واٹر کے چشمے کو دیکھکر پھر اُسی ندی کے کنارے کنارے چلے اور نو بجے کے قریب **پورٹ لینڈ** پُہنچے یہ شہر نہایت خوبصورت اور مشہور جگہ ہی - شہر سے کسی قدر اسطرف کارٹالش ندی تین چار گز بلند زمین سے نیچے گرتی ہی عجیب خوشنما مقام ہی - برابر اور ہموار ڈھلان پر گرتا ہوا پانی ایک ترچھا آئینہ معلوم ہوتا ہی - عجیب خوشنما اور لطیف چشم انداز ہی - سین فرانسسکو سے پورٹ لینڈ تک سات سو بہتر میل مسافت ہی - شہر کے کنارے پر ریل ٹھیری - ہم مع ہمراہیوں کے شہر کے ہوٹل میں گئے - چار گھنٹے کے قریب استراحت اور کھانے وغیرہ میں صرف ہوئے - کھانے کے بعد پھر ریل میں سوار ہوکر روانہ ہوئے اور کلاما ندی کے کنارے کنارے چل کر کولمبیا ندی پر آئے - یہاں پھر اُسی قسم کی کشتی پر جسکا ذکر خلیج اوکلنڈ کی شاخ پر ہوا پوری ریلوے ٹرین رکھی گئی اور دریا کو عبور کیا - پانچ بجے شام کو ٹکوما پُہنچکر بلافصل لکھی ہی

سوار ہوکر دریا کے گھاٹ پر آئے اور الاسکا کے برفستانوں میں جانے کو کوئن اسٹیمر میں سوار ہوئے۔ جہاز کنارے سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ اسباب اور آدمی اپنی اپنی جگہ پر تقسیم ہو گئے آج صبح کو راستے میں **مونٹ ہڈ** Mount hood **سینٹ ہلینا** اور **کاما** پہاڑوں کی پانچ چھ مخروطی چوٹیاں برف سے چھپی ہوئی نظر آتی تھیں۔

کوئن اسٹیمر نہایت پاکیزہ اور خوبصورت جہاز ہی سنہ ۱۸۸۲ عیسوی کی ساخت ہی۔ درجہ اوّل کے پچاس مسافر ہیں۔ عملہ اور دوسرے درجے کے مسافر ملاکر چار سو چودہ ۴۱۴۔ جہاز کا وزن دو ہزار سات سو ستائیس ۲۷۲۷ ٹن ہی۔ اوّل درجہ کے سب کمرے اوپر کی منزل اور ڈک پر ہیں سکنڈ کلاس اُس سے نیچے ہی مگر وہ بھی فسٹ کے مثل پلنگ۔ فرش۔ لحاف اور برقی روشنی وغیرہ سامان سے آراستہ ہیں۔ نوکروں کے واسطے بھی ایک وسیع کمرے میں اوپر نیچے پچاس پلنگ ہیں اور ہر پلنگ پر دو آدمی سوتے ہیں۔ بیچ میں چھ انچ بلند تختے کی دیوار ہی۔ بستر وغیرہ سامان بھی مہیا ہی۔ لائبریری اور کھانے کا کمرہ بھی نہایت خوش قطع اور ضروری سامان سے سجا ہوا ہی اوپر کی منزل میں ایک بڑا اسموکنگ روم ہی جہاز کا عملہ نہایت خلیق اور مطیع یوروپین امریکن قوم سے مرکب ہی۔ شب کو جہاز کنارے پر کھڑا رہا۔ غروب آفتاب آج آٹھ ۸ بجے پر بیس ۲۰ منٹ گزر کر ہوا۔ جس قدر شمال کی طرف بڑھتے جائیں گے اور دیر میں غروب ہوتا جائے گا۔

۲۲ - جون - رات کو چار بجے سے کشتی نے لنگر اُٹھایا صبح سات بجے **سیٹل**

Satle پر پہنچکر کسی قدر ٹھیرے۔ مسافر اور اسباب اُتارنے چڑھانے کے بعد دس ۱۰ بجے پھر روانہ ہوئے۔ یہ شہر پہاڑ کی بلندی پر بسایا گیا ہی اور دور سے خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ جہاز کی رفتار فی گھنٹہ سولہ ۱۶ ناٹ ہی۔ شہر ٹکوما جہاں سے ہم سوار ہوئے ہیں اور سیٹل بائیس ۲۲ برس سے آباد ہوئے ہیں۔ پہلے یہاں ویران جنگل تھا۔ چند گھنٹے چل کر **پورٹ ٹون سنڈ** Port townsend پر پہنچے۔ یہ قصبہ بھی اُسی طرز پر ہی جیسے کنارے کی پہلی آبادیاں تھیں۔ شام کو عصر و مغرب کے بیچ میں غالباً چھ ۶ بجے ہونگے شہر **وکٹوریا** پر لنگر ہوا۔ یہ شہر انگلش **کناڈا** کے متعلق ہی۔ دور سے انگریزی نشان کا پھریرا اُڑتا ہوا نظر آتا ہی جس کو دیکھ کر سفر کی بیقراری اور غربت کے خیالات کو سکون۔ دل کو تقویت اور تشفی ہوتی ہی۔ مولوی فرخی ہمارے ساتھ جہاز پر رہے باقی سب لوگ شہر میں پھرنے کو گئے۔

۲۳-۲۴-جون۔ وکٹوریا سے لنگر اُٹھا کر جزیرہ **وینکوور** کے کنارے کنارے چلے جاتے ہیں۔ وینکوور ہر جگہ ہمارے بائیں پر ہی۔ دریا نہایت ساکت اور بے موج ہی اور عادتاً کسی موسم میں متلاطم نہیں ہوتا۔ وینکوور سے آگے بڑھ جانے کے بعد داہنے پر **برٹش کولمبیا** اور بائیں پر **کالورٹ ہنٹر۔ پرائیس۔ پٹ لنڈ۔ پورچ۔ ڈنڈاس۔ ڈیوک** اور **گریونا** واقع ہوتے ہیں۔ گریونا کے قریب سے ہو کر **کلارینس اسٹریٹ** اور **اسٹیون پاسیج** سے گزر کر ۲۵-جون کی شام کو **ٹریڈول مین** Tradwelmine میں سونے کی کھان پر لنگر ہوا یہ کھان جنیو کے سامنے **ڈگلس** Deglis جزیرے کے کنارے پر واقع ہی۔ کمپنی کے قبضے میں جو سونا نکالتی ہی

تین ۳۰۰۰ ہزار فیٹ سونے کا پہاڑ ہی۔ عمق کی قید نہیں جہانتک سونا نکلے جائے گا کھودیں گے۔ سونا نکالنے کے واسطے پانچ ۵۰۰۰۰۰ لاکھ ڈالر یا ایک لاکھ ۱۰۰۰۰۰ پونڈ کی لاگت کا بہت بڑا کارخانہ ہی۔ ایک ریلوے لائن بھی کان سے کارخانہ تک سونے کے پتھر لادکر لانے کو کارخانے سے متعلق ہی۔ سنگ مرمر کے مثل سپید رنگ کا پتھر۔ اندر باہر سونے کے ذروں سے بھرا ہوا نکلتا ہی۔ اُس کو کارخانے میں لاکر اول چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے ہیں پھر اِن ٹکڑوں کو باریک پیسنے کے واسطے دو سو چالیس ۲۴۰ لوہے کے موسل لگے ہوے ہیں جو انجن کی قوت سے حرکت کرتے ہیں اور پتھر سرمہ سا ہو کر نیچے کے درجے میں گرتا ہی۔ کارخانے کی زمین ایک طرف کو ڈھلواں ہی۔ ہر موسل کے نیچے پانی کی نہر بہتی ہی۔ باریک پسے ہوے پتھر کو پانی نشیب کی طرف حوضوں میں بہا لیجاتا ہی خاک دُھل جاتی ہی اور سونا حوض میں تہ نشین ہو کر پھر کارخانے میں گلایا جاتا ہی اور بڑی بڑی اینٹیں جنکا وزن بحساب قیمت پندرہ ۱۵۰۰۰ ہزار اور اٹھارہ ۱۸۰۰۰ ہزار ڈالر ہوتا ہی بناکر سین فرانسسکو بھیجے جاتے ہیں۔ پتھر پیسنے والے ہر موسل کا وزن گیارہ ۱۱ من ایک سیر یا نو سو ۹۰۰ پونڈ ہی اور دو سو چالیس ۲۴۰ موسل بیس ۲۰ ہزار ایک سو ساٹھ ۲۰۱۶۰ من پتھر ہر روز سرمہ کر دیتے ہیں اور ایک من پتھر میں اوسط درجہ ایک روپیہ سوا پانچ آنے کا سونا نکلتا ہی۔ اِسی ڈگلس جزیرے میں جسکا طول اٹھارہ ۱۸ میل اور عرض دس میل ہی چاندی اور سونے کے سوا اور کانیں بھی ہیں چنانچہ ٹریڈول کان سے چار میل کے فاصلے پر پہاڑ کے نیچے ہلالی نیم دائرے کی شکل کا ایک تالاب ہی جسمیں کئی آبشاریں بہت زور سے گرتی ہیں۔ یہی تالاب

چاندی کی کان ہی اور یہاں سے پانچ میل پر ایک ندی کی ریت سے خالص سونا نکلتا ہی بہت آسانی سے مٹی کو دھوکر سونا نکال سکتے ہیں۔

کالی فورنیا کی کان جسکا ذکر یوسی مٹی ویلی کے راستے میں ہوا اور جو کالورادو Kalora doo پہاڑ میں واقع ہی ٹریڈول سے بہتر نہیں ہی۔ غرضکہ کشتی سے اُتر کر ہمنے سونا نکالنے کے کارخانے کو دیکھا۔ مینیجر نے ایک ایک کل اور انجن کو دکھایا۔ تختے کی عمارت ہی۔ اوپر کے درجے میں پتھر کے ٹکڑے۔ آہنی موسل کے چار طرف ایک بڑی اوکھلی جیسے ظرف میں ڈالتے ہیں۔ اُسی ظرف کے بیچ میں لوہے کا موسل ہی جو بتدریج ریزہ کرکے پتھر کو نیچے لیجاتا ہی اور پتھر وہاں تک پہنچتے پہنچتے پس کر سرمہ ہوجاتا ہی مینیجر نے بہت ایسے ٹکڑے جنمیں سونے کے زیادہ ٹکڑے وصل تھے بطور یادگار پیشکش کیئے اور مسافروں کو بھی جسقدر جسنے چاہا اُٹھانے اور چھانٹنے دیئے۔ جہاز آنے کی خبر سُنکر کارخانے سے باہر میدان میں کلانکٹ قوم یعنی امریکہ کے اصلی باشندوں کی عورتوں نے بازار لگا رکھا تھا۔ اِسی پتھر کے ٹکڑے جسمیں سونا آمیز ہی اور چاندی کی کھان کے پتھر اور ایسی دہات کے ٹکڑے جو سونا سلفٹ آف ایرن اور چاندی سے مرکب ہیں فروخت کے واسطے رکھے تھے۔ اسکے سوا سمور کی کھالیں۔ سمور کے سلیپر لکڑی اور چاندی کے چمچے۔ ہاتھوں کی چوڑیاں۔ سونے کے کڑے جو اُنھیں جنگلیوں کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں عورتیں بیچتی ہیں۔ گو یہ لوگ غیر مہذب اور وحشی ہیں مگر دستکاری سے خالی نہیں۔ گھاس کے ڈبے۔ پٹاریاں اور چاندی کے چمچے وغیرہ تو

بہت ہی خوشنما بناتے ہیں شب کو جہاز وہیں ٹھیرا رہا - صبح کو **جونیو** Juneau
ایک مختصر آبادی ہی جو داہنے کنارے اور ٹریڈون مین سے تین ۳ میل ہی کسی قدر قیام ہوا -
یہاں بھی جنگلی امریکن سمور کی کھالیں - سمور کے موزے - سلیپر - دستانے اور سونے کے
پتھر - کڑے - چاندی سونے کی چوڑیاں - انگوٹھی - چھلے اور تیر کمان وغیرہ بکتے تھے -
اکثر لوگ یادگار کے طور پر خریدتے ہیں - اس ملک میں سمور کی قسم بہت عمدہ اور ارزاں ملتی
ہی چنانچہ سفید لومڑی کی کھال فی پانچ ۵ ڈالر آنکھیں اور استر لگی ہوئی تیار کھال فی سات ڈالر
ریچھ اور بیور کی کھالیں بھی بہت تھیں -

الاسکا برٹش کولمبیا سے ملا ہوا نہایت سرد ملک ہی - اُسکے جنوب میں برٹش کولمبیا
شمال میں **اڈمرلٹی** اور **چیچک آف** جزیرے ہیں - غایت طول شمالاً و جنوباً
گیارہ سو ۱۱ میل اور عرض شرقاً و غرباً آٹھ سو ۸۰۰ میل - رقبہ پانچ لاکھ چودہ ہزار سات سو
میل مربع - تمام ملک کا دور سات ہزار آٹھ سو ساٹھ میل - عرض شمالی ۵۵ سے ۷۱ تک ہی
طول شرقی ۱۴۲ سے ۱۶۶ تک ہی - اِس موسم میں آفتاب رات کو دس بجے کے
بعد غروب اور دو بجے طلوع ہوتا ہی - تمام بلند پہاڑوں پر ہمیشہ برف رہتا ہی اور بڑے
بڑے دریا اُسمیں سے بہکر سمندر میں گرتے ہیں - نامی اور بڑا دریا **یوکن** Yukon
ہی جو تین ہزار میل بہکر سمندر میں گرتا ہی - یہ دریا دہانے کے قریب جا کر اَسّی
میل چوڑا ہی -

الاسکا کے بلند اور مشہور پہاڑوں میں اکیٹو وال کینو (آتش فشاں) **سینٹ الیاس**

St glias ہی جو سمندر کے سطح سے ۹۷۰۴۱ فیٹ بلند اور شمالی امریکہ میں سب سے بلند چوٹی ہی۔ اِس ملک کی امیدگاہ سونے کی کان۔ سمور اور مچھلی کا شکار ہی۔ مچھلی کے شکار سے ناظرین یہ تصور نکریں کہ شبرتیا بھٹیارہ یا مدارا کہار جال سے پکڑ کر دو چار آنے کی بیچ کھاتے ہونگے۔ بلکہ لاکھوں من مچھلیاں نمک سود کرنے کے بعد تمام عیسائی دنیا کو جاتی ہیں۔ لاکھوں روپے کا سمور اور لاکھوں من مچھلی ویس دیس کو بھیجی جاتی ہی۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں صرف پچاس لاکھ روپیہ کا سونا کان سے نکالا گیا ہی۔ سمور کی بھی یہی حالت ہی۔

الاسکا نہ سلطنت ہی نہ ملک بلکہ ایک ضلع ہی اور یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے متعلق **اریگن اسٹیٹ** کے ماتحت ہی قانون نہایت مفید اور عمدہ ہی تمام آفیسر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے پریسڈنٹ کے حکم سے مامور ہوکر آتے ہیں اور بندوبست مفصلہ ذیل افسروں سے متعلق ہی۔ گورنر۔ مارشل یعنی افسر فوج۔ کلکٹر محصول۔ ڈسٹرکٹ جج۔ سر دفتر۔ سرویر جنرل۔ ڈسٹرکٹ اٹرنی اور ہر ایک ڈپارٹمنٹ میں ایک ڈپٹی ہی۔ سب کی تنخواہ قومی خزانے سے دی جاتی ہی باشندے کوئی خاص ٹکس نہیں دیتے۔

یہ ملک سنہ ۱۷۴۱ء میں **وٹس بہرنگ** Vitus behring کے ذریعے سے ظاہر ہوکر چونکہ سلطنت روس کی سعی سے ملا تھا۔ ابتدا سے روس ہی کے قبضے میں رہا۔ اصلی امریکن لوگ اس ملک میں تقریباً پندرہ ہزار رہتے ہیں جو زیادہ تر

ارکٹک کے سرکل پر بستے ہیں اور آٹھ ہزار یوروپین امریکن جنوبی مشرقی سمت میں آباد ہیں مگر یہ حصہ ضلع سے علیحدہ ہو کر ایک جداگانہ علاقہ شمار ہوتا ہے - بارش کا سالانہ اوسط انشی انچھ ہے - مقام جنیو جو ۱۸۸۰ء میں آر ٹی ہیرس اور جوزف جنیو کے وسیلے سے قائم ہوا معدنی اور تجارتی جسم کا دل ہے - یہ دونوں شخص تحقیق حالات کے واسطے سفر پر مقرر تھے - انہیں دونوں شخصوں نے سونے کی بیش بہا کان پائی اور فوراً ویران زمین کو آباد کرنا شروع کر دیا کان ملنے کی خبر سنتے ہی دور دور سے لوگ آکر بسنے لگے - سب سے پہلے جوزف جنیو نے مکان بنایا جو اب والن ٹائن جیولری اسٹور Yalentine.s Jewelry stote کے قبضے میں ہے غرضکہ بہت جلد ملک آباد ہو گیا - اور تھوڑے عرصے میں تجارتی کارخانے - ہوٹل - مال کے گودام اور ناچ گھر وغیرہ بن گئے اِس ملک کو روسیوں نے ۱۸۶۷ء میں امریکن سول[†] وار کے بعد بہتر لاکھ ڈالر (چودہ لاکھ چالیس ہزار پونڈ) (دو کروڑ انسٹھ لاکھ بیس ہزار روپے) کو یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے ہاتھ بیچ ڈالا -

۲۵ - جون - صبح سے ہمکو برف کے ٹکڑے جنکو انگریزی میں آئس برگ کہتے ہیں پانی پر تیرتے ہوئے مل رہے ہیں - بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں -

---

[†] امریکہ کی لڑائی جو غلاموں کے آزاد کرانے پر شمالی اور جنوبی امریکہ والوں میں واقع ہوئی سول وار کہلاتی ہے - شمالی امریکہ کی طرف سے جنوبی پر زور ڈالا گیا تھا کہ وہ بھی اپنے غلام آزاد کر دے - اِس لڑائی میں شمالی امریکہ نے فتح پائی اور اُنکے غلام آزاد کرا دیے -

۲۶- جون - جس راہ سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی اُسی کے دونوں طرف بہت قریب جنگل اور پہاڑ ہی بیچ میں دریا ساکت اور بے موج کف دست کی طرح بے حرکت ہی جسقدر برف کے پہاڑوں اور منجمد ندیوں سے قریب ہوتے جاتے ہیں اُسی قدر بڑے بڑے برف کے جزیرے کثرت سے ملتے جاتے ہیں- اکثر سفید اور بعض مثل نیلم کے خوشرنگ آبی ہیں- برف کا وزن پانی کی نسبت ہلکا ہوتا ہی اور آٹھ ۸ نو ۹ حصے کے قریب پانی میں ڈوب کر ایک حصہ سطح پر اُبھرا ہوا رہتا ہی- سوائے آئس برگ کے دوسرا حسن یہ ہی کہ بہت قریب قریب چھوٹے چھوٹے نہایت سبز و شاداب جزیرے کثرت سے واقع ہوئے ہیں- اِن جزیروں کی خوبی کو جنگلی درختوں کے جھنڈ اور بھی زیادہ رونق دیتے ہیں- اِن جزیروں کی وسعت پچاس گز- سو- بعض ڈیڑھ سو گز مدور سے زیادہ نہیں ہی- بعض جگہ کناروں کا جنگل اور پہاڑ جہاز سے سو گز تک فاصلے پر واقع ہوتا ہی اور بعض جگہ کُھلے ہوئے پانی میں گزرتے ہیں- بارہ بجے کے بعد ایسے مقام پر پُہنچے جہاں پانی جھیل کی طرح تین طرف پہاڑوں سے گِھرا ہوا ہی- بائیں طرف کے پہاڑ میں ایک درہ جو تقریباً چھ سات سو گز چوڑا ہوگا سر سے پانو تک برف سے بند ہی- یہ برف ندی بہکر آتی ہوئی جم جانے سے پیدا ہوا ہی- اگرچہ گرد و غبار نے برف کے نورانی چہرے کو کسی قدر مکدر کر دیا ہی مگر پھر بھی کیفیت سے خالی نہیں ہی- اِس درّے کے پیچھے بھی بہت بلند اور لمبی دیوار برف کی نظر آتی ہی- ایسے دروں میں پہاڑ کی بلندی سے بہکر آنے والی ندیاں جم جاتی ہیں تو اُن کو گلیشیر کہتے ہیں- اور ایک دوسرا درّہ نہایت

خوبصورت آبی برف سے بنی ہی جسکو تاکو گلیشیر کہتے ہیں۔ صدہا گز بلندی پر برف کی پست و بلند مینا ریں اور گنبد نما چوٹیاں اُنکے بیچ میں کہیں کہیں کوچوں کے مثل نالیاں واقع ہونے سے معلوم ہوتا ہی بلور کا بنا ہوا شہر آباد ہی۔ جہاز بہت قریب تک گیا۔ پانسو۵۰۰ من سے پندرہ۱۵ اور دس۱۰ من تک بھاری برف کے ہزاروں ٹکڑے پانی پر تیر رہے ہیں۔

جہاز کے عملے نے ایک لوہے کے جال میں پھنسا کر ہزاروں من برف دریا سے اُٹھایا اور جہاز پر رکھ لیا۔ جہاز میں صرف ہونے کے سوا اِس برف کو دور دور ملکوں میں جا کر بیچتے ہیں۔ اِسی قسم کا برف اکثر بمبئی اور برف کی مشین جاری ہونے سے پہلے وسط ہندوستان تک آتا تھا۔ یہ برف نہایت لطیف اور شیریں چشموں کا پانی سردی کی شدت سے جما ہوا ہی ورنہ سمندر کا پانی کبھی برف نہیں بنتا۔ بعض ٹکڑے اسقدر بڑے ہیں کہ ایک بڑے مکان کی برابر صرف پانی سے باہر نکلا ہوا حصہ نظر آتا ہی۔ ایک بہت بڑا ٹکڑا برف کا جہاز میں رکھنے کو اُٹھایا گیا۔ دس بارہ ٹن سے کم بھاری نہ تھا۔ اندر کے درجے میں نہ جا سکا۔ ناچار اوپر رکھ کر اور لوہے کے کدالوں سے ٹکڑے ٹکڑے توڑ کر اِدھر اُدھر رکھ دیے گئے۔ تاکو گلیشیر اِس قدر خوبصورت اور دلچسپ ہی کہ ایک لحظہ تماشے سے جی سیر نہیں ہوتا جہاز کے سامنے کی طرف بیالیس۴۲ ڈگری سردی اور کیبن کے آگے برآمدے میں اِس وجہ سے کہ لوہے کے نل گرم بھاپ سے بھرے ہوئے جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں پچپن۵۵ چھپن۵۶ ڈگری پر پارہ تھا۔ گھنٹہ بھر کے قریب وہاں ٹھیرے۔ بعض مسافروں نے برف کی تصویریں کھینچیں۔ پھر کسی قدر اُلٹے قدموں

پھر کر داہنی طرف مُڑے اور چل کاٹ کو چلے۔ چونکہ کُہر کی شدت میں دس۱۰ پندرہ۱۵ گز فاصلے سے زیادہ نظر نہیں آتا ناچار چلکاٹ کے قریب تک جا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ تمام رات چلتے رہے۔ آج دس بجے آفتاب غروب ہو کر دو۲ بجے پر طلوع ہوا۔

۲۷ جون۔ ایک بجے کے قریب بیرن آف Baran off جزیرے کے کنارے سٹکہ Sitka پر لنگر ہوا۔ مسافر جہاز سے اُتر کر شہر کو گئے۔ لنگرگاہ کے قریب امریکن وحشی عورتیں چاندی کا اسباب چمچے وغیرہ۔ تیر و کمان۔ لکڑی کے برتن اور چمچے۔ گھاس کی بُنی ہوئی ٹوکریاں۔ پٹاریاں اور سمور کے دستانے وغیرہ بیچ رہی ہیں۔ اِن عورتوں کے چوڑے چکلے چہرے۔ گول گول آنکھیں بعینہ لداخی عورتوں کے مشابہ ہیں۔ رنگ گورا ہی مگر یوروپین امریکن قوم سے ممیز ہیں۔ صاف پہچانا جاتا ہی کہ یہ لوگ دیسی ہیں۔ اِس قوم کے اکثر لوگ جو عیسائی آبادیوں میں رہتے ہیں عیسائی ہیں۔ باقی جنگلوں کے رہنے والے اپنی پُرانی حالت پر اَب تک بُت پرست ہیں۔ زبان بھی علیحدہ ہی۔ اکثر گفتگو کے وقت خ۔ ٹ۔ ک۔ غ۔ ش۔ سے الفاظ مرکب پائے جاتے ہیں۔ چونکہ یوروپین امریکن انگریزی زبان بولتے ہیں اِس لیئے اُنکے میل سے بعض انڈین امریکن بھی انگریزی بولنے لگے ہیں۔

سٹکہ بہت ہی مختصر لکڑی کی عمارت کا قصبہ ہی۔ گھاٹ سے کسی قدر فاصلے پر بازار میں گریک چرچ ہی جو روسیوں کا مذہب ہونے کی وجہ سے اُنھیں کے تسلط کے زمانے کا بنا ہوا ہی۔ ہم۔ مولوی فرخی۔ عبد الصمد خاں۔ کپتان فتحیاب خاں

عبد المجید خاں اور مسٹر بڈن آبادی سے گزر کر دریا کے کنارے کنارے جنگلی درختوں کے بَن میں ایک چھوٹی سی ندی پر گئے۔ اِس ندی کو **انڈین ریور** کہتے ہیں۔ پہاڑی ندی معلوم ہوتی ہی۔ پتھر کے روڑوں پر نہایت سرد اور موتی سا نتھرا ہوا صاف پانی بہتا ہی۔ عمق بھی زیادہ سے زیادہ دس ۱۰ بارہ گرہ ہوگا۔ کسی قدر تفریحاً کنارے پر بیٹھکر **عجائب خانہ** دیکھنے کو آبادی میں واپس آئے۔ فی کس بیس ۲۰ سینٹ لیکر دکھاتے ہیں چھوٹا سا ایک کمرہ ہی۔ اکثر امریکن جنگلیوں کے اسباب و آلات رکھے ہیں۔ عجائبات دنیا سے نہایت عجیب یادگار میمتھ Mammoth کی ہڈیاں ہیں۔ اِس نام کا حیوان اگلے زمانے میں ہوتا تھا اب اُسکی نسل مفقود ہی مگر کہتے ہیں افریقیہ میں اب بھی موجود ہی۔ امریکہ میں بعض جگہ برف کے نیچے مردہ میمتھ دبے ہوئے نکلے ہیں چونکہ برف کے اندر کسی جسم میں کون و فساد نہیں ہوتا اس لیئے سب لاشیں زندہ کے مثل صحیح و سالم تھیں۔ اِس حیوان کے جسم کا طول تیس ۳۰ فیٹ اور قد کی بلندی بیس ۲۰ فیٹ۔ ہاتھی سے مشابہ۔ تمام بدن پر دبیز اور سرخ رنگ کے لمبے لمبے بال۔ آنکھیں لمبی۔ کان چھوٹے۔ سونڈ بھی بہت لمبی۔ دانت زیادہ سے زیادہ اب تک پانچ گز لمبے پائے گئے ہیں۔ چنانچہ **مسٹر فول** نے جو دانت الاسکا سے خریدے پندرہ ۱۵ پندرہ فیٹ لمبے تھے۔ عجائب خانے میں نو دانت رکھے ہیں۔ ایک سر کی ہڈی میں لگا ہوا تھا۔ مولوی فرخی نے بالشت سے ناپا پونے دو گز ہڈی سے باہر تھا۔ ایک گز جبڑے کے اندر بھی ہوگا مگر موٹائی بھینسے کے سینگ سے زیادہ نہیں ہی۔ علیحدہ رکھے ہوئے

دانتوں میں ایک پونے تین گز لمبا اور بیچ میں سے گیارہ گرہ موٹا تھا - نوک بہ نسبت جڑ کے پتلی نوکدار اور بدشکل خمیدہ ہی - علم حیوانات کے علما نے تحقیق کیا ہی کہ یہ حیوان گرم ملک کا ہی جس زمانے میں یہ ملک گرم تھا میمتھ بھی زندہ تھا - مگر زمین پر موسم ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں جب یہاں سردی زیادہ ہوئی اور برف گرنے لگا تمام نسل نابود ہوگئی - اُسی زمانے کی مردہ لاشیں برف میں دبی ہوئی نکلتی ہیں - میمتھ کی زندگی کے زمانے کو **طوفان نوح** علیہ السلام سے پہلے قیاس کرتے ہیں - اسکے سوا زرد - سرخ - سپید اور ابلق لومڑیوں کے سمور نمونے کے طور پر رکھے ہیں - یہ بھی اِس برفستان کا تحفہ ہی - کئی جوڑی شیر ماہی کے دانت بعض سر کی ہڈی کے ساتھ جڑے ہوئے اور بعض علیحدہ رکھے ہیں - ہاتھی کے دانت کی بہ نسبت زیادہ مضبوط اور بہت خوبصورت جوہردار چیز ہی -

والرس Walrus مچھلی بھی ہاتھی سے بہت مشابہ ہوتی ہی - جسم بعینہ بغیر بالوں کے ہاتھی کا دھڑ ہی - البتہ چہرہ شیر کے ہمشکل ہوتا ہی اور ہاتھی کی طرح ۲ دو دانت نیچے کی طرف کو سیدھے جُھکے ہوئے ۸ آٹھ ۱۰ دس گرہ لمبے چار گرہ کے قریب موٹے ہوتے ہیں -

اِس ملک میں بہت بڑا شکاری پرند **عقاب** ہوتا ہی - سر اور گردن سپید باقی جسم کے پروں کا رنگ چیل کی طرح مخلوط - ۲ دو ۲ دو انچھ لمبے ہلالی ناخن - پنجے اسقدر تیز اور قوی ہیں کہ جس چیز پر گُڑھ جائیں پھر مشکل سے کھُل سکیں - عجائب خانے میں بھی ایک مردہ

عقاب زندہ کے مثل بنا کر رکھا ہی۔

کئی قسم کے تیر اور کمانیں جنگلیوں کی رکھی ہیں جنمیں بعض کمانیں مچھلی کی ہڈی کو خم دیکر اُسی کے پٹھے کا رودہ چڑھایا ہی۔ بعض کمانیں سخت اور مضبوط لکڑی کی بھی ہیں۔ تیروں پر نوکدار ہڈیوں کی بھال لگی ہوئی ہی۔ بعض اسطرح بنائے ہیں کہ نلی کی ہڈی کو ایک طرف سے لکڑی میں پرویا ہی اور دوسرے سرے کو شگاف دیکر اُسمیں لوہے کی بہت چوڑی سنان لگائی ہی کسی تیر میں چقماق کے پتھر کو پیکان کے مثل نوک اور دھار نکال کر لگا دیا ہی مگر پیکان صرف پتھر کی ہی باقی تیر کی وہی حالت ہی کہ لکڑی میں نلی کی ہڈی اور ہڈی میں پیکان۔ بعض تیر ایسے ہیں کہ لکڑی پر لوہے کی زہر آلود پیکان لگائی ہی۔ اِس تیر کا زخم زیادہ تکلیف دیتا ہی اور انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا بس چھو جانا کافی ہی۔ اِنکے علاوہ چند سر الک 1k کے تھے اِس جانور کو جھانک یا بارہ سنگے سے مثال دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کے قسم میں اور الک میں بڑا فرق یہ ہی کہ الک کے سینگ تاڑ کے پتوں کی طرح تختہ تختہ جڑے ہوے ہوتے ہیں دو ڈھائی گز چوڑے دروازے سے نہیں گزر سکتا۔

آبی اور سیاہ نقطہ دار کئی انڈے ہیں مگر معلوم نہیں کس جانور کے ہیں۔

زیادہ دلچسپ جنگلیوں کے اسباب اور آلات ہیں انکے سوا بہت باریک مچھلی کی کھال کا لباس ہی جسکو برف میں رہنے والے اِس غرض سے پہنتے ہیں کہ پانی میں بدن تر نہو اور سردی بھی اثر نکرے۔ بعض لباس سپید کیمخت کے مثل قدرتی جار خانہ

پڑی ہوئی دانہ دار کھال سے بنائے ہوئے ہیں - قریب قریب گوہ کی کھال سے مشابہ ہی مگر بہت صاف اور مضبوط - پچاس۵۰ ساٹھ۶۰ برس پیشتر جبکہ ڈائن اور جادوگروں کی نسبت لوگ یقین کرتے تھے کہ وہ جس انسان کو چاہیں برباد کر سکتے ہیں سلطنت روس نے ایک عملہ ڈائن اور ساحروں کے قتل پر مقرر کیا تھا - عجائب خانے میں اُن ساحر کش سپاہیوں کی وردی ایک لکڑی کے پُتلے کو پہنا کر خیالی ڈائن اور جادوگروں کو قتل اور گرفتار کرتے ہوے نمونے کے طور پر بنا کر رکھی ہی نہایت عجیب اور ہیبت ناک وردی ہی - ٹوپی میں دو سینگ بھی لگے ہوئے ہیں ہوبہو وہی ترکیب ہی جیسے پارسی لوگ ٹھیٹر میں کالے اور لال دیو بنا کر پیش کرتے ہیں - اِسکے سوا جنگلیوں کے دستانے اور گھٹنوں تک لمبے موزے وغیرہ بھی ہیں -

دو مجلسیں جنگلیوں کے برہنہ ناچ کی مٹّی کی مورتوں سے بنا کر رکھی ہیں جنسے ناچ کی طرز اور تعیش کا طریقہ ظاہر ہوتا ہی اُن میں سے بعض مردوں کی آرائش اور سنگار کی یہ طرز ہی کہ دونوں طرف گالوں پر بجائے گل مُچھّوں کے دو لیموں چپکا لیتے ہیں باقی بدن مادر زاد برہنہ ہی -

چار قسم کے مچھلی پکڑنے کے جال رکھے ہیں - اِن جالوں کو ویل مچھلی کی ہڈی کے تار بنا کر اُن سے بنتے ہیں نہایت مضبوط چیز ہی -

اسکے سوا ریچھ کے دو۲ تین۳ سر جنکے مُنہ میں شکار بھی ہی اور دو۲ جنگلی کُتّے زندہ کے مثل بنا کر رکھے ہیں - کُتّا خوبصورت ہی لومڑی اور گیدڑ کی ملی جلی نسل معلوم ہوتا ہی - اِس

امر سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ریچھ کے مُنہ میں شکار کیوں ہی۔ ریچھ گو پھل پھلاری گھاس پات کھانے والا جانور ہی مگر برف کا ریچھ گوشت ہی کھاتا ہی۔

چند نمونے تانبڑے کی کھان کے ہیں۔ یہاں تانبڑا اسطرح پیدا ہوتا ہی کہ سنگ خارا کے ٹکڑوں میں تانبڑے کی ہشت پہل گولیاں نہایت مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں۔ پتھر کو توڑکر تانبڑا الگ کر لیتے ہیں۔ سونا چاندی اور لوہا وغیرہ معدنیات کے نمونے بھی رکھے ہیں۔ دو۲ تین۳ کشتیاں تین۳ اور چار۴ فیٹ لمبی دو۲ فیٹ چوڑی جنمیں تختے کی عوض سیل Seal کا چمڑا منڈھا ہوا ہی اور دونوں طرف مچھلی کی ہڈیاں کمان کی طرح خم دیکر پٹیوں کی جگہ لگائی ہیں۔ ایک کشتی قریب آٹھ۸ نو۹ فیٹ کے لمبی ہی اسمیں بھی لکڑی کی جگہ مچھلی کی پسلیاں ہیں اور تمام سیل کے چمڑے سے منڈھی ہی۔ ایسی کشتی ہمیشہ پانی اور برف کے صدمے سے محفوظ رہتی ہی۔ برف میں رہنے والے لوگوں کے واسطے خشکی کا مرکب بغیر پہیوں کی گاڑی ہی جسمیں مچھلی کی موٹی موٹی ہڈیاں کشتی کے پیندے کی طرح خم دیکر لگاتے ہیں۔ گاڑی کی پوشش اور نشست کا حصہ سیل یا ریچھ کی کھال سے بناتے ہیں گھوڑے کی جگہ کُتے یا بکری۔ بعض گاڑیوں میں بارہ سنگا جوڑتے ہیں۔ بہت آسانی سے برف پر پھسلتی ہی اسی قسم کے تین۳ گاڑیاں یہاں بھی رکھی ہیں۔ اِسکے سوا دو چھوٹی چھوٹی توپیں گز بھر اور بارہ گرہ لمبی اور ایک بڑی ساڑھے تین گز لمبی آٹھ گرہ موٹی اور چند چقماق کی بندوقیں روسیوں کے زمانے کی یادگار ہیں۔

اگرچہ مختصر سی عمارت اور بہت کم اسباب ہی مگر اصلی باشندوں کے اسباب و آلات کی عمدہ

یادگار ہی۔ عجائب خانے سے جہاز کو آتے ہوئے ہمنے گریک چرچ کا گرجا دیکھا۔ آدھا ڈالر لے کر سیر کراتے ہیں۔

آج شام کو اہل جہاز کی طرف سے شہر والوں کے واسطے ناچ اور گانے کی دعوت ہی نو بجے سے شروع ہوگی۔

۲۸ **جون**۔ دس بجے جہاز لنگر اُٹھا کر آڑے ترچھے پیچیدہ راستے سے روانہ ہوا۔ جس راہ سے آئے ہیں اُسی طرف اُلٹے قدموں پھر کر **میُر گلیشیر** Muir glacier کو جاتے ہیں۔ سٹکہ کے داہنی طرف **کروز آف** Krozoff جزیرے کے ساحل پر ایک پہاڑ اور جنگل جو جہاز سے پانسو گز فاصلے پر ہوگا ملتا ہی۔ روسی آبادی اوّل یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ یہ مقام اس لیے زیادہ تر قابل یادگار ہی کہ امریکن جنگلیوں نے جو پہاڑ کے دوسری طرف بستے تھے ایک روز رات کو اچانک آکر روسی زن و مرد اور بچے سب قتل کر ڈالے ایک جان بھی زندہ نہ بچی۔ پرسوں جزیرہ چِل کاٹ کے اُس کنارے پر تھے اور کُہرنے آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ آج چِل کاٹ کے ساحل سے ملے ہوئے جا رہے ہیں اگر کہر نہوا تو برف کے پہاڑوں کو اچھی طرح دیکھ سکیں گے۔ اِسوقت تھرمامیٹر چھپن ڈگری پر ہی اور ہم **چاتھم اسٹریٹ** Chatham strait اور **گلیشیر بے** Glacier bay سے ہو کر میُر گلیشیر کو جائیں گے **چیچگ آف** Chichagoff جزیرہ بائیں پر ہی اور **بیرن آف** Baran off داہنے پر اور اسوقت

ہم پیرل اسٹریٹ Peril strait میں جارہے ہیں۔ ایک بجے کے
قریب پیرل اسٹریٹ سے نکل کر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوتے ہی جزیرہ ایڈمرلٹی
Adiralty کے ساحل پر پہنچے اور کیلس نو Killis noo (ک۔ ے
ل۔ س۔ ن۔ و) (گانو) کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا۔ کیلس نو مچھلی کے شکار کے
واسطے مشہور جگہ ہی۔ لنگر ہوتے ہی تمام سافرزن و مرد آبادی میں گئے زیادہ سے زیادہ دوسو
گھر کے قریب کلانکٹ Klanket قوم کے امریکن وحشی بستے ہیں۔ غرضکہ
ایک امریکن یوروپین کی دکان سے شائقین شکار نے کانٹے۔ ڈور اور مچھلی کا چارہ وغیرہ
سامان شکار خریدا اور اکثر مرد و عورت ایک دخانی بوٹ میں اور بعض جہاز کی ہمراہی کشتیوں
میں بیٹھکر شکار کو گئے کنارے سے کسی قدر فاصلے پر جہاں پانی پونے دوسو فیٹ
گہرا تھا شکار کے واسطے کانٹے ڈالے۔ مچھلیوں کی اسقدر کثرت تھی کہ کانٹا گرا اور مچھلی
نے پکڑا۔ ایک مچھلی کانٹے میں الجھکر آئی اور دوسری خود سر اسکی رفاقت میں ساتھ
ہولی جب پانی سے ابھر کر آدمی کو دیکھا تب بھاگ نکلی۔ دو گھنٹے کے عرصے میں قریب ڈھائی
سو کے مچھلیاں پکڑی گئیں جنمیں بڑی سے بڑی پچاس اور ساٹھ پونڈ تک بھاری تھی۔
یہاں سے کچھ فاصلے پر جاکر سرخ مچھلی کا شکار ہوتا ہی جسکو سیمن Samon
کہتے ہیں۔ وہاں پانی زیادہ عمیق ہی۔

اکثر امریکن وحشیوں کے گھروں میں ویل مچھلی کی بڑی بڑی ہڈیاں دروازے
کے آگے رکھی ہوئی ہیں اور ہر دروازے پر عورتیں گھاس کی بنی ہوئی پٹاریاں۔ بالٹی۔

بوتلیں۔ ڈبّے اور سیپ۔ گھونگے وغیرہ بیچ رہی ہیں۔ گھاس کو مختلف رنگوں سے رنگ کر بہت باریک اور عمدہ اسباب بناتے ہیں۔ اِس قوم کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت مفلس اور تنگ دست ہیں۔ مکان صرف تختوں کا بنا ہوا ایک کمرہ ہی اُسی میں چھ سات انچ تختے کی دیوار زمین پر لگا کر کیاری کی شکل بنا کر اُسمیں ریچھ وغیرہ کی کھال بچھا لیتے ہیں۔ اُنکا پلنگ یا مسہری جو کچھ کہو یہی ہی۔ مردوں کا لباس قریب قریب انگریزی ہی۔ عورتیں لہنگا اور آستینوں دار کُرتی پہنتی ہیں اور سر پر رنگین رومال ڈال کر کمل یا سرخ چادر سموسہ کی ہوئی شانوں سے اوڑھتی ہیں۔ آرائش کے واسطے زیور کی جگہ ایک عجیب رسم ہی کہ دو یا چار دانت سیپ یا ہڈی کے بنے ہوے ہونٹ اور ٹھُڈی کے درمیان جلد میں سوراخ کر کے اور اُس سوراخ میں دانت پرو کر زخم میں ٹانکے لگا لیتی ہیں۔ چونکہ ابتدائے شباب سے اِس کا عمل درآمد ہوتا ہی جلد کا زخم برابر ہو کر دانت گوشت میں وصل ہو جاتے ہیں۔ چڑیل کی خیالی مہیب صورت میں اور اِن میں ذرا فرق معلوم نہیں ہوتا۔

مولوی فرخی کو اتفاق سے ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ ایک بڑھیا جسکے چہرے پر اُسی قسم کے دانت لگے تھے اپنا مُنہ کالا کیئے ہوئے ایک گھر میں بیٹھی تھی اور ایک نوجوان مرد نہایت ضعیف ولاغر قریب مرگ بستر پر پڑا تھا۔ اہلِ جہاز سے ایک لڑکی جو مولوی صاحب اور دوسرے مسافروں کے ساتھ گانو میں سیر کرتی پھرتی تھی۔ بڑھیا کو دیکھکر ڈری اور خوف کی حالت میں دوڑ کر مولوی صاحب سے لپٹ گئی۔ مولوی صاحب مع دو تین مسافروں کے گھر کے اندر گئے اور حال تحقیق کرنے لگے۔ مُنہ کالا کرنے کا سبب یہ معلوم

ہوا کہ وہ نوجوان جو نزع کی حالت میں ہی بڑھیا کا بیٹا ہی اور اُسی کے ماتم میں بڑھیا نے اپنا مُنہ کالا کیا ہی۔ حسنِ اتفاق سے جہاز کا ڈاکٹر بھی وہاں آنکلا۔ اُسنے بیمار کی نبض دیکھی۔ معلوم ہوا فی منٹ ایک سُو انتیس ۱۲۹ دفعہ حرکت ہی اور سِل کے مرض میں مبتلا ہی۔ بڑھیا کی مصیبت و مفلسی پر ترس کھاکر کسی نے دس ۱۰ سینٹ کسی نے پچیس ۲۵ اور کسی نے اُدھا ڈالر بطورِ خیرات دیا۔ اِسکے بعد اور لوگ تو جہاز کو واپس آئے مگر مولوی فرخی فطرتی ہمدردی اور رقّتِ قلب کی وجہ سے تھوڑی دیر تک مریض کی تیمارداری میں بڑھیا کے شریک حال رہکر اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے۔ جہاز کی روانگی کا وقت بھی قریب تھا لہذا مسافروں کو سیر و شکار سے واپس بُلانے کے لیے پیہم انجن سیٹی دے رہا تھا الارم کی آواز نے مولوی صاحب کو چونکایا۔ بڑھیا کی رفاقت چھوڑکر جہاز کی طرف رُخ کیا۔ مگر باہر نکل کر دیکھا تو نہ رستے کا پتا ملا نہ دریا کی سمت یاد رہی کہ جہاز کس طرف کھڑا ہی۔ گانو کی گلیوں میں پھرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے جنگلیوں اور اُنکے کُتوں نے گھیر لیا اور تحقیر و تعصب کی شان سے بنانا شروع کیا۔ کوئی پتھر کا روڑا یا گلی ہوئی لکڑی اُٹھاکر دکھاتا تھا کہ یہ عجیب یادگار ہی اور ایک اشرفی قیمت ہی اِسے خریدلو۔ کوئی لوہے کا پُرانا ٹکڑا یا جلانے کی لکڑی لاکر دیتا تھا کہ یہ اِس ملک کا تحفہ ہی۔ دو پونڈ دیدو۔ ایک شخص اُنمیں سے انگریزی بولتا تھا جو سب کی طرف سے دلالی و ترجمانی کرتا تھا۔ مولوی صاحب جنگلیوں کے حالات میں اکثر اہلِ امریکہ سے سُنا کرتے تھے کہ یہ لوگ مسافر کو تنہا پاکر لالچ یا تعصب کی وجہ سے مار ڈالتے ہیں۔ وہم و شک ہوا کہ غالباً میرے ساتھ بھی یہی

ارادہ ہو - جب دیکھا کہ اِن سے کسی طرح رہائی نہیں معلوم ہوتی - اگر آدمیوں نے جانے دیا تو بیس ۲ پچیس ۲۵ کُتّے مدارات کے واسطے چاروں طرف سے منتظر ہیں - تب انہوں نے بھی چالاکی شروع کی - اِس اثنا میں ایک شخص عقاب کی تازہ نکالی ہوئی کھال سر اور پنجوں سمیت بیچنے کو لایا - مولوی صاحب نے اُسکو ترجمان کی معرفت پیغام دیا کہ پچیس ۲۵ سینٹ لیکر صرف اسکے پنجے کاٹ دو - اُسنے فوراً رضامند ہوکر چاقو نکالا اور کھال سے پنجے کاٹ کر علیحدہ کردیے اور اُکھڑے ہوئے پَر مولوی صاحب کے سر پر جھاڑ دیئے انہیں قیمت ادا کرنے کے حیلے سے جامہ تلاشی دینے کا موقع مل گیا - تمام جیبیں پچیس ۲۵ سینٹ نکالنے کی غرض سے اُلٹکر دکھیں اور بٹوے کے سب خانے کھول کر پچیس ۲۵ سینٹ نکالدیئے - اسکے بعد ترجمان کو طمع دلائی کہ کل یادگاریں ہمکو خرید دو تو تمکو بھی بطور کمیشن کچھ پیشکش کرونگا اور وہی لوہے پتھر کے ٹکڑے وغیرہ مُنہ مانگی قیمت پر خرید کر ترجمان کے پاس جمع کردیے - اور اُس سے کہا کہ آپ مہربانی فرماکر جہاز تک میرے ساتھ چلو اور اِن چیزوں کی قیمت اور اپنا حق محنت لے آؤ - یہ تو وہ دیکھ ہی چکے تھے کہ انکی جیبیں خالی ہیں - لالچ میں آکر دو آدمی ساتھ ہو لیئے اور قریب کے راستے سے نکالکر گھاٹ پر لے آئے - مولوی صاحب اُن کو کنارے پر مع اسباب کے چھوڑ کر جہاز میں اشرفیاں لینے آئے اور پھر جہاز کی روانگی تک اپنی کیبن سے باہر نہ نکلے - اِن لوگوں کو جہاز پر آنے کی سخت ممانعت ہی اسوجہ سے وہ بھی اوپر نہ آسکے - اسکے علاوہ اُن کے ہاتھ شراب بیچنے کی بھی ممانعت ہی اکثر تجربہ ہوا ہی کہ شراب پیکر نشے میں اُن سے قتل وغیرہ

وارداتیں سرزد ہوتی ہیں مگر غیروں کے ساتھ - یہ جنگلی اِس درجہ وسکی شراب کے شوقین ہیں کہ کسی نہ کسی طرح جہازی سیلروں سے باوجود افلاس کے دو چند سہ چند قیمت دیکر چوری سے خرید لیتے ہیں -

کیلسن وییس چونکہ مچھلی بکثرت ہوتی ہی مچھلی کے تیل نکالنے کا ایک کارخانہ بھی جاری ہی - یہ تیل وہ نہیں ہی جسکو پیتے ہیں بلکہ کاڈلیور آئل Cod liver کے سوا دوسری قسم ہی جسکو چمڑے وغیرہ میں لگاتے ہیں -

مغرب کے بعد گیارہ بجے کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا اور جا تھم اسٹریٹ سے نکل کر گلیشیر بی میں داخل ہوے - ابتک سوا اور ساڑھے دس بجے سے آفتاب غروب اور دو بجے سے ڈھائی بجے تک طلوع ہوتا تھا - آج اُنتیس ۲۹ جون کی صبح کو تین ۳ بجے سات منٹ پر طلوع اور آٹھ ۸ بجے اٹھاون ۵۸ منٹ پر غروب ہوا - رات پانچ ۵ گھنٹے پچپن ۵۵ منٹ ہی مگر اُدھر بارہ بجے تک مغرب کے وقت جیسی روشنی تھی اور اِدھر ڈیڑھ بجے سے صبح صادق کا نور چمکنے لگا -

۲۹ - جون - صبح آنکھ کُھلی تو پہلا نظارہ یہ تھا کہ ہم چاروں طرف سے برف کے جزیروں اور بڑے بڑے ٹکڑوں میں محصور ہیں جو پانی پر تیرتے پھرتے ہیں - اِن میں سے بعض کی بلندی اور عرض و طول مثل ایک کوٹھی کے تھا - ایک طرف کنارے پر نیلم و بلور کے قلعے کے مثل میر گلیشیر نمودار تھا - یہ مقام پتھریلی مٹی کے پہاڑوں میں ایک درہ ہی جسمیں سے میٹھے پانی کی ندی بہتی ہوئی سمندر میں گرنے کو آتی ہی - دہانے سے

جہاں دریائے تھور سے یہ ندی ملتی ہی درّے کا عرض دس١٠ میل ہی اور ندی بھی دس١٠ میل چوڑی ہی۔ پھر آگے جاکر پچاس٥٠ میل تک چوڑائی ہی اسکے بعد معلوم نہیں کیا حالت ہی۔ اِس تمام ندی نے جم کر درّے کو برف سے بند کر دیا ہی اور آسمانی برف کی مدد سے بڑھتے بڑھتے طرفین کے پہاڑوں کی بلندی تک برف بھی بلند ہو گیا ہی۔ اِس برف کے پہاڑ کی بلندی دریا کے سطح سے جہاں ہم کھڑے ہیں تین سو فیٹ ہی۔ پانی پر جہاں تک نظر پہنچتی ہی معلوم ہوتا ہی کہ لاکھوں مکان نیلم اور بلّور کے بنے ہوئے ہیں۔ برف کے ریزے بیس٢٠ اور پچیس٢٥ گز عریض و طویل پانی کے سطح پر بچھے ہوئے ہیں۔ زمین بھی بلوری نظر آتی ہی۔ بائیں طرف کے پہاڑوں کی چوٹی پر سے ایک نہایت خوبصورت برف کی ندی ڈھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی جسکا قطرہ قطرہ منجمد اور بلور کے مثل سخت ہی۔ اِس برفستان کے اطراف میں اور بھی اِسی قسم کی ندیاں ہیں جنکا پانی جم کر صدہا کوس تک برف ہو گیا ہی۔ چنانچہ **پیسفک گلیشیر** Pacific

روف ملر گلیشیر Roofmeller **ڈیوڈسن گلیشیر** Davideon

جیک گلیشیر Jake **پروس گلیشیر** Prus

غرضکہ یہ خلیج ہر طرف برف کے پہاڑوں سے محصور ہی اور ایسا عجیب سین ہی کہ ایک دفع اِس کا دیکھنا کئی پشت تک فخر کرنے کو کافی ہی۔ جہاز کنارے سے سو گز فاصلے پر کھڑا ہوا۔ تمام مسافر اُتر کر بوٹ میں سوار ہوئے اور کنارے پر گئے۔ اِس برفستان میں بھی امریکن جنگلی بستے ہیں۔ چنانچہ جہاز کے آنے کی خبر سنکر چار کشتیوں میں جنگلی عورتیں اور مرد اپنے ہاتھ کا بنایا

ہوا اسباب بیچنے کو لائے ہیں۔ کنارے پر کپڑے تان کر مختصر سایے کے نیچے دکانیں لگا رکھی ہیں۔ جہاز میں مسافروں کی تعداد کے موافق ایک سرے پر لوہے کی کیلیں لگی ہوئی لکڑیاں مہیا رہتی ہیں جنکے سہارے سے برف پر چلنے میں پھسلنے اور گرنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ غرضکہ کنارے پر پہنچکر تھوڑی دور تک زمین ہی پھر برف پر چڑھائی شروع ہوتی ہی۔ تھوڑے فاصلے تک پتھروں سے ملا جلا برف کا پہاڑ ہی۔ یہ امر نہایت تعجب خیز ہی کہ تین۳ چار۴ سو گز نیچے تک برف ہی اور اُسکے اوپر بڑے بڑے پتھر اور مٹی کیونکر آگئی ہی۔ یہاں سے آدھے میل کے قریب جا کر خالص برف کا پہاڑ ہی۔ جہانتک نظر جاتی ہی بلور کا تختہ معلوم ہوتا ہی جسپر چلنا نہایت دشوار اور خوفناک بھی ہی کیونکہ جابجا برف پگھل کر غار اور کنوؤں کی مثل بہت گہرے سوراخ ہو گئے ہیں۔ بعض سوراخوں کے نیچے پانی رِستا اور بہتا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ اندیشہ ہی کہ پاؤں پھسلا اور غار میں گر گئے یا کسی سوراخ میں سما گئے۔ یا نہ معلوم پانی کے اوپر کا برف ٹوٹ کر نیچے دھنس جائیں۔ اکثر آدمی پھسلے اور گرے اور برف کی کنلوں سے ہاتھ اور اُنگلیاں کٹ گئیں۔

سردی بعض جگہ اڑتیس۳۸ اور کہیں بیالیس۴۲ ڈگری تھی۔ مگر سردی کسی کو معلوم نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض کو چلنے کی محنت سے پسینا آگیا۔ نازک نازک عورتیں تماشے کے شوق میں جو آخر تک مردوں کا ساتھ نباہ گئیں۔ کنارے سے میل سوا میل فاصلے تک جا کر جہاز پر واپس آئے۔ گھنٹہ بھر بعد جہاز نے لنگر اُٹھایا اور جس راہ سے گئے تھے

اُسی راہ سے پلٹ آئے۔ دہنی طرف دریا کے سطح پر برف کا ایک بہت بڑا جزیرہ تیر رہا ہی۔ نظری پیمائش سے معلوم ہوتا ہی کہ پانچ چھ سو گز طول اور چار سو گز سے عرض بھی کم نہوگا دس بارہ گز پانی سے بلند ہی تو ضرور پانی کے اندر بھی سو گز کے قریب ڈوبا ہوا ہونا چاہیئے۔ اِسکے سوا اور صدہا برف کے ٹاپو پانی پر تیر رہے ہیں کہ جنکے بیان کو ناظرین شائد مبالغہ تصور کریں گے۔ اول جزیرے کو ہمنے میل ڈیڑھ میل سے دیکھکر پانسو چھ سو گز قیاس کر لیا ہی اگر کچھ زیادہ ہو تو عجب نہیں۔ اِسی قسم کے بے انتہا ٹکڑے دریا کے سطح کو چھپائے ہوئے ہیں۔ خداوند بے مثال کی قدرت کا عجیب نمونہ ہیں۔ صانع قدرت نے پانی کے سطح پر نیلم و بلور سے ایک عالی شان شہر بلکہ ملک بسایا ہی۔ شام تک آٹھ گھنٹے چل کر ہم پھر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوئے اب اُسی راستہ سے جس سے آئے تھے وینٹ کوور کو واپس جا رہے ہیں۔

۳۰۔ جون۔ آج رات کو ہم کارنیالس Coinwallis کے دہنے پر ہو کر پیلرس بے Pillars bay اور ٹابنک آف Tebenkoff کے پہلو سے گزرتے ہوئے جزیرہ کوگو کے داہنے ہو کر صبح کو سمنر اسٹریٹ Sumner سے نکلے اور زارمبو Zarembo جزیرے کی داہنی طرف سے کلیرنس اسٹریٹ Clarence میں آئے شام تک انشاء اللہ تعالے یَیس بے Yesbay میں داخل ہونگے۔ غرضکہ چار بجے جہاز ئیس بے میں داخل ہوا۔ کچھ مال اُتارا گیا۔ یہ مقام مختصر سی آبادی ہی۔ پھر اُسی راہ

سے پلٹ کر نو۹ بجے تک جبکہ آفتاب غروب ہوتا ہی خلیج مذکور سے نکل آئے کلیرنس اسٹریٹ اور چاتھم ساؤنڈ Chathom sound میں ہو کر جزیرہ پٹ Pitt اور پرنس رائل Prince royal کے بائیں طرف سے گزرے اب ہمارے دونوں طرف انگریزی ملک ہی اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے جزیرے ملتے جاتے ہیں -

یکم جولائی سنہ ۱۸۹۳ء تین۳ بجے صبح سے اگرچہ صدہا آباد اور غیر آباد جزیرے ملتے ہیں مگر جنکا نام لکھ سکتے ہیں وہ صرف ہنٹر Hunter اور کالورٹ Calvert ہیں یہ دونوں جزیرے بائیں پر چھوڑ کر ہم ہیکٹ اسٹریٹ میں آئے - ایک طرف بہت چوڑا کھلا ہوا دریا ہی - دوسری طرف برٹش کولمبیا کے ساحل کے قریب ہیں - چونکہ پانی کا بہاؤ تیز ہی - اسلیئے آج جہاز کو کسی قدر حرکت ہی - آج دریا کے سطح پر چھ سات ویل مچھلیاں دیکھیں - دریائی مخلوق میں یہ مچھلی سب سے بڑی چیز ہی - زیادہ سے زیادہ چالیس۴۰ گز تک لمبی ہوتی ہی اور ہر ایک پسلی کی ہڈی ایک شہتیر کے مثل موٹی ہی ہمیشہ سانس لینے کو پانی سے اوپر سر نکالتی ہی اور سانس کے ساتھ پندرہ۱۵ بیس۲۰ گز بلند پانی کا فوارہ چھوڑتی ہی - جو لوگ ویل مچھلی کا شکار کرتے ہیں - اسی فوارے کی وجہ سے اُسکے ہونے کا مقام دریافت کر لیتے ہیں اور ایک دُخانی چھوٹی کشتی سے جو ویل کے شکار کے واسطے خاص ترکیب سے بنائی جاتی ہی تعاقب کرتے ہیں - اِس بوٹ میں کرِپٹ کے مثل وار بار کُھلی ہوئی چند

توپیں لگی ہوتی ہیں اور بجائے گولے کے تقریباً ڈیڑھ گز لمبا۔ تین چار انچھ موٹا ٹھوس لوہے کا تیر ہوتا ہی جسکے سر پر قریب ایک فٹ کے لمبی چوپہل بھال بنی ہوئی ہی اور اُسکی تیز دھاروں کے پچھلے حصے پر مچھلی پکڑنے کے کانٹے کی طرح اُلٹی نوکیں نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اِس تیر کے پچھلے سر پر بھی ایک لوہے کا حلقہ قلابے کے مثل وصل ہی جسمیں نہایت مضبوط روغن سے پالش کی ہوئی ایک رسی باندھکر باقی حصہ کئی سو گز لمبی چرخیوں پر لپٹا رہتا ہی۔ جب ویل زد پر آجاتی ہی تو اس تیر کو بجائے گولے کے توپ میں بھر کر کارتوس کی قوت سے فیر کرتے ہیں اور پیہم ایسے چند تیر بدن میں چبھ جانے سے مچھلی بھاگتی ہی۔ اور چرخیوں پر لپٹی ہوئی ڈور کھُلنا شروع ہوتی ہی۔ اُسوقت زیادہ تر ہوشیاری یہ ہی کہ کشتی مچھلی کی دُم یا اُسکے جسم کے قریب نہ جانے پائے ورنہ اُسکے تڑپنے یا دُم مارنے سے ڈوب جانے کا اندیشہ ہی۔ غرضکہ اسطرح زخمی ہوکر خون کا زیادہ حصہ جسم سے نکل جاتا ہی اور مچھلی کمزور ہوکر سُست ہوجاتی ہی۔ پھر بآہستگی کنارے پر کھینچ لاتے ہیں اور اُسی حالت میں وہ مرجاتی ہی۔ یہ خوفناک شکار صرف اُسکی چربی نکال لینے کے واسطے کیا جاتا ہی اور اِس کام کے واسطے کوئی ایک دو انسان شوقین نہیں ہیں بلکہ کمپنیاں ہیں جو گورنمنٹ سے عہد و پیمان کے بعد اجازت لیتی ہیں اور شکار کھیلتی ہیں

آج ہم سی فورتھ کینل Sefourthcanal لاما پاسج

Lammapassage کرسٹل پاسج Crystal passaqe

جانسٹن اسٹریٹ Johnstone ڈسکوری پاسج

Discovery passage اسٹریٹ آف جارجیا Georgia سے گزرے-

۲-جولائی-صبح کو نو بجے کومکس Comox پر پہنچے-

یہاں جہاز کوئلا لینے کو بارہ گھنٹے ٹھیرے گا- پتھر کے کوئلے کی کھان بھی اِسی مقام پر ہی- جہاز نے لکڑی کے اسکلے سے مِل کر لنگر کیا- جہاز میں کوئلا بھرنے کے واسطے یہ بندوبست کیا گیا ہی کہ بہت بلند لکڑی کی قینچیوں پر پل بنا کر اُسکے اوپر ریلوے لائن بچھائی ہی- کوئلے کی کھان سے گاڑیوں میں کوئلا بھر کر پل کے اوپر کھڑا کر دیتے ہیں- پل کے اوپر جا بجا لوہے کے سلامی پرنالے لگے ہوئے ہیں جن کا اوپر والا سرا گاڑی کی پیندی سے وصل ہو جاتا ہی اور نیچے کا سرا جہاز کے اندر کوئلا گودام کے در میں گاڑی کی پیندی میں بھی سوراخ ہی وہاں سے کوئلا پھسل کر گودام کے اندر آجاتا ہی اِس وسیلے سے ایک آدمی چند منٹ میں بہت آسانی سے گاڑی کو خالی کر دیتا ہی اکثر مسافر اور ہم بھی معہ عبد الصمد خاں عبد المجید خاں- کپتان کالون صاحب بہادر مسٹر ٹڈن مسٹر ہوس ریل میں بیٹھکر کوئلے کی کھان دیکھنے کو جو قریب چھ۶ میل کے دُور ہی گئے- کوئلا نکالنے کے واسطے تین۳ چار گز بلند اور صدہا گز چوڑی سرنگ زمین کے اندر اندر چلی گئی ہی- چھت کی مٹّی قائم رکھنے کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستون چھوڑتے گئے ہیں اور کان کے اندر ہوا پہنچانے کے واسطے اوپر سے لوہے کے نل لگا دئے ہیں زمین کے نیچے شدت سے سیل اور تاریکی ہی- عادی ہونا اور بات ہی مگر اندر جا کر ہمارا تو جی بہت گھبرایا- غرضکہ کان دیکھکر اُسی ٹرین میں جو صرف دریا تک کوئلا ہی لانے کے واسطے بنائی گئی ہی واپس آئے

شب کو کسی قدر معمول سے دیر کر کے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔

۳۔ جولائی۔ رات بھر چل کر صبح کو نو بجے جزیرہ وینکوور کے دار الحکومۃ شہر وکٹوریہ میں پُہنچے۔ انگریزی عملداری ہی اور برِٹش کولمبیا کا گورنر اسی شہر میں رہتا ہی۔

ھانگ کانگ سے پندرہ اپریل کو چل کر اب تک ہم اپنی عملداری سے علیحدہ تھے۔ خدا کا شکر ہی آج انگریزی حکومت کی زمین پر پُہنچے۔ بہت جی خوش ہوا گویا گھر میں آ گئے۔

شہر وکٹوریہ مختصر اور خوبصورت آبادی ہی اطراف میں جابجا خوشنما پارک بنے ہوئے ہیں ایک پارک میں مصنوعی جھیل بنا کر اُس میں ننھی ننھی کشتیاں بچوں کی مشق اور تفریح کیواسطے ڈال رکھی ہیں کنارے پر درختوں میں جھولے بھی پڑے ہیں۔ شہر کے اطراف میں سمندر کی بعض کھاڑیاں نکل گئی ہیں۔ ہوٹل میں ٹھیر کر شام تک شہر کی سیر کی سات بجے کے بعد **کناڈین پیسفک** کمپنی کے جہاز پر سوار ہو کر شہر وینکوور کو (یہ وینکوور جزیرۂ وینکوور کے سوا ایک شہر ہی) روانہ ہوئے۔ بہت خوبصورت اور پاکیزہ جہاز ہی۔ تمام کمرے چھت کے نیچے بنے ہوئے ہیں بیچ میں بہت وسیع اور آراستہ ڈرائنگ روم اور دونوں سروں پر دو اسموکنگ روم ہیں۔ صبح کو ہوا بہت تند اور شدت سے سرد تھی وینکوور چونکہ سامنے نظر آ رہا تھا مولوی فرخی نے جلدی جلدی کپڑے پہن کر تیار ہو جانے کے واسطے مُنہ دھونے کو گرم پانی مانگا اور ہوا روکنے کو پہلے کیبن کا

دروازہ اندر سے بند کر لیا- پھر دریا کی طرف کی کھڑکی جسکا شیشہ ریل کی کھڑکیوں کی طرح اوپر کو کھینچکر بند ہو جاتا ہے- بند کی کھڑکی چونکہ بھاری اور کھینچنے میں سخت تھی پوری اُٹھکر ہاتھ سے چھوٹی اور دہنے ہاتھ کا انگوٹھا اور بیچ کی اُنگلی نیچے کی درز میں پھنس کر دب گئی کچھ سردی کے سبب سے ہاتھ شل تھے کچھ کھڑکی بھاری تھی- کوئی دوسرا آدمی مدد کیواسطے اسلئے نہیں جا سکتا تھا کہ کیبن کو اندر سے بند کر لیا تھا اور جس کھڑکی میں ہاتھ پھنسا تھا وہ دریا کی طرف تھی- اگرچہ اُس طرف سے بدقّت جہازی آدمی آ سکتا تھا مگر ہوا کی شدت اور کسی قدر آدمیوں سے دور ہونے کی وجہ سے بھی آواز نہیں پہنچتی تھی- کھڑکی میں بھی گرفت کے واسطے سوائے چوکھٹے اور شیشے کے کوئی قبضہ وغیرہ نہ تھا غرضکہ بہزار جرِّ ثقیل ایک ہاتھ سے کھڑکی کو سرکا کر دبا ہوا ہاتھ نکالا- کئی گھنٹے تک تو ہاتھ کو جنبش دینا بھی محال تھی- اُنگلی کٹ گئی اور خون نکل جانے سے درد کو تسکین ہوئی مگر انگوٹھا جسکے جوڑ پر کچلا ہوا گہرا نشان پڑ گیا تھا کئی مہینے تک کام لینے کے قابل نہ تھا-

۴-جولائی- صبح کو سات بجے جہاز ونیکوور پہنچا- نہایت خوبصورت اور وسیع بندر ہے- دریا کے گھاٹ سے ملا ہوا ریلوے اسٹیشن ہے- ایک گاڑی فسٹ کلاس رزرو کی گئی تھی- گیارہ بجے ریل میں سوار ہوئے- اِن گاڑیوں میں بھی اسٹیٹ روم اسموکنگ روم- بڑے درجے میں دو غسل خانے اور چوبیس ۲۴ پلنگ ہیں- بہت خوشنما اور پاکیزہ گاڑی ہے- باورچی خانہ اور کھانا کھانے کی میز وغیرہ سب سامان علیحدہ

دو گاڑیوں میں مہیا ہے۔ گاڑیوں کے نام بمبئی۔ مدراس اور دھلی وغیرہ شہروں کے نام پر ہیں۔ آج چوتھی جولائی کو یونائٹڈ اسٹیٹ والوں کے گھر بڑی عید ہے۔ شہر میں جابجا آرائش کے واسطے جھنڈیاں نصب ہیں۔ آج ہی کی تاریخ میں اِن لوگوں نے انگلش گورنمنٹ سے لڑبھڑ کر آزادی اور خود مختاری حاصل کی ہے۔ جس کو قریب ایک سو دس ۱۱۰ برس کے زمانہ ہوا۔ ہر سال اسی تاریخ کو خوشی مناتے ہیں۔ بہرحال سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ گاڑی روانہ ہوئی۔ سڑک پہاڑوں کے پیچ و خم میں ہو کر نکلتی ہے۔ بہت خوشنما پہاڑ ہیں اکثر چوٹیاں برف سے پوشیدہ ہیں۔

۵-۶-۷-۸- جولائی- آج ہم **راکی مونٹ** سے گزر رہے ہیں۔ راستہ جیسا کہ پہلے بیاں ہوا پہاڑ کے دامن اور پیچدار گھاٹیوں میں سے گیا ہے۔ راکی مونٹ مشہور پہاڑ ہیں جنکا ذکر اکثر انگریزی پڑھنے والوں نے کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ چھ ہزار چھ سو ۶۶۰۰ فیٹ تک بلند چوٹیاں جنکے اوپر برف جما ہوا ہے نظر آرہی ہیں۔ ایک بلند گھاٹی سے بہہ کر آتی ہوئی پوری نّدی جم گئی ہے اسی کو گلیشر کہتے ہیں۔ کولمبیا ندی راستے کے برابر کبھی بائیں طرف کبھی دہنی طرف نہایت عظمت و شان سے بہہ رہی ہے۔ تین ۳ بجے کے قریب **بانف** Banf میں پُہنچے۔ یہ مقام تین ۳ طرف سے بلند پہاڑوں کے بیچ میں واقع ہوا ہے۔ اسٹیشن سے آدھے میل فاصلے پر ایک مختصر ہوٹل واقع ہے جو کناڈین پیسفاٹ ریلوی کمپنی کی طرف سے مہیّا کیا گیا ہے۔ ہوٹل کی عمارت بلند بلند پہاڑوں کے درے میں جنکی چوٹیوں پر برف جما ہوا ہے واقع ہوئی ہے۔ گرمی یہاں پینسٹھ ۶۵ ڈگری ہے۔

ہوٹل کی عمارت کے نیچے باؤ Baw نام ندی نہایت خوبصورتی سے بہکر کسی قدر بلندی سے نیچے گرتی ہی اور دہنی طرف سے اسپری Espray ندی بطور ایک نالے کے اُس میں ملتی ہی۔ بانف کے اطراف میں گرم و سرد معدنی پانی کے چشمے ہیں۔ گرم پانی کا چشمہ لوہے کے نلوں کے وسیلے سے ہوٹل کے احاطے میں آکر ایک حمام میں جاتا ہی۔ کہتے ہیں اُس میں غسل کرنا اکثر امراض کے واسطے مفید ہی۔ پیتے بھی ہیں۔ چنانچہ حمام سے باہر ایک جگہ براس کاک لگا ہوا ہی اور اُسکے قریب ایک گلاس رکھا ہی جسکا جی چاہے پانی پیئے۔ مولوی فرخی نے پیا ہی کہتے ہیں بہت بدمزا اور گرم ہی۔ حمام کے قریب میدان میں بھی چھ ٦ سات فیٹ گہرا ایک حوض بنا کر گرم چشمے کے پانی سے بھر دیا ہی اور ایک قدرتی چٹان حوض کے اوپر گنبد کی طرح سایہ کیئے ہوے ہی۔ ہمنے بھی اُس حوض میں غسل کیا اور تھوڑی دیر تک تیرے۔ نہایت فرحت بخش اور مفید پانی ہی۔ گٹھیا وغیرہ امراض کے واسطے بہت مفید ہی۔ باؤ ندی میں مچھلیاں بھی بکثرت ہیں کپتان کالون صاحب بہادر اور فتحیاب خاں شکار کو گئے۔ تھوڑی دیر میں چھ ٦ مچھلیاں شکار کیں۔ بانف وینکوور سے پانسو ساٹھ ٥٦٠ میل اور بانف سے وینی پگ نوسو بائیس ٩٢٢ میل مسافت ہی۔ چھٹی اور ساتویں کو بانف میں قیام رہا۔ اس فرصت میں ہمنے ہندوستان کو خط لکھے۔ آٹھویں کو تین ٣ بجے پھر اُسی اسٹیشن سے ریل میں سوار ہوکر وینی پگ کو روانہ ہوے۔

۹-۱۰- جولائی- نویں ٩ کی شب کو دس ١٠ بجے وینی پگ Winnipeg

میں پہنچے۔ ہماری گاڑی ٹرین سے کاٹ کر صبح تک اسٹیشن پر علیحدہ کر دی گئی۔ صبح کو شہر میں آکر چند گھنٹے ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ شہر بہت خوبصورت اور دلکشا ہی۔ اکثر مکان اور دکانیں یک منزلی ہیں۔ کھانے کے بعد پھر اسٹیشن پر آئے اور ریل میں سوار ہو کر سینٹ پال St paul کو روانہ ہوے۔ ونکیوور سے وینی پگ تک ہمنے برٹش کناڈا سے متعلق کناڈین پیسفک ریلوی میں سفر کیا۔ وینی پگ سے پھر یونائٹڈ اسٹیٹ کی حد میں داخل ہو کر سینٹ پال جانے کو دوسری لائن بدلی۔

۱۱۔ جولائی۔ شب میں سینٹ پال پہنچے۔ باقی ماندہ رات اسٹیشن پر گاڑی کے اندر بسر کی۔ صبح کو سوار ہو کر شہر میں آئے۔ ہوٹل میں قیام ہوا۔ سینٹ پال نہایت خوبصورت اور عالیشان شہر ہی۔ سڑک کے دونوں طرف دس بارہ گز فاصلہ چھوڑ کر نہایت خوبصورت عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ ہر مکان کے چاروں طرف کسی قدر میدان ہی اُس میں گھاس جمائی ہی اور ہر ایک مکان سے متعلق پانی کے نل ہیں ربر پمپ کے ذریعے سے گھاس اور پھولوں کے درختوں پر پانی چھڑکا جاتا ہی شہر کے نیچے مسی سپی Mississipi دریا خوش نما اور ہموار کناروں کے بیچ میں نہایت عظمت و شان سے بہتا ہی۔ عبور و مرور خلائق اور ریلوے ٹرین کے واسطے متعدد پل ہیں۔ اِس خطے کے دیہات بھی بہت خوبصورت اور شاندار ہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں معلوم ہوتا جس پر مفلسی کے آثار نمایاں ہوں۔ ہر عمارت سے اہل ملک کا تمول اور خوش سلیقہ ہونا پایا جاتا ہی۔ شام کو سینٹ پال سے پھر روانہ ہوئے گرمی کسی قدر زیادہ ہوگئی ہی اور جتنا

شکاگو Chicago قریب ہوتا جاتا ہی گرمی کی شدت بڑھتی جاتی ہی۔

۱۲- **جولائی**۔ صبح ہوتے شکاگو میں پہنچے اور **لکزنگٹن** Lexington ہوٹل میں ٹھیرے۔ بہت خوبصورت نو ۹ منزلی عمارت ہی۔ ہم چوتھی منزل پر ٹھیرے ہیں ہوٹل کی عمارت **فائر پروف** یعنی آگ لگنے سے محفوظ ہی۔ گرمی چوراسی ۸۴ ڈگری ہی شام کو ہم اور ہمارے ہمراہی متفرق طور پر گاڑیوں میں سوار ہو کر شہر میں پھرنے کو گئے۔ مولوی فرخی- مسٹر بڈن- فتحیاب خان اور عبد المجید خاں چاروں آدمی اوّل اُس میوزیم میں گئے جسمیں جنوبی و شمالی امریکہ کی لڑائی کے متعلق اسباب اور مختلف وسائل سے جمع کیے ہوئے ہتھیار- گولے- توپیں اور ایسے درخت جن میں گولے لگ کر رہ گئے ہیں- رکھے ہیں۔ درخت کا اُسی قدر ٹکڑا کاٹ کر رکھ لیا ہی جسمیں گولے کا نشان ہی۔ لڑائی کی یادگار کے متعلق صدہا چیزیں ہیں جنکی تفصیل طوالت سے خالی نہیں ہی۔ اِسی عمارت کے گوشے میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہی جس کو **انکل طامس** Uncle thomas کی کیبن کہتے ہیں۔ کیبن میں چند تصویروں اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہی۔ انکل طامس کی شہرت اور اُس سے متعلق چیزوں کو بطور یادگار محفوظ رکھنے کا سبب یہ ہی کہ انہیں بزرگ کے کرتوت کا نتیجہ امریکہ کی مشہور سول وار واقع ہوئی ہی۔

حال کی امریکن قوم کے اسلاف جب اسپین وغیرہ ممالک یورپ سے آکر اِس ویران ملک میں آباد ہوئے تھے تو دنیا کی پرانی وحشیانہ رسم کے موافق اپنے اپنے

غلاموں کو بھی ساتھ لائے تھے اور نسلاً بعد نسل اُن کی اولاد غلاموں کی اولاد پر قابض چلی آتی تھی ۔ انکل طامس کی قید میں بھی ایک مسکین حبشی مقید تھا جو طامس کے ظالمانہ برتاؤ سے تنگ آ کر بھاگ نکلا ۔ طامس نے تلاش کے بعد پھر اُسے گرفتار کیا اور نہایت بیرحمی سے قتل کرڈالا ۔ اِس سختی وظلم سے متاثر ہوکر ایک نہایت نرم دل — خدا ترس عورت نے ایک آرٹکل یا رسالہ لکھ کر اہلِ ملک پر ظاہر کیا کہ یہ کام نہایت ظالمانہ اور بنی نوع انسان کے حق میں کسی طرح جائز نہیں ہی ۔ کوئی انسان اپنے ہم جنس پر جابرانہ حکومت کرنے اور غلامی میں رکھنے کا حق نہیں رکھتا ۔ اِس نصیحت نے شمالی امریکہ والوں پر اسقدر اثر کیا کہ اُنہوں نے یک لخت اپنے غلاموں کو آزاد کردیا اور ساتھ ہی جنوبی امریکہ والوں پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ بھی اِس ناجائز ملکیت سے دست بردار ہوں ۔ جنوبی امریکہ والے اِس راے سے مخالف ہوے اور کوشش کی کہ غلام قدیم دستور کے موافق ہمارے قبضے میں رہیں ۔ کسی حالت میں اُنکو آزادی کا حق نہ دیا جاوے ۔

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں نے غلاموں کی آزادی پر کمر ہمت چست باندھ کر اشتہار جنگ دے دیا ۔ دونوں فریق میں نہایت شدید اور سخت لڑائیاں ہوئیں ۔ آخر کار حق غالب ہوا اور اہل شمال نے فتح پا کر غلاموں کو آزاد کرا دیا ۔ اِس لڑائی کو سوول وار کہتے ہیں اور سنہ ۱۸۶۷ء کے قریب ختم ہو چکی ہی جب سے تمام غلام آزاد اور معاملات حکومت میں ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں ۔

بہت ایسے غلاموں نے جو اپنے آقاؤں کے مشفقانہ و برادرانہ برتاؤ کی وجہ سے

اولاد ۔ غلاموں کی

اُنکے خاندان کے ساتھ ایک جان ہو گئے تھے۔ باوجود عام آزادی کے جدا ہونا پسند نہیں کیا اور اَب تک اُنہیں کی رفافت میں رہتے ہیں۔ شاذ و نادر ایسے بھی ہیں جنکے پاس جائداد اور زمین ہی۔ بعض سوداگری کی وجہ سے مالدار ہیں۔ زیادہ حصّہ نہایت آزادی کے ساتھ ہوٹلوں میں خدمتگاری اور ریلوے وغیرہ کے صیغوں میں ملازمت سے اپنی زندگی بسر کرتا ہی۔

میوزیم سے کے بعد مولوی فرخی وغیرہ سول وار کے آخری معرکے کا جس پر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا **پانوراما** Panorama دیکھنے گئے۔ پوری عمارت لکڑی اور تختوں سے بنی ہوئی ہی۔ باہر سے دیکھنے میں بانس کے پٹارے کی شکل کا بڑا گنبد ہر طرف سے بند معلوم ہوتا ہی۔ فی کس پچاس سینٹ (عہ) فیس ہی۔ اِس **گنبد گیتی نما** میں داخل ہو کر پیچدار زینے سے اوپر چڑھے۔ گنبد کی چھت کے نیچے لکڑی کا گول چبوترہ اور اُسکے دور میں تقریباً ڈھائی ڈھائی گز چوڑا برآمدہ ہی۔ برآمدے کی حد پر لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہی۔ اُس سے آگے کسی قسم کی چھت یا سایہ نہیں معلوم ہوتا۔ حالانکہ وہ حصّہ بھی گنبد کے نیچے اور ہر طرف سے بند ہی مگر برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاتی ہی۔ آسمان۔ زمین۔ گانو۔ زراعت۔ ندیاں اور نالے ہر چیز طبیعی حالت پر نظر آتی ہی۔ بعض پہاڑیوں پر جو دوربین سے معلوم ہوتی ہیں دُھس اور مورچے بنے ہوئے ہیں۔ آسمان پر ہلکا ہلکا ابر ہی برآمدے سے جہاں کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں پندرہ ۱۵ بیس ۲ گز فاصلے پر لڑائی ہو رہی ہی ایک طرف جنوبی و شمالی دونوں ملکوں کی فوج سینہ بسینہ مل گئی ہی

صدہا مقتول اور زخمی میدان میں اور کھیتوں کی منڈیروں کے نیچے پڑے سسک رہے ہیں۔ کسی طرف توپوں کا دھواں اور شعلے۔ بندوقوں کی باڑہ کا غبار۔ سنگینوں کی چمک اور گھوڑوں کے طرارے ہُو بہو میدان جنگ کی اصلی حالت معلوم ہوتی ہی۔ مخالف کی توپ کے گولے نے کسی توپ کا پہیہ اُڑا دیا ہی۔ کسی جگہ شیل کے گولے سے آگ لگ گئی ہی۔ صدہا مردہ اور زخمی گھوڑے میدان میں پڑے ہیں خون بہ رہا ہی۔ ایک گھاس کے انبار کے نیچے جو اِس میدان میں کسانوں نے جمع کیا تھا۔ زخمی سپاہی پڑے ہیں اور ڈاکٹر زخموں سے گولیاں نکالنے اور علاج میں مشغول ہیں۔ ہر طرف سے فوجیں بڑھتی آتی ہیں۔ ایک رجمنٹ ٹیلے کے نشیب میں کھڑی ہی۔ دوسری رجمنٹ بلندی سے نشیب کی طرف بگٹٹ گھوڑے دوڑا کر مخالف پر یورش کر رہی ہی اور ڈھلان پر گھوڑے دوڑانے کی وجہ سے مغلوب ہوتی جاتی ہی۔ عجیب کشمکش اور چپقلش کا نظارہ ہی۔ کسی طرح انسان گمان نہیں کر سکتا کہ یہ نقل ہی۔ دل پر اثر ہوتا ہی مگر یہ معرکہ جنگ بھی انسانی ہمدردی کے سین سے خالی نہیں۔ چنانچہ ایک سپاہی سینے پر گولی کھائے ہوئے کھیت کی مینڈ پر پڑا ہی اور مخالف فوج کا سپاہی نہایت مہربانی سے اُسکو پانی پلا رہا ہی۔ گویا جاں کنی کے شدائد سے جلد رہائی پانے میں مدد کر رہا ہی۔

اُسی چھت کے نیچے ایک شخص ملبس پچیس ۲۵ دوربینیں لئے ہوئے کھڑا ہی۔ تماشائیوں سے دس ۱۰ دس سینٹ لے کر دوربین کرایہ پر دیتا ہی۔ جسکی مدد سے دور کے مورچے اور لڑائی کا تماشا اچھی طرح نظر آتا ہی۔

آخر میں ہمنے بھی جا کر اس تماشے کو دیکھا - حبس اور گرمی بہت تھی زیادہ نہیں ٹھیر سکے - تماشائیوں کے جمع ہو جانے کے بعد ایک شخص لڑائی کے مفصل حالات بیچ میں کھڑے ہو کر اسپیچ کے طور پر بیان کرتا ہی اور ہر ایک فوج اور اُسکے افسروں کو اُنگلی کے اشارے سے نام بنام بتاتا ہی - سول وار میں یہی آخری لڑائی تھی اور اسی پر فتحمندوں کی کامیابی اور گروہ مغلوب کو شکست ہو کر لڑائی ختم ہو گئی -

شہر کو جانے کے وقت ہمارے دو فریق ہونے کا یہ سبب تھا کہ جسوقت ہم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہونے کو مکان سے اُتر چکے تھے برٹش کانسل متعینہ شکاگو نے جو ہم سے ملنے کو آتے تھے ہوٹل کے دروازے پر دست بدست کپتان کالون صاحب کو وزیٹنگ کارڈ دیا - نام پڑھ کر صاحب اُن سے ملے اور ہم سے بھی تعارف کرایا - ہم کپتان کالون صاحب اور مسٹر ہوس کو ساتھ رکھکر وہیں ٹھیر گئے کہ مہمان عزیز کی مدارات و ملاقات میں مصروف رہیں باقی اور لوگ ہم سے پہلے میوزیم اور پانوراما دیکھنے کو چلے گئے -

۱۵۰۰۰۰۰

شکاگو طول میں بائیس میل تک بستا چلا گیا ہی - مردم شماری کی تعداد پندرہ لاکھ آدمی ہیں نہایت وسیع و ہموار پکی سڑکیں ہیں - ٹراموے اور گھوڑا گاڑی وغیرہ کی سڑک کے دونوں طرف پتھر کے تختوں سے بنائی ہوئی بہت خوبصورت پٹری ہی - جس پر پیادہ آدمی راستہ چلتے ہیں - اُس کے بعد چند گز فاصلہ چھوڑ کر عمارتیں واقع ہوئی ہیں - پٹری

اور مکانوں کی بیچ کی چھوٹی ہوئی زمین میں بھی گھاس جمی ہوئی ہی جس پر صبح اور شام ربر پمپ اور فواروں سے پانی چھڑکا جاتا ہی۔ پیادہ رو سڑک سے مکانوں کے دروازے تک بھی گز سوا گز چوڑی پتھر کے تختوں کی سڑک ہی۔ اور سڑک کے دونوں طرف مناسب فاصلے پر علٰحدہ علٰحدہ عمارتیں بنتی گئی ہیں۔ ہر ایک مکان میں ایک درجہ مثل تہ خانے کے نصف زمین کے اندر اور نصف باہر اسباب وغیرہ کے واسطے مخصوص ہی اُسکے اُوپر نہایت خوبصورت وخوش قطع دو ۲ منزلیں اور ہیں۔ اکثر مکانات کے اطراف میں لوہے کے جنگلے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک مکان کے دروازے پر اُسی قسم کے پتھر کی جو سامنے کی سڑک میں لگا ہوا ہی سیڑھیاں ہیں۔ شام کو اکثر عورتیں گھروں سے نکل کر اپنی سیڑھیوں پر بیٹھتی ہیں۔ بچے گھاس میں بائیسکل پر یا پیادہ کھیلتے رہتے ہیں۔ بعض راستوں میں دو ۲ وسیع سڑکوں کے بیچ میں پارک ہی جہاں گرمی میں صدہا آدمی زمین گھاس اور بنچوں پر بیٹھ کر تفریحاً اخبار وغیرہ دیکھا کرتے ہیں۔ اس قسم کی عمارتیں شہر کے بیرونی حصوں میں زیادہ ہیں۔ وسط شہر میں اُنکے خلاف نو ۹۔ دس ۱۰۔ گیارہ ۱۱ اور بارہ ۱۲ منزل تک بالعموم بلند بلند مکان اور شاذونادر چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ اور بعض عمارتیں اُنیس ۱۹ بیس ۲۰ اور بائیس ۲۲ منزل تک ہیں۔ مکان کی بلندی سے اُسکے طول وعرض اور وسعت کو قیاس کر لو۔ ایسے بلند مکانوں میں زینے کے راستے سے اوپر چڑھنا دشوار ہی۔ اسلئے کوئی مکان لفٹ سے خالی نہیں ہی جس منزل پر جانا ہوتا ہی لفٹ میں بیٹھکر چلے جاتے ہیں۔

بائیس ۲۲ منزل کا مکان سوائے شکاگو کے روے زمین پر کسی شہر میں نہیں ہی مکانوں

کی ساخت شاذونادر سنگین ورنہ بالعموم سرخ اینٹ سے تعمیر ہوئے ہیں۔ آگ صرف چھت کو جلا سکتی ہی باقی عمارت کے حصے فائر پروف Fire proof ہیں۔ کارخانہ جات اور ریل کے انجنوں کا دھواں شہر میں اسقدر گھٹا رہتا ہی کہ مکانوں کا رنگ دھوانسا ہوگیا ہی مگر یہ امر وسط شہر میں ہی جہاں عمارتیں زیادہ بلند ہیں۔

شکاگو کی نمائش

۱۳ - جولائی - کھانے کے بعد ایک بجے کے قریب ہم انگلش کانسل کے ساتھ نمائش کے احاطے میں داخل ہوئے۔ سب ہمراہی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ داخلے کا ٹکٹ فی کس پچاس سینٹ ہی۔

مناسب ہی کہ اوّل نمائش کے مکانات کا نقشہ اور تفصیل دکھادی جائے۔ اُسکے بعد جو نظر سے گزرے گا اور سمجھ میں آکر ذہن میں محفوظ رہے گا لکھا جائے گا۔ اگرچہ مولوی صاحب کو مامور کردیا ہی کہ روزمرہ تمام اشیار کے نشان اور حالات کے مختصر نوٹ اُسی کے سر پر کھڑے ہوکر کرتے جائیں۔ تاہم بہت سے امور محض یاد پر باقی رکھے جائیں گے۔

نمائش کے میدان کو جسکے اندر تمام دنیا کو محصور کیا ہی۔ دس گیارہ فیٹ بلند تختوں کی دیوار سے روک دیا ہی۔ دیوار کے اندر لکڑی کے قینچی دار ستونوں کو پل کے طور پر پاٹ کر اُسکے اوپر برقی ریل جاری ہی جس میں سوار ہوکر نمائش کے چار طرف پھر سکتے ہیں۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اُترنے اور سوار ہونے کے واسطے اسٹیشن بنے ہوئے ہیں جس کارخانے کے قریب چاہیں اُتریں اور جہاں سے چاہیں سوار ہولیں۔ نقشوں میں ظاہر کی ہوئی عمارتوں کے سامنے **مِچی گان** Michigan جھیل سے نہر کاٹ کر جاری کردی ہے اور اُسمیں چھوٹی چھوٹی برقی کشتیاں چلتی ہیں۔ اگر پیادہ پھرنا مقصود نہو تو کشتی میں بیٹھکر تمام عمارتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ہر ایک کے دروازے پر اُتر سکتے ہیں۔ مچی گان جھیل جسکے کنارے پر شکاگو واقع ہے تقریباً تین سو ۳۰۰ میل لمبی اور ۱۰۰ سو میل چوڑی ہے۔ اِس جھیل کی دوسری نوک پر جا کر تقریباً تین سو ۳۰۰ میل لمبی اور ڈھائی سو ۲۵۰ میل چوڑی **سُوپیریَر** Superior اور دوسری جھیل **ہورن** Huron دو سو پچاس ۲۵۰ میل لمبی اور تخمیناً نوّے ۹۰ میل چوڑی ایک دہنے ایک بائیں۔ نوک سے نوک مل کر تین ۳ پنکھڑی کے پھول کی شبیہ بن گئی ہے۔

شکاگو بیالیس ۴۲ عرض شمالی اور ستاسی بہ پینتیس ۳۵ ڈسمل مغربی پر واقع ہے۔ غرضکہ اوّل ہمکو برٹش کانس **وی مین بلڈنگ** Women (عورتوں سے متعلق عمارت) میں لے گئے یہاں اعلیحضرت **قیصر ہند** اور اُنکے خاندان کی شاہزادیوں کے دست مبارک کی بنائی ہوئی چیزیں بھی رکھی ہیں۔ اِس عمارت کی تعمیر کا نقشہ بھی ایک عورت کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ نہایت باشکوہ اور عالی شان عمارت ہے۔ اوّل ہم اُس کمرے میں گئے جہاں انگلینڈ کا اسباب ہے۔ دالان کے صدر میں ایک میز پر اعلیحضرت **قیصر ہند** کے ہاتھ کا بنا ہوا سن کا پھولدار نہایت عمدہ اور خوشنما کپڑا اور

شاہزادیوں کے ہاتھ کے بنائے ہوئے رومال اور بنیان وغیرہ رکھے ہیں- ہماری پارٹی نے نہایت دلچسپی کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھا- اِسکے علاوہ تمام عمارت عورتوں کی دستکاریوں سے بھری ہوئی ہی جسکے بیان کرنے کو علیحدہ ایک دفتر درکار ہی-

ہارٹی کلچرل بلڈنگ

اِس لفظ کے معنی گرم سیر ہیں- جہاں روے زمین کے گرم سیر ممالک کے درخت- پھول پھل- اور بوٹیاں شیشے کی چھت کے سائے میں پانی کے بخارات سے گرمی دے کر تیار کئے ہیں- چونکہ انسان کو طبیعی اشیا کے دیکھنے کا جو خالق کائنات کی صنعت کاملہ سے پیدا ہوتی ہیں زیادہ اشتیاق ہوتا ہی اِس لئے عقلمند لوگ اِسی قسم کے سین پیش کرتے ہیں- تمام نباتات کی تفصیل کو ایک دفتر اور دیکھنے سمجھنے کو مدت دراز چاہیئے جب کچھ لکھ سکتے ہیں- ایسی رواروی میں نظر سرسری سے دیکھنا اور مفصل لکھنا کیونکر ممکن ہی- تاہم جو عجیب چیزیں یادگار کے قابل ہیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں- چنانچہ ایک قسم کے چند پھول نہایت عجیب رکھے ہیں جنکی سیاہ پتیوں پر سفید رنگ کی جھالر لگی ہوئی ہی- ایک درخت اِس قسم کا ہی کہ پتّے اور شاخ کی جگہ آدمی کے سر کی برابر بیضاوی گولے لگے ہوئے ہیں اور اُن پر بہت لمبے لمبے سفید بالوں کی جٹائیں بعینہٖ انسان کے بالوں کے مثل لٹک رہی ہیں- یہ درخت اوپر نیچے اِسی قسم کے پھلوں سے ترتیب پاتا گیا ہی- مکاں کا گنبد جس کا

قطر تقریباً پچاس گز اور بلندی بھی اِسی قدر معلوم ہوتی ہی۔ شیشے کے تختوں سے بنایا گیا ہی۔ گنبد کے دونوں طرف تخمیناً سو سو گز لمبے دو کمرے ہیں۔ اِنکی چھت پر بھی شیشے کے تختوں کا سایہ ہی اور نیچے کے سطح پر تین ۳ قطاروں میں تمام دنیا کے گرم ممالک کی نباتات بوئی ہوئی ہیں۔ ایک حصے میں صرف روئی کے پھلوں کو جسقدر امریکہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جسقدر اور جگہ سے بہم پہنچانا ممکن ہوا ہی جمع کیا ہی جن پھلوں کی نسبت خشک ہو جانے یا سڑنے سے ہیئت اصلی پر قائم نرہنے کا اندیشہ تھا اُن کو شیشے کی اچاریوں کے اندر اسپرٹ میں رکھا ہی۔ ازانجملہ سبز رنگ پر سرخ افشاں کئے ہوئے آڑو۔ جنکا ہر ایک دانہ ایک ایک پونڈ وزنی ہی اور گول کدو کے ہم شکل ناشپاتی فی دانہ ۲ دو پونڈ بھاری سیاہ۔ سفید۔ اور شبی رنگ کے انگور جو اپنی پیدایش کے زمینوں کی آب دہوا کے موافق مختلف قد اور صورتوں کے ہیں۔ نارنگی اور لیموُں کی صدہا قسم کے چھوٹے چھوٹے مینار اور گنبد بنا دیے ہیں۔ جسکو چار طرف پھر کر دیکھنے والے اچھی طرح تشخیص کر سکتے ہیں۔ اسکے سوا آلو بالو۔ پلم۔ چیری اور صدہا فواکہ نمائش کے طور پر موجود ہیں۔

ایکواریم

ہارٹی کلچر کی سیر کے بعد ہم ایکواریم (مچھلی خانہ) میں گئے۔ یہ عمارت بھی بہت بڑی اور عالیشان ہی۔ بیچ میں چلنے پھرنے کے لئے رستہ ہی اور راستے کے دونوں طرف ایک گز بلند کرسی دیکر ایوان بنائے ہیں۔ تین ۳ طرف دیوار ہی اور سامنے کا رُخ شیشے

کے ایک ڈھال تختے سے بند ہے اور چھت کے کناروں تک لبریز پانی بھرا ہوا ہے۔ چھت کھُلی ہوئی ہے جسکے اوپر سے نل اور فوّاروں کے وسیلے سے پانی آکر نیچے بھرے ہوئے پانی کو تازہ رکھتا ہے زائد پانی اوپر کی طرف سے نکل جاتا ہے۔ اِن دالانوں کے اندر پتھروں سے طبیعی پہاڑ کے مثل غار اور سوراخ بنا کر اُن میں دریائی گھاس اور نباتات جمائی ہے۔ دریا کے نیچے تہ کی حالت دکھانے کو پتھر کے پھول اور درخت جو دریا میں پیدا ہوتے ہیں اور سیپ اور گھونگے وغیرہ نہایت خوش اسلوبی سے رکھدیئے ہیں۔ تہ میں بھی باریک باریک دھار کے فوّارے لگے ہوئے ہیں۔ جنکا پانی قدرتی سوتوں کے مثل اُبلتا ہوا نظر آتا ہے۔ اِن خانوں کے اندر قسم قسم کی مچھلیاں اور دریائی جانور پلے ہوئے ہیں۔ پانی اسقدر نتھرا ہوا ہے کہ اندر کی کل چیزیں شیشے میں سے صاف نظر آتی ہیں سُرخ۔ سُنہری۔ زرد۔ کاسنی اور اودی مختلف شکل و ہیئت کی مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ بعض مچھلیاں ایسی ہیں جنکا سر اور چہرہ بعینہٖ اُلّو کے چہرے سے مشابہ ہے۔ میٹھے پانی کی مچھلیوں کے واسطے میٹھا پانی اور کھاری پانی کے حیوانوں کے واسطے سمندر کا پانی مہیّا ہے۔

نمائش کے احاطے میں ہر ملک کے گانو۔ بازار اور مہمان خانے اُسی ملک کے آدمیوں نے آکر بنائے اور آباد کئے ہیں۔ بازار یا گانو میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہے گویا اُسی ملک میں پہنچ گئے۔

ترکی بازار اور گانو

ایکواریم دیکھنے کے بعد ہم کھانا کھانیکی غرض سے ترکی بازار اور گانو میں آئے۔

راستے کے کنارے پر ایک مختصر آش خانہ بنا ہوا ہی- کھانا کھانے کیواسطے نہایت پاکیزہ میز اور کرسیاں لگی ہوئی ہیں- باورچی اور خدمت گار وغیرہ سب تُرک ہیں- ایک نوجوان تُرک کمرے کے گوشے میں بیٹھا ہوا باجا بجا رہا ہی- کھانے کے اقسام میں پلاؤ قورمے کے ساتھ- اور دو پیازہ وغیرہ دوسری قسم کے سالن- تین طرح کے کباب برف اور ہلکی ہلکی مٹھائیاں تھیں- نہایت مزیدار اور عمدہ غذا ہی-

آش خانے کے برابر دو تین ترکی تھیٹر بھی ہیں- کھانے کے بعد ترکی گانوٗ اور بازار کو گئے- چار بازار کے مثل ایک چھتّے کے اندر دُکانیں ہیں- ترکوں کی دستکاری اور صنعت کا اسباب نہایت خوش سلوبی سے چنا ہوا ہی- اہلِ بازار اکثر عربی بھی بولتے ہیں مرد زیادہ تر مسلمان مگر عورتیں بالعموم ترکی نصرانی ہیں-

ایک دُکان پر مشین سے تمباکو تراش کر سگرٹ بناتے ہیں- ہمارے ہمراہیوں سے بعض نے تُرکی ٹوپیاں وغیرہ اسباب خریدا- ہم کو ترکی لباس میں دیکھکر ترکی گروہ کے مینیجر نے جو نصرانی تھا انگریزی زبان میں کہا کہ مسجد سلطانی میں جو ترکی گانوٗ میں تعمیر ہوئی ہی کسی قوم کے آدمی کو اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہی مگر اس قدر کہ دس سینٹ فیس دے کر دروازے کے باہر سے کھڑے کھڑے دیکھ لے- البتہ اہلِ اسلام کے واسطے یہ مسجد وقف ہی اور **اعلیٰحضرت سلطان المعظم** نے مجکو مامور فرمایا ہی کہ جو اہلِ اسلام یہاں ملیں اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ یہ مسجد صرف آپ صاحبوں کے واسطے بنائی گئی ہی-

اسکے بعد ہم ہندوستانی عمارت میں گئے۔ مسجد کے دروازے کی مثل کھلا ہوا برجیوں دار دروازہ تھا۔ مختصر دو منزلی عمارت ہے۔ ہندوستانی صنعت اور دستکاری کا اسباب اکثر ممالک ہندوستان اور ریاستوں سے منگا کر رکھا گیا ہے۔ خصوصاً ریاست حیدرآباد کے بنے ہوئے نہایت عمدہ نئے اور پرانے ہتھیار ہیں۔ لنگوٹی بند جوگیوں اور سنیاسیوں کی مورتیں جا بجا کھڑی ہیں۔ اوپر کے درجے میں چند ہندوستانی مسلمان تماشائیوں کو چاء وغیرہ پلاتے تھے۔ منجملہ اُنکے ایک آدمی لکھنؤ کا اور ایک پنجابی تھا۔ اسکے سوا دستکاری کے نمونوں میں ملیاگری صندل کی منبت کاریں اور بمبئی کے بنے ہوئے خاتم بندی کام کے بکس وغیرہ جو صندل پر دانت۔ سینگ اور رانگ سے پچی کاری ہوتی ہے۔ گھوسنوں کی شیشے لگی ہوئی چادریں اور کرتے وغیرہ بہت سا اسباب تھا۔ مولوی فرخی نے ایک روز اپنے ملک کا ایک سپیرا بھی دیکھا۔ بین بجاتا اور سانپ دکھاتا پھرتا ہے۔ کہتا ہے مجھے خوراک اور سواری کے سوا پانچ ڈالر یا ایک پونڈ ماہوار پر لائے ہیں۔ تنخواہ کے علاوہ نمائش ختم ہونیکے بعد جوئی سے اکتوبر تک قائم رہے گی۔ گھر پہنچانے کی بھی شرط ہے۔

اور ملکوں کی عمارت کے ساتھ گانو بھی ہیں۔ چنانچہ مصر۔ الجیریا۔ جاوا ترکی۔ ایرانی۔ آیرش۔ جرمن۔ جاپان اور مراکش۔ وغیرہ کے گانو بازار مکانات۔ تھیٹر اور چارخانے وغیرہ اصلی باشندوں سے آباد کئے ہیں مگر ہندوستان کے متعلق ایک عمارت کے سوا گانو یا بازار نہیں ہے۔ اور بنا کر کیا کرتے۔ ہندوستانی دہات

جیسے قابل دید ہیں آپ خوب جانتے ہیں۔

نمائش کو سب سے زیادہ مدد ترکی سامان اور آدمیوں نے دی ہی۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ نمائش کا زیادہ حصّہ مسلمانوں سے آباد ہی۔ جب آپ ایک سلسلے میں ترکی۔ ایرانی مصری۔ الجزائر کے عرب۔ مراکو اور جاوا وغیرہ قوموں کو مصروف کار دیکھیں گے تو اِس امر کی پوری تصدیق ہوگی۔

غرضکہ اِن چیزوں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے ہم ترکی تھیٹر میں گئے۔ پچیس ۲۵۔ پچاس ۵۰ اور پچھتر ۷۵ سینٹ تک ٹکٹ تھا ہم اوّل درجے میں اسٹیج کے قریب بیٹھے۔ اگرچہ عارضی مکان ہی تاہم خوشنما اور آراستہ ہی۔ اسٹیج کی پیشانی پر طلائی حرفوں میں سلطانی طغرے بنا ہوا ہی۔ تمام مکان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خط ثلث میں لکھے ہوئے قطعے آویزاں ہیں۔ طغرے کے برابر ایک وصلی پر ”لا یکذب بعضکم علےٰ بعض“ دوسری طرف ”راس الحکمۃ مخافۃ اللہ“ لکھا ہی۔ اسٹیج کے سامنے کی دیوار سے ملی ہوئی چند کرسیاں بچھی ہیں اُن پر سازندے بیٹھکر باجا بجاتے ہیں۔ اِن لوگوں کے دہنے بائیں دو دو نوجوان حسین عورتیں قانون اور ایک قسم کا رباب اور ربانہ بجاتی ہیں بعض عورتیں ناچتی ہیں مگر پانو کے گھنگرو کی تال کا کام ربانہ دیتا ہی۔ ناچ کی طرز بھی نرالی ہی۔ یہ امر بھی نہایت تعجب انگیز ہی کہ ناچنے والی عورت کے محض سینے کا گوشت بغیر اسکے کہ اور جسم جنبش کرے لرزتا ہی۔ سب کی آوازیں نہایت پاٹ دار۔ اور صاف قریب قریب یکساں ہیں۔ ترکی زبان کے گیت گاتی تھیں۔ بعض نقلیں بھی کیں۔ چنانچہ ایک حسین عربیہ پر دو

نوجوان عربوں کا عاشق ہونا - اور اُس پر دونوں قبیلوں کی باہم لڑائی - فتحمند عاشق کے حکم سے اُسکے رقیب کا مع چند ہمراہیوں کے گرفتار ہو کر قتل ہونا - اِس لڑائی میں رجز کے عربی اشعار اور باہم شجاعانہ گفتگو - اہلِ عرب کی نیچرل حالت کا نقشہ دکھاتی ہے - اگرچہ یہ سانگ اور ناچ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں ہیں - مگر عربی اشعار کا پُرجوش لہجہ عربی سمجھنے والوں کے دلوں کو قومی حرارت کے جوش سے بھر دیتا ہے -

ٹھیٹر سے اُٹھکر گاڑیوں میں سوار ہوے اور شہر کو واپس آئے -

دوسرے روز ہمکو بعض صاحبوں کی بازدید کرنا ہے اور داتو عبدالرحمن سلطان ابوبکر بادشاہ جوہر کے وزیر بھی ہمسے ملنے کو آنے والے ہیں اسلیے ہم نمائش کو نہیں جائیں گے -

یہ تو ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ جس روز سنگاپور میں سلطان موصوف کا محل دیکھنے گئے تھے سلطان اُس زمانے میں یورپ کو آئے ہوئے تھے اور سلطان کے مکان پر ہمارے جانے کی اطلاع اُنکے اہلکاروں کی طرف سے یورپ میں سلطان کو ہو چکی تھی - اِسلیے داتو عبدالرحمن کو سلطان جوہر نے لندن سے بذریعۂ تار کے حکم بھیجکر افسوس اور عذر کرنے کے واسطے مامور کیا ہے غرضکہ سواے مولوی فرخی کے اور سب بھی نمائش میں نہیں گئے -

کپتان صاحب کو خیال تھا کہ ایک روز نوکروں کو بھی تماشا دکھایا جائے اسلیے اُن کو مولوی فرخی کے ساتھ نمائش میں بھیجدیا اور قیصر نام ایک یوروپین امریکن کو خدمت کیواسطے مولوی صاحب کے ساتھ مامور کر دیا -

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اِن لوگوں کو علمی کارنامے اور **الکٹرک سائنس** دکھانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی کافی تھا کہ ترکی۔ مصری۔ حبشی الجیرین تھیٹر اور بازار دکھادئے جائیں۔ اسلئے اوّل مصری بازار میں جاکر جو چیز جسنے پسند کی اُسکو خریدی۔ اِن بازاروں کے تمام دُکاندار ہمکو مسلمان سمجھکر سلام اور تعارف کرتے تھے۔ مصری بازار کے پہلو میں سوڈانی تھیٹر ہے۔ اتفاقاً ایک حبشی عرب جو کسی زمانے میں ہندوستان اور رامپور بھی ہو آیا ہے دروازے پر مل گیا۔ اندر لیجا کر تھیٹر کی عمارت کو تفصیل کے ساتھ دکھایا۔ تماشا شروع ہونے میں کسی قدر دیر تھی اسلئے میں اِن لوگوں کو ایرانی بازار اور تماشا خانے میں لے گیا۔ اہلِ ایران چونکہ میرے ہمزبان تھے اُن کو ہمسے مل کر اِس قدر خوشی ہوئی کہ گویا کوئی بچھڑا ہوا ہموطن آملا۔ تمام اہلِ بازار نے جمع ہو کر تعارف اور چاء وغیرہ کی مدارات کے بعد اپنے تماشہ خانوں کی مفت سیر کرائی۔ ہماری نسبت بھی نہایت آرزو سے درخواست کرتے تھے کہ اگر نواب صاحب ہمارے **کوارٹر** میں تشریف لائیں تو ہمکو نہایت خوشی اور قابل یادگار فخر ہوگا۔ وہاں سے الجزائری عربوں کے تھیٹر میں گئے۔ چند حسین عورتیں ترکی تھیٹر کی طرح باجے کے ساتھ نہایت بہنگم ناچ ناچتی ہیں۔ الجزائری عورتوں کے لباس میں پائجامہ بہت ہی عجیب ہے جسکا گھیر اوپر سے پائینچوں تک برابر ہے مگر پائینچے کو قمیص کی طرح کف لگاکر چین ڈالتے ہیں۔ کف پاؤں میں لپٹ جاتے ہیں اور پائجامہ بالکل سایہ معلوم ہوتا ہے۔ اوپر کے جسم میں انگریزی باڈی یا آستینوں دار کرتی ہوتی ہے۔ ہاتھوں میں مہندی لگانا اور پاؤں میں چوڑیاں

یا جھانجن وغیرہ پہننا بھی رائج ہی - سر پر زربفت کا رومال لپیٹ کر ترچھا جھومر بھی لٹکاتی ہیں - غالباً یہ لباس صرف ناچنے والی عورتوں کا ہی ورنہ بازاریں دکانوں پر سودا بیچنے والی عورتیں بہت چھوٹی ترکی ٹوپی پر چھوٹی چھوٹی اشرفیوں کی ایک یا دو جھالریں اور کلابتوں کا پھندنا لگا کر ٹوپی کو سر کے ایک طرف پن یا سوئی سے ٹانک لیتے ہیں - تماشا خانہ کے دروازے پر چند حبشی توڑہ دار بندوقیں لیئے ہوئے پہرہ دے رہے ہیں غرضکہ مراکش پیلس کو جسکی تفصیل ہم آگے لکھیں گے دیکھکر مولوی صاحب اپنے ہمراہیوں کو ترکی مسجد میں نماز پڑھانے لے گئے - حاج سلیم النعمانی امام مسجد نے سب کو زیر پایاں منگوا کر دیں اور وضو کرنے کی جگہ جا کر سب نے وضو کیا - مولوی صاحب نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی محراب میں میز پر قرآن مجید رکھا ہوا تھا اُسمیں دیکھکر اوّل پارے کے تین رکوع پڑھے اور مسجد سے باہر آکر خدا کا شکر کیا جمال آفندی آغاسی (متولی مسجد) نے ایک کتاب پیش کر کے خواہش کی کہ اسمیں اپنا نام لکھدو اعلیحضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کا حکم ہی کہ جو لوگ نماز کو آئیں اُنکے نام کتاب پر لکھوا کر ختم نمائش کے بعد ہمارے ملاحظے میں پیش کیئے جائیں - مولوی صاحب نے اپنا نام ہمارے تعلق کے ساتھ کتاب پر لکھدیا اور قسطنطنیہ ہو کر واپس جانے اور اعلیحضرت سلطان کی زیارت کا شوق بھی بیان کیا - جمال آفندی نے کہا کہ میرا بھائی خاص مسجد سلطانی کا جو محل کے اندر ہی متولی ہی اُسکے نام تمہیں خط دیتا ہوں وہ تمکو ہر ایک نماز میں اعلیحضرت سلطان کی زیارت سے مشرف کرائے گا چنانچہ مولوی صاحب کی پاکٹ بک پر خط لکھ کر مہر کر دی - وہاں سے

جاوا گانو میں آئے ٹیٹوں کی دکانیں جیسی اُنکے ملک میں ہوتی ہیں بنائی ہیں اور صدہا زن و مرد دستکاری میں مصروف ہیں۔ بعض لوگ بید کی چھال سے انگریزی ٹوپیاں بنا رہے ہیں بعض اور کام کرتے ہیں مسلمانوں کو دور سے دیکھکر سلام علیکم کہتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے پکّے مسلمان ہوتے ہیں۔ ملایا سے سلطان جوہر کا بھیجا ہوا اسباب بھی بہت ہی سیلان کی اشیا کے نمونے۔ بورنیو کے وحشی جانور جنمیں وو اُورانگ اوٹانگ بھی پنجرے میں بند ہیں۔

ترکی بازار کے قریب میدان میں ایک چرخ کا جھولا لگا ہوا ہی۔ شوقین مرد عورتیں اُسمیں بیٹھکر آسمان زمین کی سیر کرتے ہیں۔ جھولے کے نام سے معمولی چرخ کا جھولہ جیسا ہندوستانی میلوں میں بلوچ وغیرہ لئے پھرتے ہیں۔ تصور نہ کیجیے۔ یہ چرخ کا جھولہ مگر زمین سے دوسو اسّی فیٹ بلند ہی اور بجائے اسکے کہ جھولے میں چار چھوٹے چھوٹے لکڑی کے کھٹولے لٹکتے ہیں۔ اسمیں ریل کی گاڑی برابر پچاس گاڑیاں لٹکی ہوئی ہیں تمام و کمال چرخ کا دائرہ اور پائے بہت مضبوط لوہے سے بنائے ہیں۔ انجن کے وسیلے سے گردش کرتا ہی۔ بعض نوکروں نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ ہمکو اس چرخ میں بیٹھا دیجیے۔ مگر مولوی صاحب نے منظور نہیں کیا۔ عذر کیا کہ اگر انجن کا کوئی پرزہ ٹوٹ گیا یا بائیلر پھٹ گیا تو تم آسمان و زمین کے بیچ میں معلق رہجاؤ گے اور ہمکو تمھارے اُتروانے میں خدا جانے کس قدر دقّت کرنا پڑے گی بہتر ہی کہ دوسروں کو بیٹھے ہوئے دیکھکر ہی گردش اپنے اوپر فرض کرلو۔ غرضکہ شام کے قریب مولوی صاحب

ریل میں بیٹھکر واپس آئے - ریلوے اسٹیشن ہوٹل سے بہت قریب بازار میں ہے -

۱۴-۱۵-۱۶-جولائی - دوسرے روز بھی حسب معمول ہم پھر نمائش کو گئے - اوّل سلطان مراکش کے پیلیس اور باغ اور مراکش تھیٹر میں گئے - پیلیس کو عجیب صنعت سے بنایا ہے - ایک حصّے کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا ہے - جسمیں دو یا ڈیڑھ گز فاصلے پر مثلث گنبد بنائے ہیں - جابجا دروازوں میں آئینہ کا تختہ لگایا ہے جسمیں مقابل کے دروازے اور اُسکے آئینے کے عکس کا عکس پڑکر ایک کی دس بارہ عمارتیں نظر آتی ہیں اور انسان کو داخل ہونے کے بعد نکلنے میں بڑی دقّت ہوتی ہے - ہر جگہ دھوکا ہوتا ہے کہ دروازہ ہے مگر سامنے آتے ہوئے اپنی ہی صورت آئینے میں نظر آتی ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ راستہ نہیں ہے - عجیب بھول بھلیاں ہے - ہر گنبد کے نیچے ڈھائی تین گز بلند ہم قد اور ہم شکل کھجور کے درخت بوے ہوے ہیں - اِس عمارت کے پہلو میں پہاڑ کی چٹان کو تراش کر ناہموار گنبد بنائے ہیں اور اُسی قسم کے آئینے وغیرہ لگائے ہیں دونوں عمارتوں میں جابجا مٹّی اور موم کے آدمی فوج یا پولیس کی وردی پہنے ہوئے کھڑے ہیں - اسقدر مناسب حالت ہے کہ اکثر آدمی دھوکا کھا کر راستہ پوچھتا ہے یا کچھ بات کرتا ہے جواب نہ ملنے سے تمیز ہوتا ہے کہ مٹّی کی مورت ہے - اوپر کے درجے میں بھی چند مٹّی کے آدمی جنرل اور کرنل کا یونیفارم پہنے ہوئے کھڑے ہیں - اچھی صنعت کی ہے - تھیٹر بھی اوپر کے درجے میں ہے - الجزائری عورتوں کے مثل یہاں بھی ناچ گانے کی وہی حالت ہے - لباس البتہ کسی قدر مختلف ہے یعنی اِن کا لباس ترکی ہے - وہاں سے

اُٹھ کر ہم الکٹرک بلڈنگ میں گئے۔

الکٹرک بلڈنگ

یعنی برقی صنعتون کی نمائش

اس عالیشان، دومنزلی عمارت میں برقی صنعتوں کا جلوہ اور خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی بےمثل و مفید قوت کا کرشمہ دکھایا ہی۔ مکان کی آرائش اور برقی روشنی کی نمائش کیواسطے چھوٹے چھوٹے بلوری شیشوں سے ایک مینار بنا کر چھت سے ملا دیا ہی اور اُس مینار کے چار طرف سے پون پون گز چوڑی چار شاخیں چھت سے ملی ہوئی چار طرف کو چوسر کی طرح پر چلے گئے ہیں۔ یہ بھی اُسی شکل کے شیشوں سے مرکب ہیں۔ عمارت کے گوشے میں پوشیدہ جگہ سے برقی منبع قوت پہنچتا ہی اور مینار پر چڑھکر برقی روشنی چاروں طرف شاخوں کے آخر تک جاتی ہی اور ہر دفع نیا رنگ بدلتی ہی۔ کبھی سرخ کبھی سفید۔ زرد۔ نافرمانی اور آبی غرضکہ بار بار رنگ تبدیل ہوتا ہی۔ اِس سے زیادہ کارآمد اور لحاظ کے قابل تار برقی کی ایسی قسم ہی جو پیغام بھیجنے والے کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت کو مکتوب الیہ تک آن واحد میں صدہا کوس پہنچا دیتی ہی۔ لکھنے کا طریقہ یہ ہی کہ برقی پلیٹ پر ایک آلہ سے متعلق تقریباً فٹ بھر لمبا ریشم کا ڈورا ہی جسکے دونوں سرے بکس یا پلیٹ میں وصل ہیں اور ڈورے کے بیچ کا حصہ ایک پنسل کی نوک کے قریب لپٹا ہوا ہی۔ پنسل کو جس قدر دور ہٹاتے ہیں اُتنا ہی ڈورا کھنچ کر سرک آتا ہی۔ دوسری پلیٹ پر جو بجائے

کسی دوسرے شہر میں ہونے کے قریب میز پر لگا ہے - ایک قلم لگا ہوا ہی - پنسل سے جو عبارت کاغذ پر لکھتے ہیں ہوبہو وہی عبارت وہی خط کی شان دوسری جگہ قلم سے لکھ جاتی ہی - قلم کے اوپر کی طرف سیاہی کی ڈبیا ہی جب تک لکھتے ہیں اُسمیں سے سیاہی نوک تک بتدریج آتی رہتی ہی ہزاروں کوس تک طول دے سکتے ہیں - کمپنی کے اجنٹ نے جسکی طرف سے یہ آلہ اور اِسکے سوا بہت سی کارآمد برقی کلیں رکھی ہیں - ہمارے سامنے پنسل سے عبارت لکھی - بعض پھول اور پتّے بنائے اُسی شکل کے دوسری جانب قلم سے لکھے گئے - یہاں سے چھ۶ میل فاصلے کی قوت پر دونوں آلے لگے ہوئے ہیں مگر جسقدر چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور ہزاروں کوس فاصلے پر ہمیں سے بیٹھے بیٹھے دستخط کر سکتے ہیں - نہایت کارآمد اور عجیب آلہ ہی -

اِس آلے کو **ٹیلاٹوگراف** Telautograph کہتے ہیں اور اسکے مالکوں کا نام **گری نیشنل ٹیلاٹوگراف کمپنی** Graynational Telautograph Company ہی ٹیلاٹوگراف کو اہلِ امریکہ سے پروفیسر الیشا گری Elishagray نے ایجاد کیا ہی **میوزیکل ٹیلی فون** وغیرہ بھی اسی شخص کی ایجاد ہی جسکے وسیلے سے ہزار میل کی مسافت پر باجا یا گانا سنا سکتے ہیں - ٹیلی گراف کی ایک اور بھی قسم ہی جسمیں کاغذ کے فیتے پر ایک ایسے قلم سے جسکے اوپر سیاہی کی ڈبیہ لگی ہی مارپیچ مسلسل لکیر لکھ جاتی ہی - اِن خمدار لکیروں سے حرفوں کی جگہ علامتیں مقرر کرلی ہیں جنہیں مشق کے بعد بخوبی پڑھ سکتے ہیں

اِسکے سوا ملمع کی باٹری اور گھڑی کے پرزے صاف کرنے کی مشین وغیرہ بھی ہیں سب سے زیادہ مفید اور کارآمد چیز برقی قلم ہی۔ قلم کی نوک لوہے کی ہی۔ دستے پر تاروں کا اُلجھا لپٹا ہوا ہی۔ دستے کے اوپر برقی مشین کا تار لگاتے ہی قلم کی نوک گرم اور تپائے ہوئے لوہے کی مثل سرخ ہوجاتی ہی۔ گلاس یا شیشے پر جو عبارت لکھنا یا جو نقش کرنا منظور ہوتا ہی نوک سے لکھتے ہیں۔ آہستہ سے نوک کا چھو جانا کافی ہی۔ بہت آسانی سے عبارت اور نقش کندہ ہوجاتے ہیں۔ ایک مشین لُوہا گرم کرنے کی ہی موٹی موٹی لوہے کی میخیں مشین سے لگاتے ہی نرم اور سرخ ہوجاتی ہیں۔

فونوگراف Fonograph جسمیں انسان یا باجے کی آواز بند ہوکر جب تک چاہیں محفوظ رہ سکتی ہی اور مشین سے متعلق کر دینے کے بعد ہو بہو اصلی لہجہ سنا جاتا ہی جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ پانچ سینٹ بکس میں ڈالکر ایک ربر کی فی کان سے لگائی اور آواز آنے لگی۔ اِن مختلف آلوں کے سوا جو جا بجا رکھے ہیں ایک دو منزلہ کمرہ بھی فونوگراف سے متعلق ہی صدہا آدمی کُرسی پر بیٹھے ہوئے۔ گانا باجا۔ یا کسی فاضل کی اسپیچ سن رہے ہیں۔ فی کس پانچ سینٹ فیس لی جاتی ہی۔ کارخانے کے مالک نے ہمکو اندر لے جا کر فونوگراف کے متعلق تمام آلوں کی سیر کرائی۔ برقی عمارت کے اندر سامنے کی دیوار پر برقی روشنی سے کولمبس کی تصویر بنائی ہی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اَب تک اہلِ امریکہ کولمبس کا احسان مانے جاتے ہیں۔ اسکے سوا صدہا قسم کے برقی آلات ہیں جنکی تفصیل کو ایک علیحدہ کتاب چاہیے۔

اکسپورٹیشن بلڈنگ

اِس عمارت میں جہانتک سواری باربرداری اور انسان یا اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے وسیلے ہیں سب کو جمع کیا ہی۔ چنانچہ بگھی۔ گاڑی۔ گھوڑا کشتی۔ جہاز اور جانور جن پر اسباب لادا جاتا ہی غرضکہ ہر قسم کے نمونے رکھے ہیں۔ مصری اسباب پر جو طامس کک کی طرف سے بھیجا گیا ہی حاج محمدؐ علیو تراجمۃ الخواجہ کوک اور ایک دوسرا عرب دو شخص مہتمم ہیں۔ منجملہ اُس اسباب کے جو طامس کُک نے بھیجا ہی دو کشتیاں ایک آدھ گز کے قریب لمبی اور ایک اُس سے کچھ بڑی بے جوڑ تختے سے بنی ہوئی۔ ملاح وغیرہ بھی لکڑی کی مورتیں مصر سے آئی ہیں کہتے ہیں چار برس ہوئے یہ کشتیاں ایک مصری پُرانی قبر سے برآمد ہوئی ہیں۔ قبر کی تاریخ سے جو قبطی خط میں کندہ تھی یہ چیزیں چھ ہزار ۶۰۰۰ برس پہلے کی ثابت ہوتی ہیں۔

بحری مرکبوں کے سلسلے میں وکٹوریہ نامی انگریزی جنگی جہاز کا نقشہ بھی لوہے سے بنا کر رکھا ہی دو انجن اور ڈبل اسکرو کا بہت بڑا مضبوط جہاز تھا مگر افسوس ہی کہ اسی جون کے مہینے میں جو گزر چکا یہ جہاز بحر روم میں مع ایک ایڈمرل اور اکثر آدمیوں کے ڈوب گیا۔ زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ صرف قواعد کی مشق میں ایک جہاز سے ٹکرا کر ایڈمرل (امیر البحر) کی غلطی سے ڈوبا ہی۔ اِسی سلسلے میں امریکن

لائن کمپنی نے اپنے جہاز کا پورا نمونہ کمروں کی خوبی اور صفائی دکھانے کو لکڑی سے تعمیر کیا ہی - نہایت لطیف اور دلکش کمرے ہیں - ایک کمپنی بحر پیسفک کو اٹلانٹک سے ملانے کے واسطے نہر بنا رہی ہی - چنانچہ ایک بہت بڑی میز پر جسکا بالائی تختہ شیشے کا اور نیچے پانی بھرا ہوا ہی پہاڑ وغیرہ بنا کر جس جس طرف سے نہر نکالی ہی پہاڑ سطح کے برابر کاٹ دیے ہیں - نہر کا پورا نقشہ سمجھ میں آسکتا ہی نہایت عمدہ تدبیر ہی - اگر نہر تیار ہوگئی تو سفر بہت آسان ہوجائے گا - اِسی عمارت میں ایک لوہے کا ہتوڑا جسکا وزن دو ہزار چار سو پچاس ۲۴۵۰ ٹن یا ارسٹھ ہزار چھ سو ۶۸۶۰۰ من ہی رکھا ہی - یہ ہتوڑا انجن کے وسیلے سے اُٹھا کر گرایا جاتا ہی -

ممالک یورپ سے - جرمن - فرانس - وغیرہ کے بھی جنگی اور تجارتی جہازوں کے نمونے ہیں ہر ملک کے گھوڑوں کی پورے قد کی تصویریں مٹّی سے بنا کر بعض کو گجبیوں میں - کسی پر خالی ساز - کسی پر زین کس دیا ہی - اِس قدر خوبصورت بنائے ہیں کہ زندہ اور مردہ میں فرق کرنا ممکن نہیں ہی - ایک چوپایہ حیوان جسکا نام لاما ہی - خوگیر کسا ہوا اسباب لدا ہوا مٹّی کے جسم کو اصلی کھال پہنا کر بنایا ہی عجیب شکل کا جانور ہی - سم شگاف دار گائے کے بچھڑے برابر - سرخ گدھے کا جیسا رنگ - قد بھی گدھے کی برابر ہوگا - جسم سُبک اور دُبلا گردن اونٹ کی گردن سے مشابہ ہی - تھوتنی اور کان ٹٹو کے مثل ترچ میل حیوان ہی اور افریقہ کا تحفہ ہی - چند توپیں بھی جنکو غالباً چھوٹی کشتیوں پر کام میں لاتے ہیں عجیب ساخت کی ہیں - توپ کے پہلو میں نواڑ برابر جوڑے

فیتے پر کارتوس لگے ہوئے ہیں۔ چرخ پھرانے سے ایک کارتوس خالی ہو کر نکل جاتا ہی تو دوسرا خود بخود اُسکی جگہ آجاتا ہی۔ اِسکے علاوہ صدہا قسم کی سواری کا سامان ہی۔ چنانچہ بائیسکل ٹرائیسکل اور بچوں کی ہواخوری کی گاڑیوں کے نمونے رکھے ہیں۔ ایک لین پر ریل کی چند گاڑیاں صرف نمائش کیواسطے رکھی ہیں۔ اَبْ تک ایسی خوبصورت گاڑیاں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہر ایک گاڑی میں فی کس ایک علیحدہ کمرہ ہی۔ اُسمیں غسل خانہ۔ پائخانہ۔ دو پلنگ۔ چند کرسیاں اور لکھنے کی میز ہر ایک مسافر کیواسطے مہیا ہی۔ اگر دروازہ بند کرلیں تو کمرے کا تعلق گاڑی سے جدا ہو جائے۔ یہ گاڑیاں **پل مین کار** کہلاتی ہیں اور امریکن ریلوے کمپنی سے متعلق ہیں۔ اُنہیں کے برابر دوسری لائن پر پُرانی یادگار کے چند انجن کھڑے ہیں۔ سب سے پہلا انجن جو ملک امریکہ میں ریل کیواسطے ایجاد ہوا ہی ۱۸۱۳ء کا بنا ہوا ہی اِس انجن کے آگے لوہے کے دو دو پانو لگے ہوئے ہیں۔ چلنے میں ایک ایک پانو اُٹھاتا اور بڑھاتا جاتا ہی۔ اسکے علاوہ ایک اور انجن ۱۸۱۳ء کا۔ دوسرا ۱۸۲۹ء کا اور تیسرا ۱۸۵ء کا بنا ہوا ہی۔ ایک انجن اِس قسم کا بھی ہی جو رسّی کے کھُلنے اور لپٹنے سے چلتا ہی اِس حساب سے پہلے ایجاد کی نسبت جسقدر صنعت نے ترقی کی ہی قیاس کر لیجیے۔

ایک امریکن عورت نے ایسے زمانے میں جبکہ مسافر دور دراز کا سفر کم کرتے تھے مختصر خیمہ اور ایک مدور بنی ہوئی پالکی جو معمولی ڈولی سے زیادہ بڑی نہیں ہی اور بہت خفیف سامان ساتھ لیکر تمام افریقہ میں سفر کیا ہی۔ یہ سب سامان بھی جریدہ مسافرت کیواسطے

نمونے کے طور پر رکھا ہی اور خیمہ ایستادہ ہی۔

مشینری

یعنی

کلوں کا مکان

اور عمارتوں کے مثل یہ عمارت بھی نہایت عالیشان ہی۔ ہر کام کیواسطے ہر قسم کی کلیں جو آج تک روے زمین پر ایجاد ہوئی ہیں اس عمارت میں رکھی ہیں۔ اِس طول امل کی نسبت یہ خیال نہ کیجیے کہ یہ سامان سلطنت امریکہ کی قوّت سے آمادہ ہوا ہی بلکہ یہ تمام نمونے تاجروں نے لاکر مہیا کئے ہیں اور دیکھنے والوں کو ایک ایک چیز مدارات اور نرمی کے ساتھ دکھاتے ہیں۔ کلوں کے نقشے اور اشتہار کی کتابیں نہایت عاجزی سے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ ہزاروں کلیں ہیں مگر سرسری نظر سے ہم جسقدر دیکھ سکے اُسکا مجمل حال یہ ہی کہ چھ۶ سات قسم کے پریس اخبار وغیرہ چھاپنے کیواسطے نہایت عمدہ تھے۔ پریس کے نیچے جہاں عبارت کمپوز کی ہوئی ہی دو۲ ڈیڑہ گز طول اور ایک گز قطر بیلَن کے طور پر کاغذ لپٹا ہوا ہی۔ دخانی انجن سے کل چلتی ہی۔ اخبار یا کتاب جو چھاپنا منظور ہو ایک دفعہ میں دونوں طرف سے صفحہ چھپکر اور چار تہ ہوکر باہر نکل آتا ہی۔ تہ شدہ کاغذات اُٹھانے کو صرف ایک آدمی درکار ہوتا ہی۔ اسی قسم کے ایک پریس پر نمائش کی عمارتوں کے نقشے جنمیں سرخ سبز اور زرد رنگ لگا ہوا ہی چھپ رہے ہیں ہمنے بھی یادگار کے طور پر

ہر قسم کا ایک ایک نقشہ خرید لیا ہی۔ بعض جگہ کپڑا بنا جا رہا ہی دو کلوں پر ایک عورت دیکھ بھال کیواسطے متعین ہی۔ جب تھان ختم ہو جاتا ہی تو قینچی سے کاٹ کر دوسرا تھان لگا دیتی ہی۔ ایک کل ایک ساتھ پندرہ سولہ تھان فیتے کے تیار کر رہی ہی۔ کسی پر ریشم کی ڈوری سے آدمیوں کی تصویریں بن رہی ہیں۔ کہیں ریل پر ڈورا لپٹ رہا ہی۔ کہیں قالین کسی کل پر کلابتون کے بوٹے کے ریشمی کپڑے۔ ریشمی رومال وغیرہ اور بھی صدہا قسم کا کپڑا بنا جا رہا ہی۔ اِسی مکان میں لوہا تراشنے اور سوہن کرنے کی کل ہی۔ رندے کی مثل ایک آلہ ہی جو پاؤ انچھ دبیز لوہا ایک رومین کاٹ جاتا ہی۔ سب سے زیادہ کارآمد چیز پانی نکالنے کے پمپ ہیں۔ اِسی مقام پر نہر کا ایک شعبہ ہی پمپ سے پانی کھینچکر دوسری طرف نہر میں ہی گر جاتا ہے۔ اکثر پمپ انجن سے چلتے ہیں اور ایک ہاتھی برابر موٹی پانی کی دھار کو پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ گز کے فاصلے پر پھینکتے ہیں۔ ایک پمپ سے نہر کی گول جاری ہو سکتی ہی۔ اگر پانی میسر ہو تو خشک زمین کیواسطے یہ چیز زیادہ کارآمد ہی۔ اِسکے سوا روئی دھُنکنے۔ سوت کاتنے۔ برف جمانے اور کپڑا سینے کی کلیں مختلف قسم کی ہیں جنمیں بعض بغیر پاؤں کی حرکت کے چلتی ہیں اور بعض ایک دستہ پھرانے سے دیر تک حرکت کرتی ہیں۔ اِن سب کے دیکھنے اور سمجھنے کو فرصت چاہیئے کہ ایک ایک چیز کا حال لکھ سکیں۔

فارٹی نیشن انڈ فارٹی بیوٹیز Fourty nations and fourty-Boutys

(یعنی چالیس ۴۰ قوم اور چالیس ۴۰ حسن)

اہل امریکہ نے صرف فطری اور مصنوعی اشیاء کی نمائش نہیں کی ہی بلکہ آدمیوں کی بھی

نمائش ہی۔ یوں تو میلے ٹھیلے میں دیس دیس کے آدمی جمع ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا ہی کرتے ہیں مگر یہاں چالیس ۴۰ ملتوں کی حسین عورتیں بھی ایک جگہ پیش کی گئی ہیں۔ ایک وسیع اور عالیشان مکان میں بہت بڑا مدور ہال ہی جسکے ہر طرف چالیس ۴۰ شہ نشین ہیں۔ ہر ایک شہ نشین کے کنارے پر خوبصورت جنگلہ لگا ہی اور اُسکو چالیس ۴۰ حصوں پر تقسیم کرکے ہر حصے پر جس ملک کی عورتیں اُسمیں بیٹھی ہیں اُسکا نام لکھدیا ہی۔ ہم تو پہلے روز سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے گزر گئے مگر دوسرے روز مولوی فرخی نے ایک ایک سے گفتگو کی اور سب کا حال ہمکو آکر بتایا جو یہاں درج کیا جاتا ہی۔

اوّل انگلنڈ کی لیڈیوں سے صاحب سلامت اور مزاج پرسی کی۔ ایک گانو کی رہنے والی کسان کی بیٹی۔ ایک شہری دو عورتیں تھیں۔ ایک درجے میں دو عورتیں ایک جاپانی دوسری شامی تاش کھیل رہی تھیں۔ مولوی صاحب نے ہر ایک سے اُسکی زبان میں دریافت کیا کہ تم باہم ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتی ہو۔ اُنہوں نے کہا نہیں اشاروں سے کھیل رہی ہیں۔ شامی عورت نے اپنا نام مہدیہ بتایا عیسوی المذہب اور بیروت کی رہنے والی تھی۔ اُنکے برابر والے خانے میں پانچ عورتیں قسطنطنیہ کی تھیں۔ سب سے زیادہ ملاحت اور جوبن انہیں پر تھا۔ چونکہ یہ سب بھی نصرانی اور متنصرہ عرب سے تھیں مولوی صاحب نے عربی زبان میں باتیں کیں۔ اِن حسینوں میں احسن کا نام سلیمہ تھا چھوٹے پانو والی چینی لیڈی سے صرف اشاروں میں سلام و تعارف کیا۔ زبان کو تکلیف دینے کی حاجت نہ تھی پہلو کے دوسرے شہ نشین میں دو لیڈیاں ڈنمارک کی تھیں

چونکہ دونوں انگریزی جانتی تھیں اُن سے مولوی صاحب نے دیر تک باتیں کیں۔ انکا حسن بھی خالی از کیفیت نہ تھا۔ عجیب امر یہ ہی کہ مولوی صاحب نے دو ہی منٹ کی صحبت میں اُنکو بھی شاگرد بنائے بغیر نچھوڑا یعنی اُردو زبان مین سلام اور مزاج شریف کہنا حفظ کرا دیا۔ ہمارا حال شاید اخبار میں دیکھکر یا پہلے روز ہم گئے تھے کسی سے سُنکر دریافت کرتی تھیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم دس ہزار ۱۰۰۰۰ میل سے زیادہ بحری سفر طی کر کے صرف آپ کی زیارت کو آئے ہیں۔ اِس مشتاقانہ تکلیف کا شکریہ ادا کرتی تھیں اور ہنستی تھیں۔ عجیب نگارخانہ تھا۔ جسقدر تھیٹروں میں بازاروں میں اور ہر پیشے کیواسطے ممالک اسلام سے عورتیں یہاں آئی ہیں۔ اِن میں کوئی مسلمان نہیں ہی سب عیسائی ہیں چنانچہ ترکی بازار کے تھیٹر مین۔ متنصرہ عرب اور ایرانی تماشا خانے میں ارمنی وغیرہ تھیں۔ البتہ مصری بازار میں ایک عورت نہایت حسین اور شوخ نقاب کی وجہ سے مسلمان قیاس ہوتی تھی۔ ہر ایک ملک کی عمارت پر اُس سلطنت کا نشان اور علم لگا ہوا ہی۔ چنانچہ ایرانی بازار پر علم شیر و خورشید۔ ترکی پر نیر و ہلال کا پرچم اُڑ رہا تھا۔ ایرانی عمارت کے در میں چند شعر لکھے تھے۔ مصرع اوّل تمام گشت مزین شد این خجستہ مکان ÷ اور مصرع آخر جو راہ روی میں پڑھا جا سکا۔ وفائے عہد نکر دست باکس این دوران ÷ تھا۔

ایگری کلچرل بلڈنگ

یہ عمارت اسباب زراعت اور آلات کشاورزی کیواسطے مخصوص ہی۔ نئی نئی طرح کے ہل

کھیت کاٹنے۔ گھاس سے بال و ربال سے غلہ جدا کرنے کی کلیں۔ جُتتے ہوئے کھیت سے گھاس کی جڑیں نکالنے اور پانی نکالنے کے پمپ وغیرہ رکھے ہیں۔ اوسی عمارت میں یہاں کی پیداوار غلے کے نمونے ہیں۔ سرخ۔ سفید۔ زرد اور نیلے رنگ کی مکئی کے درخت قد میں ۹ نو فیٹ سے کم نہونگے دانہ بھی سیم کے بیج کی برابر ہی۔ بعض درختوں پر سات سات بھُٹے۔ ہر ایک طول میں سات گرہ تک ہوگا لگے ہوئے ہیں اسکے سوا گیہوں کے درخت بھی ۲ دو گز بلند بلکہ بعض انسان کے قد کی برابر لمبے موٹی اور بڑی بڑی بالیں لگی ہوئیں اور بھی صدہا قسم کے اناج کے نمونے ہیں۔

معدنیات

ایک عمارت صرف اشیاء معدنی اور فلزات سے متعلق ہی۔ سونے چاندی کے کچے پتھر یعنی جس حالت پر چاندی۔ سونا مٹّی وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا نکلتا ہی۔ سرمے کی دہات۔ پتھر کا کوئلا۔ اُوپَل جو ایک نو یافتہ جواہر ہی اور تانبڑا وغیرہ جو امریکہ یا دوسرے ممالک سے برآمد ہوتا ہی سب کو اس مکان میں رکھا ہی۔ ہر ایک دہات کے اوپر کان کا نام اور مختصر حالات لکھدیے ہیں۔

برقی روشنی اور فوّارے

رات کو برقی روشنی کی نمائش اور برقی فوّاروں کا تماشہ تھا۔ نہر کے کنارے پر ایک دائرے کی شکل میں زمین کے اندر جابجا فوارے لگے ہوے ہیں۔ ہر سوراخ کے اوپر

دس۱۰ بارہ۱۲ گز بلند تنور کی شکل کا ایک ظرف کچّی مٹّی سے بنا کر رکھا ہی - بعینہٖ بڑی اوکھلی کی طرح ہے اُسکے اندر سے انار کے مثل دس۱۰ بارہ گز بلند فوارے چھوٹتے ہیں اور اُنکے پانی میں پی درپی برقی قوت سے زرد - نیلا اور دھانی وغیرہ رنگ پیدا ہوتے ہیں ہر ایک فوارے سے تین۳ چار۴ گز دور میں پانی گرتا ہی - نہایت خوشنما تماشا ہی - اسکے سوا بعض عمارتوں پر برقی لیمپ لگے ہوئے ہیں جنکی روشنی ہزاروں گز تک پھیلتی ہی - الکٹرک بلڈنگ کے اوپر بھی ایک سرچ لائٹ (برقی لالٹین) لگی ہوئی ہی ایک طرف کا شیشہ کھُلا ہوا ہی اور تین۳ طرف سے بند ہی - لال ٹین چکّر کھاتی ہی اور روشنی جسطرف کھلی ہی اُسطرف کہکشاں کے مثل میل سوا میل تک پھیلتی ہی نہایت خوشنما چیز ہی -

بفلو بل

فوّارے اور برقی روشنی کا تماشا دیکھنے کے بعد - کرنل کوڈی (بفلو بل) کے کرتب دیکھنے گئے - نمائش کے پہلو میں تختوں سے گھرے ہوئے میدان میں ایک عمارت ہی - ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوئے اور صدر مقام پر تماشا گاہ کے سامنے بیٹھے -

بفلو بل اِس تماشے کا نام اسلیئے ہی کہ ۱۸۶۵ء تک **راکی مونٹ** Rocky Mount اور دریاے مزوری Missouri کے بیچ میں لاکھوں بیسن (جنگلی بھینسے) ہرن اور نیل گاے وغیرہ جانور تھے - انکے سوا دوسری چیز جو زراعت اور آبادیِ ملک کو مانع تھی وہ انڈین امریکن کے بعض قبیلے تھے - چونکہ اُنکی

شکارگاہیں چھین کر انکی آزادی میں فرق ڈالا جاتا تھا اِسلئے وہ لوگ یوروبین امریکن کو اُدہر راستہ چلنے سے روکتے تھے۔ ڈاک لوٹتے اور ریل کی سڑک بنانے کو بھی مانع تھے اور اکثر مخالف فریق کو جہاں پاتے تھے نہایت بیرحمی سے قتل کر ڈالتے تھے۔

ریل نہونے کی وجہ سے اُس زمانے میں ڈیڈووڈکوچ Deadwoodcoach نام ایک ڈاک چلتی تھی اسی میں خطوط پارسل وغیرہ جاتے تھے اور اِسی گاڑی پر بارہ ۱۲ آدمی اندر چھ ۶ چھت کے اوپر۔ دو ۲ محافظ کوچوان کے ساتھ کوچ بکس پر سب اکیس ۲۱ مسافر سفر کرتے تھے۔

امریکن وحشیوں کے قبائل سے بڑا لڑاکا قوم سیوکس کا بادشاہ مسمے **سیٹنگ بل** Sitting bull اور پاین ریلیج کا سردار **اوگالالہ** Ogallalla اور قوم نونیلک کا چیف ککنگ بیر (ک-ک-ن-گ-ب-ی-ر) ہمیشہ تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح یوروبین کو یہاں سے نکالدیں یا اسطرف نہ آنے دیں اسلئے یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ نے ڈاک کی حفاظت کے واسطے **کرنل کوڈی** (بفلوبل وغیرہ افسروں کے ماتحت ایک رجمنٹ سوار مقرر کردئے تھے۔ کرنل کوڈی کبھی فوج میں خدمت کرتا تھا اور کبھی ریل کی سڑک بنانے والے مزدوروں کے واسطے جنگلی بھینسے شکار کر کے گوشت مہیا کرتا تھا۔ چنانچہ اُسنے ۱۸ مہینے میں چار ہزار دو سو اسی ۴۲۸۰ بھینسے شکار کئے۔ کبھی ایک روز میں صرف کرنل کوڈی نے انہتر ۶۹ بھینسے اپنے ہاتھ سے مارے۔ اور ایک زمانہ دراز تک کھال اور گوشت کی طمع سے

۹۵۰۰۰۰۰
پچانوے لاکھ یا ساڑھے نو ملین بھینسے مار ڈالے گئے۔ جب ریلوے لائن تیار ہوگئی اور سنہ ۱۸۹۱ء میں سٹینگ بل مارا گیا۔ اوگالالہ بھی قتل ہوا۔ گلگنگ بیر گرفتار ہو کر قید ہوگیا۔ لڑائی جھگڑا موقوف ہوا اس عرصے میں کرنل کوڈی نے امریکن وحشیوں کے مقابلے پر صدہا معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے اور کثرت مشق نے اُسکو ایسا قدرانداز بنادیا کہ گھوڑا سرپٹ دوڑانے اور چکر کی حالت میں کبھی اُسکے پستول کا نشانہ بھی خطا نہیں ہوتا اس کام کے بعد اُسنے اپنے ذاتی سوار مرتب کیئے اور گھوڑے پر۔ کرتب۔ نشانہ بازی۔ کمند سے باہم لڑنا اور جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنا۔ تھیٹر کے طور پر دکھانا شروع کیا۔

اِس قصے کے متعلق قبل اِس سے کہ تماشے کی تفصیل کی جاوے ایک قدرانداز

لڑکی مس اینی اوکلی Annie oakley (م۔ س

ا۔ ی۔ ن۔ ی۔ ا۔ و۔ ک۔ ل۔ ی) کا حال بیان کرلیں۔ اِس لڑکی کو دس برس کی عمر سے بندوق کا شوق تھا۔ چونکہ گھر کے قریب جنگل میں شکار کی افراط تھی اکثر اپنے بھائی کی بندوق چھپا کر شکار کو چلی جاتی تھی اور گھر کی ضرورت سے زیادہ شکار مار لاتی تھی ۱۲ بارہ برس کی عمر میں مس اینی کو ایک مُنہ سے بھرنے کی بندوق اور ایک بریچ لوڈر رائفل دیا گیا اسوجہ سے اُسکی مشق اَور بھی بڑھ گئی۔ اُسنے اپنے مارے ہوے شکاروں کی کھالیں بیچ کر اپنی ماں کو بہت سا روپیہ دیا اور رفتہ رفتہ شہرت پا کر نشانہ مارنے کی بازیوں میں شریک ہونے لگی اور اکثر بازیاں جیتی۔ چنانچہ ایک دفع شرط تھی کہ ۵۰۰۰ پانچہزار کارتوس ایک روز میں اپنے ہاتھ سے بھرے اور پانچہزار نشانے

لگائے ۔ اِس شرط میں اُسنے سولہ^{16} نمبر کی تین^{3} بندوقیں استعمال کیں اور ایک روز میں پانچہزار
فیر کیئے ۔ تین^{3} کلوں کے ذریعے سے پندرہ^{15} پندرہ^{15} گز بلند گیندیں پھینکی جاتی تھیں اور ہوا
میں گولی سے اُڑا دینے کی شرط تھی ۔ منجملہ پانچہزار نشانوں کے مس اینی نے چار ہزار
سات سو بہتر گولیاں نشانے پر ماریں یعنی چار ہزار^{2} سات^{47} سو بہتر^{72} گیندیں ہوا
پر جاتی ہوئی اُڑا دیں ۔ دو ہزار^{2000} تک اُسنے صرف سولہ^{16} نشانے خطا کیئے تھے ۔ اِسکے
سوا اُسنے ہزاروں نمائشیں یورپ اور امریکہ میں دکھائیں اور پچاس^{50} بازیوں سے
اکتالیس^{41} میں تمغے پائے ۔ تمغے اور بندوقیں جو اُسنے بطور انعام حاصل کیئے بے شمار
ہیں اس لڑکی کے سوا **جان بیکر** بیس^{20} اکیس^{21} برس کا ایک لڑکا ہی جسکو کرنل کوڈی نے
وحشیوں کی لڑائی میں جبکہ وہ بھاگ گئے تھے پڑا ہوا پا کر اُٹھا لیا تھا اُسکو بھی بندوق لگانا
سکھایا ہی بہت ہی عجیب نشانہ لگاتا ہی ۔

کرنل کوڈی نے اکثر ممالک کی طرز پر وردی وغیرہ پہنا کر سوار مرتب کیئے ہیں ۔ چنانچہ
امریکن چھٹے^{6} رسالے کے سولہ سوار ایک کپتان ۔ انگریزی بارہویں^{12} لانسر (رجمنٹ
پرنس آف ویلز) کے بارہ^{12} سوار ایک کپتان ۔ جرمن فرسٹ گارڈ اوہن رجمنٹ کے
جو ولیم دوم شہنشاہ جرمن سے متعلق ہی اور پوتسدام رڈس نام سے موسوم ہی ۔
بارہ^{12} سوار ایک افسر **فرنچ چسیرس** کے بارہ^{12} سوار ایک کپتان ۔ اِن کے سوا
مکسکو کے کمند انداز سوار ۔ **کوئبائی** یعنی جنگلی امریکن جنکو **رف رائڈر**
Roughrider (ننگی پشت پر سوار ہونے والے) کہتے ہیں باون^{52} ۔ روسی **کاسک**

تیرہ۱۳ سوار اسپین کا رسالہ تیرہ۱۳ سوار۔ غرضکہ جس ملک کے نام سے سوار متعلق ہیں اُسی ملک کے آدمی ہیں۔ یعنی عرب عرب ہیں۔ کاسک کاسک اور اپنے ہی ملک کی اصلی وردی سے آراستہ بھی ہیں۔ اسپین۔ مکسکو۔ فرانسہ اور جرمن وغیرہ بھی اپنے اصلی ملکوں کے باشندے ہیں چنانچہ سب سوار ملا کر ایک سو ساٹھ۱۶۰ ہوتے ہیں۔ سواروں کے علاوہ اور بھی بہت آدمی نوکر ہیں۔ نمائش کے پہلو میں ایک وسیع میدان کو جہاں دو ترب بخوبی مارچ پاسٹ اور اسکول کر سکیں۔ تختے کی بلند دیوار سے احاطہ کیا ہی۔ تین۳ طرف تو تماشائیوں کی نشست کیواسطے تھیٹر کیطرح تختے کی سیڑھیوں سے درجے بنا کر کرسیاں بچھائی ہیں۔ سامنے کی طرف تختے کی دیوار میں بڑے بڑے دو۲ در ہیں۔ درون کے پیچھے اسقدر وسعت معلوم ہوتی ہی کہ یہ سب سوار گنجائش پا سکیں۔ میدان کے بیچ میں ڈھائی تین۲ گز بلند اور اسی قدر چوڑا ایک مدور چبوترہ ہی۔ جس پر کھڑے ہو کر ایک آدمی تماشائیوں کی آگاہی کیواسطے شروع ہونے والے تماشے کا اعلان کرتا ہی۔ سب سے پہلے کرنل کوڈی نے گھوڑا دوڑا کر افتتاح کے واسطے پستول کا ایک فیر کیا۔ اور سب کو سلام و تعظیم کرنے کے بعد علٰحدہ کھڑا ہو گیا۔ اوّل میدان میں ایک کل کے ذریعے سے فاس فورس وغیرہ چمکدار مصالحہ بھری ہوئی دو۲ دو گیندیں اُچھالی گئیں اور مس اینی نے دونالی بندوق سے دونوں گولیاں توڑ دیں۔ یہ شیشے کی گیندیں برقی روشنی میں سپید سپید چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور ٹوٹ کر منتشر ہو جاتی تھیں دو۲۰۰ سو گیندوں کے قریب پھینکی گئیں۔ بندوق بھی اپنے ہاتھ سے بھرتی تھی غایت درجے کی تیز دست تھی مگر اس عجلت میں گھبراہٹ کا نام نہ تھا زیادہ تیز دستی

دکھانے کے واسطے مس اینی کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی - دس گز آگے بھری ہوئی بندوق رکھی تھی - بیچ میں ایک گز بلندی پر رسی تنی ہوئی تھی - بندوق کی جگہ سے اور دس گز آگے ٹرہکر ٹبیر کیطرح گیندیں پھینکیں گئیں - مس اینی نے دوڑ کر رسی پر سے کود کر اور بندوق اُٹھا کر دونوں گیندیں گولی سے توڑ دیں - دو سو نشانوں میں شائد کوئی دو یا تین خطا ہوئے ہونگے - اسکے بعد لڑکی بندوق پھینک کر بھاگ گئی اور چبوترے پر سے جنگلی رسالے کی آمد پکاری گئی - بارہ بارہ سوار کے چار گروہ تھے - اوّل امریکن وحشیوں کے سوار ہاتھ میں علم لئے ہوئے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار سر پر عقاب کے پروں کی ٹوپیاں جسکا پچھلا حصّہ برقع کی مثل پشت تک لٹکتا تھا - ریچھ کی کھال کا پائجامہ مگر بال باہر کی طرف تھے شانے پر کمان - پشت پر ترکش ڈالے ہوئے گھوڑے کو پویہ دوڑاتے ہوئے آئے اور میدان میں کھڑے ہو گئے - اُسکے بعد پھر تختے کی دیوار کا دروازہ کھُلا اور اُن کا افسر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آکر سواروں کے آگے کھڑا ہو گیا - سواروں نے اُسکے پیچھے قاعدے سے صف باندھلی - غرضکہ چار گروہ تھے اِسی طرح سب آکر جم گئے - افسر کی آمد کے وقت سوار زور سے قلقاریاں مارتے تھے - اُنکے بعد فسٹ گارڈ جرمن لانسر نہایت عمدہ چمکدار سیاہ وردی پر کلغی دار ہلمٹ Helmet (خود) سپید پرچم کی برچھی - گھوڑے سب یکرنگ کمیت آکر صف بستہ ہوئے - اُنکے بعد نمبر چھ کیولری یعنی امریکن یونائٹڈ اسٹیٹ کا رسالہ نہایت عمدہ لیس دار وردیاں پہنے ہوئے گھوڑے سب یکرنگ سپید سوار ایک افسر - پھر فرنچ چیسرس سُرنگ گھوڑے آبی بانات کی وردی - عرق چین ٹوپیاں اُسکے بعد

انگلش نمبر بارہ لانسر سیاہ وردی سرخ پرچم کی برچھی سر پر کلغی دار ہلمٹ مختلف رنگ کے گھوڑے۔ اُسکے بعد عرب سوار۔ سرنگ گھوڑے۔ عربی لباس۔ ترکی ٹوپی پر پگڑیاں بندھی ہوئیں۔ طلائی کام کی توڑے دار بندوقیں۔ اُنکے بعد روسی کاسک (قزاق) ایرانی مسلمانوں کی مثل لمبی ڈاڑھی کشمشی عبائیں۔ نمدے کی گول ٹوپیاں اُن کے پیچھے کمندیں ہاتھ میں لیئے ہوئے مکسکو کے سوار بانات کی انگریزی چھجے دار نرم ٹوپیاں خاکی وردی۔ پھر اسپین کے سوار۔ غرضکہ سب سوار صف بستہ ہوگئے۔ کرنل کوڈی حکم دیتے تھے۔ ایک ایک رسالے نے تماشائیوں کے آگے مارچ پاسٹ کیا اور انسپکشن ہوا پھر سب سواروں نے مل کر اسکول اور قواعد کی۔ تلوار کے کاٹ وغیرہ کے کرتب دکھائے۔ عرب سواروں میں سے ایک شخص سفید جامہ پہنکر بیچ کے دنگل پر گیا اور چکر پھرنا شروع کیا۔ جب تک سوار کرتب کرتے رہے وہ لگاتار پھرتا رہا۔ عرب سواروں نے گھوڑوں پر اور زمین پر جمناسٹک کیا۔ بندوقوں کو بنیٹی کی طرح ہلاتے تھے۔ کبھی دو بندوقیں دونوں ہاتھوں سے غرضکہ بہت صفائی اور چستی سے کرتب کیا۔ اُنکے بعد روسی کاسکوں نے گھوڑے دوڑا کر ایک پانو گھوڑے کی پشت پر باقی جسم لٹکا دیا اور رومال وغیرہ اُٹھائے۔ کبھی گھوڑے پر اُلٹے ہو بیٹھے بہت مشاق اور سواری کے فن میں طاق تھے۔ پھر اپنی طرز کا ناچ ناچے اور وہی لفظ جو ایسے محل پر اُنکی زبان میں رائج ہی بلند آواز سے کہتے تھے۔ اسکے بعد چند گھوڑوں سے جُتی ہوئی ایک میل کوچ (ڈاک گاڑی) پر مسافر اور ڈاک کو جاتے ہوئے ننگی پیٹھ کے سوار امریکن وحشیوں نے

لُوٹا۔ ہر طرف سے گھیر کر تیر مارنا شروع کیئے۔ دوسری جانب سے کوئی کوئُو بائی یعنی محافظ رسالے نے آکر گاڑی اور مسافروں کو بچایا باہم خوب لڑائی ہوئی اِدھر سے گولیاں اور اُدھر سے تیروں کی بوچھار طرفین سے آدمی مر کر اور زخمی ہو کر گرے۔ کرنل کوڈی کے سواروں نے مرے ہوئے گھوڑوں کی آڑ سے پستول اور بندوقیں مارنا شروع کیں۔ کچھ جنگلی مرے کچھ بھاگ گئے گاڑی اور مسافر سب بچ گئے۔ آدمی تو یکایک گھوڑے سے مروے کے مثل گرنے کی مشق کر سکتے ہیں مگر گھوڑے بھی اسی طرح گر جاتے تھے جیسے گولی یا تیر کھا کر گرتے ہیں۔ دو دفعہ یہ تماشا کیا گیا۔ ایک دفعہ ڈاک گاڑی میں آگ لگ گئی۔ گاڑیاں وہی اصلی کارٹ ہیں جو پینتیس برس پہلے راکی مونٹ میں چلتی تھیں اور اُنہیں پر حملے ہوتے تھے۔ عجیب دلچسپ نظارہ تھا نقل اور اصل میں سر مو فرق نہیں ہے۔ اسکے بعد مکسکو کے سواروں نے ایک دوسرے پر کمند ڈالی اور حریف کی گردن وغیرہ کو دام میں پھانس لیا۔ پھر جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنے کا نمونہ دکھایا۔ زین اور لگام اُتار کر گھوڑے چھوڑ دیئے۔ سواروں نے کمند سے گرفتار کیئے۔ کبھی کمند کا حلقہ خطا نہیں ہوتا تھا ضرور سر یا گردن میں بند ہو جاتا تھا۔ جہاں گھوڑا گرفتار ہوا دو سواروں نے اپنے گھوڑے چھوڑ کر اور زبردستی لپٹ لپٹا کر اُسپر زین باندھ دیا۔ لگام لگا دی اور ایک آدمی سوار ہو گیا۔ گھوڑوں کو بھی صحرائی پن اور وحشت سکھائی گئی ہے۔ سوار ہوتے ہی اِس قسم کی ادھمیاں کرتے ہیں اور تڑپتے ہیں کہ کبھی گمان نہیں ہوتا کہ یہ ہلے ملے جانور ہیں۔ ایسی حالت میں بیٹھا رہنا بھی اُنہیں کا کام ہے نہایت ہی عجیب تماشا تھا۔ اسکے بعد رف رائیڈر

(ننگی پیٹھ کے سوار) امریکن وحشیوں کی دوڑ ہوئی۔ ننگی پیٹھ پر بغیر رکاب وغیرہ کے شائد دنیا میں کوئی قوم ان جنگلیوں سے بہتر سوار ہوتی ہو۔ پہلی ڈور میں ایک سوار کا گھوڑا گرا۔ سوار کے بھی بہت چوٹ لگی اور بیہوش ہوگیا اُسے فوراً اُٹھاکر علیحدہ کردیا گیا۔ دوڑ ہوتی رہی۔ اسکے بعد ایک انڈین امریکن لڑکی نے ایک یوروپین لڑکی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا۔ پھر جانی بیکر انڈین امریکن لڑکے نے جسکا ذکر مس اینی کے ساتھ کیا گیا بندوق سے نشانے لگائے۔ یہ لڑکا بھی قدر انداز مشہور ہی۔ کبھی لیٹ کر دونوں پائوں کے بیچ سے مہری نکالکر بندوق لگائی۔ کبھی اسطرح کہ ایک شخص نے پائوں کے ٹخنے پکڑ کر اُلٹا لٹکالیا مگر اُسنے اُسی حالت میں دونوں گیندیں اُڑادیں۔ عجیب کمال ہی اور کیوں نہو ع

کارنیکو کردن از بر کردن است

مشق کی کچھ انتہا ہی۔ قیاس کرسکتے ہیں کہ کس قدر محنت کی ہوگی۔ پھر اسپین کے سوار اور امریکن رسالے نے باہم گھوڑ دوڑ کی۔ چند تماشے ابھی باقی تھے مگر ہم زیادہ نہ ٹھیر سکے ہوٹل میں آکر استراحت کی۔

۱۷- جولائی۔ آج چونکہ روانگی کا دن ہی اسلئے کچھ سویرے سے ہم نمائش کو گئے۔ اوّل امریکن جنگلیوں کی **اسکیمو** نام قوم کے گائوں میں پہنچے۔ درخت کی چھال سے نہایت خوبصورت بنگلہ نما مکان بنائے ہیں۔ مگر جو اسکیمو برف کے پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ برف کو زمین تک کاٹ کر گنبد نما چھت بنا لیتے ہیں۔ بعض برف کے ٹکڑے کو جو پہاڑ سے گر کر زمین پر پڑا ہوتا ہی اوپر سے قبہ دار تراش کر اندر سے خالی کر لیتے ہیں اور ایسے

مکانوں میں ریچھ وغیرہ پشم دار جانوروں کی کھال کا فرش کر کے رہتے ہیں- ہر طرف سے دیواریں اور چھت بلور کے مثل معلوم ہوتی ہیں-

اِس قسم کے مکانات کے نمونے بھی سپید مٹّی یا چونے سے بنائے ہیں- اسکے سوا سیل+ کے پوست کے خیمے اور اِسی قسم کی کھال کے لباس بھی موجود ہیں- برف پر چلنے کو بغیر پہیئے کی گاڑی کا نمونہ بھی جسکو تین چار کُتّے کھینچتے ہیں اسطرح بنایا ہی کہ بجائے برف کے لوہے کی ریل بچھائی ہی- ایک یا دو آدمی گاڑی میں بیٹھکر کُتّوں کو ہانکتے ہیں- گاڑی پھسلتی ہوئی چلی جاتی ہی-

اسکیمو مردے کو زمین کھود کر دفن نہیں کرتے بلکہ لاش کو اُسی لباس میں جو مرنے کے وقت اُسکے جسم پر ہوتا ہی زمین پر رکھکر ہر طرف پتھر کے ٹکڑوں سے ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ بلند دیواریں بناکر پتھر سے قبر پاٹ دیتے ہیں- پتھر بغیر چونے وغیرہ کے یونہیں اوپر نیچے رکھ دیتے ہیں- مُنہ کی طرف سے قبر کو اسقدر کھُلا ہوا رکھتے ہیں کہ لاش بخوبی نظر آسکے- اُسی قبر کے پہلو میں ایک چھوٹا سا پتھروں کا گھروا بناکر اُسکے اندر لکڑی کی تھالی میں کھانے پینے کا سامان رکھدیتے ہیں اور اسکو اسقدر جالی دار بناتے ہیں کہ غذا باہر سے نظر آتی رہے- مردے کے نیچے بھی ریچھ یا کسی دوسرے جانور کی کھال بچھا دیتے ہیں- اِس قسم کی چند قبریں بھی گانوں کے گوشہ میں بنادی ہیں- اسکیمو کی صورت بھوٹیوں سے زیادہ مشابہ ہی مگر رنگ اُنکی نسبت اُجلا ہوتا ہی- عورت مرد سب ہنرمند اور دستکار ہیں-

---

+ دریائی شیر-

کھانے کے بعد ہم اور مولوی فرخی۔ عبد المجید خان۔ عبد الصمد خان۔ فتحیاب خان اور مسٹر بڈن نمائش میں گئے۔ ترکی آتش خانے میں عصرانہ (لنچ) کھاکر الجزائر کا بازار، مراکش پیلیس۔ الجزائر اور مراکش کی عورتوں کا ناچ وغیرہ دیکھکر واپسی کے وقت ہوائی کے آتش فشاں پہاڑوں کا پانوراما Panorama دیکھا عجیب صنعت کی ہی۔ مکان میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہی گویا پہاڑ کے غاروں میں سے ہوکر بلندی پر جاتے ہیں۔ ہر طرف بڑے بڑے سوراخوں سے آگ نکل رہی ہی کہیں دھواں اُٹھ رہا ہی۔ پتھر پگھل کر حرارت کی شدت اور آگ کی حدت سے لوہے کے کھنگروں کے مثل سیاہ ہوگئے ہیں۔ بعض غاروں کے کناروں پر چند آدمی تماشائی کھڑے ہیں۔ آگ کے شعلوں کی روشنی میں ہر چیز کی ہیئت کذائی بخوبی نظر آتی ہی۔ غرضکہ شام تک ہوٹل میں رہکر آٹھ بجے کے قریب ریلوے اسٹیشن پر آئے ایک فسٹ کلاس پل مین کار رزرو تھی۔ سوار ہوکر نیاگرافال کو روانہ ہوئے۔

۱۸-۱۹- **جولائی**۔ صبح کے دس بجے **کلفٹن** میں پہنچے۔ یہ آبادی **نیاگرافال** کے اسی کنارے پر انگریزی کناڈا میں واقع ہی۔ ندی کے دوسرے کنارے پر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی زمین ہی ندی اور آبشار بھی اسی میں داخل ہی۔ دریاے نیاگرا اس طرح اوپر سے بہتا ہوا آیا ہی کہ آبشار سے بہت اوپر دو حصے ہوکر بیچ میں ایک بڑا جزیرہ جسکو گوٹ آئیلنڈ کہتے ہیں اور تین چھوٹے چھوٹے ملے ہوے موسوم بہ تھری سسٹرس Threesisters بناتا ہوا دو تین بلندیوں سے گرتا ہی۔ نیاگرہ سٹی

کی طرف اور بھی بہت چھوٹے چھوٹے ۱۳ تیرہ چودہ جزیرے واقع ہوئے ہیں۔ کسی قدر پانی جنوب کی طرف سے آ کر گھوڑے کی سم کی شکل ہلالی دائرے میں ایک ۱۵۸ سو اٹھاون فیٹ بلندی سے گرتا ہی اور یہاں سے دونوں طرف بلند کناروں کے بیچ میں ندی بہتی ہی۔ یہ ہلالی دائرہ جسکو ہارس شو Horseshoe موسوم کرتے ہیں ہمیشہ پانی سے کٹ کر پھیلتا جاتا ہی چنانچہ سنہ ۱۸۸۶ء میں ۲۶۰۰ دو ہزار چھ سو فیٹ تھا اور سنہ ۱۸۹۰ء تک ۳۰۱۰ تین ہزار دس فیٹ ہو گیا ۴ چار برس کے عرصے میں ۴۱۰ چار سو دس فیٹ دائرہ بڑھ گیا ہی۔ نیاگرہ فال اور ہارس شو کے بیچ میں گوٹ آئیلنڈ واقع ہوا ہی۔ گوٹ آئیلنڈ کے دوسرے کنارے سے جو نیاگرا شہر کی طرف ہی مشرق کی سمت سے دوسرا حصہ ندی کا بہتا ہوا آیا ہی اور ۱۰۶۰ ایک ہزار ساٹھ فیٹ عرض ہی ۱۶۷ سات سو سرسٹھ فیٹ بلندی سے ۴۰ چالیس فیٹ موٹی دھار گرتی ہی۔ دنیا میں سب سے بڑی آبشار یہی ہی۔ اِس دھار کے قریب جزیرہ گوٹ کے برابر ایک ہوا کا سوراخ ہی جسمیں سے بشدت ہوا آتی ہی۔ اور اِسی کے پہلو میں ۱۵ پندرہ ۲۰ بیس گز چوڑی ایک چھوٹی آبشار ہی۔ بلندی اُسی قدر ہی مگر عرض کم ہی۔ ۱۰۶۰ ایک ہزار ساٹھ فیٹ چوڑی آبشار اور چھوٹی چادر کے بیچ میں تھوڑے فاصلے تک چٹانین ہیں۔ ہوا کے غار سے نیچے تک زینہ بنا ہوا ہی اور زینے کے ختم پر چھوٹی آبشار کے نیچے جانے کو تختے کی جنگلے دار راہ بنی ہوئی ہی۔ چونکہ پانی ۱۶۷ سات سو سٹھ فیٹ بلندی سے گرتا ہی اسلیے جڑ سے بہت فاصلے پر دھار گرتی ہی اور بیچ میں فضا خالی ہی۔ اکثر سیاح چھوٹی چادر کے نیچے جاتے ہیں۔ نہایت خوفناک آمد و رفت ہی۔

پانی کے باریک باریک قطرے گھرے ابر کیطرح فضا کو روکے ہوئے ہیں۔ دم گھٹنے لگتا ہی۔ کائی پر پانو پھسلتا ہی۔ زینے کے قریب کوٹھری میں ایک آدمی رہتا ہی جو کسی قدر کرایہ یا انعام لے کر واٹر پروف اور ایسا بوٹ پہنا دیتا ہی جو کائی پر نہ پھسلے۔

کلفٹن اور نیاگرا سٹی کے بیچ میں چونکہ نوسو ۹۰۰ یا ہزار ۱۰۰۰ فیٹ گہری نیاگرا ندی بہتی ہی۔ آمد و رفت کے واسطے سسپنشن برج Suspension Bridge (جھولے کا پل) بنا دیا ہی۔ سوار۔ پیادے اور گھوڑا گاڑی اُس پر سے گزرتے ہیں۔ پل کی لمبائی گیارہ سو ۱۱۰۰ فیٹ اور بلندی بھی قریب ایکہزار ۱۰۰۰ فیٹ کے ہوگی۔ دونوں طرف سے لوہے کے چار چار رسّوں میں لٹکتا ہی۔ پل کے دونوں سروں پر دو ۲ دو ۲ ستون بنے ہوئے ہیں۔ رسّیاں ستونوں کے اوپر ہو کر ایک مکان کے اندر انجن سے بندھی رہتی ہیں۔

واٹر فال سے فی منٹ ڈیڑھ کرور ۱۵۰۰۰۰۰ مکعب فیٹ یا فی ہفتہ ایک میل مکعب پانی گرتا ہے نیاگرا ندی کے بہاو پر فی پون میل پچپن ۵۵ فیٹ ڈھلان ہوتا گیا ہی۔ آبشار کے سامنے دخانی کشتیوں میں بیٹھ کر سیر کے واسطے جاتے ہیں۔ دھار کے بہت قریب تک کشتی جا سکتی ہی۔ واپسی کے واسطے پل کے قریب آ کر ایک سوراخ کے طور پر اوپر سے پاٹا ہوا راستہ ہی۔ آدمی کو کرسی پر بٹھا دیتے ہیں اوپر سے انجن ایک رسی کے ذریعے سے کرسی کو کھینچ لیتا ہی بہت آسانی ہی۔

انگریزی عملداری کی طرف جس سمت میں کلفٹن ہوٹل واقع ہی نہایت عجیب وغریب

پانی کا ایک چشمہ ہی- چھوٹے کنویں کے مثل گول حوض میں پانی بھرا ہوا ہی- اوپر عمارت ہی- پانی میں لوہے کی ایک نَی کھڑی کردی ہی- جب چاہتے ہیں نَی کو اُٹھا لیتے ہیں- پانی کے سطح پر دیا سلائی جلا کر ڈالنے سے آگ لگ جاتی ہی اور سفید رنگ کا نورانی شعلہ پیدا ہوتا ہی- اگر نَی لگا کر اُسکے سوراخ پر آگ لگاتے ہیں تو نَی روشن ہو جاتی ہی اور شمع کی طرح شعلہ نکلتا ہی- نَی اُٹھا لینے سے پھر آگ بُجھ جاتی ہی- حرارت البتہ کسی قدر محسوس ہوتی ہی مگر کپڑا وغیرہ کوئی چیز نہیں جلتی- نَی سے نکلتی ہوئی لَو پر امتحاناً رومال رکھا گیا ایک تار بھی نہیں جلا- غالباً اِس پانی سے کوئی جلنے والی گاس نکلتی ہی-

نیاگا کو پہنچنے سے پہلے حسین بخش خدمتگار کی آنکھیں دُکھتی تھیں- یہاں آنے تک بہت زیادہ سُرخ ہو گئیں- دیکھنا اور چلنا پھرنا دشوار ہو گیا- اسلیے یہ صلاح ٹھیری کہ حسین بخش کو مع تین فالتو آدمیوں کے نیویارک بھیجدیں مگر اس سفر میں ایسے شخص کو جو انگریزی نہیں جانتا پانی ملنا بھی ممکن نہیں ہی- ضرور ہی کہ ایک انگریزی بولنے والا بھی ساتھ جاے- چونکہ مولوی صاحب کو کسی جگہ اکیلے جانے میں جھجک نہیں ہی صاحب نے اُنہیں کو ساتھ جانے پر آمادہ کیا- مسٹر بڈن بھی جرسی کو اپنی بہن سے ملنے جاتے ہیں- مولوی صاحب کے ساتھ وہ نیویارک تک رفیق سفر ہیں-

اگرچہ ہمکو مولوی صاحب کا علحدہ ہونا سواے سخت مجبوری کے گوارا نہیں ہی- نہ وہ ہم سے ایک منٹ کو جدا رہنا پسند کرتے ہیں مگر قہر درویش بجان درویش شام کو زبان حال سے ؎

ما برفتیم و تو دانی و دل غم خور ما
بخت بد تا بکجا می برد آبشخور ما

کہتے ہوئے اُسی جھولے کے پل سے پار اُتر کر نیویارک کو روانہ ہوئے۔ رات ریل میں بسر کی محرم کا چاند ریل ہی سے دیکھا اور اپنے نزدیک ہم سے علحدہ سفر کرنے کو سفر کربلا تصور کر لیا۔ اُنیس ۱۹ جولائی کی صبح کو مولوی صاحب نیویارک پہنچے۔ ریل ہڈسن ریور کے اُس طرف ٹھیری جرسی سٹی جہاں مسٹر ڈن جاتے ہیں اِس کنارے پر ہی اور نیویارک اُس پار بیچ میں جہاز چلتا ہی امید تھی کہ طامس کک کا کوئی آدمی اُسطرف ملیگا آیا تو تھا مگر مولوی صاحب کو نہیں ملا۔ مسٹر ڈن کی بہن اسٹیشن سے اپنے بھائی کو جرسی لے گئیں۔ مولوی صاحب نے اسباب تو ریل میں بیٹھے بیٹھے ایک فارورڈنگ اجنٹ کو حوالے کر دیا تھا کہ طامس کک کے آفس میں پہنچا دے۔ صرف آدمی تھے اُن کو ساتھ لے کر ہڈسن ریور سے عبور کرنے کو جہاز میں بیٹھے اور فوراً ایک امریکن جنٹلمین سے یارانہ کر لیا۔ غرضکہ اِس پار آکر وہی بھلامانس اِن سب کو آفس تک پہنچا گیا آفس سے اجنٹ کو ساتھ لے کر پہلی قرارداد کے موافق ونزر ہوٹل میں ٹھیرائے گئے۔ حسین بخش کے واسطے فوراً ڈاکٹر بلایا گیا چونکہ یہ شخص آنکھوں کا ڈاکٹر نہ تھا اسلئے اُسنے صرف ایک روز علاج کیا اور کہہ گیا کہ ہم کل آنکھوں کے ڈاکٹر کو لائیں گے۔ بیچارے نے اپنے فائدے پر نظر نہ کی بلکہ بیمار کے فائدے کی غرض سے دوسرے روز ڈاکٹر کیلش کو لایا۔ ڈاکٹر کیلش نہایت ذی علم۔ مہذب اور آنکھوں کے علاج میں مشاق آدمی ہی۔ بہت غور سے علاج کیا۔ مولوی صاحب چند روز سے بضرورت عینک لگاتے ہیں

دیر تک پڑہنے لکھنے سے اکثر بائیں آنکھ میں درد ہوا کرتا ہی- ڈاکٹر کیلش نے دونوں آنکھوں کو امتحان کرنے کے بعد کہا کہ بائیں آنکھ بہ نسبت دہنی کی کسی قدر کمزور ہی آئندہ سے خاص قسم کی عینک جو ہم بنوائے دیتے ہیں لگایا کرو چنانچہ پتھر کے چند ٹکڑے جوڑ کر ایک عینک جسمیں قریب اور بعید دیکھنے کی دونوں قوتیں ہیں بنائی گئی اور نہایت مفید بھی ہوئی- نیویارک آج کل خالی ہی- گرمی کے سبب سے اکثر عمائد شہر اپنے اپنے **یُلاق** (گرمی میں رہنے کی جگہ) میں گئے ہوئے ہیں-

ایک روز مولوی فرخی کو بازار سے آتے ہوئے ایک امریکن جنٹلمین نے کہا کہ تمھاری شکل وصورت کے دس۱۰ بارہ۱۲ آدمی اس ہوٹل میں جو سامنے نظر آتا ہی ٹھیرے ہوئے ہیں مولوی صاحب اِس شوق میں گئے کہ مدت کے بعد آج اپنے ہموطنوں سے ملیں گے- ہوٹل کے آفس میں رجسٹر دیکھ رہے تھے کہ نام سے معلوم ہوجائے گا کون صاحب ہیں- پارک کی طرف جو نظر پڑی تو دیکھا کہ چند ہندوستانی جنٹلمین اور ایک یوروبین انہیں کی طرف چشم انتظار کھولے ہوئے بیٹھے ہیں- معلوم ہوا کہ ہز ہائنیس **مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ** تشریف لائے ہیں- یوروپین افسر **کرنل میسی** Col C.F. Massy ڈپٹی کمشنر امرتسر اُنکے ساتھ ہیں- شیخ عزیز بخش صاحب ریونیو افیسر اور کپتان سندر سنگہ ایڈیکانگ دولت رام پرائوٹ سکرٹری وغیرہ شرفاے پنجاب- چند خدمتگار- سید صادق علی ڈاکٹر- طامس کک کا ایک اجنٹ- سب ملاکر دس گیارہ آدمی ہز ہائنیس کے ساتھ ہیں- مولوی صاحب بھی نہایت اشتیاق سے اِن

صاحبوں سے ملے۔ کرنل میسی صاحب نے تحریک کی کہ آپ مہاراجہ صاحب بہادر سے بھی ملو۔ اتفاقاً وہ سوار ہونے کو تشریف لا رہے تھے۔ کرنل صاحب نے تعارف کیا۔ ہز ہائینس نے مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا اور مولوی صاحب نے ہماری طرف سے مزاج پرسی کی۔ مگر وہ ہمارے نیویارک پہنچنے سے دو روز پہلے تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں مہاراجہ صاحب نہایت خوش اخلاق اور سنجیدہ مزاج رئیس ہیں۔

نیویارک بہت خوبصورت شہر ہے اور نہایت دلکش طرز سے آباد ہوا ہے۔ بڑی بڑی سڑکوں سے جنکو اونیو Avenue کہتے ہیں دونوں طرف آمنے سامنے اسٹریٹ یعنی گلیاں نکلی ہیں۔ اونیو اور اسٹریٹ کے نام لال ٹینوں پر اور گلیوں کی ابتدائی دیواروں پر لکھے ہوئے ہیں جنکے نمبر اور سمت سے باسانی کسی مکان کو تلاش کر سکتے ہیں۔

ایک روز ہمارے کمرے میں مسلم ورلڈ اخبار کے تین ۳ پرچے جسکے مالک اور اڈیٹر محمدؐ الگزنڈر رسل ویب ہیں۔ رکھے ہوئے ملے۔ یہ صاحب منجملہ یوروبین امریکن کے پہلے مسلمان اور امریکہ میں مذہب مبارک اسلام کی اشاعت و منادی کرنے والے اوّل شخص ہیں۔ وقت کی کمی نے ہمکو اُن سے ملنے کی فرصت ندی۔ افسوس رہا۔ مگر مولوی فرخی مکان کا نمبر اخبار میں دیکھکر اُنکے پاس گئے۔ مکان کے دروازے پر مسلم ورلڈ لکھا ہوا تھا۔ دروازے پر گھنٹی دی۔ ایک خادمہ نے آکر دروازہ کھولا اور محمدؐ ویب صاحب کا کمرہ بتا دیا۔ دو ۲ تین ۳ آدمیوں کے ساتھ وہ اپنے آفس میں بیٹھے

تھے۔ مولوی صاحب نے مسلم ورلڈ اخبار **نواب کلب رامپور** کے واسطے خریدا اور **اِسلام اِن امریکہ** نام کتاب کی دو جلدیں اور طامس کارلائل کا رسالہ جو غالباً اثبات نبوت میں مدلل طور پر لکھا گیا ہی محمدؐ ویب صاحب نے ہدیہ کیا۔ نومسلموں کی تعداد اسوقت تک اُنتالیس۳۹ ہی۔ بعض صاحب جو وہاں موجود تھے مولوی صاحب سے بھی ملے۔ وہ کہتے ہیں نہایت مقدس اور نورانی چہروں کے بزرگ ہیں۔

محمدؐ ویب صاحب نے حقیقت اسلام پر لکچر دینے کا کمرہ۔ نماز کا کمرہ اور وضو وغیرہ کی جگہ دکھائی۔

گو اہلِ امریکہ عیسائی ہیں۔ تاہم غایت آزادی اور حق پسندی کی وجہ سے اُنکو اپنے نومسلم بھائیوں سے کچھ تعصب نہیں ہی۔

مسلمانانِ امریکہ نے **واشنگٹن** وغیرہ بعض شہروں میں اِس غرض سے کہ لوگ مذہب اسلام کی حقیقت پر خوب واقف ہوجائیں۔ **مسلم سرکل** نام سے اسلامی مذہبی تاریخوں کا ایک کتب خانہ قائم کیا ہی۔ اکثر معزز عیسائیانِ امریکہ اُسکے ممبر ہیں۔

محمدؐ ویب صاحب کہتے ہیں کہ میں **سید حسین صاحب بلگرامی** کی آمد کا جنکو بھیجنے کا سلطنت حیدرآباد نے وعدہ کیا ہی منتظر تھا کہ وہ مذہبی جلسۂ شکاگو میں مذہب اسلام کی نسبت لکچر دیں۔ مگر انوی ٹیشن آگیا ہی اور اب تک کوئی مدد ہندوستان وغیرہ ممالک اسلام سے نہیں ہوئی۔ ناچار میں اکیلا جاتا ہوں اسلام کی نسبت جو امر میرے

علم میں ہی وہ ظاہر کروں گا۔ مولوی حسن علی صاحب رئیس پٹنہ کے پہنچنے کا بھی اُنکو انتظار ہی۔

قبل اس سے کہ ہم امریکہ کو خیرباد کہیں اپنے ہموطنوں کی واقفیت کیواسطے انڈین امریکن یعنی امریکہ کے اُن قدیم جنگلی باشندوں کے مذہبی حالات بیان کریں جو کولمبس کے امریکہ پہنچنے اور امریکہ کے آباد ہونے سے قبل وہاں رہتے تھے اور اب بھی جنگلوں میں اُنکے مختلف قبیلے ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔ جہاں شکار کی کثرت دیکھی وہیں مارا۔ کھایا۔ چند روز رہے اور چلدیئے۔

اگرچہ اہل امریکہ کی زبانی انڈین امریکن کی نسبت بت پرستی۔ جادو۔ ٹونا اور توہم پرستی کی بہت سی روایتیں سنی ہیں چنانچہ الاسکا کے بیان میں روسیوں کے ہاتھ سے انڈین جادوگروں کی گرفتاری اور پھر بیرحمی سے اُن کو قتل کرنا بھی مجمل طور پر لکھدیا ہی۔ مگر ہم زبانی روایات کو جمع کرنے میں کچھ دلچسپی نہیں پاتے۔ یہ خیال کر لینا کافی ہی کہ عام جہلا کی طرح وہ بھی خیال پرست ہونگے۔ مگر بعض قبائل کی مذہب کی نسبت مولوی فرخی نے بفلو بل موسوم رسالے سے ۲ ایک مفصل روایتیں ترجمہ کی ہیں جنکے سننے سے قیاس کیا جاتا ہی کہ یہ مذہب اِن لوگوں میں نیا شائع ہوا ہی۔ چونکہ دلچسپ ماجرا ہی۔ اسلیئے مولوی صاحب نے جن لفظوں میں ترجمہ کیا ہی یہاں بجنسہ درج کیے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ از صفحہ ۳۸۔ تا۔ ۴۴۔

مغربی اہل امریکہ میں روحانی رقص

سیوکس Sioux قبیلے کا آدمی مسمے بہ کسی زاپی تاوا Kiciza pi tawa[†] جسکی قوم ڈاکوتا Dakota نام مقام پر رہتی تھی۔ بیان کرتا ہے کہ ہم لوگ یوٹس Utes اور اراپاہوس Arapahoes میں پین رج Pine ridge سیوکس قبیلے کے پاس ہر گرمیوں میں لین دین اور شکار کے واسطے آیا کرتے تھے چنانچہ حسب عادت گزشتہ جولائی میں ہمنے پہلے نئے مسیح کے آنے کی خبر سنی۔ ہماری قوم اوتا گانو میں پہنچنی بھی نہ پائی تھی کہ ہمنے ایک یوروپین واعظ کی خبر سنی جسکے اثر سے اہل اوتا جوش میں بھر گئے۔ اُس واعظ نے ایک عظیم الشان اور مقدس سرخ رنگ آدمی کے آنے کی نسبت ایک دلچسپ خواب یا الہام بیان کیا۔ یہ اجنبی شخص ہماری قوم کی غلط فہمیوں کو درست کرتا تھا اور ایسا ولی تھا کہ جو خواہش یا لفظ اُسکی زبان سے نکلا پورا ہو گیا۔ وہ ہمارے شکار اور شکار گاہیں واپس دلا سکتا تھا۔ اُسکے وعظ نے اوتا کے رہنے والوں پر نہایت مضبوط اثر ڈالا اور اس شخص کے حکم کے موافق لوگوں نے رقص مسیحا شروع کیا۔ ہمارے آدمیوں نے اس ناچ کی طرف پہلے تو کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور ہمارے کوچ کرنے تک یہی حالت رہی مگر چلتے چلتے ہمارے گروہ میں سے بعض کے دلوں پر اس معاملے نے پُرجوش اثر ڈالنا شروع کیا۔ جب ہم اوتا سے

[†] Ki ci za pi tawa نام کی معنی انگریزی میں Keeps the battle ہوتے ہیں

روانہ ہوئے تو پادری دونوں ہاتھ بلند اُٹھا کر کھڑا ہوا اور روح اعظم کی برکت ہمارے واسطے استدعا کی اُسنے ہمسے کہا کہ نجات دینے والے کی تشریف آوری کے منتظر رہو اور ہمکو یقین دلایا کہ وہ (نجات دہندہ) جلد اور اچانک آجائے گا۔ اُسنے ہمکو مسیح کے انتظار میں راسخ اور اُسکے ساتھ شاندار خوشی کی شکارگاہ (بہشت) میں چلے جانے کے واسطے آمادہ رہنے کا حکم دیا۔ اور ہمارے گناہوں کے سبب سے غمگین ہو کر ہماری قوم میں مسیحا ڈانس قائم کرنے کو کہا اور ہدایت کی کہ جب تک خداوند خود رونق افروز ہو روحانی ناچ کو استقلال سے جاری رکھو۔

جب قوم سیوکس جو اُوتا انڈین سے ملنے آئے تھے پہلی دفعہ مسیحا ناچ عمل میں لائے تو اُس موقع پر بہت تماشائی تھے۔ اُنکو بھی اِس عبادت کے ساتھ بہت دلچسپی ہوئی۔ دیکھنے والوں پر اِس عمل کا اسقدر اثر ہوتا تھا کہ کسی طرح اُسمیں شریک ہونے کی خواہش کو روک نہیں سکتے تھے۔ ایک وقت میں پان سو آدمیوں کے قریب بہت بڑا حلقہ باندھکر اُچھلتے کودتے اور زمین پر لوٹتے تھے۔ پاؤں کے دباؤ کی شدت سے۔ زمین چونے سے صندلا کئے ہوئے سطحے کی مثل مضبوط ہو گئی تھی۔ جب جنگلی ڈاکٹروں نے جو جڑی بوٹی سے اُنکی بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے روحانی ناچ کا اہتمام اپنے ذمے لیا تو ایک آدمی کو رسوم مذہبی ادا کرنے کے واسطے اپنا امام اعظم مقرر کیا اور اُسی طرح اُسکے چار مددگار بھی مقرر ہو کر ناچ شروع کرنے یا روکنے اور جو شخص اُنکے حکم سے انکار کرے اُسکو سزا دینے پر مختار کیے گئے۔

جسوقت امام دعا میں مشغول ہوتے ہیں اُسوقت عورتیں ایک بڑا حمام اسطرح بناتی ہیں کہ لکڑی کی بلّیاں زمین پر گاڑکر اور اُنکی نوکیں جھکاکر باہم مضبوط باندھ دیتی ہیں۔ یہ کام اسقدر مضبوط ہوتا ہی کہ کئی سو پونڈ بوجھ بخوبی بلّیوں کی جُڑی ہوئی نوکوں پر ٹھیر سکے۔ اُس پر کمل اور لبادے اور پرتلے لادکر اتنی موٹی تہ ہوجاتی ہی کہ بھاپ اُسمیں سی باہر نہیں نکل سکتی۔ حمام کے قریب ایک سوراخ میں آگ جلاکر اُسمیں بیس۲ یا تیس۳ بڑے بڑے پتھر گرم کرنے کو ڈال دیتے ہیں۔ جب پتھر خوب گرم ہوجاتے ہیں تو جوان آدمی جو روحانی ناچ کی غرض سے اپنے کو پاک کرنے کے واسطے غسل میں شریک ہوتے ہیں سوائے ستر عورت کے تمام جسم سے برہنہ ہوکر سوراخ کی طرف سے حمام میں گھس جاتے ہیں اور سب مل کر حلقے کے طور پر دیوار کی طرف پشت کیے ہوئے پاؤں پھیلاکر بیٹھ جاتے ہیں تب کارکن لوگ گرم پتھروں کو اس کمل کی منڈھیا کے نیچے رکھکر اُس پر پانی ڈالتے ہیں پتھروں سے بھاپ نکل کر احاطے کو بھر دیتی ہی اور کارکن دروازے کے سوراخ کو اچھی طرح باہر سے بند کردیتے ہیں کہ ہوا اندر نجاسکے اور بار بار بھاپ کی کمی کو تازہ گرم پتھروں پر پانی ڈالکر بڑہاتے رہتے ہیں۔ نہانے والوں کے جسم سے پسینا بہنا شروع ہوتا ہی۔ اس عرصے میں پائپ بھی پیے جاتے ہیں۔ جب گرمی کی برداشت نہیں ہوسکتی تو باہر نکل آتے ہیں۔ اگر گرمی کا موسم ہوا تو کسی تالاب میں جاکر نہاتے ہیں ورنہ سردی میں حمام سے نکل کر کمل وغیرہ کپڑوں سے بدن لپیٹ لیتے ہیں۔ اسی قسم کے کئی حمام بنائے جاتے ہیں اور جب پچاس۵ ساٹھ۶ آدمی اسطرح اپنے کو پاک کرلیتے ہیں

تو ہائی پریسٹ اور اُس کے نائب سینے سے گھٹنوں تک ایک سایہ پہنے ہوئے - سر پر عقاب کے پروں کی ٹوپیاں بلکہ کمر تک پروں کا برقع ڈالے ہوئے تشریف لاتے ہیں - سوائے عقاب کے پروں کے کوئی شخص کسی قسم کا زیور نہیں پہن سکتا - بعض ناچنے والے تو اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے بغیر زیور اور آرائش کے جسکو وہ نہایت عزیز رکھتے ہیں ناچ کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں - اس نتیجے سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی قومی مذہبی اثر اُن پر کارفرما ہے - سورج یا لڑائی وغیرہ دوسری قسم کے ناچوں میں کہ وہ بھی عبادت ہے اور اوماہا† **ڈانس** Omaha میں عقاب کے پر چوڑیاں ہتھیار - نباتات - سیہی کے کانٹے - گھوڑوں کی دُمیں - سمور کے ٹکڑے - گلوبند - گھنٹیاں اور چاندی کی ڈبیا وغیرہ سے جسم کو آراستہ کرتے ہیں اور اِن چٹّے بٹّوں کو جسم پر لگانے میں نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی دکھاتے ہیں -

گانو کے قریب میدان میں دس بارہ گز بلند درخت پر سفید جھنڈیاں لگاتے ہیں اور اُس کو مقدس درخت قرار دے کر اُسکے قریب حلقہ کرتے ہیں - ناچ کا حلقہ مہیّا ہو جانے پر ہائی پریسٹ گانو سے پانچ چھ سو گز بھاگ کر آتا ہے اور مقدس درخت کے قریب بیٹھ کر یہ گیت گانا شروع کرتا ہے -

گیت سنو اور دھیان کرو سب لوگو - جلد دوڑ کر آؤ اور ناچو اور جب تم حلقے میں دوڑنا ختم کرو اِن آدمیوں سے بیان کرو جو کچھ تم نے روحانی دنیا میں دیکھا - میں خود روحانی

---

† اوماہا بڑھیا عورت کو کہتے ہیں -

دنیا میں گیا ہوں اور بہت عجیب اور خوبصورت چیزیں دیکھی ہیں - کل وہ چیزیں جن پر بزرگ واکن ٹانکا - Wakantanka (خدا) حکومت کرتا ہی اور جن کو میری آنکھوں نے مجھسے کہا پاک ہیں اور یقینی ،،

جب واعظ گیت ختم کرتا ہی مرد اور عورتیں کثرت تعداد کے موافق چند حلقوں میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں اُنگلیاں گانٹھ کر باہم جڑ جاتے ہیں - اور بائیں طرف کو حلقہ جنبش کرتا ہی - اور سب آدمی پائوں کے تلوے زمین پر رگڑتے ہوے چلتے ہیں کہ گر پڑنا اور حلقے سے جدا ہو جانا بدبختی تصوّر کرتے ہیں - سکریڈ ٹری Sacred tree (مقدس درخت) تیس ۳۰ چالیس ۴۰ فیٹ بلند سیدھا پسند کیا جاتا ہی سب سے اوپر کی چوٹی پر سفید جھنڈی یا کنویز کی دھجی لگاتے ہیں اور جڑ سے کئی فیٹ بلندی تک درخت کا تنا گھاس اور جھنڈیوں کے لپٹنے سے قریب پانچ فیٹ کے موٹا ہو جاتا ہے۔ ناچنے والے وقتاً فوقتاً اپنی نذر کی اشیا اُن نیزوں یا جھنڈیوں کی ڈانڈیں جو سکریڈ درخت پر لگی ہوئی ہیں جڑ ہاوے کے طور پر پروتے جاتے ہیں - یہ قربانیاں جو راسخ عقیدے کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں روح اعظم کا غصّہ ٹھنڈا کرنے کے واسطے وسیلہ تصور ہوتی ہیں اور یہ نذر کی چیزیں جو درخت پر ڈالی جاتی ہیں اکثر تمباکو یا پائپ رکھنے کے سوتی کپڑے کی تھیلیوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں (پائپ اور تمباکو بھی مقدس چیزیں شمار ہوتی ہیں - اسلئے تمباکو کا دھواں آسمان کیطرف پھینکنا بہشت تک پہنچکر خدا کی خوشنودی کا وسیلہ خیال کیا جاتا ہی) ناچنے والے مذہبی حرارت کے جوش میں اپنے بازوؤں سے گوشت کی بوٹیاں بھی کاٹ کر مقدس درخت

کی شاخوں میں پرو دیتے ہیں ہنری ہنٹر Henry Hunter نے مجھسے بیان کیا کہ کئی روز تک ناچ قائم رہنے کے بعد درخت کی جڑ انسانوں کے خون سے جو اپنے جسم سے بوٹیاں کاٹ کر چڑھاتے ہیں لتھڑ جاتی ہی۔ جسوقت حلقہ بائیں طرف کو حرکت کرتا ہی۔ ہائی پریسٹ اور اُسکے نائب بلند آواز سے ناچنے والوں کو ایک لمحہ ٹھیرنے کا حکم دیتے ہیں اور حلقے کی حرکت رُکتے ہی مغرب کی طرف ہاتھ اُٹھا کر سب آدمیوں کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں۔

ای روح اعظم اَب ہماری طرف دیکھ۔ بڑا باپ اور بڑی ماں (دادا۔ دادی) آ گئے۔ یہ سب اچھے لوگ واکن ٹانکا کو دیکھنے جاتے ہیں۔ لیکن وہ صحیح سلامت زمین پر واپس لائے جائیں گے۔ ہر چیز جو عمدہ ہی تم وہاں (روحانی دنیا میں) دیکھو گے اور وہاں جانے سے تم مذکورہ بالا چیزیں پا سکو گے۔ کل اشیا جو تم سنتے ہو وہاں مقدس اور سچی ہونگی اور جب تم لوٹو گے تو اپنے احباب کو بتا سکو گے کہ وہ مقام کیسا روحانی ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو ناچنے والے مذہبی تعصب کی طرفداری میں زور زور سے چلّاتے ہیں اور روتے ہیں اور سسکیاں لیتے ہیں بہت اُن میں سے پکارتے ہیں "ای بزرگ باپ میں تجھسے چاہتا ہوں کہ تو میرے اوپر رحم کر" اِن لوگوں کا جوش مشکل سے کسی کے خیال میں آسکتا ہی **جارج برٹلیٹ** George. E. Bartlett جو یونائٹڈ اسٹیٹ کی طرف سے اِس ضلع میں ڈپٹی مارشل تھا۔ اور مسٹر **سوینی** اسکول ٹیچر وغیرہ صاحبوں نے مجھ سے بیان کیا ہی کہ جنگلی حد کی اجنٹی پر ہمارے قیام کی مدت میں جو ہمارے تجربے کی وسعت کا زمانہ تھا ہمنے اکثر

اِس قسم کے ناچ دیکھے۔ ایسے ناچ خصوصاً رات کو جادوگری اور روحانی طور پر ہوتے ہیں۔ روشنی کیواسطے آگ جلتی ہے شعلے بلند ہوتے ہیں اور عبادت کرنے والوں کے دل جوش عقیدت سے پگھل جاتے ہیں اور اسطرح رو کر چلاتے ہیں کہ گویا بڑی دردناک جانکنی برداشت کر رہے ہیں۔ جب ہائی پریسٹ اُنکو بزرگ واکن ٹانکا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کیواسطے التماس کرنے کو کہتا ہے تو اسقدر اثر انگیز مایوسانہ فریادیں بلند ہوتی ہیں کہ اُس سے زیادہ شاید ممکن نہو۔ باانیہمہ کہ یورپین بھی موجود ہوں یہی حالت ہوتی ہے۔ بیان کرنیوالوں کی رائے ہے کہ ان جنگلیوں کے مثل کوئی آدمی زیادہ سرگرمی اور امیدوارانہ جوش دعائیں نہیں دکھا سکتا۔ غرضکہ قربانی چڑہانے۔ رونے اور فریاد کرنے کے بعد پھر ناچ شروع ہوتا ہے۔ پہلے ناچنے والے آہستہ آہستہ چلتے ہیں مگر جب امام کھڑے ہو کر چلانا اور کودنا شروع کرتا ہے تو ناچنے والوں میں بتدریج جوش پیدا ہوتا ہے اور بجائے آہستہ چلنے کے ہر شخص آگے پیچھے جست کرتا ہے اور جسقدر عورت یا مرد کے امکان میں ہوتا ہے بغیر اسکے کہ برابر والے کا ہاتھ چھوٹے جست و خیز کرتے ہیں اور ایک ایک کر کے سلسلے سے گرنا شروع ہوتے ہیں۔ بعض شرابیوں کے مثل لڑکھڑاتے ہیں بعض وحشیانہ طور پر اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کچھ آدمی آسیب زدہ کیطرح زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اندھی عورتیں مُنہ پر کپڑا ڈال کر درختوں کی طرف دوڑتی ہیں۔ ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے مُنہ پر عقاب کے پَر رکھ دیتا ہے۔ کیونکہ عقاب کے پر بہت مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ مسمیریزم کی گہری اور تیز نظر ڈال کر پریسٹ کا پروں کو استعمال

کرنا فوراً انسانوں کو بےخبر سُلا دیتا ہی۔ یہ نیند اصلی ہو خواہ بناوٹ کی مگر ہم بغیر کہے نہیں رہ سکتے کہ کافی طور پر گہری ہوتی ہی۔ کیونکہ ناچ میں جانے والے امریکن اُن کو گدگدا کر یا کوئی چیز چبھو کر چونکا نہیں سکتے۔ اسمیں کلام نہیں کہ پریسٹ کے فعل کا اثر ناچنے والوں پر نیند کی ہم خاصیت ایک اثر ڈالتا ہی۔ ایک جوان آدمی نے جو روحانی ناچ میں بیس۲۰ دفعہ شریک ہوا تھا بیان کیا کہ پریسٹ نے بہت قوت سے ہماری طرف گھور کر نظر ڈالی۔ کوئی شخص مرد ہو یا عورت اُسکے سانپ کی طرح گھورنے کا مقابلہ نہیں کرسکا اور جو اُسنے کہا وہ کیا۔

مسمیرزم کے پروفیسر بھی اس طرح جلد اپنے معمول پر اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس امر کی بابت کہ بیہوشی میں ناچنے والوں نے روحانی دنیا میں کیا دیکھا بہت کچھ تصور کیا جاتا ہی میں تین۳ امریکن انڈین مستقل بادشاہوں سے ملا اور اس معاملے میں گفتگو کی۔ ہر ایک نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش پڑا تھا تو ایک بزرگ اور بڑا عقاب آیا اور مجھے اُٹھا کر ایک بلند پہاڑ پر لے گیا۔ وہاں ایک گانو ایسا تھا جیسا یوربین لوگوں کے ملک میں آنے سے پہلے ہماری قوم کے ہوتے تھے۔ اُس گانو میں تمام ڈیرے بھینس کی کھال کے تھے اور ہمارے ہی استعمال کے تیر و کماں تھے۔ مگر گوروں کی بنائی ہوئی کوئی چیز اُس خوبصورت دنیا میں نہ تھی۔ نہ کسی گورے یعنی یوروبین کو وہاں رہنے کی اجازت ہی۔ یہ زرخیز اور سیراب زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی اور میری آنکھوں کو بہت خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ میں وہاں بزرگ مسیحا کے حضور میں لے جایا گیا اور اُسنے مجھسے یہ الفاظ فرمائے۔ ”میرے بچے میں

تجھے دیکھنے سے خوش ہوا - کیا تو اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو جو مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہے"-

مینے جواب دیا "ہاں میں اپنے رشتہ داروں کو جو عرصہ ہوا مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہوں"

تب خدا نے میرے دوستوں کو وہاں بُلایا جہاں میں حاضر تھا - وہ لوگ نہایت عمدہ گھوڑوں پر سوار آئے - ایسے گھوڑے مینے کبھی نہیں دیکھے - بہت پاکیزہ اور شاندار لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش معلوم ہوتے تھے جب وہ لوگ آئے مینے اپنے بچپن کے ساتھیوں کو پہچان لیا - اور میں جبکہ خوشی کے آنسو میرے رخساروں پر بہتے تھے اُن سے گلے ملنے کو دوڑا - پھر ہم سب ایک اور گانوئیں گئے وہاں بڑے بڑے گھر بھینس کی کھال کے تھے اور وہاں گریٹ واکن ٹانکا (خدائے بزرگ) سے بہت دیر تک باتیں ہوئیں - واکن ٹانکا چند عورتیں رکھتا تھا جنھوں نے ہمارے واسطے کئی قسم کے ساگ - گوشت جنگلی پھل اور واسنا Wasna (گائے کے گوشت کا قیمہ جسمیں جنگلی برکولیاں اور پیلیاں وغیرہ ملی ہوں) پکا کر کھانا تیار کیا - جب ہم کھانا کھا چکے تب روح اعظم نے ہمارے آدمیوں کے واسطے جو زمین پر ہیں دعا کی - پھر ہم سب نے ایسے پائپ میں تمباکو پیا جو بہت خوبصورت پروں اور سیہی کے کانٹوں سے آراستہ تھا پھر ہم وہاں سے چلدیئے - ایک بڑے درے میں دیکھا کہ ہزاروں بھینسیں - ہرن بارہ سنگے اور الک چر رہے تھے - درہ کو دیکھکر ہم پھر شہر میں آئے - اس اثنا میں روح اعظم

نے کلام کیا اُسنے مجھسے کہا کہ زمین خراب اور گھسکر پُرانی ہوگئی ہی اسلیئے تم کو ایک نیا مسکن درکار ہی - وہاں تمکو بدذات - دغاباز - شریر - گورے - (یوروپین امریکن) پریشان نہیں کرسکیں گے - پھر اُسنے مجھے میری قوم سیوکس میں لوٹ جانے کو کہا اور فرمایا اپنی قوم سے کہدینا کہ اگر وہ روحانی ناچ پر ثابت قدم رہیں گے اور گوروں کی بات کی پروا نکرینگے تو ہم اُنکی مدد کو جلد آئیں گے - اور اگر ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے واسطے دوا کا کرتہ بنا دے گا اور اُنکے اوپر دعا کرے گا تو پہننے والے پر کوئی نقصان نہ آئے گا اور گوروں کی گولیاں جو مسیحا ناچ کو روکنا چاہتی ہیں بغیر اسکے کہ کسی کو نقصان پُہنچائیں زمین پر گر پڑینگی اور جو لوگ تم پر گولیاں چلائیں گے وہ بھی مر کر گر پڑیں گے - اور اُسنے کہا کہ ہمنے سب گورے بے ایمان کافروں کی مدارات کے واسطے زمین کے اندر ایک غار بنایا اور اُس کو گرم پانی اور آگ سے بھر رکھا ہی - اِن الفاظ کے ساتھ مجھکو زمین پر واپس جانے کا حکم دیا گیا -

جس انڈین چیف نے مجھسے مسطورہ بالا قصہ بیان کیا اُسکا نام **لون وولف** Lone wolf (اکیلا بھیڑیا) تھا -

اِس ناچ کے عرصے میں تھوڑی تھوڑی دیر دم بھی لیتے جاتے ہیں اور اُس وقفے میں کئی کئی دفعہ پائپ پیتے ہیں اور ہر شخص آسمان یعنی واکن ٹانکا کے خیالی مسکن کی طرف زور سے دھواں پھونکتا ہی اور بید مجنوں کی خوشبودار سرخ چھال کے دھوئیں کا گہرا دم لگاتا ہی اور پھر ناک سے دھواں نکالدیتا ہی اور اپنے برابر والے کو پائپ دیدیتا ہی - اور ناچ

کی حالت میں بغیر ڈھول وغیرہ باجے کے مفصلہ ذیل گیت سب مل کر گاتے ہیں ہم اُس گیت کو جیسا انڈین زبان میں ہی اُنہیں لفظوں میں لکھ کر پھر اُردو میں اُسکا ترجمہ کیے دیتے ہیں تاکہ زیادہ دلچسپ ہو۔

گیت ۔ اِناہے کُوئیِ   می سنکلاسی یا   اُو مانی تےاِی   اِناہے کُوتلے۔

یہاں آیری ما   میرا چھوٹا بھائی جلتا ہی   اور چیختا ہی   یہاں آمیری ما

آتی ہے لو،، آتی ہے لو۔

باپ یہاں ہی   باپ یہاں ہی۔

Ina he kuye Misunkala Ceya omani yee Ina he kuye ate he lo ate he lo

دوسرا گیت اِتی ہے تےلو کنو پاوان   سی سی کا ہوپی کا یانی پی کتالو

یہ باپ نے کہا   وہ تمھارے واسطے پائپ لایا اور تم زندہ رہوگے

آتی ہے تے کُوآتی ہے یے لو

یہ باپ نے کہا   یہ باپ نے کہا

Ate he ye lo Canupawan cicica hupi ca yani Pi kta lo ateyelo ati he lo

جبکہ ناچنے والے فریاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے واسطے روتے ہیں۔ تو ہائی پریسٹ اُسوقت پہلا گیت گاتا ہی جسمیں کان پھوڑنے والی آوازوں کے ساتھ سب

مل جاتے ہیں۔ بعض مرد اور عورتیں اُسوقت درختوں کی شاخوں سے لپٹے ہوئے سسکیاں لیتے ہیں جیسے اُنکے دل پھٹے جاتے ہیں۔ بعض ٹہلتے پھرتے ہیں اور چیختے ہیں۔ بعض کے ہاتھوں میں اینٹھن ہوتی ہی انگڑائیاں لیتے اور بل کھاتے پھرتے ہیں اور ایسی حالت میں ہوتے ہیں جس سے ارتکاب گناہ اور خداے تعالیٰ سے عہد شکنی پر نہایت گہرا رنج وغم ظاہر ہوتا ہی۔ ناچنے والے اپنی ماں کو بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ آکر اُنکی مدد کرے۔ باپ سے استغاثہ کرنا گویا خداے تعالے سے استغاثہ ہی اور ایسے وقت میں مذکورہ بالا لفظوں کا استعمال ماں کے جلد آنے کے واسطے تاکید تصور کرتے ہیں۔ دوسرے گیت کے لفظ مختصر طور سے باپ کی خوبیاں ظاہر کرتے ہیں۔ بعض ناچنے والے مرد یا عورتیں جیسے ہی بیہوشی کی حالت سے ہوش میں آئے اور فوراً دوسری دنیا میں دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ ہائی پریسٹ چند پائپ ہاتھ میں لیئے ہوے اِس معاملے کی قوت کو بڑھاتا ہوا حلقے کے اندر کو بھاگتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ پائپ براہ راست روح اعظم کے پاس سے آئے ہیں اور وہ سب لوگ جو انکو پیئیں گے زندہ رہیں گے۔ تمام حاضرین پائپ کے گرد طواف کرتے ہیں اور گاتے جاتے ہیں اور اِس لفظ کی تکرار کہ یہ باپنے کہا مدعا کو زیادہ زور دیتی ہی چنانچہ بیداری کے بعد لیٹل ہارس نام ایک انڈین امریکن نے جو خواب بیان کیا ہی سُننے کے قابل ہی۔

خواب۔ "دو مقدس عقاب مجکو دائمی خوشی کی شکارگاہ میں لے گئے۔ اُنہوں نے مجکو مسیح بزرگ کو دکھایا۔ جب مینے اُسکے نورانی چہرہ کو دیکھا۔ میں اسلیئے رویا کہ اُسکے

ہاتھ اور پاؤنمیں کیلیوں کے زخم یا نشان تھے کیونکہ ایک دفعہ بیرحم گوروں نے اُسکو ایک سولی سے باندھ دیا تھا اُسکے پہلومیں بھی ایک زخم تھا مگر چونکہ وہ اپنے جسم کو ایک عمدہ پروں کے چغے سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ یہ زخم صرف اُسوقت دکھائی دیتا تھا جب وہ اپنے کمل کو حرکت دیتا تھا۔ اُسنے مجھسے کہا کہ تم روحانی ناچ کو قائم رکھو اور ہم سے وعدہ کیا کہ کوئی گورا روحانی شہر میں نہ آسکیگا نہ اُن اچھی چیزوں میں شریک ہوگا جو ہمنے انڈین کے واسطے آمادہ کی ہیں۔ اُسنے کہا کہ زمین اب گھس گئی پُرانی ہوگئی۔ مگر آبادی کے قابل ہی (یعنی نئے انسان بسانے کے) اُسکی ڈاڑہی بڑی لمبی اور سر پر بڑے بڑے بال تھے۔ اور ایسا خوبصورت تھا کہ مینے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ فقط

اِس امر کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ باوجود اسکے کہ بعض مشنریوں نے جیسا ترجمے کی ابتدائی سطروں میں بیان ہوا ہی اُن کو بجائے واکن ٹانکا (خدائے تعالےٰ) کے مسیح کی لو لگادی ہی۔ یا یہ کہ واکن ٹانکا یا روح اعظم کا دوسرا نام مسیح بتادیا ہی وہ یوروپین سے کیوں دلی عداوت و نفرت رکھتے ہیں؟۔

اسکا سبب یہ ہی کہ سیوکس وغیرہ جنگلی امریکن قومیں اپنے وعدوں پر نہایت استقلال سے قائم رہتی ہیں۔ مگر یوروپین امریکن جو عہد و پیمان اُنکے ساتھ کرتے ہیں کبھی پورا نہیں کرتے بارہا فریب دیا گیا چنانچہ ۱۸۸۹ء میں پین ریج اجنٹی پر قوم سیوکس سے باہم عہدنامہ تصدیق کرنے کو ایک کمیشن گیا۔ لاکھوں ایکڑ زمین جنگلیوں سے لے لی گئی مگر اُسکے عوض میں انعام۔ تحائف اور رسد وغیرہ کے جو وعدے تھے وہ پورے نہوئے بلکہ اُس پر طُرہ

دارالسلطنۃ **واشنگٹن** سے یہ حکم نافذ ہوا کہ جنگلی اپنی عبادت خصوصاً روحانی ناچ نکرنے پائیں تاکہ اُنکے خیال سے یہ غلط امید نکل جائے کہ واکن ٹانکا (مسیحؑ - یا روح اعظم) آکر اُنہیں گوروں کے پنجے سے چھڑائے گا اور اُنکی شکارگاہیں واپس دلائے گا۔

اِسکے علاوہ ایمان نہ لانے کی یہ بھی ایک قوی وجہ ہی کہ جو پادری اُنکے پاس تلقین کے واسطے گیا اُسنے نیا عقیدہ پیش کیا۔ مثلاً **رومن کیتھلک** - **گریک چرچ** اور **پروٹسٹنٹ** وغیرہ جدا جدا اپنی اپنی دال گلاتے رہے۔ بھلا وہ بیچارے سیدھے سادے جنگلی یہ کیونکر سمجھ سکتے تھے کہ ایک انجیل سے اتنے مختلف عقیدے نکل سکے ہونگے۔ اختلاف کلام کو فریب اور دھوکا سمجھکر اور کچھ حکام کے جھوٹے وعدوں سے متنفر ومایوس ہوکر گوروں کو تہ دل سے خدا کا دشمن اور غیر مومن یقین کرنے لگے۔ ورنہ ایسی سیدھی سادی قوم سچائی دیکھکر بہت جلد راہ راست پر آسکتی تھی۔

غرضکہ مولوی صاحب کو نیویارک روانہ کرنے کے بعد اُنیس^{١٩} اور بیس^{٢} کو ہمنے کلفٹن میں قیام کیا۔

٢٠-٢١ - جولائی - بیس^{٢} کی شام کو نیاگرا سٹی سے ہم ریل میں سوار ہوکر **پورٹ ڈلہوزی** آئے۔ دو گھنٹے کی مسافت ہی۔ وہاں سے اسٹیمر پر سوار ہوکر **اونٹاریو جھیل** Ontario میں سفر کیا۔ یہ جھیل ٤٤-٤٣ عرض شمالی اور ٨٠-٧٦ درجہ غربی پر واقع ہی۔ تقریباً سو میل لمبی سو میل چوڑی ہوگی۔ چند جگہ جہاز نے قیام کیا۔ مقام **ٹورانٹو** Toronto پر جہاز تبدیل کیا گیا۔ دوسرے اسٹیمر پر جو پہلے سے کسی قدر بڑا تھا سوار ہوئے

دوسرے دن ایک بجے کے قریب سینٹ لارنس ریور St lawrence میں پہنچے۔ چونکہ پانی میں جابجا پتھر کی چٹانیں کہیں چھپی ہوئی اور کہیں پانی سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔ جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ ہے اسلیے نہایت خوفناک مگر دلچسپ سفر ہے۔ راہ کے پیچ و خم میں کشتی کی ڈانواڈول رفتار عجیب تماشا ہے۔ انسانی فطرت کا مقتضا ہے کہ جس امر میں جان کا خوف ہو اُسکو نہایت شوق اور رغبت سے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس رستے میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیرے واقع ہوتے ہیں۔ ریل کی راہ سے بھی مونٹریال جا سکتے ہیں۔ غرضکہ چھ بجے شام کو مونٹریال پہنچکر کشتی سے اُترے اور ونزر ہوٹل میں قیام کیا۔

۲۲۔ جولائی۔ آج یہاں ہندوستان کی ڈاک ملی۔ خدا کا شکر ہے کوئی امر باعث تردد نہیں ہے۔ ڈاکٹر غلام قادر جالندہری جو پہلے سے یہاں مقیم تھے ہم سے ملنے کو آئے۔ پورے طور پر ہندوستانی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ عرصے سے اٹلی میں رہتے ہیں آج کل سیاحت کے واسطے امریکہ آئے ہوئے ہیں۔ سہ پہر کو کسیقدر ترشح ہوئی۔ بارش کے بعد سوار ہو کر ہم **لاکراس** نام ایک کھیل دیکھنے کو گئے۔ یہ کھیل کناڈا سے مخصوص ہے۔ ہلکی ہلکی گیندیں بیڈمنٹن کے مثل بیٹ سے پھینکتے اور لپکتے ہیں۔ بہت مشق کے بعد کھیل سکتے ہیں۔ لاکراس گیم کے سکرٹری نے نہایت مدارات سے ہمکو ایک خاص جگہ پر بٹھا کر تماشا دکھایا۔ رات کو ایک تھیٹر میں گئے معمولی تماشا تھا۔

۲۳۔ جولائی۔ صبح کو بھی کسی قدر بارش ہوئی۔ آج ہندوستان کو خط لکھ کر بھیجنے

تھے اسلیے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کناڈا میں **مونٹریال** سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہی۔ تقریباً ۳۰۰۰۰۰ تین لاکھ آدمی بستے ہیں۔ برٹش **گورنر جنرل**۔ **اوتاوا** Ottawa اور **کوئی بک** Quebic میں رہتے ہیں **میجر بیچ لی** Bechli ایک صاحب جو اکثر جاپان وغیرہ کے رستوں میں ہمارے ہم سفر تھے ہم سے ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔

۲۴۔ **جولائی**۔ مونٹریال سے دس بجے صبح کو ریل میں سوار ہو کر **بلف پائنٹ** Bluff Point کو روانہ ہوئے۔ ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچے۔ یہ کوئی آباد مقام نہیں ہی صرف ایک ہوٹل کا نام ہی جو **شام پلین** Champlain جھیل کے کنارے بلف پائنٹ نام پہاڑ کے اوپر واقع ہی۔ بہت بڑی عمارت ہی۔ چند چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی ہوٹل سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ہم بھی ایک چھوٹے سے بنگلے میں علیحدہ ٹھیرے ہیں۔ اس مقام پر اہل امریکہ آب و ہوا تبدیل کرنے کیواسطے آتے ہیں۔ چونکہ ہمارے آنے کی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی مینیجر نے بینڈ کے ساتھ اسٹیشن تک استقبال کیا اور ہمارے کمرے کے اوپر **برٹش فلیگ** (جھنڈا) لگا دیا۔ دستور ہی کہ جب کوئی فرمانروا کسی ہوٹل وغیرہ عمارت میں غیر ملک سے آکر ٹھیرتا ہی۔ تو اسکی سلطنت کا باوٹا قیام گاہ کے اوپر نصب کر دیتے ہیں۔ ہر ایک ہوٹل میں ہمارے پہنچنے کے وقت مہتمم کی طرف سے باوٹے کی نسبت نشان دریافت کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ اس دستور کی تعمیل کرنے کو حاضر ہوتے تھے مگر ہمنے کسی جگہ اس قسم کے تشخص کی اجازت نہیں دی۔ یہاں ہمارے

آنے سے پہلے باؤنڈا لگا دیا گیا ہی۔

۲۵-جولائی - صبح کو کسی قدر پیادہ پا ہوا خوری کی - پھر مینہ برسنے لگا - دِن بھر کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - آج اخبار سے معلوم ہوا ہی کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ نیو یارک پہنچے - ہماری روانگی سے چودہ ۱۴ روز پہلے نویں ۹ مارچ کو بمبئی سے روانہ ہو کر یورپ میں سیاحت کر رہے ہیں -

۲۶-جولائی - آج صبح کو بھی کسی قدر بارش تھی - مینہ کھلنے کے بعد کشتی پر سوار ہو کر تقریباً جھیل میں پھرتے رہے - چونکہ ابر چھایا ہوا تھا اور مینہ برسنے کا اندیشہ تھا اسلئے جھیل کا پورا دورطی نکر سکے واپس آئے -

آج شب کو ہوٹل میں ناچ تھا جسمیں ہمیں بھی شریک کیا گیا -

۲۷-جولائی - ساڑھے بارہ (۱۲½) بجے بلف پائنٹ سے ریل پر سوار ہو کر نیو یارک کو روانہ ہوئے - پہلے قصد تھا کہ ہڈسن ریور میں ہو کر جہاز پر جائیں گے مگر جہاز تک پہنچنے اور سوار ہونے کیواسطے کافی مہلت نہ تھی - ریل پر روانہ ہوئے اور ساڑھے نو (۹½) بجے رات کو ونزر ہوٹل میں پہنچے - مولوی فرخی ہمارے انتظار میں چشم براہ تھے - خدا کا شکر ہی کہ ہمنے اُن کو اور اُنہوں نے ہمکو مع الخیر پایا -

۲۸-جولائی - سہ پہر کو بگھی پر سوار ہو کر سنٹرل پارک Centaral Park میں گئے - نہایت خوشنما پارک ہی - اِس موسم میں اکثر متمول لوگ نیو یارک سے باہر ئیلاق کو چلے جاتے ہیں - شہر خالی ہی اِسلیئے پارک بھی خلوت تھا - شام کو ڈٹن صاحب مع اپنی بہن

کے ہمسے ملنے کو آئے - بٹن صاحب کی بہن کی شادی ہندوستان میں ڈاکٹر گرے کے ساتھ ہوئی تھی اب ڈاکٹر گرے جرسی سٹی میں طبابت کرتے ہیں اسلیئے اپنے بال بچوں کو بھی یہیں لے آئے ہیں - دونوں میاں بی بی بہت صاف اُردو بولتے ہیں مختلف سن وسال کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں - ان میں بعض ہندوستان زا اور بعض یہاں کی پیدائش ہیں -

۲۹ - ۳۰ - جولائی - صبح کو مینہ برستا رہا - سہ پہر کو ہم اور کپتان کالون صاحب **نیویارک ورلڈ** (اخبار) کا کارخانہ دیکھنے گئے - یہ اخبار امریکہ کے مشہور اخباروں میں ہی - سامان کی کثرت اور اسباب کی حالت سین فرانسسکو کے کرانیکل اخبار پر قیاس کرلو - مینیجر نے نہایت مدارات کی اور مکان کی تمام منزلیں دکھائیں - اوپر کی منزل پوری سو گز بلند تھی - ہر منزل پر علیحدہ علیحدہ کام ہوتا ہی - کہیں کمپوز کرتے ہیں - کہیں تصویریں بنائی جاتی ہیں کسی جگہ اخبار چھپتا ہی - نہایت مفصل کارخانہ ہی - ہر منزل پر جانے کو لفٹ لگی ہوئی ہی - ہمارے خیال میں اسکی روزانہ اشاعت بھی کرانیکل سے کم ہوگی - ایک کمرے میں تمام دنیا کے عموماً اور اہل امریکہ کے خصوصاً مشہور اور نامور آدمیوں کی سوانح عمری اور واقعی حالات اخبار وغیرہ کے وسائل سے جمع کرکے رکھے جاتے ہیں - آج کوئی مشہور شخص مرا اور کل اسکی سوانح عمری اس مطبع سے چھپ کر شائع ہوگئی امریکہ وغیرہ سے متعلق ہمارے حالات بھی لکھے ہوئے رکھے تھے -

سب سے اوپر کی منزل پر چڑھکر دیکھنے سے تمام شہر اور **آزادی کی مورت**

جو فرنچ نے امریکہ کو انکی آزادی کی یادگار میں تحفہ دی ہی نظر آتی ہی- وہاں سے ہم بروک لینز برج Brookleys bridge پر ہو کر گذرے یہ پل ہڈسن ریور پر جہاں دریا کا عرض نیاگرا ندی سے ڈیوڑھا یا دوگنا ہوگا- واقع ہی- چوڑا بھی اسقدر ہی کہ بیچ میں دو لائن برقی ریل کی لگی ہوئی ہیں- دونوں طرف گاڑی کی ۲ دو سڑکیں ہیں اور صرف ریل کی سڑک کے اوپر کا حصہ پاٹ کر چھت کے اوپر پیادہ چلنے کی راہ ہی- پل کے بیچ میں ایک اسٹیشن بھی ہی- تمام پل بغیر کسی قسم کے ستون یا پایہ کے رسوں پر لٹکا ہوا ہی- ہر طرف سے لوہے کے ۵ پانچ پانچ رسے پل کو سنبھالے ہوئے ہیں- ۲۳ تیئس تاریخ کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا-

۳۱- جولائی- مسٹر ٹڈن کے بہن بہنوئی بال بچوں سمیت لنچ پر آئے کچھ وقت اس شغل میں بسر ہوا- لنچ کے بعد ہم **کمپینیا** Compania (ک-م-پ-ے-ن-ی-ا) جہاز کو دیکھنے گئے- یہ جہاز دنیا کے جہازوں میں سب سے بڑا- چودہ ہزار ٹن یا (۳۹۲۰۰۰ من) بھاری ہی اور ۲۰۰۰۰ بیس ہزار آدمی لیجا سکتا ہی- **کیونارڈ لین** انگریزی کمپنی اسکی مالک ہی- جہاز کے افسر نے تفصیل کے ساتھ سیر کرائی- باوجود اسقدر بھاری ہونے کے عجیب بات یہ ہی کہ فی گھنٹہ ۲۳ تیئس ناٹ رفتار ہی- اسکے بعد **ٹیوٹانک** Teutonic جہاز کو جو ہمیں امریکہ سے لندن لے جائیگا دیکھکر واپس آئے-

یکم اگست ۱۸۹۳ء- نیویارک میں صاحبزادہ یار محمد خانصاحب کامدار ریاست جاورہ کا خط لندن سے پہنچا- انکا ارادہ علاج کی غرض سے سوئیس اور جرمن وغیرہ کے

معدنی چشموں پر جانے کا ہی۔ اِس خبر سے کہ پندرہ اگست تک صاحبزادے صاحب موصوف لندن میں ہمارے پہنچنے اور ہم سے ملنے کے منتظر رہیں گے نہایت مسرت ہوئی جامع المتفرقین سے امید ہی کہ اسی طرح ایک روز وطن میں پہنچکر ہمکو اپنے ہموطن دوستوں سے ملنے کی مسرت ہوگی۔

آج ہماری تمام پارٹی کی تصویریں کھنچوائی گئیں۔ باقی دِن اسباب کے سنبھالنے میں صرف ہوا۔ کل انشااللہ تعالے لندن کو روانہ ہونگے۔

چونکہ کتاب کا حجم زیادہ ہوگیا ہی اسلیے ایشیا اور امریکہ تک اِس حصّے کو علحدہ کیا جاتا ہی۔ یورپ اور مصر کی سیاحت کے حالات بھی زیادہ مفصل اور طولانی ہیں۔ بہتر ہی کہ اُس حصّے کو دوسری جلد قرار دیا جائے۔

تمام شد حصّہ اوّل

اشتہار

بہ حسب منشاے ایکٹ ۲۵ (XXV) سنہ ۱۸۶۷ء اس کتاب
کا کاپی رائٹ بحق مولوی فرخی صاحب زررو اور رجسٹری شدہ ہے
کوئی صاحب بغیر اجازت قصد چھاپنے یا ترجمہ کرنے کا
نہ فرمائیں وما علینا الا البلاغ فقط

اطلاع

جس کتاب پر مولوی صاحب کی مہر نہ ہو وہ سرقہ تصور کیجاے اور
بلا مہر کتاب رکھنے سے اجتناب چاہیے فقط

سیر حامدی

حصّہ دوم

یعنی
روزنامۂ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر
فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ ۔ فرماں روائے ریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور

جسکو

مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپواکر شائع کیا

اور مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

الحکم لله و الملک لله

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

سیر حامدی

حصّۂ دوم

یعنی
روزنامۂ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر
فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ۔ فرماں روائے ریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور

جسکو

مولوی فرخی صاحب اوستاد حضور ممدوح نے چھپوا کر شائع کیا

اور مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپ

۲-۳- **اگست** - ساڑھے سات بجے صبح کو کھانا کھا کر ساڑھے آٹھ بر اسکلہ کو روانہ ہوے لندن کی روانگی کی نسبت چلتے وقت گھر کو تار دیا گیا نیویارک کے بازارون مین سے گزر کر دریا پر پہنچے **ٹیوٹانک** جہاز اسکلہ سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ بڈن صاحب کے بہن بہنوئی بال بچوں سمیت وداع کے واسطے جہاز پر آئے تھے نیویارک کی بندرگاہ بھی بہت خوشنما ہی۔ ہڈسن ریور کے دہنے کنارے پر نیویارک اور بائیں طرف نیوجرسی ہی۔ دونوں آبادیوں کے بیچ یہ ندی سمندر میں گرتی ہی۔ نو ۹ بر دس ۱۰ منٹ گزرے تھے کہ جہاز نے لنگر اٹھایا چند منٹ کے بعد **سنڈے ہک** Sandyhook پر پہنچے یہ جزیرہ نیویارک سے داہنی طرف جہاں ہڈسن ریور اطلانٹک اوشن میں گرتا ہی واقع ہوا ہی سنڈے ہک کے پہلو میں دریا کے اندر انسان کی ایک بہت بڑی اور بلند مورت ہی یہ مورت جس کو آزادی کے یادگار کا بت

کہتے ہین امریکہ کے ری پبلک ہونے کی یادگار میں سلطنت فرانسہ نے یونائٹڈ اسٹیٹ کو ہدیہ دی ہی بت کے ہاتھ میں برقی لمپ ہی جس میں برقی انجن سے بذریعہ ایک تار کے روشنی پہنچتی ہی - ٹیوٹانک اسٹیمر رائیل میرین یعنی ضرورت کے وقت لڑائی کا جہاز ہی آلات واسباب جنگ لیورپول وغیرہ کسی بندرگاہ میں محفوظ رہتا ہی جب ضرورت ہوتی ہی توپیں چڑہا کر جنگی بنا لیتے ہیں اِس کا وزن دس ہزار ٹن اور فی گھنٹہ اکیس ۲۱ ناٹ رفتار ہی اسکرو جس سے جہاز چلتا ہی اِس جہاز میں دو ۲ ہیں اور وہائٹ اسٹار لین کمپنی کی ملک ہی فرسٹ کلاس مسافر ایکسو پچاس ۱۵۰ ہیں باقی سکنڈ اور تھرڈ میں اس سے زیادہ ہیں ہمارے ہمراہی سوائے نوکروں کے سب ہمارے ساتھ فرسٹ کلاس میں ہیں - ہمارے واسطے اسٹیٹ روم یعنی بہت بڑی کیبن لگئی ہی جسمیں دو پلنگ ایک لکھنے کی میز ایک کوچ تین ۳ چار ۴ کرسیاں ادر سنگار میز وغیرہ عمدہ سامان مہیا ہی - کھانیکے وقت اطلاع کیواسطے بجائے گھنٹی کے اِس جہاز میں جنگی اصول کے موافق بگل بجایا جاتا ہی -

۴۔ **اگست** - دریا میں کسیقدر تلاطم ہی مگر نہ اِس درجہ کہ زیادہ تکلیف ہو جہاز کو البتہ تکان ہی آج جہاز کے کمانڈر نے چیف انجنیر سے ہمارا تعارف کرایا - کھانے کے بعد چیف انجنیر نے نیچے کے درجوں میں لیجا کر انجن ہوس برف بنانے کی کل برقی روشنی کی مشین اور تمام اسباب وآلات کو مفصل طور پر دکھایا - چونکہ وہاں سو ۱۰۰ ڈگری گرمی تھی اِس لئے زیادہ ٹھیرنا ممکن نہوا - مسافروں میں زیادہ مابہ الامتیاز ہز اکسیلنسی دی گورنر جنرل

آف بریسٹرا ہیں جو اپنے صوبے سے رخصت پر لندن کو جاتے ہیں۔ ہزاکسیلنسی متوسط العمر سفید ریش نہایت مہذب اور باوقار آدمی ہیں کھانے کی میز پر ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔

۵- اگست سنہ ۱۸۹۳ء- آج بھی دریا میں تلاطم ہی ہوا تند اور ۱۵ ڈگری پر تھرمامیٹر ہی جہاز کو زیادہ تکان ہوتی ہی۔ اسموکنگ روم میں رات کو کھانے کے بعد ہر روز قمار بازی ہوتی ہی ایک طریقہ تو یہ ہی کہ جہاز کی رفتار ساڑھے چار سو ۴۵۰ میل سے چار سو اکہتر ۴۷۱ میل تک ہوتی ہی اس فرق کو اکیس ۲۱ درجے قرار دے لیتے ہیں جو چوبیس ۲۴ گھنٹے کے عرصے میں جہاز اسی قدر تعداد کے بیچ میں چلتا بھی ہی شاذ و نادر ہی کم یا زیادہ ہوجاتا ہی۔ چار سو اکیاون ۴۵۱ نمبر سے چار سو ستر ۴۷۰ تک علیحدہ علیحدہ نمبر نیلام ہوتے ہیں ۵۱-۵۲-۵۳- ابتدائی پانچ چار نمبر بارہ ۱۲ شلنگ سے ۱۴-۱۵-۱۶- تک فروخت ہوتے ہیں۔ پھر ساٹھ ۶۰ نمبر سے اوپر جاکر یعنی ساٹھ اور ستر ۷۰ کے بیچ میں ایک پونڈ سے بڑھتے بڑھتے سات پونڈ تک قیمت بڑھ جاتی ہی اس کا روپیہ جمع ہوکر اس میں سے بیس ۲۰ پونڈ کبھی کچھ کم و بیش ایک تھیلی میں جس کو پول کہتے ہیں ڈال رکھتے ہیں دوسرے روز بارہ ۱۲ بجے جبکہ آٹھ پہر میں مسافت طے کرنے کی تعداد معلوم ہوجاتی ہی یعنی حساب لگایا جاتا ہی کہ جہاز بارہ ۱۲ بجے سے بارہ ۱۲ بجے تک کتنے میل چلا تب ہار جیت کا اندازہ ہوجاتا ہی اور جس نمبر پر چال کی انتہا ہوتی ہی وہی نمبر جیت کا ہی مثلاً ۴۶۱ میل چلا تو جس نے یہ نمبر نیلام میں خریدا ہی وہ ہی جیتے گا اور پول میں پڑی ہوئی اشرفیاں اس کو ملیں گی باقی منہ دیکھتے رہ جائینگے

اکثر تو رفتار انہیں بیس نمبروں کے اندر رہوتی ہی ورنہ کم چلنے کی حالت میں سب سے کم نمبر کا خریدار اور زیادہ چلنے کی حالت میں سب سے اوپر والے نمبر کا مالک بازی لیجائیگا یعنی ستّر سے اوپر ۷۱-۷۲- اور کہیں تک بھی زیادہ ہو -- ۷۰ والی کی جیت ہی اور پچاس سے کم چاہے کتنا ہی ہو پچاس والی کی فتح ہی بیس پونڈ سے زائد جس قدر روپیہ بچ رہتا ہی وہ نیلام کرنے والے کا مال ہی شاید افسرانِ جہاز بھی اُس میں شریک ہوں -

۶- **اگست** - آج تین جہاز نیویارک کو جاتے ہوئے کچھ فاصلے پر داہنے بائیں سے گزر گئے جھنڈیوں سے سلامی ہوئی اتوار کا دن ہی اس لئے جوئے وغیرہ کی دل لگی کو بھی تعطیل ہی - رات کو کھانے کے بعد سب مسافر اسموکنگ روم میں بیٹھے تھے ایک دفعہ شور ہوا کہ اُرُورَا بُورِیِ اَیلِس Eurorabore a llis (نور شمال) نمودار ہوا ہم نے بھی ڈک پر جا کر دیکھا ایک سفید اور شفاف روشنی قطب شمالی کی طرف سے کہکشاں کے مثل ہوا میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہی کبھی دوسری شکل میں بھی معلوم ہوا کرتی ہی مثلاً آج سیدھی لکیر ہی چند گھنٹے بعد ایک مکان کی صورت پر نظر آنے لگی کبھی اور نقشہ بدل گیا اب تک یہ امر کسی کو معلوم نہیں ہوا ہی کہ یہ روشنی کس چیز کی ہی اور اِسکی کیا حقیقت ہی -

۷- **اگست** - اِس دریا میں ہمیشہ کہر رہتا ہی اور بڑے بڑے برف کے ٹکڑے ب جیسے الاسکا میں ملتے تھے دریا پر تیرتے پھرتے ہیں خدا تعالیٰ کی مہربانی ہی کہ اب کی دفعہ کہر نہیں ہی آئس برگ Iceberg اِس لئے نظر نہیں آتے کہ دور دور ابر میں چھپے

ہوئے ہیں افسرانِ جہاز اور دوامی سفر کرنے والے مسافر کہتے ہیں کہ کُہر کا نہونا نہایت عجیب اتفاق ہی۔ آج دریا ساکن اور ہوا بند ہی کل انشاءاللہ سہ پہر تک شہر کوئینس ٹون میں جو آئرلینڈ کے ساحل پر آباد ہی پُہنچیں گے۔

۸۔ **اگست**۔ دریا ساکن مگر ہوا تیز ہی گیارہ بجے سے آئرلینڈ کے کنارے نظر آتے ہیں ایک بجے کے بعد سے پہاڑ کی چٹانیں اور زراعت کی سبزی اچھی طرح محسوس ہونے لگی نہایت خوبصورت کنارے ہیں جسقدر بلند ٹیلے اور زمین کا نشیب و فراز نظر آتا ہی کوی جگہ زراعت کی خوشنما سبزی سے خالی نہیں ہی ۳ بجے کوئینس ٹون کے سامنے جہاز نے لنگر کیا جس قدر آئرش مسافر امریکہ سے آئے تھے سب یہاں اُتر گئے آئرلینڈ سے مرد اور عورتیں امریکہ جاکر ہوٹلوں میں خدمتگاری اور سوداگروں کی نوکری وغیرہ سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں جب کچھ سرمایہ جمع کر لیتے ہیں تب بعض رخصت لیکر بعض نوکری چھوڑ کر اپنے وطن کو چلے آتے ہیں بہت غریب اور مفلس مگر باہمت لوگ ہیں۔ سنڈے ہک سے کوئینس ٹون تک تقریباً تین ہزار میل مسافت پانچ دن اور ساڑھے بائیس گھنٹے میں طے ہوئی دو تین گھنٹے مسافر اُتارنے میں دیر ہوئی شام کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا اور لیورپول کو روانہ ہوئے۔

انگلستان

۹۔ **اگست**۔ آج ہم آئرش چینل میں جا رہے ہیں۔ یہاں ہمیشہ تلاطم

رہتا ہی مگر آج دریا کفِ دست کی طرح ساکن اور بے موج ہی۔ شب انتظار میں بسر ہوئی صبح آنکھ کھُلی تو دیکھا کہ لیورپول کے کنارے شہر سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہیں۔ کُہر کی وجہ سے شہر اچھی طرح نظر نہیں آتا۔ غرضکہ ہم جہاز سے اُتر کر کشتی میں سوار ہوئے اور کنارے پر آئے اسکلہ پر بہت بڑی عمارت ہی اسباب وغیرہ کے انتظار میں کسی قدر اسٹیشن پر ٹھہرے۔ صاحبزادہ محمود علی خان صاحب بہادر خلف فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خان صاحب بہادر مرحوم جو چند روز سے لندن میں رہتے ہیں ہم سے ملنے کو اسکلہ پر آئے اوّل کپتان کالون صاحب بہادر کے نام اطلاعی چٹھی بھیجکر بعد کو خود تشریف لائے مگر محض مزاج پرسی اور معمولی نذر دکھانے کے بعد یہ کہہ کر چلے گئے آپ کو تکلیف ہوتی ہی میں لندن میں حاضر ہوں گا حقیقت یہ ہی کہ آمیزش خون کی تحریک سے اِنکا دل بھر آیا کچھ بات نہ کر سکے آنکھوں میں آنسو پی کر کلمات وداع کہتے ہوئے لوٹ گئے میں بھی زیادہ متاثر ہوا غرضکہ بندر سے سوار ہو کر اڈلفی ہوٹل میں آئے صاحبزادہ یار محمد خان صاحب کو اطلاعی تار دیا کھانا کھایا لیورپول بہت خوبصورت شہر ہی عالیشان اور مسلسل عمارتوں کے نیچے نہایت سلیقے سے دُکانیں آراستہ کی گئی ہیں۔ گیارہ بجے اسٹیشن پر آئے اور ریل میں سوار ہو کر لندن کو روانہ ہوئے ریل کی گاڑیاں جاپانی گاڑیوں سے مشابہ ہیں یہاں سے لندن ۲۳۰ میل مسافت اور پانچ گھنٹے کا رستہ ہی۔ ابتدا میں ریل کی سڑک نالے کے مثل گہرائی میں واقع ہوئی ہی دونوں طرف سے پشتے کو کاٹ کر سلامی بنایا ہی اور پتھر بچھا کر مضبوط کر دیا ہی تھوڑی دور چل کر ایک ٹنل سے گزرے

جو سرخ بھورے رنگ کے پتھر میں تراشا گیا ہی ٹنل سے نکل کر وارنگٹن نام آبادی پر پہنچے قصبے کے مکانات نہایت موزوں اور مسلسل ہیں کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں نکل رہا ہی معلوم ہوتا ہی صنعت کے کارخانے یہاں بھی بقدر ضرورت قائم ہیں کسی قدر فوج بھی رہتی ہی بارکیں شہر سے علحدہ ہیں شہر کے قریب ایک چھوٹی سی نہر بھی جاری ہی جنگل میں گایوں کے گلے چر رہے ہیں بظاہر گائیں سرخ سیاہ اور ابلق رنگ آسٹریلیا کی گایوں سے مشابہ ہیں ۱۲½ بجے ایسے مقام پر سے گزرے جہاں کوسوں تک زمین سلسلے وار ٹیلوں سے مرکب اور پست و بلند ہی مگر اس نشیب و فراز کو نہایت خوش اسلوبی سے زراعت کے قابل صاف اور ہموار کر کے ہر ایک ٹیلے کو پتھروں کی دیوار سے محصور کر دیا ہی جہاں تک نظر جاتی ہی سبز زمین پر بھورے رنگ کا چارخانہ بنا ہوا نظر آتا ہی گویا ہزاروں ماہی پشت قطعے برابر برابر بچھا کر جوڑ پر خوبصورت جوکھٹے لگا دئے ہیں ایک لمحہ آنکھ سیر نہیں ہوتی جی چاہتا ہی اس میدان کو کئی روز بیٹھ کر دیکھتے رہیں عجیب خوشنما اور دلکش سین ہی - چند چھوٹی چھوٹی ندیاں اُتر کر ایک ایسے ٹنل (سرنگ) سے گزرے جس کا طول پانچ میل کے قریب اور نہایت حبس و تاریک تھا اُس سے چھوٹے اور بھی کئی سوراخ ملے مگر یہ سب سے بڑا تھا ریل کی بھی کئی سڑکیں کوئی اس لین کے اوپر سے بعض دہنے بائیں سے گزرے ہیں سی سسٹر Seecester اسٹیشن پر کسی قدر ریل ٹھیری یہ بھی ایک قصبہ ہی عمارتیں سب پختہ اور خوبصورت بازار بھی اچھا معلوم ہوتا ہی یہاں بھی کارخانے بہت ہیں غرضکہ ۲۳۰

میل راستہ عجیب اور دلکش سبزی کے دیکھنے میں اسطرح طی ہو گیا کہ گویا کسی بازار اور پارک میں پھرنے گئے تھے پانچ بجے لندن پہنچے گاڑیوں میں سوار ہو کر بازار اور آبادی سے گزرتے ہوئے الکزنڈرا ہوٹل میں آئے بڑا ہوٹل ہی ہمارے کمرے پہلی منزل برادرست کا کمرہ نیچے کے درجے میں سر راہ ہی۔ مولوی فرخی صاحب کو پہنچتے ہی درد سر اور قی کا دورہ ہوا۔ مسس کالون معہ دو بچوں کے پہلے سے ہوٹل میں آکر ہماری منتظر تھیں اُن سے ملاقات ہوئی نہایت نجیب اور نیک طینت خلیق و مہربان شریف زادی ہیں۔ مسٹر ویبسٹر اُن کے والد ہندوستان میں کلکٹر کمشنر اور انسپکٹر جنرل آف پولیس رہکر اب اپنے وطن میں پنشن پاتے ہیں۔ میم صاحب ہندوستان میں متھرا کی پیدائش ہیں چونکہ اِن کی زادبوم تمام ہندو قوم کا معبد ہے فلہذا جنم بھوم کی بزرگی انکی شرافت نفس اور پاک دل پر شاہد ہو سکتی ہی۔ رات کو صاحبزادہ یار محمد خان صاحب بہادر سے ملاقات ہو کر نہایت مسرت ہوئی ٹورنگٹن اسکوائر میں ٹھیرے ہوئے ہیں ڈاکٹر چھبیل داس اُن کی ذاتی ملازم بھی رفیق سفر ہیں الکزنڈرا ہوٹل کے سامنے جو ہائڈ پارک کارنر پر واقع ہی راستے کے دوسرے کنارے پر ہائڈ پارک ہی۔

۱۰۔ اگست۔ آج ہم صرف جانسن درزی کی دوکان پر گئے اور بعض لباس اپنے اور ہمراہیوں کے واسطے بنانے کی فرمائش کی گئی۔

۱۱۔ اگست۔ آج ڈاک کا دن ہی ہندوستان کو خط لکھکر بھیجے گئے سہ پہر کو کپتان کالون صاحب کے والد مسٹر ہربٹ کالون جو ؁۴۷ میں بریلی کے کمشنر اور

اُسکے بعد بورڈ بھی رہ چکے ہیں۔ ہم سے ملنے کو آئے نہایت شریف اور بزرگ آدمی ہیں عمر میں سر اکلنڈ کالون سے بڑے ہیں لندن سے کچھ فاصلے پر گول چسٹر میں رہتے ہیں دو ڈیڑہ گھنٹے ٹھیر کر واپس گئے۔

۱۲ - **اگست** - آج مسٹر **فرمین** Fur man نیویارک یونائٹڈ اسٹیٹ کے باشندے جو ہمارے ساتھ امریکہ سے ٹیوٹانک جہاز پر آئے ہیں ملنے کو آئے ہم مسٹر بڈن اور عبد الصمد خاں کو ساتھ لیکر مقام **ہینلی** Henley کو جو دریائے ٹائمز کے کنارے لندن سے براہ ریل ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہی گئے۔ نہایت خوش فضا جگہ ہی کشتی کی دوڑیں وغیرہ اکثر جلسے یہاں ہوا کرتے ہیں ایک ہوٹل میں عصرانہ (سہ پہر کا کھانا) کھا کر مسٹر فرمین نے کشتی کرایہ کی اور پندرہ ۱۵ میل تک ہمکو دریائے ٹائمز کے اُتار پر لے گئے یہاں دریا کی چوڑائی کچھ زیادہ نہیں ہی دونوں طرف کے کناروں پر نہایت خوشنما عمارتیں اور عجیب دلچسپ سین ہی اسطرف کے کنارے پر ڈیوک آف ویسٹ مینسٹر کا عمدہ مکان ہی اب کسی نیویارک کے باشندے نے خرید لیا ہی شام کو ریل پر سوار ہو کر واپس آئے مسٹر فرمین نے رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔

۱۳ - **اگست** - صبح کو ہم کپتان کالون صاحب کے ساتھ سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی سے ملنے گئے۔ چونکہ آجکل لندن میں گرمی ہی اس لئے وہ ریڈنگ نام ایک آبادی میں رہتے ہیں جو آب و ہوا کی خوبی میں لندن

برفائق ہی۔ غرضکہ ریڈنگ میں پہنچکر صاحب ممدوح سے ملاقات ہوئی۔ اُنکی تینوں بیٹیاں مِسس گروم۔ مِسس بلڈ۔ اور مِسس کینز۔ اپنے شوہروں سمیت میکے میں تھیں سب سے تعارف ہوا۔ مِسس بلڈ اور مِسس کینز ہمکو ہندوستان سے جانتی ہیں۔ مِسس گروم کو ہمنے ابھی دیکھا ہی۔ شام کو لندن واپس آئے۔ صاحبزادہ یار محمد خان صاحب بھی آج ڈنر میں شریک ہیں۔

١٤ - اگست - آج ہم صرف لارڈ کیمبرلی وزیر ہند۔ سر الفرڈ لائل اور سر اسٹوارٹ بیلی وغیرہ افسران انڈیا آفس سے ملنے گئے۔ اور کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

١٥ - اگست - آج کپتان کینز۔ سر آکلنڈ کالون صاحب کے چھوٹے داماد جو پہلے ہندوستان میں ہائلنڈرز [گھاگرا پلٹن] میں کپتان تھے۔ اب لندن بدل آئے ہیں اور گورنمنٹ کی طرف سے الڈرشاٹ میں غبارے پر اُڑنے کی مشق کرتے ہیں۔ ہمارے پاس آئے اور چار وغیرہ معمولی تواضع کے بعد ہم اُن کے ساتھ اوّل بعض دکانوں پر پھر آرمی نیوی Army and navy کلب میں گئے نہایت خوبصورت عمارت پکڈلی سرکس پر واقع ہی وہاں سے اُٹھ کر شب کو گلوب تھیٹر میں گئے اور ایک ایکٹ دیکھ کر جو نہایت مضحک اور بامزہ تھا واپس آئے کپتان کینز کے ساتھ جانے سے قبل لارڈ کیمبرلی وزیر ہند آئے تھے ہم اپنے کمرے میں موجود تھے مگر کسی نے اطلاع نہیں کی مولوی صاحب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے صاحب موصوف ٹکٹ

چھوڑ کر چلے گئے۔

۱۶- اگست - کو گرمی کی شدت ہی ۹۴ ڈگری پر تھرما میٹر پُہنچ گیا ہی کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۷- اگست - آج ہم میڈم توسہ کے **نمائش خانے** میں گئے دنیا کے مشہور آدمیوں کو جو کسی قسم کی فضیلت اور کمال سے متصف ہوں یا بدی میں شہرۂ آفاق موم سے بنا کر حتی الوسع اصلی لباس ورنہ نقلی پہنا کر رکھا ہی تمام تصویروں کے مجمل حالات بیاں کرنے کو بھی ایک دفتر کی ضرورت ہی کجا کہ بمفصل مگر ہم بعض اہم معاملات کے متعلق چند یادگاروں کی کیفیت بیان کرتے ہیں سب سے پہلے جبکہ دروازے میں داخل ہوتے ہیں ایک عورت پھولوں کی ٹوکری ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑی ہی اصل اور نقل میں کسی طرح امتیاز نہیں ہو سکتا دیکھتے ہی بیساختہ جی چاہتا ہی اِس سے کچھ بات کریں اور پھول خریدیں اندر جا کر صدہا مومی آدمی کھڑے بیٹھے کام میں مصروف ملتے ہیں راستوں کے کناروں پر کنسٹبل کھڑے ہیں اکثر دھوکا ہوتا ہی چنانچہ مولوی صاحب نے کئی جگہ مومی کنسٹبل سے راستہ پوچھا چیمبر آف ہورز کے دروازے پر ایک مس بیٹھی ہوئی کتاب دیکھ رہی ہی مولوی صاحب کا دامن اُس سے چھو گیا غلطی کا عذر کیا اور معافی چاہی مگر جب آئی بگ یور پارڈن کا کچھ جواب نملا تب معلوم ہوا انسان نہیں ہی مورت ہی کئی جگہ مسٹر بڈن کو بھی تصویر پر انسان کا شک ہوا ایک مجلس میں تمام شاہانِ یورپ اور شاہزادیاں جمع ہیں اُسی گروہ میں ہمنے پہلی دفعہ

اعلیحضرت ناصر الدین شاہ بادشاہ ایران کی مجسم تصویر دیکھی کہتے ہیں حضرت شاہ میں اور اس مورت میں سرِ مو فرق نہیں ہی تاج اور زیور وغیرہ میں مصنوعی جواہرات لگائے ہیں شاہان قدیم سے رچرڈ شیر دل کروسیڈر کے لباس میں یعنی سینے پر سرخ فیتے سے نشانِ صلیب بنا ہوا اور تیر ہاتھ میں ولیم دی کانکر شاہانِ فرانسہ جونا وارک وغیرہ ہیں ان یادگاروں کے سوا ہز رائیل ہائنس پرنس آف ویلز کو شیر کا شکار کرتے ہوئے اس طرح بنایا ہی کہ شاہزادہ ایک ہتھنی پر سوار ہی شیر پہلو میں مرا ہوا پڑا ہی شیرنی نے جست کر کے ہتھنی کی مستک پر چاروں پنجے گاڑ کر مُنہ سے بھی پکڑا ہی خون جھلک آیا ہی اور ہتھنی نے سونڈ کو پیٹ کے نیچے چھپا کر سر زمین پر ٹیک دیا ہی اوپر سے پرنس آف ویلز بندوق چھتیا رہے ہیں فیلبان نے جو گھنی آدمی معلوم ہوتا ہی گج بانک مارنے کو اُٹھایا ہی زمین پر بانس کی پتّی بچھی ہوئی ہی گویا اُتنی زمین کو بن قرار دیا ہی پورے قد کا ہاتھی اور شیر وغیرہ سب موم سے بنائے ہیں۔ بڑے ہال کے اندر چیمبر آف ہورر نام کا ایک اندرونی درجہ ہی اوّل اُس میں نپولین بونا پارٹ اور اُس کا خاندان واٹرلو کی لڑائی میں سے اُٹھایا ہوا بونا پارٹ کا چابک وغیرہ اور حالت نزع میں نپولین سوئم کی ہیئت دکھائی ہی اوس سے اندر کے کمرے میں مشہور بدمعاش اور قاتل اور قدیم زمانے میں مجرموں کو سزا اور عذاب دینے کے آلات مثلاً لوہے کا کانٹوں دار طوق و زنجیر۔ پھانسی کی لکڑی قتل کا سامان بجلی سے قتل کرنے کا طریقہ ایک ایسی لکڑی جس پر بیس ہزار آدمیوں کو پھانسی مل چکی ہی رکھی ہی آدمی مومی ہیں مگر یہ سب اشیا اصلی ہیں نہایت

عبرت انگیز ماجرا اِس کمرے میں یہ ہی کہ ایک امیر زادہ جس کو چند جواریوں نے جوئے پر لگا دیا ہی تمام نقد و جنس جوئے میں ہار کر ایک کوٹھری میں سرنگوں بیٹھا ہی تاش کے پتّے اِدھر اُدھر زمین پر کچھ میز پر پڑے ہیں ایک دوست بھی برابر کھڑا ہی دوسرے کمرے میں بھی بد نصیب مفلس ہو کر جبکہ بال بال قرض کے پھندے میں پھنس گیا ہی حیران کھڑا ہی سامنے ایک آدمی نہایت روکھی صورت اور تیز نگاہ سے اپنا قرض مانگ رہا ہی دو چھوٹے چھوٹے بچے مبہوت حالت میں ایک دامن پکڑے ہوئے ہی ایک آستین سے لپٹا ہوا اپنے باپ کا مُنہ تک رہا ہی اور بی بی بیچاری میز پر کہنیاں ٹیکے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے ہوئے رو رہی ہی یہاں تک تو اپنی دولت بدکاری میں برباد کر کے مفلس ہو جانے کا نتیجہ ہی چونکہ یکایک مفلس ہو جانے کے بعد انسان کی یہ خواہش ہوتی ہی کہ جسطرح چشم زدن میں افلاس چھا گیا اُسی طرح پلک مارتے پھر دولت ہاتھ آ جائے اِسی طرح یہ بدقسمت بھی جبکہ اپنے نفس پر تکلیف بی بی بچوں کی فاقہ کشی اور قرض خواہوں کا تقاضا نہ جھیل سکا اور گدائی کو بھی جی نہ چاہا محنت مزدوری کی ابھی عادت نہ تھی ضرورتوں کے شیطان نے بہکایا کہ کسی مالدار آدمی کو قتل کر کے اُسکا مال چُرا کر بھر گئی ہوئی آسودگی کو پھیر لو ہمسائے میں ایک شخص روپے والا رہتا تھا رات کو کود پھاند کر بہزار جرّ ثقیل اُسکے خوابگاہ میں پہنچا اور ڈرتے ڈرتے اُسکے دل میں چھری بھونک دی - اِس مقام پر عجیب و غریب قدرتی سانحہ کا سین نظر آتا ہی مقتول کے تڑپنے سے نصف حصّہ جسم کا پلنگ سے نیچے لٹک آیا ہی

دل میں چھری چُبھی ہوئی ہی خون کے قطرے نکل کر گرنے کو ہیں مقتول کا دم توڑنا قاتل کا خوف دل کی دھڑک پھر بزور اپنے حواسوں کو جمع کرکے الماری سے نوٹ وغیرہ نقدی نکالنا ایک ہاتھ بکس میں ایک مقتول کی طرف حیرت سے حائل بکس میں ہاتھ کام کر رہا ہی مگر آنکھ مقتول کے دم توڑنے کا ہیبت ناک تماشا دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی کان ادھر اُدھر کی آواز پر لگے ہوئے ہیں عجیب عبرت انگیز حالت ہی پھر مال لیکر گھر میں صحیح سلامت آنا اور اُسی طرح اندھا دُھند اُڑانے کی حالت میں خفیہ پولیس کا گرفتار کرنا نوٹوں کی شناخت گرفتاری اور ثبوت کے بعد عدالت کا فیصلہ پھر چند سپاہیوں کی حراست میں پھانسی کے نیچے کھڑے ہوئے پادری صاحب کی آخری تلقین ختم ہونے پر خاتمہ بی بی بچوں کی تباہی اگلے پچھلے واقعات پر گریہ وزاری عجیب نصیحت کن منظر ہی اِسکے سوا میری آف اسکاٹ (اسکاٹلینڈ کی ملکہ) کے قتل کی یادگار ہی ناشاد میری گلابی سایہ پہنے آنکھوں سے پٹی بندھی ہوئی قتلِ گاہ پر دونوں گھٹنے ٹیکے گردن کٹوانے کو آمادہ ہو رہی ہی ایک ہاتھ پادری کے ہاتھ میں ہی وہ بزرگ خدا کی یاد دلا کر میری کے ایمان کو تجدید کر رہا ہی- دوسرا ہاتھ جلّاد کی طرف التجا کیواسطے بلند ہی کہ ذرا اور مہلت دو آگے لکڑی کا کندہ رکھا ہی جس پر رکھکر گردن کاٹی جائے گی سر پر ایک مہیب اور بے رحم جلاد تبر لئے ہوئے کھڑا ہی- پیچھے نامراد شوہر دوامی جدائی کے خیال میں غرق حسرت بھری نگاہوں سے میری کے مایوس چہرے پر ٹکٹکی باندھے زبانِ حال سے کہہ رہا ہی ؎

دربزم وصال توبہنگام تماشا | نظارہ زجنبیدن مژگاں گلہ دارد

ایک مجلس میں زولولینڈ کا بادشاہ سٹی وایو اور اُسکی بی بی امیر شیر علی خاں
مہاراجہ سندھیا مہاراجہ کشمیر وغیرہ بیٹھے ہیں- مہدی سوڈان بھی عربی لباس میں
کھڑے ہیں کمر میں جمبیا- ڈاڑھی منڈی ہوی- پکا سیاہ رنگ- پستہ قد —
چہرے سے صاحب ارادہ ہونا ٹپکتا ہی- نہایت دلچسپ اور بکمال صنعت و دستکاری
کے نمونے ہیں مفصل سیر کے بعد ہم واپس آئے- شام کو یوسف حسین خواہر زادہ
آنریبل راجہ امیر حسن خان بہادر رئیس محمود آباد اودہ جو بیرسٹری کے واسطے تحصیل
میں مشغول ہیں ہمارے پاس آئے- شام کو آسبرن سے تار آیا کہ کل اعلیحضرت قیصر ہند
کی زیارت سے مشرف ہونے کو آنا چاہیئے-

۱۸-۱۹- اگست- آج ہم اعلیحضرت قیصر ہند کی زیارت سے مشرف ہونے
کو جاتے ہیں- ہمارے لندن میں پہنچتے ہی انڈیا آفس نے اعلیحضرت قیصر ہند
کو اطلاع کردی تھی اور تاریخ ملازمت مقرر ہونے کے منتظر تھے مگر اس قدر دیر کا یہ باعث
ہوا کہ ڈیوک آف سکسکوبرگ اینڈ گوتھا- جو اعلیحضرت قیصر ہند کے شوہر یعنی ہز رائیل
ہائینس پرنس البرٹ کے بھائی ہیں- ان دنوں میں اعلیحضرت ممدوحہ کے
مہمان اور سخت بیمار تھے- دل نگرانی کی وجہ سے دن تاریخ کی تعیین میں دیر ہوئی-
آج کل لندن میں گرمی زیادہ ہی اسلیئے ہر مجسٹی آئیل آف وہائٹ مقام پر قصر آسبرن
میں رونق افروز ہیں- ہم کو بھی وہیں بلایا گیا ہی-

صبح کو ہم ریل پر سوار ہو کر آسبرن کو روانہ ہوئے سر جرلڈ فٹس جرلڈ جن کو اِس ملاقات میں ہمارے ساتھ جانا چاہیئے تھا بیمار ہیں- اِس لیئے کپتان کالون صاحب ہمارے گورنر ہمارے ساتھ ہیں-

قصر آسبرن - آئیل آف وہائٹ جزیرے میں پورٹ اسموتھ کے قریب پچاش^{۵۰} درجہ پینتالیش^{۴۵} دقیقہ شمالی اور ایک^{۱} درجہ گیارہ^{۱۱} دقیقہ طول غربی پر واقع ہی- پہاڑ کے نشیب و فراز میں نہایت خوش فضا عمارت ہے، -ہم پورٹ اسموتھ پر ریل سے اُترے -ہمارے واسطے اعلیٰحضرت قیصر ہند کی سواری کا جہاز آیا ہی- جہاز کے کمانڈر نے ریلوے اسٹیشن تک استقبال کیا اور ہم کو جہاز میں لے گئے -دریا میں دو تین طرف چند مین آف وار (جنگی جہاز) کھڑے ہیں- اُن کے بیچ میں سے ہمارا جہاز گزرا -جس جہاز کے قریب سے گزرتے ہیں -سپاہی ڈک پر آکر سلامی دیتے ہیں- قریب جگہ ہی- جہاز بہت جلد رائیڈ نام آبادی پر پہنچ گیا- قصر آسبرن بھی اسی پہاڑ میں ہی -غرضکہ ہم جہاز سے اُتر کر کنارے پر آئے چند معزز افسروں نے استقبال کیا اور ہم کو قصر کے ایک کمرے میں لے جا کر جو پہلے سے ہمارے واسطے معین تھا- بٹھایا-

اوّل دو ہندوستانی خدمتگار جو اعلیٰحضرت کی خدمت میں رہتے ہیں حاضر ہوئے اور کھانے کی نسبت دریافت کیا کہ آپ جس قسم کا کھانا کھائیں مہیا کیا جائے- ہندوستانی اور انگریزی دونوں باورچی خانے خدمت کے واسطے آمادہ ہیں- جیسا مناسب تھا جواب دیا گیا- تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنا اصلی لباس پہنکر اعلیٰحضرت کے حضور میں گئے-

ملاقات کے کمرے کے دروازے پر دو ہندوستانی اپنے لباس میں اور دو گورے کھڑے تھے۔ کمرے کے صدر میں اعلیحضرت شہنشاہ ہندوستان مع اپنی چھوٹی بیٹی اور داماد کے کھڑی تھیں۔ ہمنے قاعدے کے موافق ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اوّل خیر و عافیت اور ہمارے سفر کے متعلق سوال کیا۔ بہت دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ انگلینڈ کی نسبت فرمایا کہ آپ کو پسند ہے۔ نواب کلب علیخان صاحب بہادر خلد آشیاں میرے جد مرحوم کی نسبت اظہار واقفیت۔ اور فرماتی تھیں کہ ڈیوک آف کناٹ میرے چھوٹے بیٹے بھی مجھ سے اُن کا ذکر کرتے تھے۔ شاہزادی اور اُن کے شوہر سے بھی اعلیحضرت ممدوحہ نے ہمارا تعارف کرایا۔

زیارت سے مشرف ہونے کے بعد اُسی کمرے میں آکر جہاں ہم ٹھیرے تھے کھانا کھایا پھر وہاں سے ہم سلطان آف جوہر کے مکان پر گئے۔ وہ موجود نہ تھے۔ شب وہیں بسر کی۔ صبح کو جس طرح گئے تھے اُسی طرح لندن کو واپس آئے۔

۲۰۔ اگست۔ صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کو زکام اور تپ تھی آج سوا اُنکی عیادت کے اور کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۲۱۔ اگست۔ صبح کو ہندوستان کے خطوط آئے الحمدللہ کوئی امر باعث تردد نہیں ہے کھانے کے بعد ہم **زولاجیکل گارڈن** (باغ وحش) دیکھنے کو گئے ہائڈ پارک کارنر سے جہاں ہم رہتے ہیں تین میل کے قریب مسافت ہے اگرچہ حیوانات زندہ اور مردہ اَور ملکوں میں بھی دیکھے مگر یہاں چند جانور بہت عجیب ہیں شیر کے ہمرنگ

خالدار بلی مختلف رنگ اور صورت کی لومڑیاں یہ سب ایک مکان میں ہیں۔ زیادہ نئی اور عجیب چیز گریٹ آنٹ ایٹر (مورچہ خوار) Great ant eater ہی گیدڑ کے برابر چوپایہ جانور ہی گو تمام جسم پر بڑے بڑے بال ہیں مگر دُم کے بال تو بہت ہی بڑے ہیں معلوم ہوتا ہی سر سے دستہ تک چونری بنی ہوئی ہی گردن گاؤدم مُنہ سارس کی چونچ کے مثل لمبا زبان سانپ کیطرح باریک اور مُنہ سے کسی قدر باہر نکلی ہوئی خداوند عالم کی حکمت ہی اِس لمبی زبان سے چیونٹیاں لپیٹ کر کھا لیتا ہی چاروں پانو کے ناخن بہت تیز اور ریچھ کے مثل پنجے ہیں اِسکے سوا ھیپوپوتامی (دریائی گینڈا) یہ حیوان دریائے نیل میں پیدا ہوتا ہی جسم اور قد بڑے گینڈے کی برابر مگر جبڑا اور سر بہت بڑا ہی ہاتھی کے پاٹھے سے کم نہیں ہی چار دانت چار پانچ انچھ لمبے اور چار انچھ کے قریب مدور نہایت عجیب حیوان ہی مکان کے صحن میں حوض اور لوہے کا جنگلہ لگا ہوا ہی پانی اور خشکی دونوں جگہ زندہ رہ سکتا ہی اسکے سوا ٹاپیر Taperr ہی قد میں بچھڑے کی برابر جسم پر بال دُم اور کان سُور کے مثل تاوقتیکہ مُنہ کی طرف سے نہ دیکھیں سور معلوم ہوتا ہی مُنہ کے اوپر کا جبڑا نیچے کے جبڑے سے چند انچھ آگے بڑھا ہوا پانو ہاتھی کے پانو کی طرح گول۔ برازیل جنوبی امریکہ اور جزیرہ سماترا میں پیدا ہوتا ہی یالدار اور ببر شیر۔ گنگارو لاما۔ ایک ہندوستانی اور ایک افریقہ کا ہاتھی زیبرا دریائی سیل اور بھی صدہا عجایبات ہیں افریقہ کا ہاتھی یہاں کے ہاتھی سے بہت مختلف ہوتا ہی اوّل تو وہ کسیقدر طول میں زیادہ ہی کان بہت بڑے اور خوبصورت اور وسط سر پر زلفوں کی

طرح واقع ہوے ہیں دونوں کانوں کے بیچ میں سر کا حصّہ شاید ایک بالشت ہوگا سونڈ لمبی دانت تو افریقہ کے ہاتھی کے مضبوطی اور خوبی میں مشہور ہیں سر اور مُنہ بھی گول نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف یہاں کے ہاتھی کے لمبا اور پیشانی کا حصّہ اُبھرا ہوا لندن میں اِن دونوں ہاتھیوں پر ہودے رکھ کر عورتیں اور بچّے کچھ کرایہ دے کر سو دو سو قدم سوار ہوتے ہیں ناگوری بیل ایک سینگ کا گینڈا جو نیپال اور آسام کے جنگلوں میں ملتا ہی۔ افریقہ کے گینڈے بھی ہیں جنکی تھوتھنی پر ایک سینگ زائد ہی یعنی ہمارے ملک کا گینڈا ایک سینگ کا ہی اور افریقہ کا دو سینگ کا۔ اِن کے سوا بندروں کی بہت قسمیں ہیں اِن میں سُوگو اور گوریلا افریقہ کے دو بندر بہت بڑے اور نادر ہیں گوریلا بھی سوگو کے برابر ہوگا مگر سیاہ رنگ بدشکل حبشی آدمی کے مثل گول چہرہ نہایت زبردست اور موذی ہی آدمی سے بشدت عداوت رکھتا ہی نقل ہی کہ ایک فرنچ سیاح افریقہ کے جنگل میں شکار کو گیا تھا کسی درخت پر گوریلا بیٹھا تھا شکاری کا نوکر یا ہمراہی آدمی بے خبر درخت کے نیچے سے نکلا گوریلے نے پانو لٹکا کر اُسکا سر پکڑ کر اُٹھا لیا اور ہاتھ سے گردن مڑوڑ کر توڑ ڈالی اُس کو مار کر شکاری کی طرف متوجہ ہوا۔ شکاری نے بندوق ماری گولی کاری لگی مگر بندر نے حملہ کیا شکاری بندوق پھینک کر بھاگا گوریلے نے باوجود زخم کے بندوق کو پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے زور کیا ٹوٹ تو نہ سکی مگر نال ٹیڑھی ہوگئی صورت سے مہیب معلوم ہوتا ہی دونوں پانو پر کھڑا ہوتا ہی تو آدمی کی برابر قد ہی سوگو بھی اُس سے کم نہیں ہی مگر وہ اس قدر موذی

9829
92.V-2 m9
830

اور دشمن نہیں ہوتا ہی پرندوں میں فردوس برڈ (بہشت کی چڑیا) نہایت خوشنا پرند ہی دریائی جانور بھی بہت اور نہایت عجیب الخلقت ہیں آسام کی بھینس صورت میں بھینس ہی مگر اس قدر فرق ہی کہ سر اور چاروں ہاتھ پانو کہنیوں تک سفید ہیں قد بھی بھینس سے بڑا ہی تاجدار کبوتر جنکے سر پر بہت خوبصورت اور بڑے بڑے پروں کی چوٹی ہی ہمنے اِس قسم کے کبوتر سوا اِس باغ کے اَبْ تک اور جگہ نہیں دیکھے عجائب خانہ دیکھکر مکان پر واپس آئے شام کو کپتان برڈ مع اپنی میم کے جو کپتان کالون صاحب کی حقیقی بہن ہیں ہمارے پاس آئے رات کے کھانے کے بعد ہمکو تھیٹر میں لے گئے نہایت عمدہ تماشا خانہ ہی۔

۲۲- اگست - آج ہم اسٹون ہیون Stonehaven اسکاٹ لینڈ کو جاتے ہیں مسٹر بیرڈ Mr Baird نے جو اسٹون ہیوں کے معزز رئیس اور ہز ہائینس اسمعیل بادشاہ خدیو مصر کے مونس و غمگسار دوست اور عرصہ تک مصر میں رہے ہیں ہمکو اپنی شکارگاہ میں شکار کے واسطے مدعو کیا ہی سکونت مصر کے زمانے سے سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر کے ساتھ بھی دوستانہ اتحاد رکھتے ہیں اور سر اکلینڈ کالون کے ساتھ ہمارے تعلقات دوستی محتاج بیان نہیں ہیں لہذا مسٹر بیرڈ بھی انہیں کے تعارف سے ہماری ملاقات کے شائق ہوئے ہیں۔ کپتان کالون صاحب اور عبد الصمد خاں اور دو خدمتگار ہمارے ساتھ ہیں غرضکہ شام کو سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر تشریف لائے اور ہم کنگس کراس اسٹیشن سے رزرو گاڑی میں اسکاٹ لینڈ

کو روانہ ہوئے -

۲۳ - لغایت ۲۹ - اگست - صبح کو اسٹون ہیون میں پہنچکر مسٹر برڈ کے مکان پر ٹھیرے - مسٹر برڈ نہایت مہذب اور ذی علم آدمی ہیں - عربی خوب بولتے ہیں - عربی الف لیلہ کی چند جلدیں میز پر رکھی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہی اچھی طرح پڑھ بھی سکتے ہیں -

نہایت عمدہ مکان - پارک - پائیں باغ - اور شکارگاہ اُنکی ذاتی ملک ہی تئیس ۲۳ سے اُنتیس ۲۹ تک ایک ہفتہ شکار وغیرہ تفریح میں بسر ہوا - تیس ۳۰ اگست کو جسطرح گئے تھے اُسی راہ سے واپس ہوکر لندن میں آ گئے -

اسٹون ہیون چھپن ۵۶ درجے اٹھاون ۵۸ دقیقہ شمالی اور دو ۲ درجے بارہ ۱۲ دقیقہ طول غربی پر واقع ہی -

۳۱ - اگست - جیسا کہ اوپر کی تاریخوں میں ذکر ہوا ہم ایک ہفتہ اسکاٹ لینڈ میں رہکر تیس ۳۰ کو لندن واپس آئے - چونکہ ہوٹل میں - ریل میں اور جہاز میں ہر جگہ خدمتگار خدمت کے لئے آمادہ رہتے ہیں - اِسلئے تجویز تھی کہ صرف دو ۲ آدمی رکھ لئے جائیں - حفیظ خان وغیرہ تین ۳ آدمی زائد ہیں لندن سے ہندوستان کو بھیجدئے جائیں چنانچہ حسب الحکم چوبیس تاریخ کو مسٹر بڈن نے اُن کو ایک جہاز میں ہندوستان بھیجدیا - شام کو ہم اور صاحبزادہ یار محمد خاں صاحب وغیرہ امپیریل انسٹی ٹیوٹ کو گئے - یہ عمارت اسی سال میں اعلیحضرت قیصر ہند کے ہاتھ سے کھولی گئی ہی -

ہندوستان کی پیداوار اجناس کے نمونے۔ حرفت و صنعت کی یادگار چیزیں نمائش خانے کے طور پر یہاں رکھی ہیں الکزنڈرا ہوٹل سے بہت قریب ہی۔ شاہزادہ ڈیوک آف یارک کی شادی کتخدائی کے متعلق جسقدر ہدیئے ہندوستان سے آئے ہیں وہ بھی سب اِسی مکان میں رکھے ہیں۔

یکم ستمبر ۱۸۹۳ء کھانے کے بعد لندن پوسٹ آفس اور ٹیلی گراف آفس کی سیر کو گئے۔ نہایت عالیشان عمارت ہی۔ ڈاک خانے کے افسر نے خطوں کو علیحدہ علیحدہ چھانٹنے کا طریقہ دکھایا۔ ہلکا بھاری جانچنے کا یہ طریقہ ہی کہ پرنالے کی صورت ایک آلہ لگا ہوا ہی اُس میں خط ڈالے جاتے ہیں۔ دونوں طرف دو بکس ہیں۔ ہلکا خودبخود ایک طرف اور بھاری دوسری طرف گرتا ہی۔ نہایت عجیب چیز ہی۔ خطوط پر مہر بھی جسطرح وزن کیے جاتے ہیں اُسی طرح ایک کُل سے لگ جاتی ہی۔ یہ ڈاک خانہ دنیا کے ڈاک خانوں میں سب سے بڑا شمار کیا جاتا ہی۔ تمام دنیا کے شہروں کو یہاں سے ڈاک جاتی ہی۔

ٹیلی گراف آفس میں بھی ہزاروں خبروں کی آمد و رفت ہی۔ احتیاط کی غرض سے کہ خبر ضائع نہو جاوے ایک ایسا آلہ رکھا ہی کہ خبر کی عبارت کو خاص قسم کے حروف میں لکھ دیتا ہی اور خبر محفوظ رہتی ہی۔ ایسا آلہ بھی ہی جس پر ایک حالت اور ایک وقت میں مختلف خبریں آسکتی ہیں۔ ایک خبر کا سلسلہ دوسری کے واسطے ہارج نہیں ہوتا۔

ٹیلی فون بھی لگا ہوا ہی جس کے ذریعے سے ہمنے پیرس میں ایک شخص سے

باتیں کیں۔ صاف آواز آتی ہی۔

ڈاک خانے سے واپس آکر کھانے کے بعد اڈلفی تھیٹر میں گئے۔ عورت سے عورت کے بدلا لینے کی نقل تھی۔

۲-۳- ستمبر۔ آج صاحبزادہ یار محمد خانصاحب پیرس کو جاتے ہیں وہاں سے معدنی چشموں پر علاج اور غسل کے واسطے سوٹزرلنڈ جائیں گے اسٹیشن تک اُنکو پہنچا کر ہم باغ وحش میں گئے۔

لندن میں جہاں آدمی زیادہ جمع ہوتے ہیں وہاں گٹھ کٹے بھی آجاتے ہیں اور بہت ہوشیاری سے گھڑی۔ جیبی وغیرہ چیزیں جیب سے نکال لیتے ہیں۔ اِس لیے پولس نے آدمیوں کے ہوشیار کرنے کو ایسے مقامات پر بی وار فروم پک پاکٹ Bewarefrompick Pocket یعنی (جیب کترے سے خبردار رہو) نوٹس کے طور پر لکھدیا ہی۔ چنانچہ باغ وحش میں ہاتھی گینڈے وغیرہ حیوانات کے مکانوں پر بھی یہی نوٹس لگا ہوا ہی۔

۴- ستمبر۔ کھانے کے بعد ہم نے بنک آف انگلنڈ کو دیکھا۔ بنک کے گورنر نے تمام عمارت اسباب اور آلات دکھائے۔ اوّل ہم کو وہ پریس دکھایا جہاں ہندوستان اور انگلنڈ کے واسطے کرنسی نوٹ چھپتے ہیں۔ پچاس ہزار پونڈ یا تقریباً نو لاکھ روپے قیمت کے نوٹ روز طیار ہو جاتے ہیں مطبوعہ نوٹوں کی تعداد یاد رکھنے کے واسطے ایک آلہ جس میں گھڑی کی طرح ڈیل پر نمبر اور بیچ میں ایک سوئی

لگی ہی پریس کی چرخ سے متعلق ہی ایک گردش میں ایک نوٹ چھپتا ہی اور سوئی ایک نمبر اوپر چڑھ جاتی ہی۔ اِس ترکیب سے تعداد میں سہو اور کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

ایک کوٹھری میں سونے کے سکّے اور اینٹیں سب ملا کر پانچ لاکھ پونڈ کا مال اور غیر ملکوں کی اشرفیاں رکھی ہیں۔ سونا چاندی اور بھی بہت ہی مگر کُنجیاں حاضر نہ تھیں۔ یہ اوپر رکھی ہوئی اینٹیں وغیرہ روزانہ صرف کیواسطے ہیں۔

لنچ ہمنے گورنر صاحب کے ساتھ صرف کیا۔

۵۔ ستمبر۔ آج سر جرلڈ فٹز جرلڈ۔ سکریٹری آف اسٹیٹ کے اڈیکانگ ہم سے ملنے کو آئے تھے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ امریکا سے واپس آ گئے ہیں اور قریب زمانے میں یورپ کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان کو واپس جانے والے ہیں۔

۶-۷- ستمبر۔ صبح کو ہم ایڈورڈ صاحب سے ملنے گئے۔ صاحب موصوف عرصے تک روہیل کھنڈ میں کمشنر رہے ہین اور میرے جد امجد حضرت نواب کلب علی خان بہادر خلد آشیاں کے بڑے دوست ہیں۔ سن رسیدہ اور بزرگ طبیعت شریف ہیں۔ اِس ملاقات میں عبد المجید خاں ہمارے ساتھ تھے۔

۸۔ ستمبر۔ پہلی دفعہ ہز ہائینس سلطان ابوبکر بادشاہ جوہر مکان پر نہیں ملے تھے۔ آج لندن میں سلطان ممدوح نے ہمکو لنچ پر بلایا۔ سلطان کی عمر تقریباً ساٹھ

برس معلوم ہوتی ہی- ہندوستانی شکل وصورت کے آدمی ہیں- ڈاڑہی نہیں رکھتے سنگاپور کے پیلس میں ہمنے سلطان کی تصویر دیکھی تھی- بعینہ اُنکی صورت سے مشابہ ہی- نہایت خلیق اور سنجیدہ شخص ہیں- انگریزی میں دیر تک باتیں ہوتی رہیں- عنقریب اپنے ملک کو جانے والے ہیں- جوہر کے حالات ہمنے اِس ڈایری کے پہلے حصے میں بالتفصیل لکھے ہیں- یہاں تکرار کی حاجت نہیں-

۹-۱۰-۱۱ ستمبر- آج ہم مسٹر بیرنٹ کالون کے مکان پر کول چسٹر میں مہمان ہیں- سر اکلنڈ کالون صاحب اور اُن کے خاندان کے سب زن ومرد وہاں ہیں- دو روز نہایت خوشی اور لطف سے گزرے- ہمارے کول چسٹر جانے کے بعد مولوی فرخی- عبدالصمد خاں- عبدالمجید خاں- فتحیاب خاں اور مسٹر بڈن برائی ٹن Brighton کو گئے

برائی ٹن لندن سے پچاس ساٹھ میل فاصلے پر انگلش چینل کے کنارے نہایت خوبصورت اور دلکش آبادی ہی- تین چار میل تک کنارے کے طول میں بستا چلا گیا ہی- عرض بہت کم ہی- کیونکہ جسنے مکان بنایا ہی دریا کی فضا دیکھنے اور ٹھنڈی ہوا کھانے کی غرض سے کنارے ہی پر بنایا ہی- مولوی صاحب وغیرہ بھی دریا کے کنارے پر ہوٹل میں ٹھیرے رہیں- مکانوں کے سامنے سڑک ہی اور سڑک کے اُس طرف کنارے سے پانچ چھ گز نیچے انگلش چینل کا پانی ہی- کنارے سے ملا ہوا دریائی جانوروں کا اِکوارِیَم (نمائش خانہ) ہی- کسی قدر دام دیکر جاتے ہیں

چند قسم کی مچھلیاں- دو تین قسم کے دریائی شیر اور بیور وغیرہ جانور ہیں- یہاں بھی امریکہ کی طرح شہ نشین کا ایک رُخ شیشے سے بند ہی- اوپر چھت کھُلی ہوئی ہی- اُسی طرف سے پانی بھرا جاتا ہی اور جانوروں کو ہوا پہنچتی ہی- بیچ میں بہت لمبا چھتا ہی جسکے دونوں طرف شہ نشین میں مچھلیوں کے حوض واقع ہوئے ہیں- دریائی شیر کا قد اور جثہ چھوٹے چیتے کے برابر ہوتا ہی- جسم پر باریک سفید بال اور سیاہ نقطے مُنہ خشکی کے شیر کی مثل- کھال کے لمبے لمبے پنجوں میں تیز ناخن ہیں- چونکہ زمین پر چلنے کی اُسکو حاجت نہیں ہی- پانی میں تیرنے کیواسطے ایسے ہی پنجے موزوں ہیں-

اِس اکواریم میں آٹھ دس گرہ تک لمبے جھینگے بھی ہیں- چھتے میں جابجا لوہے کے قدآدم بلند گول صندوق رکھے ہیں- ہر صندوق میں نیا تماشا ہی- چنانچہ ایک بکس پر لکھا ہوا ہی- "ایک پینی ڈالو اور اپنی تقدیر دریافت کرلو" مولوی صاحب نے ہدایت کے موافق سوراخ میں ایک پینی (ادھنا ڈبل) ڈالدی- چند سکنڈ تک صندوق میں کھڑکھڑاہٹ ہو کر دوسرے سوراخ سے سوزن دان کی شکل ایک لکڑی کی ڈبیا نکلی اُسکو کھول کر دیکھا تو اندر ایک کاغذ پر یہ عبارت لکھی تھی- "اَب کی سال تمکو دوستوں سے بہت فائدہ ہوگا- کچھ نہ کچھ نیا علم اور معلومات حاصل کروگے- تجارت میں کوشش اور محنت بے سود نہوگی" اور اسی قسم کی چند باتیں تھیں- مگر عبدالمجید خاں کے واسطے بھی ایک پیسہ ڈالا کہ دیکھیں اَب کی دفعہ کیا نکلتا ہی- چنانچہ اُسی قسم کی ڈبیا اور اُس میں سے کاغذ نکلا- عبارت اور حالات

کچھ مختلف تھے۔

عقلمند لوگ اس طرح نفع حاصل کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کل بنا کر رکھدی کوئی نکوئی ٹکیں کے طور پر ضرور آزمائے گا۔ دن بھر میں صندوق نے بغیر زحمت جو کچھ کما رکھا ہی شام کو آکر اُس میں سے نکال لیا۔

غرضکہ دو روز برائی ٹن میں رہکر اُسی روز یہ لوگ بھی واپس آئے جس روز ہم کول چسٹر سے آئے تھے۔

کپتان کالون صاحب کے والدین توکول چسٹر میں رہتے ہیں۔ مگر اُن کی بی بی یعنی مسس کالون اسی قصبے[لہ] میں رہتی ہیں۔ عیش و تفریح کے واسطے اچھی جگہ ہو۔

۱۲-۱۳- ستمبر۔ بارہویں^{۱۲} کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تیرہ^{۱۳} کو کرنل بیچر ڈنر پر آئے۔ کھانے کے بعد اُنکو ساتھ لیکر ہم الحمرا تھیٹر میں گئے۔ نہایت عمدہ تماشے تھے منجملہ اُنکے ایک نقل ننگا گوگی بھی تھی۔

۱۴- ستمبر۔ کپتان کالون صاحب اپنے گھر گئے۔ وہاں جا کر ڈیڑھ مہینے کیواسطے کوئی عمدہ کنٹری ہوس اور شکارگاہ کرائیے پر لیں گے۔

مسٹر محمد رفیق بیرسٹر ایٹ لا کے چھوٹے بھائی محمد صدیق آج لنچ پر آئے تھے۔ بیرسٹری کے امتحان کے واسطے سعی کر رہے ہیں۔

[لہ] برائی ٹن ۱۲

۱۵ ستمبر - آج کسی خاص جگہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہائڈ پارک وغیرہ میں تھوڑی دیر پھر پھرا کر چلے آئے - کپتان کالون صاحب بہادر نے نارتھ والشم میں ایک کوٹھی اور شکارگاہ کرایہ لے لی ہی کل انشا اللہ ہم وہاں جائیں گے -

۱۶ ستمبر - کھانے کے بعد سینٹ بنکرسٹ اسٹیشن سے سوار ہو کر نارتھ والشم کو روانہ ہوے - سولہ ستمبر سے پندرہ اکتوبر تک کے واسطے ویسٹ ویک ہوس نام ایک کوٹھی مع جنگل اور شکارگاہ کے کرایہ لی گئی ہی - پندرہ اکتوبر تک وہاں رہکر شکار کھیلیں گے - دو فسٹ کلاس گاڑیاں رزرو ہیں - کپتان کالون صاحب پہلے سے چلے گئے ہیں - باقی سب ہمراہی ہمارے ساتھ ہیں - بارہ بجے کے بعد ریل روانہ ہوئی کیمبرج اور ناروچ نام دو شہر راستے میں ملے - ویسٹ ویک ہوس نارفولک پرگنہ میں نارتھ والشم اسٹیشن کے قریب واقع ہوا ہی - دریاے جرمن سے بہت قریب ہی - پونے چار بجے ہم نارتھ والشم میں پہنچے - کپتان کالون صاحب اسٹیشن پر موجود تھے - یہاں سے ویسٹ ویک ہوس دو میل کے قریب ہوگا - غرضکہ گاڑیوں پر سوار ہو کر مکان پر آئے -

ویسٹ ویک ہوس

یہ عمارت کنٹری ہوس ہی - کنٹری ہوس ایسے مکان کو کہتے ہیں جسکو مالک زمین زراعت کی زمین اور جنگل کے بیچ میں اپنے رہنے کو بنائے -

ویسٹ ویک مسٹر پٹر نام ایک زمیندار کی ملک تھا۔ اب اُنکی بی بی مسس پٹر اور اُنکے بیٹے کی ملک ہی۔ چار میل کے قریب دور میں جنگل اور ایک کچّا تالاب۔ باقی گھاس کا میدان ہی اُسی کے وسط میں عمارت واقع ہوئی ہی۔ احاطے کو ہر طرف سے خندق منڈیرا اور منڈیر پر کانٹوں دار تتّوں کے درخت لگاکر محصور کر دیا ہی۔ پائیں باغ کے اندر سیب۔ انگور۔ ناشپاتی اور پلم وغیرہ کے درخت ہیں۔ اِسی حصّے میں پھلوار اور ترکاری بھی پیدا ہوتی ہی۔ باقی احاطے کے باہر جابجا زراعت ہی۔ کھیتوں کے بیچ میں بھی کہیں کہیں جنگلی درختوں کے قطعے چھوڑ دیے ہیں۔ جنگلی مرغ جسکو فیسنٹ Pheasant کہتے ہیں۔ تیتر۔ خرگوش اور ایک قسم کا کبوتر اِنکے علاوہ بعض اور پرند جانور بھی کثرت سے اِن جنگلوں میں رہتے ہیں۔

پندرہ اکتوبر سے مرغ۔ تیتر اور خرگوش وغیرہ کا شکار ہوتا ہی اور کئی مہینے جاری رہکر پھر باقی سال تک بند رہتا ہی۔ شکار کے شائق کچھ روپیہ دیکر ٹکٹ لیتے ہیں اور جس عرصے تک ٹکٹ کی میعاد ہو شکار کھیلتے ہیں۔

مکان میں جس قدر حفاظت اور صفائی کے واسطے عملہ درکار ہی صاحب مکان کی طرف سے ملازم ہی۔ گھوڑوں کی چند جوڑیاں۔ دو۲ تین۳ گاڑیاں۔ باغ میں مالی۔ گوشت کے واسطے بھیڑوں کا گلہ۔ دودھ اور مکھن کے واسطے گائیں آمادہ رہتی ہیں۔ بھیڑیں فربہ کرنے کے بعد فروخت کی جاتی ہیں۔ دودھ سے مکھن وغیرہ بنکر بکتا ہی۔ میوہ جات کا بھی یہی حال ہی۔ زراعت میں سے غلّے کے سوا گایوں کے واسطے

شلجم اور کلوور گھاس وغیرہ بوئی جاتی ہی۔ جنگل میں بلوط کے درخت بہت ہیں اُنکے پھل بھی عورتیں اور لڑکیاں چُن کر بھیڑوں وغیرہ کے واسطے لے جاتی ہیں۔ شلجم کھلانیکا طریقہ یہ ہی کہ ایک آدمی گاڑی پر لاد کر شلجم لاتا ہی اور گھاس کے میدانوں میں جابجا پھینک جاتا ہی۔ دوسرا ایک پھاوڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ جاتا ہی۔ اتنے چھوٹے کہ گاے یا بیل کھا سکے۔ کھانا حیوان کی خوشی پر ہی چاہے گھاس کھاے چاہے شلجم۔

جنگلی مرغیاں اگر کم ہو جاتی ہیں تو اور جگہ سے لا کر جنگل میں اُن کو چھوڑ دیتے ہیں جابجا لکڑی کی کابکیں اُن کے واسطے رکھی ہیں۔ چند روز میں انڈے بچے نکال کر ہزاروں ہو جاتی ہیں۔ درندہ جانور اس ملک میں نہیں ہی کہ شکار کو اذیت پُہنچاے۔

احاطے کے دروازے پر بھی ایک مختصر مکان بنا ہوا ہی اور دوسرے دروازے کے قریب اطراف میں جنگل اور زراعت بیچ میں سڑک ہی سڑک پر ایک عالیشان دروازہ ترپولیہ (کرپاس) کے طور پر بنا ہوا ہی۔ اُس کے قریب ایک کمرے میں ڈاک خانہ اور اُس کے محاذی ایک چھوٹے مکان میں دھوبی وغیرہ غربا رہتے ہیں۔ مکان کے احاطے کے کنارے پر قدیم زمانے کا جبکہ لڑائی بھڑائی لوٹ مار ہوتی رہتی تھی ایک مینار ہی۔ اِس پر چڑھکر دشمن کی آمد اور نقل و حرکت کو دیکھا کرتے تھے۔

بہرحال اِس عمارت میں ڈیڑہ مہینا رہکر شکار وغیرہ شغل میں بسر کرتا ہی۔

شرفاے انگلینڈ کی فہرست جو اس عرصے میں ہمارے مہمان رہے ایک جگہ لکھے دیتے ہیں۔

مس ٹریسی اٹھارہ ستمبر سے تا آخر قیام ہمارے ساتھ رہیں اِن کے والد کسی زمانے میں مراد آباد کے جج تھے۔ مس کالون سے رسم اتحاد ان کے یہاں رہنے کا باعث ہے۔

مسٹر رابرٹسن سابق کمشنر بریلی۔ مسز رابرٹسن اور اُنکے دو بیٹے دو ایک روز مہمان رہے مگر بعد کو مسٹر رابرٹسن کروم سے روز شکار کو آتے رہے شام کو اپنے گھر چلے جاتے تھے۔

سر اکلنڈ کالون کے داماد جنرل بلڈ۔

کیپٹن کوٹن۔

سر اکلنڈ کالون کے چھوٹے داماد کپتان کیز۔

کرنل ونسنٹ صاحب پریسیڈنٹ آف رامپور اسٹیٹ۔ مسز ونسنٹ۔

مس ڈاول دو بہنیں۔

ہز آنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ و کے سی ایم۔ جی۔ لفٹنٹ گورنر آف ممالک مغربی و شمالی۔

کپتان گروم اور سر اکلنڈ کالون صاحب کی بڑی بیٹی مسز گروم۔ کپتان گروم مسز گروم کے دیور ہیں۔

مسٹر جیمس کالون کلکٹر مراد آباد اور اُنکا بیٹا۔

مس پلچر سمدریکھ یعنی ہاتھ دیکھنے کے فن اور میوزک کے پروفیسر۔

مسٹر بیزنٹ کالون۔ کپتان کالون کے والد۔ اور مسس بیزنٹ کالون کپتان کالون صاحب کی والدہ۔

مسٹر و مسس اُلکاٹ چیڈ۔

مس بیزنٹ کالون۔ تین۳ بہنیں۔

یہ سب صاحب اٹھارہ ستمبر سے تیئیس۲۳ اکتوبر تک مختلف تاریخوں میں آئے اور دو۲ ایک روز رہکر رخصت ہوئے۔

ایک دفعہ ٹی پارٹی بھی دی گئی۔ لندن وغیرہ سے مہمان آئے اور شام کو پارٹی ختم ہوتے ہی چلے گئے۔

جنگلی مرغ جس کو فیسنٹ کہتے ہیں شکار کیئے ہوے چار جوڑے ایک پونڈ کو بکتے ہیں۔

کپتان کالون صاحب اور پانچ۵ چھ۶ مہمان مل کر کسی روز پانچ سو تک مرغیاں شکار کرلاتے تھے اور بقدر ضرورت دو۲ دو۲ چار۴ چار۴ دوستوں کو تقسیم کرنے کے بعد کبھی ایک دن کا شکار پچاس پونڈ تک کو فروخت کرتے تھے۔ تمام اس عرصے میں دو۲ تین۳ دفعہ تفریحاً ہم بھی شکار میں شریک ہوئے۔ خرگوش کے شکار کا یہ طریقہ ہی کہ نیولے کی ہمشکل ایک چوپایہ جانور جس کو فیرٹ Ferret کہتے ہیں اور دست آموز ہوتا ہی۔ خرگوش کے سوراخ پر منہ باندھ کر چھوڑ دیا جاتا ہی۔ فیرٹ اندر جا کر خرگوش کو

نکال لاتا ہی اور شکاری لوگ بندوق سے مار لیتے ہیں۔ اگر فیرٹ کا منہ نہ باندھا جائے تو وہ زمین کے اندر ہی خرگوش کو مار کر خون پی لے۔ نہایت عجیب اور کارآمد جانور ہی ہمنے بھی دو ایک دفعہ یہ شکار دیکھا۔ تیئس ۲۳ ستمبر کو ہم کروم میں مسٹر رابرٹسن کے مکان پر لنچ کی دعوت میں گئے۔ عبدالمجید خاں اور عبدالصمد خاں ہمارے ساتھ تھے قیام کے باقی ایام جنگل کی سیر و تفریح میں گزرے۔ کل ہم یہاں سے اسکاٹ لینڈ کو روانہ ہوں گے۔

۳۰۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء۔ آج ہم **ایڈنبرگ** کو جاتے ہیں۔ کھانے کے بعد سہ پہر کو ویسٹ اسٹیشن پر آئے مکان سے ڈیڑھ میل کے قریب فاصلہ ہوگا۔ مسٹر رابرٹسن کمشنر بریلی کی بی بی مس رابرٹسن کروم سے وداعی ملاقات اور خدا حافظ کہنے کو اسٹیشن پر آئی تھیں نہایت نجیب اور بزرگ لیڈی ہیں۔ دو بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ کپتان کالون صاحب حساب چکانے کو رہ گئے ہیں باقی سب ہمراہی ہمارے ساتھ ہیں۔ شام کو پانچ بجے کے قریب **کارلائل** نام اسٹیشن پر پہنچکر اس لیئے گاڑی تبدیل کی کہ اس گاڑی میں رات کو سونے کے واسطے پلنگ نہیں ہیں۔ بدلی ہوئی گاڑی میں اوپر نیچے دس پلنگ ہیں راستے میں بعض مقام بہت خوبصورت ملتے ہیں۔ چنانچہ کارلائل قصبے کے نیچے ایک ندی مکانوں کی دیوار سے مل کر ایسی دلکش خوبصورتی سے بہتی ہی کہ کسی طرح دیکھنے سے انکھ سیر نہیں ہوتی۔ آبادی کے قریب ندی کے کنارے پختہ بنے ہوئے ہیں۔

رات کو کھانے کے بعد اِس لیئے کہ صبح اندھیرے سے ایڈنبرگ پُہنچنا ہی سو رہے باوجودیکہ گاڑی ہر طرف سے بند ہی لیکن سردی اِسقدر سخت ہی کہ ہمارے ملک میں سواے ٹھنڈے پہاڑوں کے جہاں سردی میں برف کے انبار ہوتے ہیں اور کہیں اُسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔

رات بسر ہوئی۔ صبح کو ایڈنبرگ کے قریب پُہنچکر لباس پہنا اور پہلے سے طیار ہو گئے اطراف میں جہاں تک نظر جاتی ہی زمین سفید معلوم ہوتی ہی۔ ہوا میں کُہر اور ابر چھایا ہوا ہی۔

۳۱۔ **اکتوبر**۔ چھٹے بجے صبح کو ایڈنبرگ پُہنچے۔ اسٹیشن سے گاڑیوں میں سوار ہوکر **ونزر** ہوٹل میں گئے جہاں پہلے سے قیام کا بندوبست کر لیا گیا تھا۔ کھانے کے بعد جبکہ سردی کم ہوگئی قلعہ دیکھنے کو گئے۔ **ایڈنبرگ اسکاٹ لینڈ** کا دار السلطنت ہی اور یہ قلعہ **میری آف اسکاٹ** ملکہ اسکاٹ لینڈ وغیرہ بادشاہوں کی سکونت کا محل ہی۔ پُرانی طرز کی پتھر سے بنی ہوئی عمارت ہی۔ قلعہ بہت عمیق خندق اور مضبوط فصیل سے محصور ہی۔ دروازے کے آگے خندق پر پل تختہ لگا ہوا ہی جب چاہیں تختہ اُٹھا کر آمدورفت روک سکتے ہیں۔ پہلے زمانے میں یون یون گز کے فاصلے سے لوہے کے تختے کے کواڑ تھے۔ جو اوپر سے کابک کے تختے کی طرح کُھلتے بند ہوتے تھے مگر اَب صرف لکڑی کا ایک در ہی کواڑوں کے نشان اور اوپر سے کھینچنے اور گرانے کے واسطے درزیں بدستور قدیم اَب تک قائم ہیں۔ جب چاہیں اُسی طرح

لوہے کے تختے لگا سکتے ہیں۔ قلعے کے اندر اس زمانے میں فوج رہتی ہی۔ ہائی لینڈرز پلٹن اسی ملک کے آدمیوں سے بھرتی کی جاتی ہی اور جین وار کوٹ برجنز وغیرہ اِسی ملک کا لباس ہی۔ قلعے کے مورچوں پر سات آٹھ بارہ ۱۲ پنی توپیں (بارہ پونڈر) چڑہی ہوئی ہیں۔ لوہے اور پتہر کے گولے بھی ایک توپ کے قریب رکھے ہیں۔

ایک مکان میں قدیم زمانے کے ہتیار۔ خود اور زرہ وغیرہ آلات جنگ کو نہایت سلیقے سے دیواروں پر آراستہ کیا ہی۔ اسی کمرے کے برابر میری آف اسکاٹ کے رہنے کا مکان ہی۔ اوپر کے درجے میں میری آف اسکاٹ کے متعلق بعض جواہر نگار چیزیں رکھی ہیں۔ منجملہ اُنکے سُرخ مخمل کا بنا ہوا ایک تاج ہی جس پر اوسط درجے کے ہیرے وغیرہ جڑے ہیں۔ تاج کا حلقہ سب سونے کا ہی خالی جگہ پر مخمل کا قبہ بنا دیا ہی۔ ہشت گوشہ کلاہ قلندری کے مثل ہی۔ جواہرات بھی تراشے ہوے نہیں ہیں۔ پُرانی قطع پر سان کیئے ہوئے ہیں۔ اِسکے سوا مختلف پتہروں کا بنا ہوا ایک گھوڑا اور سوار ہی۔ مثلاً پانو نیلم کے۔ زانو سے اوپر تمام جسم ہیرے کا۔ سر اور چہرہ کسی اور پتہر کا۔ اسی طرح سوار بھی دو ۲ تین ۳ جواہر سے مرکب ہی اور یہ شکل اُسی گارٹر تمغے کی ہی جو شاہان اسکاٹ لینڈ کے زمانے میں نشان اعزاز تھا۔ ایک اور نشان بھی اُسکے برابر رکھا ہی۔ اسکی شکل اور طرح کی ہی۔ نشانِ گارٹر کے متعلق جڑاو ہیکل بھی تختے پر بچھی ہوئی ہی اُس کے اوپر نشان لٹکے ہوے ہیں۔ اُسی میز پر

جڑاؤ قبضہ اور سُنہری کام کی ایک تلوار (جسکو فارسی میں قدارہ کہتے ہیں) رکھی ہی۔ بغیر ترشے ہوے کم رنگ یاقوت کی ایک انگوٹھی بھی یادگار ہی۔ انگوٹھی کی گھڑت پُرانی طرز کی ہی اور یاقوت بھی بے ڈول مگر بہت بڑا ہی۔

یہ سب اسباب ملکہ اسکاٹ لینڈ کا ہی اور ملکہ کے قتل کے بعد کسی دیوار میں سے صندوق سمیت دفن کیا ہوا برآمد ہوا ہی۔

قلعے کے دروازے کے پاس ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں ڈیوک آف ارگائیل کا محبس ہی۔ تہ خانے سے زینے کے نیچے اُتر کر کوٹھری میں پُہنچتے ہیں۔ زینے کے ختم پر ڈھائی تین گز چوڑا پانچ گز کے قریب لمبا بیضاوی کمرہ ہی کمرے کے طول میں چھت کی طرف سے گرتا ہوا آہنی تختہ ہی جسکو گرانے سے کمرہ بہت تنگ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہی اور ہر دو حصے کا عرض صرف سوا سوا گز رہ جاتا ہی ڈیوک مذکور کو (جو حال کے ڈیوک آف ارگائیل کے دادا تھے) بادشاہ انگلنڈ نے یہاں قید کیا تھا اِس محبس میں ہوا اور روشنی کے واسطے باہر کی طرف کو لوہے کے سیخچے لگی ہوئی چھوٹی سی ایک کھڑکی ہی۔

محبس کے قریب برج کے سطح پر ایک بہت بڑی توپ لگی ہوئی ہی۔ توپ کا نوالہ اسقدر بڑا ہی کہ ہر ایک گولہ مٹکے برابر ہی۔ لوہے کے ایک گولے کے سوا جو بیچ سے خالی ہی باقی گولے پتھر کے ہیں۔ توپ بھی بے ڈول اور پر سے کانی کُھدڑی قدیم زمانے کی ہی۔ اِس قلعے کی تعمیر کو ۳۲۰ تین سو بیس برس کا عرصہ گزرا۔ اسی قلعے میں

میری آف اسکاٹ کا محل ہی- نہایت مضبوط بھورے پتھر کی عمارت ہی- نیچے کا حصّہ ہندوستانی پُرانی عمارتوں کی طرز سے ملتا ہوا ہی- اوپر تختہ بندی کی چھت ہی- چند لمبے لمبے دالانوں میں شاہانِ انگلنڈ و اسکاٹ لینڈ کی پورے قد کی تصویریں لگی ہوئی ہیں- میری آف اسکاٹ کی خوابگاہ کے کمرے اسقدر چھوٹے چھوٹے ہیں کہ اُن میں رہنے کے خیال سے جی گھبراتا ہی- دو کمروں میں میری کے سونے کے دو پلنگ مخملی پوشش اور بستر سمیت بچھے ہوئے ہین- پلنگ کے سرہانے کی طرف نصف حصّے پر چتر دار سائبان لگا ہوا ہی- سنگار کرنے کا چھوٹا سا کمرہ علیحدہ ہی- اُسمیں ایک نہایت عمدہ منبت اور پچی کاری کا کُہنہ و بوسیدہ خوانچہ (سنگاردان) میز پر رکھا ہی- خوانچے میں ملکہ کی استعمال کی ہوئی اکثر چیزیں ہیں- چنانچہ بھورے کانچ کی بنی ہوئی ایک شیشی ہی جسکی صورت اور ہیئت بعینہٖ ہندوستانی گنواروں کے استعمال کی سرمہ دانی کی مثل ہی- ملکہ صاحب جب رویا کرتی تھیں تو اس شیشی میں آنسو جمع کرلیا کرتی تھیں- نہایت عجیب یادگار ہی- اس شیشی کو **بوٹل آف ٹرس** Bottle of Tears کہتے ہیں-

بعض کمروں میں دیواروں پر گوبلن کے قالین لگے ہوئے ہیں- گو بہت پُرانے ہیں مگر زبانِ حال سے کاریگروں کی صنعت اور نقاشی کی شہادت ادا کر رہے ہیں- ملکہ کی چند روغنی تصویریں بھی ہاتھ کی بنی ہوئی دیواروں پر لگی ہوئی ہیں- جنکی شہادت سے ثابت ہوتا ہی کہ مورخوں کے قول کے موافق ملکہ بہت حسین ہوگی -

اوپر کے درجے میں جہاں خوابگاہ ہی ایک اور تاریخی یادگار کی نشانی چھوٹا سا کمرہ ہی اِس کمرے میں ملکہ کے ساتھ اُن کا پرائیوٹ سکرٹری کھانا کھا رہا تھا۔ چند آدمیوں نے بزور میز پر سے اُٹھا کر بیچ کے ہال میں اُسکو قتل کیا اور وہاں سے گھسیٹ کر ایک زینے کی طرف سے لاش کو نیچے پھینک دیا ہی۔ لاش گھسٹنے کی حالت میں جو خون تختوں پر لگ کر جذب ہو گیا ہی اُسکے مٹے مٹائے نشان اَب تک پائے جاتے ہیں۔ عجیب دردناک یادگار ہی۔ اِس بدنصیب کو ملکہ کے شوہر نے کسی شبہہ پر قتل کرا دیا تھا مگر جب ملکہ کو خفیہ طور سے معلوم ہو گیا کہ پرائیوٹ سکرٹری کے قتل میں شوہر صاحب نے بھی پرائیوٹ حصہ لیا ہی اُسی وقت سے آپس میں اَن بَن رہنے لگی۔ آخرکار ملکہ نے اپنے شوہر کو بھی قتل کرا دیا اور اُسکے قاتل سے نکاح کر لیا۔ اِن حادثوں کے بعد یہ نوجوان اور حسین ملکہ بھی ملکہ الیزبتہ کے حکم سے بڑی بیرحمی کے ساتھ لندن میں قتل کی گئی۔ جسکا مختصر ذکر ہمنے میڈم توسے کے ویکس ورک میں کیا ہی۔

افسوس!

اِسی جوار میں ایک پُرانا گرجا ہی۔ چھت ٹوٹ گئی ہی صرف دیواریں اور چند قبروں کے نشان باقی ہیں پتھر کی عمارت ہی۔ قلعے کی عمارت کا ایک حصہ اعلیحضرت قیصرِ ہند کے قیام کے واسطے آراستہ رہتا ہی۔ جب تشریف لاتی ہیں تو یہیں ٹھیرتی ہیں۔

یہ مکان خوب آراستہ ہی عمدہ عمدہ بیش قیمت گوبلن کے قالین دیواروں پر اور چھت میں لگے ہوئے ہیں۔ کرسیاں وغیرہ سامان بھی گوبلن کے قالینوں سے منڈھا ہوا ہی۔

غرضکہ مفصل طور پر قلعے کو دیکھکر بڑے گرجا میں گئے۔ بہت بلند عمارت ہی۔ دیواروں میں جا بجا کھڑکیاں کاٹ کر شیشے کے تختے لگائے ہیں۔ اُن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حواریوں۔ مقدس پادریوں اور بعض یہودیوں کی تصویریں بنی ہوئی باہر کی روشنی سے اچھی طرح معلوم ہوتی ہیں۔ گرجا میں چند پادری بھی موجود تھے صورت سے نیک اور مقدس معلوم ہوتے تھے۔ گرجا دیکھکر ہم بازار کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل کو واپس آئے۔

سہ پہر کو ارادہ تھا کہ فرتھ آف فورتھ Firth of forth کا پل دیکھنے جائیں گے۔ سردی بہت سخت اور ابر گھرا ہوا تھا مینہ برسنے کا اندیشہ تھا اِس لیئے ہم نہیں گئے۔ مولوی صاحب اور عبدالمجید خاں نے سردی کا خیال نہیں کیا ایک آدمی کو ساتھ لیکر چلے گئے۔

یہ پل فورتھ نام سمندر کی کھاڑی پر واقع ہی۔ دنیا کے مشہور اور بڑے پلوں میں شمار ہوتا ہی۔ اڈنبرگ سے آٹھ میل مسافت اور گھوڑا گاڑی میں ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہی شہر کے کنارے ایڈنبرگ پر یونیورسٹی کی عمارت ایک بلند ٹیلے پر واقع ہی۔ دوسری طرف بعض مدرسوں کی عمارت ہی۔ راستے کے دونوں طرف نہایت خوشنما ٹیلے جن پر بھوری اور زردی مائل سبز رنگ کی گھاس ہی واقع ہوتے ہیں۔ اکثر راستہ طبیعی جنگل میں سے گزرتا ہی اسکاٹ لنڈ کی سیر ہمارے نزدیک تمام دنیا کے خوش فضا میدانوں سے زیادہ دلچسپ ہی۔ فورتھ کے قریب لارڈ روزبری کا محل ہی۔ غرضکہ

مولوی صاحب سردی کی شدت برداشت کرتے ہوئے فورتھ کے کنارے پر پہنچے۔

یہ پل صرف ریلوے ٹرین کے واسطے مخصوص ہی۔ آدمی کشتی میں بیٹھکر عبور کرتے ہیں۔ دوسرے کنارے پر **کوئینس فیری** نام آبادی ہی۔

پل کی لمبائی آٹھ ہزار اٹھانوے (۸۰۹۸) فیٹ (ڈیڑھ میل) سے کچھ زیادہ ہی۔ بیچ میں لوہے کی تین ۳ محرابیں ہیں اُنکے اوپر پنجرے نما جال بنایا گیا ہی جسکے وسط کے لیور (ڈنڈے) تین سو اکسٹھ ۳۶۱ فیٹ بلند ہیں۔ اِس پنجرے نما زاویے کو کانٹی لیور Canti Lever کہتے ہیں۔ بیچ کا کانٹی لیور ایک ہزار چھ سو تیس ۱۶۳۰ فیٹ چوڑے در پر ہی اور پاے جن پر کانٹی لیور قایم کیے گئے ہیں پانی سے اوپر تک تین سو ساٹھ ۳۶۰ فیٹ بلند ہیں۔ بیچ کی محراب کے اطراف میں پانی کا عمق چھپن ۵۶ گز ہی چنانچہ سب ملاکر ایک سو چھہتر ۱۷۶ گز بلند پاے ہیں اور جس قدر تہ میں گلاے گئے ہیں وہ علیحدہ ہی۔ ہر پاے کا دور بھی بائیس ۲۲ گز ہی۔ جس قدر مسافت پر محراب دار پل لوہے کی کمانوں اور پنجرے دار ڈھانچ (کانٹی لیور) پر قائم ہی۔ اُسکی لمبائی پانچ ہزار تین سو اُنچاس ۵۳۴۹ فیٹ (ایک میل تہتر فیٹ) ہی اسکے سوا جنوب میں دس ۱۰ در اور شمال میں پانچ ۵ در سب لوہے کے شہتیروں سے پاٹے گئے ہیں۔ جنوبی دس ۱۰ دروں کی لمبائی ایک ہزار چھ سو اسی ۱۶۸۰ فیٹ اور شمالی پانچ در آٹھ سو چالیس ۸۴۰ فیٹ طول میں واقع ہوئے ہیں۔ پل کے اوپر دوہری ریلوے لائن ہی یعنی دو ٹرینیں

ایک ساتھ پہلو بہ پہلو گزر سکتی ہیں۔

۱۴۲۸۰۰۰
صرف اُس لوہے کا وزن جو کانٹی لیوروں میں صرف ہوا ہی چودہ لاکھ اٹھائیس ہزار من ہی۔ بیچ کے کانٹی لیور کے دونوں آخری حصّے تین سو پچاس فیٹ لمبے لوہے کے کمر بندوں سے طرفین کی دونوں محرابوں کے ساتھ مضبوط بندھے ہوے ہیں۔ لوہے کے تیر جن سے محراب کے پرزے باہم وصل کیئے گئے ہیں بارہ ۱۲ گز مدور ہیں۔ اِس پل کو ساڑھے چھ ۶½ برس کے عرصے میں سر جان فولر Sir Jhon Fowler اور سر بنی یامین بیکر Sir Benjamin baker - اور سر ولیم ارول S. Williamarrol نے بڑی جانفشانی اور دانائی سے بنایا ہی۔ یہ پل فن انجنیری کی عجیب یادگار اور کامیابی کی نشانی ہی۔

شام کو مولوی صاحب اور عبد المجید خاں واپس آئے۔ کہتے ہیں اسقدر شدت کی سردی ہی کہ کبھی ہمکو تجربہ نہیں ہوا۔ اگر لنڈو کو بند کرنے کا خیال نہ ہو جاتا تو کچھ نہ کچھ صدمہ سردی سے ضرور پہنچتا۔

مسٹر ہوس طامس کوک کے اجنٹ لندن سے برمنگھم اپنے گھر چلے گئے تھے آج یہاں حاضر ہو گئے۔ مسٹر ہوس کے والد اور اُن کا تمام خاندان برمنگھم میں رہتے ہیں۔ نہایت متین اور خوش مزاج آدمی ہیں۔ اُن کے سبب سے ہم کو سفر میں بہت راحت ملی۔ سواری۔ باربرداری۔ آدمی اور مکان وغیرہ کوئی ضرورت

کی چیز ایسی نہیں ہی جو ہر شہر اور ملک میں وقت پر مہیا نہ ملتی ہو۔ ہمارے نزدیک مسافر کو روانگی سے پہلے صرف یہی بندوبست کر لینا کافی ہی کہ طامس کوک اینڈ سن کے وسیلے سے سفر کا اہتمام کرے۔ اور اُنہیں کی رائے سے پروگرام بنایا جاے۔

یکم نومبر ۱۸۹۳ء۔ صبح کو ہم ونزر ہوٹل سے سوار ہو کر اسٹیشن پر آئے۔ ساڑھے دس بجے کے بعد ٹرین برمنگھم کو روانہ ہوئی۔ شام کو برمنگھم پہنچے۔ اسٹیشن پر مسٹر ہوس کے والد سے ملاقات ہوئی۔ نہایت متین اور مہذب آدمی ہیں۔ غروب کے بعد گرینڈ ہوٹل میں پہنچے۔ ہمارے واسطے وہی کمرے طیار کیے گئے ہیں جن میں دو برس قبل ہز ہائنس مہاراجہ گائیکوار بڑودہ ٹھیرے تھے۔ یہاں اڈنبرگ کی نسبت سردی کم ہی۔

۲۔ نومبر۔ صبح کو کھانے کے بعد فائر انجن (آگ بجھانے کا آلہ) وغیرہ کارخانجات دیکھنے کو گئے۔ مسٹر ہوس کے والد ہمارے ساتھ ہیں اور ہر چیز دکھانے میں رہبری کرتے ہیں۔

فائر بریگیڈ کے سپرنٹنڈنٹ نے تمام عمارات اور اسباب دکھایا۔ مکان کے صحن میں چند فائر پمپ اور تین سیڑھیاں جو دو دو پہیوں کی گاڑی پر لگی ہوئی ہیں موجود ہیں جہاں آگ لگے فوراً لے جا سکتے ہیں۔ سیڑھیاں پیچ پھرانے سے بلند ہوتی ہیں۔ بڑا زینہ ستر فیٹ تک بلند عمارت پر پہنچ سکتا ہی۔ یہ زینے اس غرض سے ہیں

کہ جب کسی عمارت میں آگ لگ کر اُسکے دروازے اور زینے بھی جل اُٹھتے ہیں اور کسی طرف سے بچنے کا راستہ باقی نہیں رہتا تو اُسوقت مکان کی کھڑکیوں اور چھتوں پر سیڑھیاں لگاکر فائر بریگیڈ کے سپاہی - سوختہ - نیم سوختہ اور سالم آدمیوں کو اپنی پشت پر لاد کر اُتار لاتے ہیں - اِس گاڑی میں جس پر زینہ لگا ہوا ہی ایک صندوق میں زخمیوں اور جلے ہوؤں کے واسطے مرہم پٹی کا سامان اور دوا رہتی ہی کہ وقت پر ڈاکٹر کو تلاش کرنا نہ پڑے - اندر کی بارک میں فائر پمپ کی آٹھ گاڑیاں - اور نہایت عمدہ - شائستہ چھہ گھوڑے کھڑے ہیں - ضرورت کے وقت گھوڑوں پر صرف گردن کا حلقہ ہی ڈالنا ہوتا ہی - جوت اور ساز وغیرہ اپنے محل پر گاڑیوں میں لگا ہوا ہی - اوپر کے درجے میں سپاہیوں کی قدیم و جدید وردیاں اور ہتھیار رکھے ہیں اِن میں ۱۶۵۹ء تک کی وردیاں - پُرانے ہتھیار اور خود نما ٹوپیاں وغیرہ سامان ہی جس سے پہلے زمانے کی طرز اور حال کی ترقی و ایجاد پر قیاس کر سکتے ہیں - اوپر کی منزل پر سپاہی رہتے ہیں - افسر کے کمرے سے سپاہیوں کے کمرے تک برقی گھنٹیاں لگی ہوئی ہیں - خبر دیتے ہی سپاہی فوراً اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں - بیمار سپاہی علیحدہ کمرے میں رہتے ہیں اور اِس لئیے کہ اُن کو گھنٹے کی آواز سے تکلیف نہ پہنچے اُنکے قریب کے گھنٹے پر لکڑی کا ٹکڑا لگا دیا ہی کہ برقی اثر لکڑی سے رُک جائے اور گھنٹے تک نہ پہنچے - غرضکہ تمام اسباب و آلات کی سیر کے بعد سپرنٹنڈنٹ نے آلارم کی گھنٹی بجائی - دفعۃً آواز

سنتے ہی سپاہی آمادہ ہو گئے۔ گھوڑے گاڑیوں میں جُت کر گاڑیاں اور زینے اپنے اپنے محل پر آ کر گاڑیاں روانہ ہو گئیں۔ سب کام اٹھارہ سکنڈ میں ہو گیا اور ایک عمارت کو آگ سے جلتا ہوا فرض کر کے اُس پر پانی چھڑکنا شروع کیا۔ پندرہ گز بلندی تک دھار جاتی تھی۔ ضرورت ہو تو زیادہ بلندی پر بھی جا سکتی ہی۔ چند سپاہی چھت کے اوپر جا کر بیٹھ گئے۔ گویا مکان میں آگ سے محصور ہیں۔ دوسرے سپاہی زینہ لگا کر اوپر چڑھے ایک سپاہی نے ایک آدمی کو پشت پر اسطرح لاد لیا کہ اُس کا ایک ہاتھ داہنی طرف اپنی گردن کے اوپر سے نکال کر سینے کے آگے بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور ایک پانو بائیں بغل میں دبا لیا اور سیدھے ہاتھ سے زینے کو پکڑ کر زمین پر اُتر آیا۔ بعض آدمی جو زخمی اور جلے ہوؤں کی طرح بے حس و حرکت مکان کے اوپر پڑے تھے اُن کو کمل کی گٹھری میں باندھکر اُسی طرح کمر پر لادا اور ایک ہاتھ اور بغل سے گٹھری کو سنبھالے ہوئے زمین پر لے آیا۔ یہ زینے تہ دار ہیں۔ پیچ پھرانے سے پہلے ایک بلند ہو جاتا ہی۔ پھر اُسکی دوسری اور تیسری تہ آگے بڑھ جاتی ہی۔ اِسی طرح جہاں تک چاہیں بڑھا سکتے ہیں نہایت عمدہ اور مفید کارخانہ ہی۔

C.Kynoch and co

اِسکے بعد ہم **سی کینگ کمپنی** Ammunition Manufactory کے کارخانے میں گئے۔ یہاں توپ اور بندوق کے کارتوس بنائے جاتے ہیں۔ کارخانے کے منیجر نے ایک ایک چیز کو تفصیل کے ساتھ دکھایا۔ اوّل اُس کل کے قریب گئے جو توپ کے کارتوس بنا رہی تھی

پیتل کے دبیز تختے سے کارتوس بناے جاتے ہیں- پہلے ہاون دستے کے مثل بہت موٹا خول طیّار ہوتا ہی- پھر اُسکو ایک ایسی کل میں رکھتے ہیں جسمیں کارتوس کے ظرف کی برابر لوہے کا بیلن لگا ہوا ہی- بیلن کے دونوں سروں پر دو کارتوس چڑہا دیتے ہیں- بیلن کے وسط میں پچکاری کی نَلی کی طرح ایک خول چڑہا ہوا ہی جو جنتری کا کام دیتا ہی- یہ بیلن کارتوسوں کو لیکر انجن کی قوت سے جنتری کے اندر جاتا ہی- جنتری ایک منٹ میں کارتوس کو دباکر طول میں کھینچ بڑہا دیتی ہی اور صفائی بھی ہو جاتا ہی- پھر اُس کو دوسری جگہ لے جاکر خراد کرتے ہیں اور ایک کل صرف اسی کام کی ہی کہ ان کارتوسوں کے مُنہ تنگ کر دیتی ہی- اِن میں سے ہر ایک کارتوس تئیس ۲۳ انچ لمبا اور چھ انچ چوڑا یعنی اٹھارہ ۱۸ انچ گول ہی- مختلف قسم کی توپوں اور بندوقوں کے چھوٹے کارتوس بھی علیحدہ مشینوں پر بن رہے ہیں- بندوق یا پستول کے واسطے جو کارتوس اسوقت کارخانے میں موجود ہیں اُن میں سب سے چھوٹا ایک انچ لمبا ہی- اِس کے سوا مختلف پیمانے کے شیل کے گولوں کو عورتیں خراد پر چڑہا کر سیاہ روغن کر رہی ہیں-

توپ کے کارتوسوں کو چوک (منہ تنگ) کرنے کے واسطے دس ۱۰ بارہ ۱۲ من کا ہتوڑا ہی اُسکے نیچے کارتوس کے قدبرابر سندان میں خانہ بنا ہوا ہی- کارتوس کو سانچے پر چڑہا کر ہتوڑے کے نیچے رکھتے ہیں اور ایک آدمی کے اشارے سے ہتوڑا اُٹھ کر کارتوس پر لگتا ہی- اور پیمانے کے موافق درست ہو جاتا ہی- پھر کارتوس تیزاب سے اُجالے جاتے ہیں- کارتوس میں ٹوپی کا سوراخ بنانے کے واسطے نہایت خوش نما اور عجیب کل

ہے۔ ایک عورت کل کے سطح پر برابر برابر کارتوس بچھاتی جاتی ہے۔ اُسکے قریب ایک آلہ طوطے کی چونچ کے مثل لگا ہوا ہے۔ ایک ایک کارتوس کو آہستہ سے چونچ میں اُٹھا کر ایک سوراخ میں رکھدیتا ہے جسکے اندر سے سُمبہ نکل کر کارتوس میں سوراخ کردیتا ہے اور کارتوس خود بخود نیچے گر جاتا ہے۔ کارتوس میں ٹوپی اسطرح لگائی جاتی ہے کہ ایک گول تختے کے دور میں کارتوس سما جانے کے قابل سوراخ ہیں۔ تختہ کل کے وسیلے سے گردش میں رہتا ہے۔ آمنے سامنے دو عورتیں بیٹھی ہیں۔ ایک سوراخ میں کارتوس رکھتی جاتی ہے۔ جب تختہ پھرتا ہوا دوسری کے سامنے پُہنچتا ہے وہ کارتوس کے سوراخ میں ٹوپی رکھدیتی ہے۔ اور اسی گردش میں دب کر ٹوپی چست ہو جاتی ہے۔ کارتوس بھی تختے سے نکل جاتا ہے اور خانہ خالی ہو کر پھر کارتوس رکھنے والی کے سامنے سے گزرتا ہے۔

کارتوسوں میں باروت بھرنے کا کارخانہ علیحدہ ہے۔ دروازے پر دیا سلائی وغیرہ اور بوٹ اِس لیئے کہ اُسکے نیچے لوہے کی کیلیں ہوتی ہیں اور رگڑ سے آگ نکلنے کا اندیشہ ہے جسم سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ مکان کے اندر بہت بڑا صحن ہے اُس میں ایک دوسرے سے علیحدہ بیس۲ بیس گز فاصلے پر لکڑی کے مکان بنے ہوے ہیں اور ہر مکان کے دور میں ڈ۲ ڈھائی فیٹ چوڑی نہر جاری ہے۔ ہر مکان میں ایک عورت کام کرتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے آگ لگ جاے تو ایک ہی جان ضائع ہو۔ اور ایک گھر اُڑ جائے۔ کارتوس بھرنے والی عورت کے سامنے تختوں پر جن میں کارتوس کے

پیمانے کے موافق خانے بنے ہوئے ہیں کارتوس رکھّے ہیں اور سامنے کی دیوار میں ربر کی ایک نَے لگی ہوئی ہی جس میں باہر کی طرف سے باروت آتی ہی۔ نَے کے مُنہ پر چھرّے دان کے مثل ایک کھٹکے دار مہرہ لگا ہوا ہی۔ نَے کو کارتوسوں کے اوپر لے جا کر کمانی دبانے سے ایک ایک کارتوس میں باروت بھر جاتی ہی۔ بعض کارتوسوں میں بغیر دھوئیں کی باروت بھری جا رہی ہی۔ یہ باروت سپید بھورے رنگ کی چھوٹی چھوٹی ٹکلیاں بنی ہوئی ہیں۔ آگ پر ڈالنے سے دھواں نہیں نکلتا۔

پھر یہاں سے دوسری جگہ کارتوس لے جاتے ہیں اور مشین کے ذریعے سے اُن میں گولیاں لگائی جاتی ہیں۔ گولیاں بنانے کے واسطے علیحدہ مکان ہی۔ تین چار گز فاصلے سے ڈھائی تین گز بلند دو چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ بیچ میں نیچے زمین ہی۔ ایک چبوترے پر گول حوض میں (جو ناند کی شکل ہی) سیسہ پگھلایا جاتا ہی اور نیچے نیچے سوراخ کے راستے سے دوسرے چبوترے پر آتا ہی۔ اِس قدر مسافت طی کرنے میں سیسہ ٹھنڈا ہو کر دوسری طرف تار بنکر نکلتا ہی۔ تار کو دو آدمی تارکشی کے چرخ پر لگا کر لپیٹتے جاتے ہیں۔ پھر یہ تار دوسرے کارخانے میں جاتا ہی۔ جہاں ایک مشین سے گولی کے برابر لمبے لمبے ٹکڑے کٹ جاتے ہیں اُس کے برابر ہی ایک مشین اور لگی ہی جو گولی کی نوک کو بیضوی اور پچھلے حصّے کو کسی قدر مجوف کر دیتی ہی۔

اس تمام مفصل سیر کے بعد مینیجر نے ہمکو کارخانے سے باہر ایک مکان میں

لے جاکر نشانے پر گولیاں لگانے کی مشق دکھائی۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں گول میز بچھی تھی۔ میز پر چڑھنے کو زینہ لگا ہوا تھا اور میز کے قریب پنجرے میں چھوٹا سا پشم دار سیاہ کُتّا بند تھا۔ کُتّا پنجرے سے نکالا گیا اور ایک شخص نے جو وہاں حاضر تھا کُتّے کو اشارہ کیا۔ کُتّا زینے کے راستے سے میز پر گیا اور دونوں ہاتھ خرگوش کی طرح سینے سے لگا کر پائوں پر بیٹھ گیا۔ کُتّے کے سر پر ایک کلغی دار ٹوپی پہنا دی گئی۔ کلغی کی نوک پر روپے برابر لکڑی کی سیاہ ٹکلی لگی ہوئی تھی در اُسی شخص نے جسکے حکم پر کُتّا چلتا تھا پانچ گز کے فاصلے پر کھڑے ہو کر بندوق سے ٹکلی اُڑا دی۔ ٹکلی جدا ہوتے ہی کلغی کی پانچ شاخیں کھُل کر مور کی دُم یا چینیا پنکھے کے مثل سر پر پھیل گئیں۔ ہر ایک شاخ پر بھی اُسی طرح کے گول ٹکڑے لگے ہوئے تھے وہ بھی ایک ایک کر کے گولی سے اُڑا دیے گئے۔ کُتّا اُسی طرح آرام سے بیٹھا رہا۔

اِس کے بعد کُتّے کے سر پر آڑا کاغذ اس طرح کہ دھار سامنے رہے لگایا اور گولی کاغذ کی دھار پر مار کر کاغذ اِس طرح تراش دیا جس طرح چاقو سے تراشتے ہیں۔ پوسٹ کارڈ برابر کاغذ تھا جس میں سے صرف ایک انچ کے قریب جُڑا رہ گیا۔ انتہا درجے کی مشق ہے۔

اُسی مکان کے صحن میں ایک برنجی نال کی بندوق اور ایک برنجی توپ چرخ پر نصب تھی۔ توپ کی نال بھی زنبورک سے زیادہ موٹی نہ تھی۔ بندوق میں ایک ساتھ بیس کارتوس پیچھے کی طرف سے بھر کر پیچ کو بند کر دیا۔ پہلو میں ایک دستہ لگا تھا

ہمنے اپنے ہاتھ سے دستے کو پھرایا۔ چند سکنڈ میں بیسوں کارتوس فیر ہو گئے اور گولیاں چند گز فاصلے پر خاک کے تودے میں لگیں۔ عجلت اور تاخیر چلانیوالے کے اختیار میں ہی جس قدر جلد دستے کو گردش دی جاے گی اُتنی ہی جلد گولیاں چل جائیں گی۔ توپ کے قریب بھی ایک بکس میں کارتوسوں کا ذخیرہ بند ہی۔ دستہ پھرانے سے چند منٹ میں صدہا فیر ہو سکتے ہیں۔ پندرہ بیس فیر اُسکے بھی ہمنے کئے۔ نہایت عجیب اسباب ہی۔ اگر اس قسم کی چند توپیں برابر لگی ہوں تو چند آدمی ایک پلٹن کے حملے کو روک سکتے ہیں۔ یہ سب سامان ہمارے دکھانے کے واسطے مہیا کیا ہی۔

اِس کارخانے کی سیر دیکھنے کے بعد ہم **برمنگھم سمال ارمس انڈ میٹل ورک کمپنی** Birminghamsmal arms and Metal Work Company کے بندوق سازی کے کارخانے میں گئے نہایت مفصل اور عالیشان عمارت ہی۔ کارخانے کے افسر اور کارکن دروازے تک آکر نہایت تواضع اور مدارات کے ساتھ ہم کو لے گئے۔ اوّل بندوق کی نال بنانے کا طریقہ دکھایا۔

نال اسطرح بنائی جاتی ہی کہ لوہے کے ٹھونس گز کو گرم کرنے کے بعد ایسے پریس کے نیچے رکھتے ہیں جسکی سندان میں بھی نال کا اندازہ کھُدا ہوا ہی اور اوپر کے حصّے میں بھی پریس کا بالائی حصّہ دخانی انجن کے زور سے اوپر بڑھ کر گرم لوہے

پر گرتا ہی اور نال کے انداز پر ایک ٹکڑا ٹھپّہ ہوجاتا ہی پھر اُس ڈول کو ایک مشینری خراد پر سڈول اور صاف کیا جاتا ہی- اِسکے بعد ایک اور مشین ہی جس میں ایک ساتھ پانچ نالیں لگاکر سب میں سوراخ کیا جاتا ہی اور ایک گھنٹہ بیس۲۰ منٹ میں ٹھوس نال خالی ہوجاتی ہی پھر ایک اور کل پرے جاکر نال کے اندر اسقدر صفائی سے خار کاٹے جاتے ہیں کہ خار کی نالی کا لوہا بُرادہ ہوکر نہیں نکلتا بلکہ گھڑی کی اسپرنگ کے مثل سالم ہی نکل آتا ہی-

سنگین کے دستے بھی اسیطرح پریس کے نیچے گرم لوہے کو رکھکر انداز کے موافق ٹھپّہ ہوجاتے ہیں- صفائی وغیرہ بعد کو ہوتی ہی-

بریچ لوڈر بندوق کا پچھلا حصّہ یعنی باڈی اسطرح بناتے ہیں کہ دو۲ تین۳ گز لمبے لوہے کو گرم کرکے پریس کے نیچے رکھتے ہیں- پریس اوپر اُٹھ کر گرتا ہی اور ایک یا دو۲ ضرب میں باڈی کا ڈول کٹ کر جدا ہوجاتا ہی- پھر اُسکو خانے کاٹنے- سوراخ کرنے اور درستی کے واسطے غیر مقرر کلوں پرے جاتے ہیں- ایک سو پچاس۱۵۰ کلیں برابر برابر چل رہی ہیں- ہر ایک مشین پر ایک آدمی بیٹھ کر کام کرتا ہی اور باڈی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتی ہی مثلاً ایک مشین پر صاف کرلی گئی- دوسری پر کندے اور نال کے موافق کھانچے کاٹے گئے- کسی پر سوراخ ہوئے غرض آخر تک پہنچکر بہمہ وجوہ طیّار ہوجاتی ہی-

بندوق کے کُندے اسطرح بنتے ہیں کہ پہلے اندازے کے موافق مشین پر

لکڑی کے ٹکڑے کاٹ لیئے جاتے ہیں پھر اُن ٹکڑوں کو ایسی مشین پر لگاتے ہیں جسمیں ایک طرف لوہے کا بنا ہوا کُندہ نمونے کے طور لگا ہوا ہی اور ایک ایسا رندہ لوہے کے نمونے کے نیچے لگا ہی جسمیں دھار نہیں ہی اور اُس سے جڑا ہوا دوسرا دھاردار رندہ لکڑی کے پہلو میں ہی۔ اصل و نقل دونوں کندے برابر پھرتے ہیں اور لکڑی کا کُندہ خراد ہو کر نمونے کے مثل طیار ہو جاتا ہی۔ رندے کو ہاتھ سے جا بجا سرکانا پڑتا ہی۔ خراد ہو جانے کے بعد کُندے کو اَور کل پر لے جاتے ہیں جہاں چانپ کا خانہ۔ پیچوں کے سوراخ اور نال بٹھانے کی جگہ بنائی جاتی ہی۔ اُس میں بھی اُسی قسم کے رندے ہیں۔

جنکا پہلے ذکر کیا گیا۔ یعنی مشین پر ایک لوہے کا خانہ چانپ کے خانے کے مثل بنا ہوا ہی اور اُسمیں بے دھار اور نوک کا برمہ اوپر کی طرف سے جُھکا ہوا ہی۔ بیچ میں ترازو کے مثل ڈنڈی ہی۔ دوسری طرف نوکدار برمہ ہی۔ جسقدر لکڑی کے حصّے پر دھار والے برمے کو ہاتھ سے گردش دیں گے اُسی قدر خانہ کٹ جائے گا اور بے دھار والا برمہ نمونے کے خانے میں جو لوہے پر بنا ہوا ہی پھرتا رہے گا۔ جسطرح وہ اُسکی حد سے باہر نہیں نکل سکتا اِسی طرح یہ دھار لکڑی میں بال بھر زیادہ نہیں کاٹ سکتی۔ یہی حالت سوراخوں کی ہی۔

ایک اور کل پر نال کے خار اسطرح صاف اور درست کیئے جاتے ہیں کہ ایک لوہے کا گز جسکے مُنہ پر فولادی رندہ لگا ہوا ہی ایک مشین کی قوت سے نال کے

اندر بھر جاتا ہی اور اس قدر جلد خار کو گہرا اور صاف کر دیتا ہی کہ عقل حیران ہوتی ہی۔ صرف ایک پتر کٹ کر اندر سے نکل آتا ہی۔

چانپ کے پرزے اور باریک کام علیحدہ ہوتا ہی۔ صدہا کلیں برقی قوت سے چلتی ہیں اور ہر ایک پر ایک آدمی کام کرتا ہی۔ چھوٹے پرزے زیادہ وقت سے طیّار ہوتے ہیں۔

مینیجر نے ایک قسم کے میگزین رائیفل (ایک ساتھ چند کارتوس رکھ لینے کی بندوق) جو فوج کے واسطے تازہ ایجاد ہو کر بن رہے ہیں۔ دکھائے۔ نہایت عجیب اور کار آمد ہتیار ہی۔ کُندے میں خزانہ ہی جسمیں دس کارتوس ایک دفعہ سما جاتے ہیں اور بولٹ Bolt کھینچنے پر ایک ایک فیر ہو جاتا ہی خالی کارتوس خود بخود نکل کر اُسکی جگہ دوسرا نال میں آجاتا ہی۔ زیادہ عجیب بات یہ ہی کہ دو ہزار آٹھ سو ۲۸۰۰ گز فاصلے تک مارتی ہی۔ اور صرف پونے پانچ سیر وزن ہی۔ اِس رائفل کی گولی ایک فٹ موٹے درخت سے پار ہو سکتی ہی اور اگر سال کی لکڑی کے تختے برابر برابر رکھے جائیں تو پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ تختے توڑ دیتی ہی۔

ہمنے جو کچھ لکھا ہی امتحان و آزمایش کے بعد لکھا ہی۔

پروف ورک
PROF WORK

سنہ ۱۹۱۳ع میں پارلیمنٹ کے حکم سے پروف ورک اِس لیئے قائم ہوا ہی کہ جسقدر

بندوق کی نالیں انگلنڈ میں بنائی جاتی ہیں اُنکی مضبوطی اعتبار کے قابل کی جاے ہر کارخانے کی بنی ہوئی نال کو اوّل یہاں امتحان کرلیا جاے کہ بندوق چلانے کے وقت نال وغیرہ پھٹ جانے سے انسان ہلاک اور زخمی نہو۔ اگر پروف درک سے پاس ہو جاے تو کام میں لائیں ورنہ خارج کردیں۔ اِس کارخانے کا ماسٹر مسٹر سیمیول ٹی الفرٹ Samul T. allfort نہایت خلیق اور ذی ہوش آدمی ہی مکان کے دروازے پر ہمارا منتظر تھا اندر لے گیا کارخانے کے صحن اور عمارت میں ہزاروں نالوں کا انبار لگا ہوا ہی امتحان اسطرح کرتے ہیں کہ بندوق کی نال کو ساڑہے ۷½ سات ڈرام (۳۰ ماشہ یا ڈھائی تولہ) باروت سے بھر کر ڈاٹ لگاتے ہیں باروت ڈالنے والا آدمی علیحدہ ہی جو پیمانے سے ناپ کر نال میں باروت ڈالتا ہی۔ پھر دوسرے آدمی کو ڈاٹ لگانے کو دیدیتا ہی اور اِس لئے کہ ڈاٹ ٹھوکنے میں آگ لے کر بندوق چل جاے اور نال پھٹ جانے سے انسان کو ضرر نہ پہُنچے گز بھر کے قریب چوڑے تختے کی ایک اوٹ ہی اِسطرف آدمی کھڑا ہوتا ہی اور اُسطرف لکڑی کا گز لگا ہوا ہی جسکا دستہ کمانی کے طور پر تختے کی درز میں سے آدمی کیطرف نکلا ہوا ہی نال، رکھنے کے واسطے بھی گرفت ہی تختے کی آڑ سے آدمی ڈاٹ کو گز سے ٹھوک دیتا ہی آپ اوٹ کے پردے میں رہتا ہی پھر بھری ہوئی نالوں کو ایک لوہے کے کمرے میں برابر برابر رکھدیتے ہیں بجاے ٹوپی کے برقی تار سب نالوں کے ساتھ متعلق ہی کمرے کو ہر طرف سے بند کردیتے ہیں اور باہر سے ایک دستہ دبانے

سے برقی تار سب میں آگ پہنچا کر فیر کر دیتا ہی مکان کی دیواریں اور چھت بھی لوہے کے دبیز تختوں سے بنی ہوئی ہی اُسکو کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچتا دھواں نکل جانے کے واسطے چھت میں سوراخ ہیں جسقدر نالیں کمزور ہوتی ہیں وہ پھٹ جاتی ہیں چنانچہ ماسٹر نے ایک سو سترہ نالیں آہنی کوٹھری میں رکھ کر اوّل ہمکو دکھائیں پھر دروازے بند کر دیے اور فیر کرنے کا دستہ جسمیں ایک رسی بندھی ہوئی تھی پیش کیا ہم نے اپنے ہاتھ سے دستے کو کھینچا اشارہ کرتے ہی ایک ۱۱۷ سو سترہ نالیں ایک آواز سے فیر ہو گئیں چند منٹ کے بعد جب دھواں نکل گیا تو کوٹھری کو کھولا بعض نالیں پھٹ گئیں بعض اسقدر ٹیڑہی ہو گئیں کہ پہچان نہیں سکتے تھے کہ کبھی یہ نال کی شکل پر ہو گی۔ سب ملا کر شاید دس بارہ نالیں خراب ہوئی ہونگی۔ بندوق کا تیز زیادہ سے زیادہ ساڑہے تین ۳½ ڈرام (۱۳ ماشہ) باروت ہی مگر یہاں دو چند سے بھی زیادہ مقدار بھر کر آزمائش ہوتی ہی کہ کسی طرح اندیشہ باقی نہ رہے اور محض اِسی آزمائش پر اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جو نال باروت کے زور کو اُٹھا لیتی ہی اُسکو مکرر ایک مشین کے ذریعے سے اسطرح آزمایا جاتا ہی کہ نال میں پانی بھر کر ایک مشین پر قائم کرتے ہیں اور مہرے کیطرف سے ایک گز نال کے اندر جا کر پانی کو دباتا ہی گز کی نوک پر ایسی مضبوط ڈاٹ لگی ہوئی ہی کہ سوئی کی نوک برابر بھی پانی کو باہر نہیں آنے دیتی نال میں کیسا ہی باریک سوراخ ہو مگر پانی پھوٹ نکلتا ہی اِس آزمائش میں پورا اُترنے کے بعد ماسٹر اعتبار کے قابل ہونے کی سند دیتا ہی یہ پانی سے آزمانے کی مشین مسٹر سیمول الفرٹ کی ایجاد ہی تمام

انگلینڈ میں اِس قسم کے صرف دو کارخانے ہیں- ایک یہ جسکا ہمنے ذکر کیا اور دوسرا لندن میں ہی-

پروف ورک کی سند یافتہ نال گو وہ کسی کارخانے کی بنی ہوئی ہو اگر خریدنیوالے کے ہاتھ میں پھٹ جاتی ہی تو وہ اِس کارخانے کو واپس کر دیتے ہیں اور پروف ورک کے افسر کو مفت میں مرمت کرنا یا نال بدل دینا ہوتی ہی مسٹر سیمول نے چند ٹوٹی ہوئی واپس شدہ نالیں ہمکو بھی دکھائیں اِنمیں سے بعض ہندوستان سے مرمت ہونے کو شکایت کے ساتھ پھیری گئی ہیں-

باروت کی قوت آزمانے کے واسطے بھی زنبورک کے مثل ایک توپ ہی یہ توپ دو پہیوں کے چرخ پر قائم ہی- دیدبان کی جگہ توپ میں ایک سوراخ ہی- سوراخ کے اندر پیچدار ڈاٹ لگی ہوئی ہی- معمولی طور پر اندر باروت بھرتے ہیں اور سوراخ میں لوہے کی کیل رکھ کر ڈاٹ کا پیچ کس دیتے ہیں- فیر کرنے سے کیل دب کر ایک ٹکیہ بنجاتی ہی اسی زنبورک کے پہلو میں ایک پہیہ بھی ہی اُسمیں نمبر لکھے ہوئے ہیں اِدہر کیل چپٹی ہوگئی اُدہر پہیہ باروت کی قوت کے موافق چند نمبر ہٹ گیا- اِس امتحان سے باروت کے زور کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہی- نہایت مفید کام ہی مفصل طور پر دیکھنے کے بعد ہم ہوٹل میں واپس آئے-

پِن ورک

غروب کے بعد پِن ورک (گھنڈی دار سوئی) کے کارخانے میں گئے جہاں پتیل

اور لوہے کی پن اور چھوٹی کیلیں بنائی جاتی ہیں - اوّل لوہے یا پیتل کا تار کھینچ کر برقی کل کے ذریعے سے صاف کرتے ہیں اُسکے بعد تار کو تار کشی کے چکر پر چڑہا کر ایک مشین کے اوپر لگاتے ہیں مشین بجلی کی قوت سے حرکت کرتی ہی - ایک طرف سے تار گھُل کر اندر کی طرف کھنچتا جاتا ہی دوسری طرف پنیں بن کر نکلتی ہیں اُسی حالت میں جب مشین سے باہر گرنے کو پن کی نوک نکلتی ہی فوراً سوہن ہو کر نوک تیز ہو جاتی ہی - اِسی طرح ایک دوسری کل پر ایک انچھ یا آدھے انچھ لوہے کا بتر ایک سوراخ میں لگا دیتے ہیں دوسری طرف نوک اور گھُنڈی بنی بنائی کیلوں کا منہ برستا ہی ایک ایک عورت دو دو کلوں کی نگرانی کرتی ہی - کارخانے کے بالائی درجوں میں بنڈل باندھنا - پن کو کاغذ پر لگانا اور وزن کرنا وغیرہ بالائی کام ہوتے ہیں -

کاغذ پر پن لگانے کے واسطے بھی ایک کل ہی - ایک عورت سامنے بیٹھکر کاغذ کا ورق کل کے مُنہ میں لگا کر دستے کو پھراتی ہی - کاغذ میں شکنیں بھی ہو جاتی ہیں اور جس طرح کاغذ پر پنیں لگی ہوئی دیکھتے ہو کئی درجن ایک ساتھ کاغذ میں چبھ جاتی ہیں - اِس مشین کے پشت کی طرف پرنالے کے مثل ٹین کا ایک پیالہ لگا ہوا ہی اُس میں پنیں بھر دیجاتی ہیں - اور کل کی ایک حرکت میں ضرورت کے موافق پنیں کاغذ تک پہنچ جاتی ہیں -

اِس کارخانے کے مالک کا نام **طامس فپسن انڈ سن**
Thomis fhipson and son ہی -

آٹھ بجے شب کو ہوٹل میں واپس آئے -

گلاس ورک

۴ - نومبر - صبح کو کھانیکے بعد اوّل گلاس ورک دیکھنے کو گئے یہاں لیمپ - فانوس - جھاڑ کے پرزے - اور ہانڈیاں وغیرہ ہر قسم کا سامان بنایا جاتا ہی - نہایت مفصل اور عمدہ کارخانہ ہی - کام تو اُسی طرح ہوتا ہی جسطرح ہندوستانی شیشہ گر شیشہ بناتے ہیں مگر اسقدر فرق ہی کہ اُنکی بھٹیاں جھونپڑیوں میں ہوتی ہیں - یہ عالیشان عمارت ہی - وہاں چھوٹی چھوٹی بھٹیاں ہوتی ہیں - یہاں بہت بڑی اور خوبصورت ہیں - گلاس کا مادہ ایک قسم کی ریت سے بنایا جاتا ہی - اگرچہ ریگ اور جگہ بھی میسر ہوتا ہی مگر بہت عمدہ اور اعلیٰ قسم کا فرنچ میں ملتا ہی - وہاں سے خرید کر کام میں لاتے ہیں - کارخانے کے مہتمم نے ہمکو گودام میں لے جاکر ریت اور اُسمیں ملانے کا مصالحہ دکھایا دریا کی ریتی کے مثل موٹا ریت ہی جسمیں صرف سیندور - پوٹاش - اور شورہ ملاکر تین۳ دفعہ بھٹی میں گلانے سے بلور کے مثل صاف اور چمکدار شیشہ بن جاتا ہی - اگر رنگین کرنا چاہتے ہیں تو صاف شدہ بلور میں ضرورت کے موافق بعض فلزات کی اوکسائیڈ ملاکر سرخ - یاقوتی - زمردی - نیلا اور زرد وغیرہ رنگ بنا لیتے ہیں - رنگین نمونے بھی ایک میز پر رکھے ہیں - اصل مادہ دیکھنے اور سمجھنے کے بعد ہم بھٹیوں کے قریب گئے بڑے کمرے کے وسط میں گول مینار کے مثل بیس۲۰ پچیس۲۵ گز دور میں بھٹی ہی - اُسکے اندر کئی من شیشے کی گنجایش کے قابل ظرف ہی جسمیں کانچ پگھلا ہوا طیار رہتا ہی

ایرانی تنور کے مثل بھٹی میں ہر طرف کو مُنہ بنے ہوئے ہیں اور کانچ کا ظرف سامنے نظر آرہا ہی - ہر ایک مُنہ کے قریب تک کانچ پگھلانے کے ظرف میں نالیاں ہیں کہ پگھلا ہوا شیشہ کاریگر سے قریب ہے - انجن کے ذریعے سے آگ جلتی ہی - کاریگر لوگ لوہے کی نَے پر قدرے پگھلا ہوا کانچ اُٹھاکر اوّل پھونک سے بڑہاتے ہیں پھر لوہے کی میز پر ہموار اور خواہش کے موافق درست کر لیتے ہیں - دستہ یا ٹونٹی علیحدہ بناکر لگا دیتے ہیں - چونکہ کانچ دیر تک موم کی مثل نرم رہتا ہی دستہ وغیرہ فوراً وصل ہو جاتا ہی - اگر کام ختم ہونے سے پہلے کانچ ٹھنڈا ہو جاتا ہی تو بھٹی میں لے جاکر سینکنے سے نرم کر لیتے ہیں - اوّل ہمارے سامنے پانچ چھ ماشے شیشے کا ایک حباب بنایا اور پھونک سے اسقدر بڑھایا کہ باریک سے باریک کاغذ کی نسبت بھی شاید چوتھا یا پانچواں حصّہ کم ہوگا پھر ایک دستہ دار جگ - چند وین گلاس اور سرپوش وغیرہ بنائے طیّاری کے بعد ظرف ٹھنڈی ہوا میں رکھتے ہی ٹوٹ جاتا ہی - اس لیئے چھتے کے مثل ایک لمبا دالان ہی - دالان سے بڑے ہال کے طرف جسمیں بھٹی ہی صرف ایک کھڑکی اور دوسری طرف بڑا دروازہ ہی - اُسکے اندر دالان کے سطح کے برابر لوہے کی ایک میز ہی اور یہ مکان بھی اُسی گرمی کے وسیلے سے جو شیشے کو پگھلاتی ہی گرم رہتا ہی - تازہ بنے ہوئے ظروف کو ٹین کے تختوں پر چن کر گرم دالان میں رکھدیتے ہیں کھڑکی کے قریب زیادہ گرمی ہی - اُس سے آگے بڑھکر بتدریج کم ہوتی گئی ہی یہاں تک کہ دالان کے دوسری طرف جو کھلی ہوئی جگہ ہی بالکل ٹھنڈی ہی - ظروف اِس طرف سے اُس طرف کو

ٹھیرٹھیر کے سرکاتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے روز جب بالکل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو نکال لیئے جاتے ہیں اِس کارخانے میں ہزاروں سانچے اور نمونے لوہے کے بنے ہوئے محفوظ ہیں۔ اُن کو دیکھکر ہر ایک چیز آسانی سے بنا سکتے ہیں۔

ہمنے اِس کارخانے کو نومبر میں جو یہاں خاص سردی کا مہینا ہی دیکھا ہی۔ تاہم اس قدر گرمی ہی کہ اتنی دیر ٹھیرنا مشکل ہو گیا۔ خدا جانے گرمیوں میں یہاں کیا حالت ہوتی ہوگی۔

شیشہ بنانیوالے کاریگروں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہی جو فانوس کی طرح فربہ نہو۔ یا تو یہاں کی تاثیر ہی ایسی ہی کہ آدمی پھول جائے۔ یا اِس کام کے واسطے چھانٹ کر موٹے اور توندیلے آدمی رکھتے ہونگے۔

ٹینجینیر لیمٹڈ ہیڈرالک انجنیرس

Tangyelimited Hydraulic engineers

گلاس ورک دیکھنے کے بعد ہم لوہا ڈھالنے کے کارخانے میں گئے۔ مہتمم کارخانہ نہایت مہذب اور خلیق آدمی ہی۔ عمارت کے دروازے تک آکر ہمکو کارخانے میں لے گیا۔ تمام کلیں پانی کے زور سے چلتی ہیں۔ کارخانے کے بیچ میں لوہا گلانے کے واسطے ایک بڑے کمرے کے مثل اور ہر طرف سے بند بھٹی ہی

چھت کے اوپر ایک سوراخ میں سے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے پھینکے جاتے ہیں- بھٹی کے اندر کمرے کے عرض وطول کی برابر ایک عمیق حوض ہی جسمیں پانی کے مثل رقیق گلا ہوا لوہا جمع رہتا ہی- جس طرف اسباب ڈھالا جاتا ہی اُسی طرف کو گلا ہوا لوہا نکالنے کے واسطے موری ہی- پچیس۲۵ تیس۳۰ گز لمبا اور اسی قدر چوڑا ریلوے اسٹیشن کی طرح سایہ دار مکان ہی- ایک دیوار جسمیں بہت بڑے بڑے در ہیں- چھت سے بہت نیچے مکان کے بیچ میں اور دوسری بھٹی کی طرف بنا کر دونوں دیواروں پر گز بھر چوڑا لوہے کا پل رکھا ہی- یہ پل اس سرے سے اُس سرے تک جسقدر چاہیں کل کے ذریعے سے چل سکتا ہی- پُل میں موٹی موٹی زنجیریں لٹکتی ہیں اُن میں تین۳ فیٹ قطر کا اور قریب چار فیٹ کے گہرا لوہے کا پیپا بندھا ہوا ہی- چھوٹی ہو یا بڑی جو چیز ڈہالنا چاہتے ہیں کارخانے کی زمین پر خشک ریت سے اُسکا سانچہ بنا لیتے ہیں- جب مختلف عددوں کے سانچوں سے تمام مکان بھر جاتا ہی تب پل سے لٹکتے ہوے پیپے کو بھٹی کی موری کے نیچے رکھکر موری کا مُنہ کھول دیتے ہیں- لوہا پانی کے مثل بہ کر پیپے میں بھر جاتا ہی- ہر سانچے کے اوپر پل کو لے جاتے ہیں جسمیں پیپا بھی بندھا ہوا چلا جاتا ہی- پیپے کو خم دے کر سانچے میں لوہا ڈالنے کیواسطے بھی ایک چرخ دار آلہ ہی- ذرا سے اشارے میں پیپا جُھک جاتا ہی اور جسقدر ضرورت ہوتی ہی سانچے میں لوہا بھر دیا جاتا ہی- پھر دوسرے اور تیسرے سانچے میں یہانتک کہ تمام مکان میں پُل پیپے کو لئیے پھرتا ہی- بعض اشیا لوہے کے ریزوں میں مصالحہ دار

مٹی سے نمونہ بنا کر ڈھالی جاتی ہیں۔ زمین پر دو گز اور ڈھائی گز قطر کے پہیوں کو ڈھالنے کے واسطے کئی سانچے بنے ہوے تھے۔ ہمارے سامنے اُن میں پگھلا ہوا لوہا بھرا گیا۔ اِن پہیوں کی موٹائی بھی ایک فیٹ سے کم نہو گی۔ بھٹی کی پشت پر بھی جو بجاے خود ایک مکان ہی اور اُدہر سے لوہا پگھل کر موری کی طرف آتا ہی۔ فٹ بھر مدور ایک سوراخ ہی اُسمیں سے پگھلے ہوئے لوہے کے شرارے پانچ پانچ ۶ چھ چھ گز دور تک اُڑ کر آتشبازی کے انار کے مثل زور سے چھوٹ رہے تھے۔ یہاں سے لوہا پگھل کر دوسرے خانے میں آجاتا ہی یعنی جہاں حوض ہی پگھلے ہوئے مادے کو دیکھنے کے لیے قدآدم بلندی پر ایک گول سوراخ اُس طرف بھی ہی اِس سوراخ کے مُنہ پر بہت دبیز شیشہ لگا ہوا ہی۔ ہمنے بھی جھانک کر دیکھا۔ پورا دوزخ کا نمونہ ہی۔ ہمارے سامنے آدھے گھنٹے تک پیپے سے جا بجا سانچوں میں لوہا ڈالا گیا پانی کے مثل رقیق تھا۔ چھت کے سوراخ پر جہاں سے ٹھنڈا لوہا بھٹی میں پھینکا جاتا ہی ستون کے مثل ایک چمنی ہی۔ دو آدمی اُس طرف سے پیہم لوہا ڈالے جاتے ہیں۔

ہر ایک عدد ٹھنڈا ہو جانے کے بعد خراد پر صاف اور درست کر لیا جاتا ہی۔ بعض چکر جو ڈھلے ہوے رکھے تھے ۴ چار گز قطر اور دَل ۱۲ بارہ گرہ تک موٹے تھے۔

مہتمم نے ایک دستی کل ہمکو دکھائی جسکی قوت سے ایک آدمی سو ڈیڑھ سو من بوجھ اُٹھا سکتا ہی۔ اِس آلے کا طول ۱½ ڈیڑھ فٹ اور انتہا درجے پانچ انچ موٹا ہوگا۔

ساڑھے چار ٹن وزن کے ایک آہنی پرزے کو جو کسی انجن کا ٹکڑا تھا ہمارے ہاتھ سے اُٹھوایا۔ اوّل چھوٹی کل کا سر اُسکے نیچے رکھدیا پھر ایک دستے کو حرکت دینے سے مذکورہ بالا پرزہ بتدریج بلند ہونا شروع ہوا۔ ریلوے لین سے اُترا ہوا پہیہ چڑھانے میں بھی یہی آلہ کام دیتا ہی۔ ضرورت کی حالت میں ایسے دو چار آلے جہاز کے نیچے لگاکر اُٹھا سکتے ہیں۔

سیر کے بعد مہتمم صاحب نے ہمکو اپنے آفس کے کمرے میں لے جاکر چاء کافی اور شیرینی وغیرہ کی مدارات کی۔ ہندوستانی طرز کے موافق ترکی سماوروں میں کافی اور چاء میز پر رکھی تھی۔

پین ورک

قلم بنانے کا کارخانہ

یہ کارخانہ بھی نہایت مفصل اور دلچسپ ہی۔ مختلف کاموں کے واسطے مختلف قسم کی صدہا کلیں برابر برابر لگی ہوئی ہیں اور ہر ایک پر ایک عورت کام کرتی ہی۔ اوّل نب کی دبازت کے موافق ایک برقی مشین پر لوہے کا پتر بیلن سے بیلا جاتا ہی طیّاری کے بعد اسکا عرض دو گرہ ہوتا ہی۔ پھر اس پتر سے ایک کل پر نب کے جسم اور قد برابر جیسی بنانا منظور ہو ٹکڑے کاٹ لیئے جاتے ہیں اور برابر والی مشین پر جسکو ایک عورت دستے سے حرکت دی رہی ہی مولڈر میں لگانے کے قابل گولائی بنتی ہی

پھر تیسری مشین پر شگاف دیا جاتا ہے۔ اور آخر میں کارخانے کا نام نقش ہوتا ہے۔

میگنم بونم بنانے کیواسطے علیحدہ مشین ہے۔ اکثر کلیں ایک پاؤں سے چلائی جاتی ہیں۔ اِس امر کے دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے کہ نہایت نازک اندام عورتیں پہروں ایک پاؤں سے مشین کو حرکت دیئے جاتی ہیں اور دونوں ہاتھ کام میں مصروف رہتے ہیں۔ طیاری کے بعد یہ نبیں دوسری جگہ تیزاب سے اُجالی جاتی ہیں اور ٹین کے پیپوں میں ڈال کر جو آگ پر بیلن کی طرح پھرائے جاتے ہیں سیاہ تاب وغیرہ رنگ کیا جاتا ہے۔

نیچے کی منزل میں لکڑی کے ہولڈر بنتے ہیں۔ اسطرح کہ اوّل مشین پر تختے چیر کر چھ ٦ انگل چوڑے اور ڈیڑھ ١½ دو ٢ گز لمبے ٹکڑے بناتے ہیں۔ پھر یہ تختہ ایک کل کے اندر سے ہولڈر کے انداز کی برابر نشان ہوکر نکلتا ہے۔ ہوبہو کاٹ رائی کے مثل خط پڑ جاتے ہیں۔

اِسکے بعد ایک دوسری کل میں ایک طرف سے تختہ ڈالا جاتا ہے دوسری طرف خراد ہوکر گول نیزہ بنا ہوا وارنش ہوکر نکل آتا ہے۔ یہاں سے اُٹھا کر انداز کے موافق دستے کاٹنے کو ایک ایسی کل پر لے جاتے ہیں جسمیں میز کے سطح پر چرخ دار آری لگی ہوئی ہے۔ میز کے کنارے سے آری تک جس قدر طول ہے وہی ہولڈر کی لمبائی کا پیمانہ ہے۔ ایک عورت چھ ٦ سات نیزے اُٹھا کر ایک طرف کی نوکیں میز کے کنارے سے ملا کر آری کے سامنے سرکا دیتی ہے۔ چشم زدن میں ٹکڑے کٹ جاتے ہیں۔ میز کے

کنارے کو ہٹا کر دور لے جانے یا آری کے قریب لانے سے ہولڈر کا طول گھٹا اور بڑہا سکتے ہیں -

ایک مشین پر ہولڈر کا دُنبالہ باریک کیا جاتا ہی - بعض عمدہ اور بیش قیمت ہولڈروں پر طیاری کے بعد مکرر وارنش کیا جاتا ہی - تانبے اور پیتل کی نبیں بھی اسی طرح بنتی ہیں - بہمہ وجوہ طیار ہو جانے کے بعد بکس اور ڈبیوں میں بھرنے اور کارخانے کے نام کا پرچہ لگانے کیواسطے بھی چالیس ۴۰ کے قریب عورتیں ہیں - دبیز کاغذ کے یکساں ٹکڑے کل سے کاٹ کر اُنکے پاس رکھے جاتے ہیں - نہایت چالاکی اور خوبصورتی سے ایک پیمانے پر کاغذ کے بکس بھی وہی بناتی ہیں اور اُن میں نبیں بھر کر بھر گوند سے بند بھی وہی کرتی ہیں - کارخانے کی منیجر بھی ایک لیڈی ہی - چند قسم کی نبیں اور ہولڈر ایک عمدہ بکس میں رکھکر یادگار کے طور پر ہمکو نذر کیئے - وہاں سے رخصت ہو کر ہم آرٹ مٹل ورک Art metal work یعنی ظروف سازی کے کارخانے میں گئے - یہاں تانبے پیتل وغیرہ کے ظروف اور مختلف چیزیں بنتی ہیں - گلٹ بھی اسی کارخانے میں ہوتا ہی - نہایت عالیشان کارخانہ ہی مہتمم نے اوّل ہمکو رکابیاں - تھالیاں اور سینیاں وغیرہ بنانے کا طریقہ اور کلیں دکھائیں -

پیتل - لوہا یا جرمن سلور سے جو چیز بنانا منظور ہوتا ہی اوّل اُسکے انداز پر مشین سے تختہ کاٹ لیا جاتا ہی - پھر ایک ایسی کل پر جسکے اوپر آٹھ دس ۱۰ من بھاری ھتوڑا اور نیچے رکابی یا تھالی کی ہیئت پر خانہ کھُدی ہوئی سندان ہی - اور ھتوڑے کے مُنہ پر بھی

ظروف کی گہرائی برابر اُسی شکل کا اُبھار ہی- پانچ یا چھ تختے ملا کر سندان کے خانے پر رکھتے ہیں- ہتھوڑا ڈھیکلی کی طرح دو تختوں کے بیچ میں سندان سے دو گز اوپر لٹکتا ہی- ایک آدمی تسمے سے ذرا سا اشارہ کرتا ہی اور ہتھوڑا اپنی جگہ سے کچھ اور بلند ہو کر تختوں پر پڑتا ہی- دو ضرب میں ٹھپّے کی صورت پر ظرف طیّار ہو جاتا ہی-

یہ چھوٹی چھوٹی کلوں پر لیمپ کے مہرے اور اسباب کے پرزے پریس ہو کر خراد پر صاف کیئے جاتے ہیں- صدہا سانچے اور پرزے ہر قسم کے اسباب کے واسطے طیّار ہیں-

تانبے پیتل وغیرہ سے جوف دار تصویریں بنانے کا یہ قاعدہ ہی کہ جو چیز بنانا منظور ہی اُسکی تصویر سامنے رکھکر اوّل مٹّی سے بنے ہوئے ڈھانچ کو لوہے کے قلم سے چھیل کر تصویر کے مثل انسان ہو یا حیوان درست کر لیتے ہیں پھر ہر تصویر کے دو ٹکڑے علیحدہ علیحدہ سانچوں میں بناتے ہیں- طیاری کے بعد دونوں حصے ملانے سے اندر کا جسم خالی رہتا ہی اور تصویر پوری ہو جاتی ہی- اسمیں مال بھی کم صرف ہوتا ہی- تصویر بھی ہلکی اور سُبک رہتی ہی- برخلاف اسکے ٹھونس تصویریں صرف ایک پرزے میں بنائی جاتی ہیں- چرند- پرند اور انسان کی تصویروں کے ہزاروں سانچے بنے بنائے طیار رکھے ہیں- جگ- تھالی- اور سرپوش وغیرہ برتنوں کی قسمیں جسطرح بیان کیا گیا ہی پہلے ٹھپے کے طور پر ایک کل سے بنا کر پھر اُن پر قلم سے نہایت باریک اور خوشنما

نقش ونگار کندہ کرتے ہیں۔ یہ کام مرادآباد کے کام کی نسبت زیادہ باریک اور صاف ہی۔ کشمیر کے بنے ہوئے اسباب سے ملتا جلتا ہی۔ اِس قسم کے مسی اور برنجی اسباب کو جھالنے کا یہ طریقہ ہی کہ ہر ایک کارگاہ پر کاریگر کے سامنے پیچوان کی نی برابر موٹی ربر کی نی لگی ہوئی ہی جس کا آخری حصّہ بجلی کی مشین سے متعلق ہی۔ نی کے مُنہ پر ہو بہو چھرے دان کی مُہرے کے مثل کھٹکے دار مُہنال لگی ہوئی ہی۔ جسطرح چھرے نکالنے کو چھرے دان کے مُہرے کا مُنہ لبلبی دبا کر کھولا جاتا ہی اِسی طرح برقی آگ کا شعلہ لبلبی دبانے پر نی سے باہر نکلتا ہی اور آتشبازی کے انار کی طرح بہت زور سے آٹھ دس گرہ آگے تک بڑھتا ہی۔ نی کے مُنہ پر برنجی مہرے سے ذرا اوپر گاس کی ایک بتی لگی ہوئی ہی۔ اندر اندر اُسکا تعلق بھی نی کے سلسلے سے وابستہ ہی۔ شعلہ نکالنے کے وقت اوّل اُس بتی کو جلا لیتے ہیں اور ظرف پر ٹانکا رکھکر اِس برقی شعلے کو اُس پر ڈالنے سے بہت جلد جھل جاتا ہی۔ نہایت صفائی اور آسانی ہی۔ یہ تمام اسباب طیاری کے بعد چاندی سونے کا ملمع ہو کر فروخت کے واسطے دُکان پر رکھا جاتا ہی۔ دُکان کے واسطے کارخانے کے اوپر کی منزل پر بہت شاندار عمارت ہی۔ ملمع کے واسطے نہایت مفصل سامان اور آلے نیچے کے درجے میں رکھے ہیں۔ تخمیناً ڈھائی گز طول سوا گز عرض و عمق کے چند حوض برابر برابر بنے ہوئے ہیں۔ اُن میں تانبے اور چاندی وغیرہ کا سلوشن رہتا ہے۔ حوضوں کے اوپر لکڑی کی الگنیوں پر نگیٹیو اور پازیٹیو کے تار لٹکتے ہیں۔ بڑے ہوں یا چھوٹے ہر قسم کے برتن اور اسباب پر معمولی طریقے سے

ملمع کیا جاتا ہے۔ سونا چونکہ کم صرف میں آنے والی اور مہنگی چیز ہی اور سلوشن کے خوب گرم کیے بغیر ملمع نہیں ہو سکتا۔ اِسکے علاوہ سونے کی مقدار اتصال بھی چاندی کی نسبت بہت کم ہی اسلیئے اُسکے واسطے برقی قوت بہت زیادہ کام میں لائی جاتی ہی اس لحاظ سے سونے کے واسطے ایک چبوترے پر گز سوا گز گہرے اور اسی قدر مدور چند حوض ہیں اُن میں سلوشن بھرا رہتا ہی۔ گرم رکھنے کے واسطے حوض کے پیندے کی طرف سے حرارت پُہنچتی ہی۔ مینیجر نے ایک چَوّنی (سکس پینی) پر ہمارے ہاتھ سے سونے کا ملمع کرایا اور اُسکو ایک سان پر جو برقی انجن کی قوت سے چل رہی تھی جلا کر دیا۔ ایک بہت بڑے ہال میں جہاں شیشہ تراشنے اور اُس پر نقش بنانے کے واسطے پچاس ساٹھ لوہے اور لکڑی کی سانیں انجن کے زور سے چل رہی ہیں۔ شیشے کے ظروف پر نقش تراشے جاتے ہیں۔ جھاڑ کے آویزے اور بوتلوں کی بلوری ڈاٹیں وغیرہ انہیں سانوں پر گھسی اور بنائی جاتی ہیں۔ اوّل لوہے کی سان پر پہل اور نقش تراش کر پھر لکڑی کے چرخ پر جلا کرتے ہیں۔

اِسکے بعد ہم دُکان پر گئے۔ صدہا قسم کا اسباب میزوں پر سجا ہوا تھا۔ مینیجر نے ایک تانبے کے تختے پر ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویروں کا مجموعہ دکھایا جس پر انسان وغیرہ کی تصویریں اُبھرواں (مثبت کے طور پر) بنی ہوئی تھیں۔ چونکہ ہاتھ کی بنی ہوئی چیز اور قدیم زمانے کی دستکاری کی یادگار ہے اسلیئے اُسکی قیمت دو ہزار پونڈ (۳۲۰۰۰ بتیس ہزار روپے) قرار دیتے ہیں اور اُسی نمونے پر برقی کل سے بنی ہوئی تصویر ستر پونڈ

(گیارہ سوبیس ۱۱۲۰ روپے) کو فروخت کرتے ہیں۔ مرادآباد کی سیاہ قلم بنی ہوئی چند تھالیاں بھی نمونے کے واسطے رکھی ہیں۔

اِس کارخانے کے مالکوں کا نام اِل کنگٹن (ا۔ل۔ک۔ن۔گ۔ٹ۔ن Elkington and Cº انڈ کمپنی ہی۔ غروب کے بعد ہوٹل کو واپس آئے۔ صبح کو سویرے چلنا ہی اور اکسفورڈ کے کالجوں اور کتب خانے وغیرہ کو کھڑے کھڑے دیکھکر لندن کو جانا ہی۔

۴۔ نومبر۔ علی الصباح اُٹھے اور کھانے کے بعد گرینڈ ہوٹل برمنگھم سے سوار ہو کر بڑے اسٹیشن کو آئے۔ یہ اسٹیشن دنیا کے بڑے اسٹیشنوں میں شمار ہوتا ہی۔ پاؤ میل کے قریب طول اور اسی قدر عرض میں صرف عمارتیں واقع ہیں۔ اسٹیشن دو ریلوے کمپنیوں سے متعلق ہی۔ ساڑھے دس ۱۰½ بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ گھرا ابر گھرا ہوا ہی بھُسیوں بھُسیوں مینہ بھی برس رہا ہی۔ سردی پچھلے دنوں کی نسبت کچھ کم ہی۔ پہلے تھرمامیٹر بیالیس ۴۲ ڈگری پر تھا۔ آج پینتالیس ۴۵ سے چھیالیس ۴۶ تک ہی۔ گیارہ بجے اکسفورڈ Oxford پُہنچے اور اسٹیشن سے سیدھے ہوٹل میں گئے۔

کالجوں کے مہتمم جو ایک فاضل اور بزرگ آدمی ہیں اسٹیشن پر ہمارے منتظر تھے۔ ملاقات ہوئی مگر ہمکو ہوٹل تک پُہنچا کر پیرانہ سالی اور ضعف کے سبب سے ٹھیر گئے۔ کالجوں تک ہمارے ساتھ نہیں گئے۔ کتب خانہ اور مدارس دکھانے کو لاطن زبان کے پروفیسر اور مسٹر ناکس ہمارے ساتھ ہیں۔

اکسفورڈ یونیورسٹی

پروفیسر صاحب نے اوّل ہمکو مدرسے کی عمارت اور بورڈروں کے رہنے کے کمرے دکھائے۔ ہر ایک بوڈر کے واسطے بیڈروم کے سوا کتاب پڑہنے اور مطالعہ کرنے کا کمرہ علیحدہ ہی۔ ہر کمرے میں جدا جدا آسائش کا ضروری سامان مہیا ہی۔

بوڈلین لیبریری

Bodleian library

کتب خانہ

بوڈردنگ ہوس دیکھکر ہم کتب خانے میں گئے۔ نہایت عالیشان اور بڑی عمارت ہی اس کتب خانے کو سر طامس بوڈلی Sir thomis bodley نے سنہ ۱۶۱۱ء میں قائم کیا تھا۔ اُنہیں کے نام سے مشہور ہی اور دنیا کے بڑے کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہی اسمیں ساڑھے ۱۲۵۰۰۰۰ بارہ لاکھ جلد کتابیں ہیں۔ بیشک دار العلم کیواسطے ایسا ہی کتب خانہ ہونا چاہیئے۔ عربی۔ فارسی۔ سینسکرت۔ انگریزی۔ لاطینی۔ یونانی۔ قبطی۔ ترکی۔ چینیا اور جاپانی وغیرہ قدیم وجدید زمانوں کے خط اور کتابیں اسوقت کتب خانے میں موجود ہیں۔ بعض کتابیں اور کتبے لکڑی[1] کے تختوں پر

---

[1] مصر میں پے پائری نام ایک درخت ہوتا ہی جسمیں بانس کے مثل جڑ سے ۸ آٹھ ۹ نو (دیکھو صفحہ ۱۷)

بعض چمڑے اور بھوج پتر وغیرہ پر بہت ہی قدیم یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے بھی پہلے کے لکھے ہوئے نوشتے محفوظ ہیں۔ چند کتابیں فارسی اور ہندی خط میں لکھی ہوئی ہمنے بھی دیکھیں۔ منجملہ اُنکے ایک کتاب تاریخ کے طور پر قلمی تصویروں کی ہی۔ جسکی ابتدا تسلط اسلام سے پہلے کے ہندو راجاوں کی تصویروں سے اور انتہا شہنشاہ عالمگیر کی شبیہ پر ہی۔ ایک طلا کار دیوان حافظ اشتر خانی[۵۱] کاغذ پر میر علی کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ اور کسی قدر جلی قلم سے نہایت عمدہ نستعلیق خط میں دیوان خاقان مطلا۔ اِن دونوں کتابوں کو ہمنے الماری سے نکلوا کر دیکھا اور چند جگہ سے پڑھکر رکھوا دیا۔

کتب خانے کے سکرٹری نہایت حلیم اور مقدس صورت کے آدمی ہیں۔ ایک کمرے میں کتاب دیکھ رہے تھے۔ وسعت مطالعے کے عمدہ نتایج کا اثر اُن کے چہرے سے نمایاں ہی۔

ایک بڑے ہال میں شاہان انگلینڈ کی تمام قد تصویریں دیواروں پر لگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰) مخروطی شاخیں نکلتی ہیں اور بانس کے مثل رگ دار اور مضبوط ہی۔ پہلے زمانے میں جب کاغذ وغیرہ نہ تھا پے پارس کے باریک باریک ورق اُتار کر اُن پر لکھتے تھے بعد چمڑے کا کاغذ ایجاد ہوا۔ چونکہ سب سے پہلے پے پارس کے تختوں پر لکھنا شروع ہوا ہی۔ اِسی مناسبت سے کاغذ کو بھی پے پر کہنے لگے۔ ایسے تختوں کو جو پے پارس سے بنائے جائیں پے پارس کہتے ہیں ۱۲

[۵۱] اشتر خاں اور ہشتر خاں شہر حاجی ترخاں کو کہتے ہیں یہ شہر گیلانات کے متعلق اُسی عملداری میں ہی ۱۲

ہوئی ہیں اور بیچ کے سطح پر ہندوستان کی قدیم عمارتوں کے نقشے پتھر اور لکڑی سے بناکر رکھے ہیں منجملہ ان نقشوں کے ہمایوں کا مقبرہ اور ہندوستانی قدیم طرز کی ایک باولی جو آسودہ لوگ مسافروں کے پانی پینے - نہانے دھونے اور گرمی سے راحت پانے کیواسطے راستوں پر بناکر وقف کردیا کرتے تھے نہایت عمدہ ہیں اور سب چیزیں بھی بہت خوشنما اور اصل سے مطابق ہیں -

ایک چھاپے خانہ بھی اِس کتب خانے سے متعلق ہی - اَب قدیمی رسم کے موافق سیسے کے جدا جدا حروف کو جوڑ کر عبارت نہیں بناتے بلکہ ہر صفحے کی عبارت کو رانگ یا سیسے کے تختے پر ڈھال لیتے ہیں اور کتاب چھپ چکنے کے بعد اُن تختوں کو محفوظ رکھتے ہیں تاکہ جب ضرورت ہو مکرر سہ کرر کتاب چھاپ لیں - اِس قسم کے بنائے ہوئے تختوں سے ایک کمرہ بھرا ہوا ہی - علیحدہ حروف بھی سیسے ڈھالے جاتے ہیں -

اِسوقت بھی ایک کمرے میں سیسہ گرم ہو کر کتاب کی علیحدہ علیحدہ صفحوں کی تختیاں بن رہی ہیں اور جدا جدا حروف کے واسطے ایک آدمی سانچے کے مُنہ میں گلا ہوا سیسہ ڈالتا ہی اور بہت جلد حروف بنکر نکل آتے ہیں - کئی ہزار برس کی لکھی ہوئی ایک کتاب کا نسخہ جسکے کاغذ کا رنگ دھندلا ہو گیا ہی اور گوشے بھی گل گئے ہیں - ایک پریس پر چھپ رہا ہی - اسطرح کاپی کیا ہی کہ کاغذ کا میلا پن اور گوشوں کے گلجانے کی علامت بھی مطبوعہ کاغذ پر ظاہر ہو گئی ہی - عجیب اور نئی بات یہ ہی کہ لیتھوگراف کے

پتھر کی عوض آئینے کی مثل کانچ کے دبیز تختے پر کاپی جمی ہوئی ہی۔ منیجر نے یادگار کے طور پر اِس کتاب کا چھپا ہوا ایک ورق مولوی صاحب کو بھی دیا ہی۔

سر طامس بوڈلی کے استعمال کا ایک عجیب صندوق بھی کتب خانے میں رکھا ہی۔ یہ صندوق سوائے پیندے کے ہر طرف سے دبیز لوہے کے تختوں کا بنا ہوا ہی۔ عجیب بات اسمیں یہ ہی کہ کاریگر نے صندوق کے ڈھکنے میں صدہا پرزوں کا قفل بنایا ہی۔ تمام ڈھکنا کیڑے مکوڑوں کی طرح پرزوں سے بھرا ہوا ہی۔ صندوق کی چاروں دیواروں میں بھی بہت سے کھٹکے اور پرزے لگے ہوے ہیں۔ چند دفعہ کنجی پھرانے سے ڈھکنے کے پرزے دیواروں کے پرزوں سے گتھ جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ سب پرزے نہ کھلیں یا توڑے نہ جائیں صندوق کھلنا ممکن نہیں ہی۔

اِس بکس میں سر طامس بوڈلی اپنی نقدی رکھا کرتے تھے۔ مگر آخر انسان خطا و نسیان سے مرکب ہی۔ اِس احتیاط پر بھی غلطی ہوئی کہ پیندے کو لکڑی کے تختے سے بنایا تھا۔ چوروں نے بغیر زحمت پیندے کا تختہ توڑ کر سب مال نکال لیا۔

اِس عالیشان کتب خانے کے حالات سمجھنے اور لکھنے کو صدہا آدمی اور ہزاروں جلد کتابیں درکار ہیں۔ جب شاید صرف ناموں کی فہرست مرتب ہو۔ ہم چند منٹ میں اِس سے زیادہ جو بیان کیا گیا ہی دیکھ نہیں سکتے۔

* * *

انڈین یونیورسٹی

کتب خانے سے ہم انڈین یونیورسٹی کی عمارت میں گئے۔ اُردو زبان کی تقریباً کُل کتابیں جو ہندوستان میں تصنیف و طبع ہوئی ہیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بارہ ماسہ لاونی چاربیت وغیرہ بھی جو چھپ گئی ہیں رکھی ہیں۔ ذوق وغیرہ نامی شعرا کے دیوان الماریوں سے نکال کر ہمنے دیکھے۔

عمارت کے باقی حصے میں ہندوستان کا بنا ہوا اسباب رکھا ہی۔ ستار۔ ڈھولک ڈھول۔ تاشہ۔ مرذنگ۔ نامی عمارتوں کے نمونے۔ سنّاسی اور جوگیوں کی مورتیں اور اہل حرفہ کی تصویریں وغیرہ بہت سا اسباب ہی۔

چند آدمی کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یونیورسٹی کے لباس سے پروفیسر معلوم ہوتے ہیں۔

اسکے بعد ہم اُس عمارت میں گئے جہاں بڑے بڑے فاضلوں کو ایل ایل ڈی وغیرہ فضیلت کا خطاب اور سندیں ملنے کا جلسہ ہوتا ہی۔ کئی درجے کی عمارت ہی۔ اوّل تھیٹر تھا مگر یونیورسٹی نے خرید کر علمی جلسوں کے واسطے مخصوص کر لیا ہی۔ بیچ میں بہت بلند گنبد ہی۔ دو طرف نیم دائرے کی شکل پر نشست کیواسطے سیڑھیاں بنا کر اُن پر کرسیاں بچھادی ہیں۔ لارڈ چانسلر کی نشست جو اس یونیورسٹی کے افسر ہیں صدر میں ہی۔ کرسیوں پر افسران یونیورسٹی کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اوپر کی

منزلوں میں بھی اسی قسم کی نشست ہی اور ہر جگہ سے بڑے ہال کی طرف دروازے کھُلے ہوئے ہیں - گنبد کی چھت پر لکڑی کا بنگلہ بنا ہوا ہی - جہاں سے تمام شہر اور اکثر کالجوں کی عمارت نظر آتی ہی - بنگلے کے تختوں پر سیّاحوں نے چاقو وغیرہ سے اپنے نام اور تاریخ وغیرہ کندہ کر دیئے ہیں - کوئی حصّہ تحریر سے خالی نہیں ہی -

اکسفورڈ میں تئیس ۲۳ کالج ہیں اور سب کا تعلق ایک یونیورسٹی سے ہی - انسان کسی کالج میں پڑھے امتحان اور سند فضیلت ملنے کا ایک ہی اصول ہی - امرا انگلینڈ کی اولاد کیواسطے علیحدہ کالج ہی - جسوقت ہم اس کالج میں گئے چھُٹی تھی - نہایت عالی شان عمارت ہی - بورڈنگ ہوس بھی بہت مفصل ہی - کھانے کے کمرے میں اکثر لارڈ اور ارل وغیرہ اُن اُمرا کی تصویریں لگی ہوئی ہیں جنھوں نے اس کالج میں تعلیم پائی ہی - زینے کے اوپر جس پر سے کھانے کے کمرے میں جاتے ہیں عجیب صنعت سے بنائی ہوئی لداؤ کی چھت ہی - یعنی ایک ستون کے اوپر جو بیچ میں واقع ہوا ہی - ہر طرف بارہ گز طول و عرض میں نہایت خوشنما اور مضبوط ڈاٹ بنائی ہی - اس عمارت میں مذہبی لکچر کے واسطے تقریباً چالیس ۴۰ گز لمبا اور پندرہ گز چوڑا ہال ہی - جسکی چھت ایک ڈاٹ سے پاٹی گئی ہی - اس ہال سے ملا ہوا ایک طرف ایک اور ترچھا کمرہ ہی جو ہال کے ساتھ مل کر صلیب کی شکل پر واقع ہوتا ہی - بہت پُرانی عمارت ہی - چلنے کا وقت قریب ہی اسلیئے ہوٹل میں واپس آکر لنچ کھایا اور بعض عمارات کو سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے کرکٹ فیلڈ پر گئے - اسقدر کالجوں اور عظیم الشان یونیورسٹی کے مناسب بہت بڑا

فیلڈ (میدان) ہی خوب گھرا ابر اور کُہر چھایا ہوا ہی کبھی ہلکی ہلکی پُھہار بھی پڑتی ہی - مدرسوں کے طالب علم کئی پارٹیوں میں کھیل رہے تھے - چونکہ لندن کو چلنے کا وقت قریب تھا اسلیے ہر جگہ چند منٹ ٹھیر کر ہوٹل کو واپس آئے اور چاء وغیرہ صرف کرنیکے بعد اسٹیشن پر گئے اور بلا فصل سوار ہو کر لندن کو روانہ ہوے - شب کو سات بجے لندن پہنچ کر براہ راست الکسنڈرا ہوٹل میں گئے - اب کی دفعہ ہمارا کمرہ بدلا ہوا ہی - باقی سب ہمراہی جہاں پہلے ٹھیرے تھے وہیں ہیں -

۵ - ۶ - نومبر - پانچ تاریخ کو اتوار تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - چھٹی کو کھانے کے بعد ہم کرسٹل پلیس کو گئے - عمارت کی خوبی اور حسن تعمیر کے سوا ایک عجیب تماشا دیکھا -

ایک ہاتھی کے پاٹھے کو ٹرائیسکل پر سوار ہو کر چلنا سکھایا ہی - دونوں پانوں سے پیڈل دباتا ہی اور سونڈ سے دستہ پکڑے ہوے جدہر چاہتا ہی پھیرلاتا ہی -

نیچرل ہسٹری میوزیم

۷ - نومبر - صبح کو ہم کھانا کھا کر نیچرل ہسٹری میوزیم Natural-History museum - میں گئے - اس عجائب خانے میں موالید ثلاثہ کے نشو و نما اور طبعی تغیرات - اور حیوانوں کی طرز معاشرت کو حکیمانہ تحقیق و تدقیق کے ساتھ ظاہر کیا ہی کہ انسان اشیا مذکورہ میں طبعی کون و فساد کے وقوع کو گہری نظر سے

دیکھے اور قانون قدرت کے ٹھیرائے ہوئے قاعدوں کے استقلال پر غور کرے۔ اگرچہ اس نیچرل تاریخ کے مجمل حالات لکھنے کیواسطے نہایت وسیع معلومات اور علمی قوتوں کے سوا ایک جماعت کی پوری مدد سے ہزارہا دفتر سیاہ کرنے کی ضرورت ہی۔ ہمارا علم انتہا درجے گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں سرسری نظر سے دیکھکر سمندر سے قطرے پر بھی احاطہ نہیں کرسکتا۔ تاہم مالا یدرک کله لا یترک کله مشتے نمونہ از خروارے بیان کرتے ہیں۔

میوزیم میں داخل ہوتے ہی صانع قدرت کی اُس حکمت کا نمونہ نظر آتا ہی جو اُسنے اپنی مخلوقات کی حفاظت اور نگہداشت کے واسطے اُنکی طبیعت میں ودیعت رکھی ہی۔ یہ امر بدیہی ہی کہ حیوان اپنے دشمن سے بچنے کیواسطے بھاگنے اور چھپ جانے کے سوا نجات کا کوئی اور وسیلہ نہیں رکھتا اور یہ بھی اُسوقت کرسکتا ہی جب دشمن کو برأ العین دیکھ لے اور اُسکے حملے پر مطلع ہوجاے۔

اِس امر کے ثبوت میں کہ کس طرح قادر بیمثال نے حیوانات کی حفاظت کا بندوبست فرمایا ہی۔ چند الماریوں میں۔ خرگوش۔ چوہے۔ کبوتر۔ تیتر۔ اور نیولے وغیرہ جانور جو اپنی اپنی سکونت کی زمین اور وہیں کی گھاس کے ہمرنگ پیدا ہوتے ہیں رکھے ہیں یعنی جس زمین پر جو جانور پیدا ہوتا ہی۔ اُسکے بال۔ پر اور روئیں وغیرہ کا رنگ بھی اُسی زمین کی مٹی کے ہمرنگ ہی اور جسطرح زمین کی حالت میں تغیر ہوتا ہی اُسی طرح اِن حیوانات کے رنگ روپ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جس زمین پر خاک کا رنگ بھورا اور اُسمیں

لاکھی رنگ کے کنکر پتھر ملے ہوئے ہیں وہاں کے جانور بھی لاکھی رنگ کے دھبّوں سے ملے ہوئے بھورے ہیں اور جہاں زمین کا رنگ خاکی ہی اور اُسمیں بھورے اور زرد کنکروں کی آمیزش ہی وہاں کے جانوروں کے پَر پُرزے اور پشم بھی خاکی بھورے ہیں۔ جب اِس زمین پر کم کم برف گرنا شروع ہوتا ہی اور اُس سے جا بجا سفید دھبّے پڑ جاتے ہیں تو وہاں کے حیوانوں میں بھی تغیر ہوتا ہی اور اُنکے بال وپر کم کم سفید ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام سطحہ زمین برف سے روئی کی طرح سفید ہو جانے پر جانوروں کے بال وپر بھی بالکل روئی کا گالا ہو جاتے ہیں اور زمین کے ساتھ ہمرنگ رہنے کی وجہ سے چلنے۔ پھرنے۔ چرنے۔ چُگنے۔ کی حالت میں۔ عقاب۔ باز۔ بحری یا بھیڑیا اور شیر وغیرہ دشمنوں کو جو ہمیشہ اُنکی تاک میں لگے رہتے ہیں بغیر جستجو کے نظر نہیں آتے۔ چرند وپرند کے ساتھ اِس خاصیت میں درندے بھی شامل ہیں۔

اِن حیوانات کے بال بیماری کے سبب سے بھی سیاہ یا بالکل سفید ہو جاتے ہیں۔ مگر اِس حکمت کی سپیدی اور بیماری کی سفیدی میں بڑا فرق ہی۔ وہ برف کی کمی وبیشی کے وقت سپید اور ابلق ہوتے ہیں اور بیماری والے ہر حالت اور فصل میں۔

جب برف پگھل کر زمین پھر داغدار ہونے لگتی ہی تو یہ جانور بھی داغدار ہو کر برف کے معدوم ہونے تک زمین کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں۔

شیشے کے تین چار خانوں میں زمین کی اصلی حالت اور اُس پر جانوروں کا اصلی رنگ پھر زمین پر برف کے دھبّے اور اُسکے ساتھ ہی حیوانوں کا داغدار ہونا۔ پھر تمام زمین

برف سے سپید اور جانوروں کے پر و بال بھی سپید۔ غرض ہر قسم کے تغیر کی پوری مثال دکھائی ہی۔ زمین تو اصلی زمین کی مٹی اور کنکر ہیں۔ برف مصنوعی ہی۔ جانور سب اصلی ہیں مگر ایسی صنعت سے بنائے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں تمیز نہیں کر سکتے۔

اِنکے علاوہ گھاس اور درختوں پر رہنے والی تتلیاں اور کیڑے مکوڑوں کی بھی یہی حالت ہی۔

ایک درخت چھریلے کی طرح سیاہ رنگ پر سپید چیتیاں رکھتا ہی اُس پر رہنے والے کیڑے ٹڈّے وغیرہ بھی اُسی رنگ کے ہیں۔ ایک تتلی اِس شکل کی ہی کہ جب درخت پر اپنی خوراک حاصل کرنے کو بیٹھتی ہی تو پروں کو بند کر کے پتّوں کے ہمشکل معلوم ہوتی ہی۔ دونوں پر ایک پتّہ بن جاتے ہیں۔ ایک بغیر پتّوں کے درخت پر جسقدر کیڑے لپٹے ہوئے ہیں سب تنکوں کی صورت ہیں۔ زرد پروں کی ایک تتلی ہی جسکو چڑیا بہت شوق سے کھاتی ہی۔ جیسا انسان شیرینی کو پسند کرتا ہی۔ اُسی کے قد برابر دوسری ذات کی تتلی اور ہی اِس سے چڑیا نفرت کرتی ہی۔ کھانا تو درکنار کبھی چھوتی بھی نہیں۔ خدائے تعالےٰ نے اسلیئے کہ شناخت ہو کر چڑیوں کے ہاتھ سے جلد برباد نہو جائیں۔ مرغوب تتلی کو بھی ایسی علامتوں کے ساتھ بنایا ہی کہ نامرغوب کے ساتھ بآسانی تمیز نہو سکے اگرچہ اِن جانوروں کے کھانے والے بہت تلاش و جستجو کے بعد اُنہیں کو شکار کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ مگر زندگی کے واسطے جتنی ضرورت ہی اُسی مقدار سے شکار ہاتھ آتا ہی۔ اگر آسانی سے شناخت ہو جاتے اور ہر وقت شکار سامنے نظر آیا کرتا تو ضرورت

وبے ضرورت برباد کردیا جاتا۔ اِدھر اسکی جان تلف ہوکر نسل قطع ہوجاتی۔ اُدھر شکاری حیوان اسراف کے بعد بھوکے مرجاتے۔ اگر ذرا غور کرے تو اِن مثالوں کو سمجھکر انسان تقدیری تغیرات کی سختی پر قانع اور شاکر ہوسکتا ہے۔ اور کبھی شکوے کی گنجایش نہیں رہتی مثلاً اگر ایک سال میں تین چار طرح پر متغیر ہونے والے حیوان اِس امر کی شکایت کریں کہ روز ہمکو پرانے بال گرنے اور نئے پیدا ہونے کی سختی بھگتنا پڑتی ہے۔ ابھی ایک رنگ کے بال گرکر دوسرے رنگ کے پورے طور پر نہیں جمے تھے کہ اُن میں دھبے اور داغ پیدا ہونے لگے۔ یا مرغوب تُتلی کہے کہ کڑوی کے ہمشکل بناکر کیوں قدرت نے میرے میٹھے حسن پر پردہ ڈال دیا تو جو اس حکمت سے واقف ہیں وہ کبھی تسلیم نکریں گے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اِس تغیر میں اُسی کی پیاری زندگی کے واسطے سلامتی رکھی ہے۔ جو لوگ قانونِ قدرت کے زیادہ رازدان ہیں وہ تغیرات زندگی پر صانع قدرت کے زیادہ مشکور ہوتے ہیں۔

اسی درجے میں کبوتروں کی نسل کے تغیرات اور نشو و نما کی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ الماری نما ایک شیشے کی کابک میں اوپر کے تختے پر متعارف جنگلی کبوتر کا ایک جوڑا رکھا ہے۔ اُسکے بعد ایک جوڑا سبز رنگ جسامت میں پہاڑی کوّے سے سوایا۔ پھر چند جوڑے میانہ جسم اور مختلف رنگ کے۔ ایک جوڑا سپید رنگ جو چونچ کے اوپر اِس طرح گوشت کی گرہ پڑی ہوئی جسطرح پیپل وغیرہ درختوں کی شاخ پر لاکھ پیدا ہوتی ہے۔ چند جوڑے بھورے۔ صندلی۔ چینی۔ خنگ۔ کل دُمے اور

کل سبز - آنکھوں کا رنگ بھی جدا جدا کسیکی کلیاری - کسی کی انار دانہ - کوئی زرچہ - اور کوئی موتی چور سب اُسی جنگلی جوڑے کی نسل ہیں - جس قدر نسل اپنے باوا آدم سے دور ہو کر مختلف آب وہوا کی زمین پر پھیلتی گئی اُسی قدر صورت اور حالت میں تغیر ہوتا گیا -

پھولوں کی حالت کو اِس واسطے جدا جدا حصوں سے تشریح کیا ہی کہ انسان اِس امر کو سمجھ سکے کہ پہلے پھول کا کون سا حصّہ پیدا ہوتا ہی اور تبدیل رنگ کی کیا وجہ ہی - ہر ایک پھول میں دو قوتیں - نر اور مادہ شامل ہیں اور اُنکا کیا اثر ہی -

اِسکے سوا قسم قسم کے کیڑے مکوڑے سانپ بچھو وغیرہ ابتدا سے ساخت سے تبدیل ہیئت تک جدا جدا شیشوں میں رکھے ہیں -

اوپر کے درجے میں زینے کے سامنے چارلس ڈارون - Charls-darwin - کا بت رکھا ہی - اِسی شخص نے اِس میوزیم کو قائم کیا ہی - بعد کو رفتہ رفتہ قومی تحقیق کی مدد سے بڑھایا گیا ہی -

نیچے کے درجے میں ایک ویل مچھلی کا پنجر رکھا ہی - پچاس فیٹ ایک انچ لمبائی ہی - مُنہ کے جبڑے کی ہڈّی یعنی باچھوں سے تھوتنی تک اٹھارہ فیٹ ہی - زندگی کی حالت میں نہایت ہیبت ناک ہوگی -

اوپر کے درجے میں پرند حیوانوں کی صدہا قسمیں ہیں - ہر جوڑے کو اُسکے اصلی گھونسلے اور انڈے بچوں سمیت لاکر طبیعی حالت پر رکھا ہی - اِن میں ایک پرند

بوچڑ (قصاب) ہی جو اپنے شکار کو کھال اُتارنے کے واسطے درخت کے کاٹنے میں لٹکاتا ہی۔ ہمارے ملک کے لٹورے میں اور اِس پرند میں کسی قسم کا فرق نہیں ہی جسطرح جنگل میں شکار کو گھونسلے کے قریب لٹکاتا ہی اُسیطرح یہاں بھی چڑیا لٹکی ہوئی ہی بوچڑ کھال اُتار رہا ہی۔ چڑیا شکاری پرند درخت وغیرہ ہر چیز اصلی ہی۔

درختوں کے سوراخوں میں رہنے والے بعض پرندوں کو مع انڈوں بچوں کے اُن کے گھونسلے یعنی درخت کی شاخ سمیت لاکر رکھا ہی۔ ایک طرف دروازے کا سوراخ ہی۔ دوسری طرف سے لکڑی کو کاٹ دیا ہی کہ اندر کی حالت بخوبی نظر آئے۔ وہی اصلی بچّہ وہی انڈے۔ اُسی طرح بچوں کو کرم کھلانے کی حالت کبھی انسان تمیز نہیں کرسکتا کہ انمیں سے کوئی چیز مردہ یا مصنوعی ہی۔

پرندوں میں سب سے چھوٹا پرند مرغ مگس ہی۔ غایت درجہ زنبور برابر جسم ہوگا۔ لمبی چونچ اور دُم اُس پر علاوہ ہی۔ سبز۔ سرخ۔ زرد اور سرمئی کئی قسمیں ہیں۔ اِس سے زیادہ چھوٹا اور خوش رنگ پرند ہم نے نہیں دیکھا۔ اِس کا انڈا تو مٹر برابر ہی بچّہ بھی شہد کی مکّھی برابر نکلتا ہوگا۔

پرندوں کی قسم میں سب سے زیادہ خوبصورت **فردوس برڈ** (بہشت کی چڑیا) ہی جُثّہ کبوتر برابر اور بازوؤں کا رنگ سرخ لاکھی ہی جیسا کتھے چونے کو ملانے سے پیدا ہوتا ہی۔ چونچ زنگاری۔ سینہ چمکدار سبز۔ دُم میں اوپر کے پر تو جسم کے ہمرنگ ہیں مگر اُسکے اوپر نہایت باریک سونے چاندی کے مثل سپید اور کافوری ریشم کے تاروں کی

مثل بالوں کا چنور ہی اور دُم کے اوپر گز بھر کے قریب لمبے سیاہ رنگ کے دو تار لگے ہوئے ہیں- چنور اور بالوں کو پھیلانا اور سمیٹ لینا اُسکے اختیار میں ہی- تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اُسکی دو یا تین قسمیں ہیں- آسٹریلیا اور نیوگنی جزائر کے قریب بعض جزیروں میں رہتا ہی- طوفانی ہوا اور بارش کی شدت کے زمانے میں اپنا وطن چھوڑ کر امن کی جگہ میں چلا جاتا ہی- جسوقت اپنے وطن سے سفر کرنے کی ضرورت ہوتی ہی تو ہر ایک گروہ اپنے واسطے ایک جانور کو بادشاہ یا رہنما قرار دیکر اُسکی اطاعت کرتا ہی- اور جسطرف کو رہنما اُڑتا ہی سب اُسکے پیچھے پیچھے جاتے ہیں رہنما ہمیشہ ہوا کے رخ کا خیال کر لیتا ہی اور اپنی پارٹی کو لیکر ایسی سمت میں اُڑتا ہی کہ ہوا سے باریک اور لمبے پر اُڑکر سر پر نہ آ جائیں- اگر آندھی اور مینہ کا طوفان ہوتا ہی تو رہنما اپنے گروہ کو بہت بلندی پر جہاں ہوا اور ابر نہو لے جاتا ہی- یعنی بادلوں سے اوپر جا کر اُڑتا ہی- ان جزائر کے جنگلی باشندے مرغ فردوس کو اس طرح شکار کرتے ہیں کہ جنگل میں جہاں پرند بیٹھتے ہیں اپنے چھپکر بیٹھنے کو لکڑیوں کا سائبان بنا لیتے ہیں اور اُسکی آڑ میں بیٹھکر تیر مارتے ہیں- پہلے بادشاہ کو جسکی دُم مور کے پروں کے مثل سنہری ستاروں سے آراستہ ہی اور اپنی رعیت کی نسبت اس خاص زیور کی خصوصیت سے ممتاز ہوتا ہی پہچان کر مار لیتے ہیں- پھر باقی ماندہ رعایا آسانی سے مار کھاتے ہیں کیونکہ وہ بغیر رہنما کے تنہا نہیں اُڑتے-

یہ جانور ان جزائر کے رہنے والوں کے لئے بڑی دولت ہی- اُسکے بال اور

کھال یورپین سوداگروں کے ہاتھ بہت مہنگے داموں پر بیچتے ہیں۔ اُنکے سر دار امارت اور عزت کی علامت کے طور پر پروں کو پگڑی میں لگاتے ہیں۔ اُن کا خیال ہی کہ خداوند تعالےٰ نے اِس سے زیادہ حسین اور خوبصورت کوئی پرند نہیں بنایا۔ اسی سبب سے اُسکو **گاڈس برڈ** Gods bird یا بہشت کا مرغ کہتے ہیں۔

چیل۔ گدھ۔ عقاب۔ اور باز وغیرہ شکاری پرندوں کی اتنی قسمیں ہیں کہ کسی عجائب خانے میں اسقدر ایک جگہ جمع نہیں کی گئیں۔ سب سے بڑی ذات کے عقاب کا قد گدھے برابر ہی اور جثہ بھیڑ برابر۔

قرقاول (مرغ زرّیں) کی بھی جسکو انگریزی میں **فیسنٹ** Fhasent کہتے ہیں۔ اتنی قسمیں ہیں کہ ہمنے کسی عجائب خانے میں نہیں دیکھیں۔ بعض کی دُم چنوردار۔ سر پر کلغی۔ جثّہ اور صورت ہوبہو مور کے مثل۔ بعض مختلف رنگ اور خوشنما خال و خط سے آراستہ ہیں منجملہ اُنکے ایک قسم کا رنگ اسقدر گہرا اور چمکدار سنہری ہی کہ کندن کی دمک بھی اُسکے آگے پھیکی ہی۔ اسم بامسمی مرغ زریں ہی۔ انکے سوا معمولی مرغ کا ایک جوڑا نہایت عجیب ہی۔ جسم اور صورت میں تو ہندوستان کا ٹینی مرغ ہی مگر دم اسقدر لمبی ہی کہ کسی پرند کی دُم ایسی دیکھی نہ سُنی۔ سچ کے دو۲ تین۳ گز ڈھائی۲½ اور تین۳ گز تک لمبے باقی اُتار چڑھاؤ کے ساتھ چھوٹے ہوتے گئے ہیں۔ اِسکو جاپانی بیان کرتے ہیں مگر ہمنے وہاں نہیں دیکھا۔

ایک کمرے میں تمام دنیا کے شیر جمع کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کی نسل سے کاٹھیاواڑ کا ایک رنگ شتری۔ کٹھیر کا گیہری۔ ایرانی افریقہ کے یالدار شیر۔ بنگالی۔ رومی۔ آمریکہ کے جگر اور مختلف شکل و صورت کے تیندوے ہیں۔ شیروں میں سب قسموں سے چھوٹا امریکہ کا یک رنگ زرد شیر ہی۔ اور قد و قامت میں سب سے بڑا بنگالی۔ ایک شیر اسقدر عجیب اور خوبصورت ہی کہ پہلے ہمنے کہیں نہیں دیکھا۔ قد ہمارے ملک کے شیر برابر ہی مگر زرد روئیں پر دُم تک سرمئی لمبی سیاہ دھاریاں ہیں۔ اگر چہرے چہرے پر نظر نہ پڑے تو زیبرا ہیں اور اُسمیں فرق نہیں کر سکتے۔ سواے اسکے کہ زیبرا کی جلد میلی بھوری ہی اور اسکی زرد۔

اِسی پارٹی میں بندروں کی جماعت بھی شامل ہی۔ قسم اور صورت کا شمار کرنا تو کسی قدر مشکل ہی مگر سب سے بڑی ذات والے افریقہ کے دو بندر سوکو اور گوریلا ہیں۔ اگرچہ سوکو بھی دو پاؤں پر کھڑا ہوکر پانچ چھ فٹ قد کے انسان برابر اور بہت ہی قوی الجثہ ہی مگر گوریلے سے اسقدر فرق ہی کہ سوکو میلا خاکی ہی اور گوریلا کالا بھونرا۔ گوریلے کا سر گدھے کے سر برابر ہی مگر انسان کے سر کی طرح چپٹا اور گول۔ دانتوں کی تیزی اور بڑائی بھی شیر کے دانتوں سے کم نہیں۔ چہرے پر بال نہیں ہوتے۔ دُم بھی ندارد۔ نہایت زبردست ہی اور نوع انسان کا جانی دشمن۔

سوکو اکثر درختوں کے اوپر رہتا ہی۔ افریقہ کے بعض سیاح بیان کرتے ہیں کہ درخت کے اوپر چند شاخوں کو باہم ملا کر جھونپڑے کے

مثل سایہ کرلیتا ہی۔ افریقہ کا شیر اکثر سو کو شکار کرتا ہی مگر سو کو بھی ہمیشہ اوس کی تاک میں لگا رہتا ہی۔ جب شیر اُس کی تلاش میں درخت کے نیچے آنکلتا ہی تو سوکو اوپر سے کود کر اُس کی پشت پر آلپٹتا ہی اور جب تک شیر کو جان سے نہ مار ڈالے جدا نہیں ہوتا۔ انسانوں میں مرد کو کسی قدر نوچ کھسوٹ لیتا ہی مگر عورتوں کو نہیں ستاتا۔ اور بعض دفع اپنے جھونپڑے میں روک رکھتا ہی۔ عورت کو مادہ بھی کچھ نہیں کہتی۔ ایسی روایتیں اور بندروں کی نسبت بھی مشہور ہیں۔ شاید صحیح ہوں۔ بعض بندر لومڑی اور گیدڑ کے رشتہ دار معلوم ہوتے ہیں۔ سوائے درختوں پر جست وخیز کرنے کے اُن کی صورت کو بندروں سے کسی قسم کی مشابہت نہیں ہی۔

اِسکے سوا **اورانگ اوٹانگ** اور بہت لمبی لمبی پشم کے لنگور سیاہ اور ابلق گُتّے اور چوہے کی شکل کے بندر کی صدہا قسمیں ہیں۔

اِسکے برابر دوسرے کمرے میں دریائی جانور رکھے ہیں۔ سیل اور دریائی شیر ویل اور شارک وغیرہ مچھلیوں کا حال تو ہم پہلی جلد میں لکھ چکے ہیں۔

مگر بورے جسم کی **وال رس** Walrus مچھلی جسکو ہمارے ملک میں شیر ماہی کہتے ہیں اور بیش قیمت دانتوں کی وجہ سے مشہور ہی یہیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اِسکے جُثّے اور قد کی تمثیل میں اسقدر کہنا کافی ہوگا کہ اگر ہاتھی کو پاؤں کاٹ کر زمین پر رکھدیا جاوے اور طول میں ہاتھی کی نسبت ڈیوڑھا۔ سوایا اور پھیلا جسم

کسی قدر گاؤ دُم تصور کرلیں تو والرس کے مطابق ہو جائے۔ چہرہ شیر کے چہرے سے ملتا جُلتا ہی صرف فرق اسقدر ہی کہ وال رس کے مُنہ پر ہاتھی کی طرح دس١٠ بارہ١٢ گرہ لمبے نوکدار دانت زمین کی طرف کو جُھکے ہوئے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کی نسبت شیر ماہی کے دانت بہت مضبوط۔ سفید اور جوہر دار ہوتے ہیں۔ نہایت مہیب اور خطرناک جانور ہی۔ آدمی یا کشتی کو دریا میں دیکھکر بغیر حملہ کئے نہیں رہتی۔ مگر انسان کو خدا نے ہر چیز پر غالب آنے کی قدرت دی ہی۔ ایک امریکن اسکیمو والرس کو برچھی سے مار لیتا ہی۔

اُسی ہال کے گوشے میں اکثر ممالک دنیا کے ریچھ بھی رکھے ہیں۔ یہ حضرت رکابی مذہب آدمی کیطرح ۔ درند اور چرند دونوں طرف آمیزش کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ بالعموم تو پھل پھلاری اور گھاس پات کے کھانے والے ہیں مگر پُول بیر (شمالی برفستان کا ریچھ) وغیرہ بعض قبیلے شکار پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ انمیں ایک ریچھ گھوڑے برابر قد کا ہی۔ رنگ بھی سب کے مختلف ہیں۔

اِسکے بعد چرند اور شکار کے اقسام کو جمع کیا ہی۔ ہرن اور بک وغیرہ تو زیادہ عجیب چیز نہیں ہیں مگر روسی ہرن بہت عجیب ہی۔ قد ناگوری بیل کے برابر ہی اور سینگ وغیرہ معمولی ہرن کے مثل ہیں۔

اسکے سوا کئی سو قسم کی چمگادریں ہیں مختصر حالات کیواسطے بھی یہاں گنجایش نہیں ہی کجا کہ تفصیل ہاں صرف اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ سب سے بڑی چمگادر دیسی کُتّے کے

برابر ہی اور سب سے چھوٹی چوہے برابر۔ انکے علاوہ تاپیر اور بھیڑ کے برابر بجر کیٹ (سلو سانپ) گدھے برابر سور جنکے دو دو دانت پاؤ پاؤ گز لمبے ہیں۔ **ہیپوپوتامی** ھ۔ے۔پ۔و۔پ۔و۔ت۔ا۔م۔ی۔ اور **شترمرغ** ہین۔ شترمرغ کے ایک روز کے نکلے ہوے بچے سے لگاکر سال بھر تک عمر کے بچے ترتیب وار رکھے ہیں۔ پیدائش اور نشو و نما کے تغیرات کو نہایت عمدہ طور پر ظاہر کیا ہی۔

انسانی تشریح کے واسطے ہر ملک کے آدمیوں کی کھوپریاں اور پنجر اور بعض آدمیوں کے سر چہرے کے پوست اور سر کے بالوں سمیت خشک کرکے رکھے ہیں جنسے اصلی رنگ اور نقشہ معلوم ہوتا ہی۔ امریکن اسکیمو وغیرہ جنگلی قوم کے آدمیوں کے سر جو اپنے چہروں کو گود کر سُرخ اور نیلی دھاریاں بناتے ہیں۔ ایسی عمدگی سے خشک کیے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں فرق نہیں کر سکتے۔

اِسکے محاذی دوسرے درجوں میں **جمادات** اور **نباتات** کی تاریخ ہی۔

چارسو پچاس ۴۵۰ برس کی عمر کا ایک درخت تنے سے گنڈیری کیطرح کاٹ کر رکھا ہی۔ یہ درخت صنوبر کی قسم ہی اور زرد لکڑی میں سیاہ خطوں سے تنے کی گولائی کے موافق دائرے کھنچے ہوے ہیں۔ اِنہیں لکیروں سے عمر کا حساب کیا جاتا ہی کیونکہ ہر سال ایک سیاہ لکیر کے برابر درخت موٹا ہو کر ایک دائرہ زیادہ ہو جاتا ہی۔ اِس درخت کا قطر تین ۳ گز اور دور نو ۹ گز سے کچھ زیادہ ہی۔ وہی جنس ہی جو یوسی ملٹی ویلی کے قریب

وادونہ درختوں کی ہی۔ سیاہ خطوط پر جابجا عمر کے سال لکھے ہوئے ہیں یعنی کس سنہ میں یہ درخت کس قدر موٹا تھا اور اُسوقت اسکی کیا عمر تھی۔

یہاں بھی خشکی و تری کے بعض جانور رکھے ہیں۔ ایک **شارک مچھلی** اٹھائیس ۲۸ فیٹ (نو گز سوا پانچ گرہ) لمبی اور تیرہ ۱۳ فیٹ موٹی۔ **امریکن میمتھ** جسکا ذکر ہمنے پہلی جلد میں الاسکا کے حال میں لکھا ہی پورا ڈھانچ رکھا ہی۔ اسی کی صورت اور جسامت کے قریب **مسٹوڈن** ۔م۔س۔ٹ۔و۔ڈ۔ن۔ Mistoden ایک حیوان ہی گویا ہاتھی اور میمتھ کے بیچ میں ایک نسل ہی۔

ایک اور حیوان کا پنجر درخت پر چڑھتا ہوا دکھایا ہی۔ دونوں ہاتھ خشک درخت کے اوپر اور تمام جسم نیچے ہی۔ یہ جانور بھی اپنی زندگی کی حالت میں ہاتھی کے برابر ہوگا۔ فرق اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ اس کے پاؤں کی بناوٹ شیر وغیرہ درندوں کے مثل معلوم ہوتی ہی یہ صرف ہڈیاں ہیں۔ گوشت۔ پوست۔ رگ و پے سب ملا کر بڑا جسم ہوگا انگریزی میں اس حیوان کو **گرونڈ سلوتھ** Groundsloth کہتے ہیں۔ یہ نسلیں زیادہ تر طوفان نوحؑ سے پیشتر ہوتی تھیں۔ اب نظر نہیں آتیں۔ بعض آدمیوں سے ہمنے سنا ہی کہ میمتھ کی نسل افریقہ میں اب بھی موجود ہی۔ مگر ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے خدا کو علم ہی۔

غرضکہ **طبقات الارض** کے متعلق صدہا چیزیں یہاں رکھی ہیں بعض حیوان زمین کے اندر سے پتھر کا کوئلا بنے ہوئے نکلے ہیں۔ بعض دوسری قسم کے

پتھر بن گئے ہیں- کوئلا بنا ہوا ایک بس کھبیرا جسکا طول دو فیٹ سے زیادہ ہی کوئلے کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا ہی- انہیں قسموں میں ایک کچھوا اسقدر بڑا ہی کہ اگر اُسکے مُنہ کی چوڑائی میں آدمی لیٹ جائے تو گنجائش پاسکتا ہی- اِس کمرے میں اکثر شوقین طالب علم اور طبقات الارض کے محقق مطالعے میں مصروف رہتے ہیں-

ہر ایک چیز کو دیکھکر اُسکی حقیقت اور ماہیت کی تحقیق سے کسی طرح جی نہیں بھرتا-

لنچ کا وقت قریب تھا اسلیئے ہوٹل کو واپس آئے-

نیشنل گیلری

۸- **نومبر**- آج صبح کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا- سہ پہر کو نیشنل گیلری میں گئے- مولوی فرخی- مسٹر بٹرن- اور عبدالصمد خاں ہمارے ساتھ ہیں- اِس عمارت میں دنیا کے نامی آدمیوں کی تصویریں اور حیوانوں کی طبعی حالت کے نقشے- دریا- کشتی- جہاز- طوفان- درخت اور جنگل ہر چیز کی اصلی حالتوں کو مُختلف طور سے تصویر میں ظاہر کیا ہی- اِسکے سوا مقدسین مذہب اور انبیا **علیہم السلام** کی شبیہیں بھی ہیں- بتول عذرا حضرت مریم علیہا السلام- سیدنا عیسیٰ ابن مریمؑ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تصویریں ولادت باسعادت کے زمانے سے عیسائیوں کی خیالی صلیب تک مختلف سن و سال کی حالت میں کھینچی گئی ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اکثر تصویروں میں ہم عمر ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کے ساتھ ظاہر کیا ہی-

ایک تصویر میں قادر بے ہمال - بے چون و بے چگوں کو بھی خیال باطل سے مجسم کر لیا ہی اور ایک اوسط العمر - میانہ قد - سیاہ و سپید ملے ہوئے بالوں کی متوسط ڈاڑھی والے انسان کی تصویر بنا کر اُسکی گود میں صلیب اور صلیب کے تختے پر حضرت مسیح علیہ السلام کے خیال کو کیلوں سے مربوط کیا ہوا ظاہر کیا ہی - نہایت بے ادبی اور جرأت ہی -

ان کے سوا شاہان یورپ عموماً اور شاہان فرانس و انگلنڈ خصوصاً مختلف مصوروں کے ہاتھ سے مجسم کیے گئے ہیں -

ایک صورت **ارل آف چاتھم** کے نہایت عجیب سانحے کی یادگار ہی - ارل موصوف **پارلیمنٹ** میں اسپیچ کرتے ہوئے فجائۃً مر گئے ہیں - چند آدمی اُن کو سنبھالے ہوئے ہیں - باقی اہل مجلس حیرت میں غرق ایک دوسرے کا مُنہ تک رہے ہیں - بہت اچھا نقشہ ہی -

نامی مصوروں میں سے جو یورپ میں گزرے ہیں **رفائیل** کا کام بہت پاکیزہ اور نازک ہی - **لنسیر** (ل - ن - س - ی - ر) Lanseer کی مصوری بھی لطافت اور کمال سے خالی نہیں - اُسکی طبیعت طوفان اور اتفاقی حادثات کے وقت طبعی حالتوں کے دکھانے میں بہت موزوں ہی - حیوانات کی نیچرل حالتوں کو ٹرنر Turner خوب کھینچتا ہی - تینوں مصور اپنے اپنے کام میں بے مثل ہیں مگر ہمارے نزدیک رفائیل کے کام میں زیادہ نزاکت ہی -

٩ - نومبر - آج لندن میں لارڈ میر Lardmayor کا جلوس

گشت کرے گا۔ اِس تقریب کو لارڈ میرس شو یا پروسیشن آف لارڈ میر (لارڈ میر کا جلوس و نمائش) کہتے ہیں اور ہر سال نویں نومبر کو لارڈ میر کے تقرر کا اعلان اُن کو شہر میں گردش کرانے سے کیا جاتا ہی۔ اہل شہر کے ووٹ (چٹھیاں) سے یہ عہدہ منتخب ہوتا ہی اور لندن میونسپلٹی وغیرہ شہر کے تعلقات لارڈ میر سے متعلق ہوتے ہیں۔ اِس لفظ کے معنی اگر ہم فارسی میں بتائیں تو کدخدا باشی شہر۔ ترکی میں بیگلر بیگی مگر ہندی میں سوا چودھری صاحب کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

کھانے کے بعد گیارہ بجے سے ہم طامس کوک کے آفس میں گئے۔ آج لنچ کیواسطے بھی وہیں مدعو ہیں۔ آفس کا مکان لڈگیٹ ہل محلے میں بازار کے چوک پر ایسے گوشے میں واقع ہوا ہی جہاں سے چوراہے کے چاروں راستے دور تک نظر آتے ہیں۔ ہر چہار راستوں پر اور چوراہے کے بیچ میں اس قدر کثرت سے تماشائی مرد اور عورتیں جمع ہیں کہ اگر تھالی پھینکو تو اس سر سے اُس سر تک زمین پر نہ گرے متمول لوگ اطراف کے بالاخانوں پر فی کرسی کئی کئی پونڈ تک کرایہ دے کر بیٹھتے ہیں۔ دو بجے کے قریب لارڈ میر کے جلوس کی آمد ہوئی۔ پولس کے سواروں نے بغیر شور و غل کے نہایت سہولت سے راستہ صاف کرلیا اور جسکا انتظار تھا وہ جلوس سامنے سے نمایاں ہوا۔ سب سے آگے پولس کا رسالہ اُسکے بعد رائیل آرٹلری کے سوار۔ پھر فائر برگیڈ کا کنٹنجنٹ اور اُن کے ساتھ فائر مپ کی چند گاڑیاں اور فائر انجن میں چار گھوڑے جُتے ہوئے اُسکے ساتھ فائر برگیڈ کے سپاہی تبر۔ کدالیں اور پھاوڑے وغیرہ لیے

ہوے۔ پھر سب افسر گھوڑوں پر سوار۔ اُن کے پیچھے چند گاڑیوں میں مقدسین مذہب (پادری) پھر رائل فیوزلیر چوتھی پلٹن کا دستہ۔ پھر اسٹیم فائر انجن کو چار گھوڑے کھینچتے ہوئے۔ پھر رائفل برگیڈ کا دستہ۔ پھر فائر برگیڈ کا ریئر گارڈ۔ اِسکے بعد جہازی سیلروں کے لباس میں دس دس گیارہ گیارہ برس کے لڑکوں کی کمپنی۔ اُس کے پیچھے آٹھ گھوڑوں سے جُتی ہوئی ٹرینس پورٹنگ کیرج (بار برداری کی گاڑی) پر لائف بوٹ[۱]۔ پھر زرق برق سنہری روپہلی کام کی وردیاں پہنے ہوے، ایک دستہ۔ اِسکے بعد شاہی والنٹیر کی تیسری پلٹن پھر ویسٹ کینٹ رجمنٹ۔ اُسکے ساتھ دس معززین شہر سے متعلق مختلف قسم اور علامت کے دس نشان (بینر) اُن کے پیچھے سر اسٹوارٹ نائیل بارٹ۔ سابق لارڈ میر کا نشان اور ہتھیار۔ پھر چند گاڑیوں میں کمپنی کے کلارک اور اسسٹنٹ کورٹ کے ممبر اور چار گھوڑوں کی گاڑی میں چند افسر۔ پھر فرسٹ کیڈٹ بٹالین اور کوئینس رجمنٹ اور اُسکا باجا۔ اُسکے پیچھے والنٹیرس رائفل برگیڈ کا باجا پھر رائل انجینیرس مع چودہ پندرہ نشانوں کے۔ اِنکے بعد چند گاڑیوں میں تجارتی کمیٹی کے چند افسر اور اُن کا اسٹاف وغیرہ۔ پھر گرا سیر کمپنی کا جلوس اسطرح کہ دو دو اونٹ جن پر دو دو بوریاں لدی ہوئیں اور چند عرب نہایت عمدہ عربی لباس میں اونٹوں کی نکیل تھامے ہوے۔ اُنکے پیچھے دو عرب عربی لباس اور سرخ لانگ بوٹ پہنے ہوے

---

[۱] لائف بوٹ اُس کشتی کو کہتے ہیں جو جہاز پر اِس غرض سے ہوتی ہی کہ جہاز کے ٹکرا کر ٹوٹنے یا ڈوبنے کے وقت اُس میں بیٹھکر جان بچالیں۔

دو عربی گھوڑوں پر سوار اور ایک گاڑی پر کھجور کے درخت گملوں میں رکھے ہوئے۔ اِنکے بعد ایک دستہ پندرہویں صدی کے قاعدے کے موافق پُرانے فیشن کی پوشاک میں شریف الڈرمین اور کمپنی کے نشان لیے ہوئے۔ پھر لنڈن رائفل برگیڈ کا دستہ۔ اسکے بعد رائفل والنٹیرس اُسکے بعد رائٹ اونریبل جارج رابرٹ ٹیلر نئے لارڈ میر کا نشان اور چند آراستہ گاڑیوں میں معززین شہر سوار تھے اور گاڑیوں کے اِسی سلسلے میں کمشنر وغیرہ۔ پھر ٹاور برج گاڑی پر ایک عمارت کا نمونہ اور پل رکھا ہوا اور اُسکے ساتھ ایک گاڑی میں بڑے پادری صاحب پھر اسکوٹ یعنی جاسوسوں کا دستہ۔ پھر رائیل آرٹیلری۔ اُنکے پیچھے شریف اور الڈرمین گاڑیوں میں۔ اُن کے بعد چار پانچسو برس پہلے کا لباس پہنے ہوئے اور چوبداروں کے مثل سونے کے ڈنڈے اور عصا لئے ہوئے چند آدمی جلوس کی گاڑیوں کے کوچ بکس پر۔ پھر ہوس ہولڈ کیولری اور اُن کا باجا۔ اِنکے بعد نمبر آٹھ کنگ رائیل آئرش ہُسار کا دستہ۔ اُس کے بعد چار گھوڑوں کی گاڑیوں میں سر اسٹوارٹ نیل برٹ Sirstuart- -knill bart پہلے لارڈ میر۔ اُن کے پیچھے نہایت آراستہ شاہی گاڑی میں جسکے کوچ بکس پر سونے کے ڈنڈے اور عصا لئے ہوئے چوبداروں کا عملہ تھا۔ لیڈی میرس اُنکے پیچھے فسٹ لائف گارڈ رسالہ اور بینڈ۔ اُنکے پیچھے گھوڑے پر سوار سٹی مارشل۔ پھر ایک گاڑی میں لارڈ میر کے ملازم۔ سب سے آخر میں ایک نہایت عمدہ سنہری گاڑی میں جو شاہی تکلفات سے آراستہ تھی رائٹ اونریبل سر جارج ٹیلر

سنئیے لارڈ میر The Right honourablesirgargetailer

تھے - اُنکے پیچھے بھی ہُمسار کے چند سوار - غرضکہ جلوس ختم ہوا -

اِس تقریب کی خوشی میں عجیب رسم یہ ہی کہ مرد عورتوں کو زبردستی پکڑ کر اُنکے بوسے لیتے ہیں اور اِسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ بوسے لیکر چھوڑ دیں بلکہ پہلے آپ مل دل کر پھر دوسرے دوست کی طرف دھکا دے کر اُسکے حوالے کرتے ہیں وہ بھی بغل میں دبا کر بوسے لیتا ہی - تماشائی عورتوں کے بھی جھنڈ کے جھنڈ پھرتے ہیں - جس کو مرغوب پایا اُن میں سے پکڑ لیا - بیچاری مشکل سے تڑپ تڑپ کر چھوٹتی ہی اور رومال سے مُنہ پونچھتی ہوئی بھاگ کر اپنی سہیلیوں میں جا ملتی ہی - (پنجاب کی طرح یہاں بھی آج گرو کی کُھل[ل] ہی - کرتار پور کے میلے میں ہر شوق کے پورا کرنے کیواسطے ایک روز کو گرو صاحب کیطرف سے معافی ہوتی ہی) بعض شریر قمقموں میں سپید پوڈر بھر کر غفلت کی حالت میں عورتوں پر پھینکتے ہیں - سیاہ لباس پر سپید پوڈر نہایت بدنما معلوم ہوتا ہی - ایسے بعض آدمیوں کو جو پوڈر پھینکتے ہیں پولس نے تنبیہ بھی کی - واقعی یہ امر نہایت بے تہذیبی اور ایذا رسانی کا باعث ہی - مگر پہلی بات معیوب تصور نہیں ہوتی -

طامس کوک کی طرف سے نہایت پُرتکلف دعوت ہوئی - پانی کے عوض گلاب سے ہاتھ دُھلائے - کھانا بھی بہت لذیذ اور اعلیٰ درجے کا تھا - سیاہ و سفید انگور جسقدر آبدار اور عمدہ اس کھانے پر تھے پہلے لندن میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا - مسقطی

[ل] کُھل بندش کی ضد ۱۲

انگور کا تخم ہے۔

غرضکہ جلوس نکل جانے کے بعد بہت دیر میں راستہ صاف ہوا۔ ہم نے کپتان کالون صاحب کو ساتھ لے کر بعض اسباب خریدا۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ٹڈن اور عبد الصمد خاں ریجنٹ اسٹریٹ کو تصویریں وغیرہ لینے گئے۔ آج کے تماشے میں تین ۳ چار ۴ ہندوستانی آدمی بھی نظر آئے۔ دو ۲ ہندو تھے اور ایک مسلمان۔ شام کو مکان پر واپس آئے۔ دسویں سے تیرہویں تک چار ۴ روز برابر سوغات خریدنے میں صرف ہوئے۔

۱۴۔ نومبر۔ کھانے کے بعد ہم مسٹر ٹڈن اور عبد الصمد خاں کو ساتھ لیکر رصدگاہ میں گئے۔ منجم نے جو اسوقت موجود تھا بیان کیا کہ دس ۱۰ منٹ کے بعد دوربین کے مقابل سے ایک ستارہ گزرے گا۔ اُس کے کہنے کے موافق ہمنے ٹھیک دس ۱۰ منٹ کے بعد دیکھا۔ واقعی ایک نہایت روشن چیز جھلملاتی ہوئی گزرتی معلوم ہوئی۔ تھوڑی دیر تک اُسکی رفتار کے ساتھ دوربین کو بھی گردش دے کر دیکھا۔ بہت بڑا جسم تھا۔ نامناسبت وقت اور عجلت کی وجہ سے کچھ حالات تحقیق کرنے کا موقع نہ تھا مکان کو واپس آئے۔

لندن اکیاون ۵۱ درجہ تیس ۳۰ دقیقہ عرض شمالی اور پانچ ۵/۶۰ دقیقہ طول غربی پر واقع ہے۔ طول بلد کو زمانہ حال کی رصد میں گرین وچ سے لیتے ہیں۔ جو ملک گرین وچ کے مشرق میں واقع ہوئے ہیں وہ طول شرقی پر اور جو مغرب کی سمت آباد ہیں وہ طول غربی پر قرار دیئے جاتے ہیں۔ طول سے صبح و شام کا فرق معلوم ہوتا ہے اور عرض شمالی

یا جنوبی سے موسم کا اعتدال اور سردی - گرمی کا اندازہ ہوتا ہی - شمالی درجے خط استوا کی شمال کو قطب شمالی تک اور جنوبی جنوب کی طرف حساب کیئے جاتے ہیں -

فرانس

۱۵ - نومبر - آج لندن کو خیرباد کہہ کر فرانس کو روانہ ہوتے ہیں - چونکہ وطن کی طرف کو بازگشت ہی ہر شخص کی طبیعت میں عجلت پائی جاتی ہی - کھانے کے بعد دس ۱۰ بجے ہوٹل سے سوار ہو کر اسٹیشن پر آئے - صاحبزادہ محمود علی خاں صاحب بہادر بھی وداع کے واسطے اسٹیشن پر آئے تھے - دیر تک اُن سے صحبت رہی - انگلنڈ میں مسلمانوں کی مذہبی رفتار کا ذکر آیا - کہتے تھے عیدین وغیرہ کو مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا ہوں - باقی نماز صبح اتصالاً امکان پر پڑھتا ہوں - روانگی کا وقت قریب تھا - صاحبزادے صاحب کو خدا حافظ کہہ کر ہم سوار ہوئے اور گیارہ بجے ٹرین ڈوور کو روانہ ہوئی - وہاں سے کشتی میں سوار ہو کر **انگلش چینل** کو عبور کریں گے - ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت ہی - ڈوور پہنچکر جہاز میں سوار ہوئے - ابر غلیظ اور دھواں دھار گھر چھایا ہوا ہی - کبھی کبھی ترشح بھی ہوتی ہی - دریاے مانش میں ہمیشہ طوفان رہتا ہی - مسس کالون اور مولوی فرخی کو جہاز چلتے ہی دوران سر ہوا اور آخر تک سر نہ اُٹھا سکے - منتجاب خاں کو بھی کچھ کچھ اثر ہوا مگر نہ اسقدر کہ حرکت محال ہو - صرف اکیس ۲۱ میل کی راہ ہی ایک گھنٹہ اور بیس ۲۰ منٹ میں کیاشں پہنچ گئے - جہاز سے اُتر کر

ہوٹل میں کھانا کھا کر ریل پر سوار ہوئے۔ سوا تین ۳ بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ کیلشس فرانس کی زمین پر ہے۔ ریل کی گاڑیاں بہت تنگ ہیں۔ فی گاڑی آٹھ آدمی کے واسطے جگہ ہے۔ پوشش بھی نرم ہے۔ مگر امریکہ کی گاڑیوں کے مقابل قید خانہ ہے۔ دو ایک گاڑیوں کے سوا کسی گاڑی میں ضرورت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اسٹیشنوں پر بھی غسل خانے وغیرہ بہت کثیف اور مکروہ ہیں۔ لندن کی گاڑیاں ان سے سو درجہ بہتر ہیں۔

باوجود اس کے کہ انگلنڈ اور فرانس میں انگلش چینل کی وجہ سے کم از کم اکیس ۲۱ میل مسافت ہے۔ مگر یہاں کی زمین اور ہیئت مجموعی دیکھ کر انگلنڈ کی زمین سے فرق بین معلوم ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی حکمت کے پوشیدہ بھیدوں کو انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ ایک آدم کی نسل سے صدہا قومیں جدا جدا مقرر کی ہیں۔ نہ ایک کی صورت و سیرت دوسرے سے مشابہ ہی نہ زبان اور اصطلاح مطابق۔ با ایں ہمہ کہ سب ایک درخت کے ثمر ہیں اور ایک ہی سرچشمے سے سیراب ہوئے ہیں مگر ایک کی طرز معاشرت دوسرے سے جدا۔ کھانا۔ پینا۔ مرنا۔ جینا سب الگ۔ عقائد و مذہب میں بھی اختلاف۔ کیلشس سے آگے بڑھتے ہی زمین کی ہیئت اور انسانوں کی صورت میں یکایک تغیر ہو گیا۔ زمین ہندوستان کے مثل لمبے چوڑے سطحہ میدان۔ انسان ایرانیوں سے ملتے جلتے۔ چہرے کا رنگ زردی مائل۔ شریف صورت۔ نرم مزاج۔ دیہات انگلنڈ کی نسبت مختصر اور سادہ مکانات پست۔ اہلِ فرانسہ کی اصل بھی ایران سے ہے کسی زمانے میں یہ قوم ایران سے یہاں

آکر آباد ہوئی ہی اسی سبب سے فرانسہ کی زبان شیریں ہی اور تلفظ کی نرمی میں فارسی کی بہن معلوم ہوتی ہی- ڈال اور ٹے کا تلفظ ایرانیوں کی طرح- دال اور تے سے کرتے ہیں- غرضکہ شام کے سات بجے پیرس میں پہنچے اور اسٹیشن سے سوار ہوکر سیدھے گرینڈ ہوٹل Grand hotel میں آئے- اِس ہوٹل کی عمارت نہایت خوبصورت اور عالی شان ہی- ہمارے واسطے تین ۳ کمرے معین کیئے گیے ہیں ایک نشست کے واسطے اور ۲ دو خوابگاہ سے متعلق ہیں- پردے اور کرسیوں وغیرہ اسباب کی پوشش مفتول باف (کلابتون کے ساتھ بنا ہوا کپڑا) اور ریشمی ہی- تمام عمارت برقی روشنی سے روز روشن کے مثل منور ہی-

۱۶-۱۷- نومبر- کھانے کے بعد ہم نے پیرس کی مشہور عمارتوں میں سے اوّل کلیسا سے مادلن کو دیکھا- گرینڈ ہوٹل سے بہت قریب ہی- نپولین اوّل نے اپنے زمانے میں تعمیر کیا ہی- تمام عمارت سنگ باسی سے بنائی گئی ہی- اوّل لوہے کا جنگلہ ہی اُسکے بعد پتھروں کے فرش سے چاروں طرف صحن بنایا ہی- پھر قریب چار ۴ گز کے کرسی دے کر گرجا کی عمارت بنائی ہی- پہلے ہر طرف برآمدہ ہی جس میں بہت خوبصورت کگری گڑھت کے نو دس ۱۰ گز بلند ایک ڈھال پتھر کے ستون لگے ہوے ہیں- ہر ایک ستون کا دور بھی آٹھ ۸ گز کے قریب ہی نماز کے کمرے کے دروازے پر بھی اسی قسم کے آٹھ ستون ہیں- محراب وغیرہ بھی نہایت شاندار اور خوش نما ہی گرجا سے سوار ہوکر ہم پلاس ڈولا کونکرد کو گیے - چوراہے کے بیچ میں

بہت خوبصورت میدان واقع ہوا ہی۔ چار طرف کو نہایت وسیع اور سیدہی چار سڑکیں جاتی ہیں۔ میدان کے دور اور وسط میں انسان۔ پری۔ فرشتہ اور گھوڑے وغیرہ کی مورتیں ہیں۔ بیچ میں بہت خوبصورت حوض اور فوارہ ہی۔ فوارے کی جڑ میں ہر طرف لوہے کی ڈھالی ہوئی فرشتوں کی مورتیں اور اُن کی بغل میں مچھلی کے مثل دریائی جانور ہیں۔

اسی میدان میں پتھر کے ایک ٹکڑے کا نہایت عجیب چوپہل منار ہی۔ یہ منار پہلے مصر میں تھا محمد علی پاشا گورنر مصر نے نپولین اوّل کو ہدیۃً دیا ہی۔ ہر ایک پہلو ۲½ ڈھائی گز چوڑا۔ سب ملکر دس گز موٹائی اور اسّی فیٹ بلندی ہی ہر طرف فراعنۂ مصر کے زمانے کے حروف میں کچھ عبارت نقش ہی۔ منار کے عجیب ہونے میں تو شک نہیں مگر مصر سے یہاں تک صحیح وسالم لے آنا بھی تعجب سے خالی نہیں ہی۔

اِس میدان کے شمالی رُخ پر سڑک کے آخر میں چیمبر آف ڈی پی ٹی کی عمارت اور جنوب میں ٹولریز کی مشہور عمارت (جو بہترین عمارات دنیا میں شمار ہوتی تھی) مشرق میں کلیسائے مادلن اور گوشۂ مغرب میں آئیفل ٹاور ہی۔ اِسی میدان سے شانز اِلیزہ (فردوس ہمیشہ بہار) نامی کوچہ شروع ہوتا ہی۔ بہت چوڑی سڑک ہی اور ارک دو تریومف پر سیدہی جاتی ہی۔ گھوڑا گاڑی کی سڑک کے کناروں پر ایک قد وقامت کے درختوں کی نہایت خوشنما قطار ہی۔ اُسکے بعد دونوں طرف

پیادہ چلنے کی سڑک ہی۔ بعض کافی شان تھان[۵۱] بھی اسی کوچے میں واقع ہوے ہیں۔

پیرس میں اکثر مرد اور عورتوں کے بال اور پتلیاں سیاہ ہوتی ہیں۔ زنانہ لباس تو اس قدر بانکا اور خوش قطع ہی کہ تمام یورپین دنیا اُنھیں کی مقلد ہی

ٹرمفل آرک

ٹرمفل آرک۔ نپولین اوّل نے اپنی فتوحات کی یادگار میں ایک ترپولیہ (کریاس) بنایا ہی۔ یہ عمارت دو سو چالیس فیٹ بلند ہی۔ اُسی کے نیچے سے شمال و جنوب اور مشرق سے مغرب کو دو سڑکیں چوراہا بناتی ہوئی گزری ہیں۔

محراب فتح کے چار طرف دیواروں اور محرابوں پر نپولین کی لڑائی کی تصویریں پتھر پر اُبھاروان نقش میں کندہ کی ہیں۔ بہت عالی شان اور خوشنما عمارت ہی۔ چھت کے اوپر سے تمام شہر اور نواح شہر کے منظر نظر آتے ہیں۔

ترُوکِدرُو

یہ خوشنما مدور نقشے کی عمارت تین چار گز بلند کُرسی پر سنہ ۱۸۶۸ع کی نمائش کا بقیہ ہی۔ حال کی نمائشیں بھی اسی مکان کے سامنے والے میدان میں قائم ہوتی ہیں

---

[۵۱] کافی شان تھان قہوہ خانے کے مثل ایک جگہ ہی جہاں کافی پلاتے ہیں اور گانا بجانا ہوتا ہی۔ اور اسٹیج پر بیٹھ کر کوئی حسین عورت گاتی ہی۔

گویا مغربی رخ سے نمائش کے میدان کا دروازہ ہی۔ اِس کے سامنے میدان کے وسط میں آئیفل ٹاور ہی جسکے نیچے سے چاروں طرف کو چار رستے نکل گئے ہیں۔

سنہ ۸۹ء والی نمائش کے بعد کی نمائشوں کے واسطے جو عمارتیں تعمیر ہوئی تھیں اُن میں سے سنٹرل ڈوم۔ فائین آرٹ۔ اگزبیشن روم اور ایک اور بغیر پلاستر کے اینٹوں سے بنی ہوئی عمارت باقی رکھ لی ہیں۔ یہ چاروں مکان بھی آئیفل ٹاور کے چار طرف واقع ہوے ہیں تُرو کدرُو کے اطراف میں نہایت خوبصورت مختلف قسم کے سُنہری بُت رکھے ہیں۔ اُسیکے سامنے میدان میں حوض اور فوارے ہیں۔ حوضوں کے کناروں پر بھی ہاتھی بیل اور گینڈے وغیرہ جانوروں کے بت رکھے ہیں۔ نہایت دلکش اور خوش فضا جگہ ہی

آئیفل ٹاور

اِسی میدان میں جسکا ذکر کیا گیا ہی۔ آئیفل ٹاور ہی۔ ٹاور کے معنی برج یا مینار سمجھنا چاہیئے۔ یہ مینار سر سے پاؤں تک لوہے کی پٹیوں سے چوکھُن جالی دار بنایا گیا ہی۔ لوہے کے خمدار شہتیروں سے چار محرابیں بنا کر اُن کے اوپر ہزار فیٹ بلند نوکدار عمارت ہی۔ محرابوں کے نیچے سے چار طرف کو چار راستے نکلے ہیں۔ مینار منزل بہ منزل ہی۔ پہلی منزل پر ایک ہوٹل ہی۔ دوسری منزل پر رسٹوراں (کھانا کھانے کی جگہ)۔ تیسری منزل پر ایک دکان اور ڈاک خانہ ہی جہاں سے مینار کی تصویر چھپے

ہوے پوسٹ کارڈ اور لفافوں پر بطور یادگار خطوط روانہ کرتے ہیں- مینار کی تصویر سے یہ امر ظاہر کرنا مقصود ہی کہ مینار کے اوپر سے خط روانہ کیا ہی- اسمیں گورنمنٹ کا یہ فائدہ ہی کہ بغیر ضرورت صرف مذکورہ بالا غرض سے ہزاروں خطوط روانہ ہوتے ہیں اور پوسٹ کارڈ اور لفافے بکتے ہیں-

ٹاور کے اوپر چڑہنے کے واسطے کوئی زینہ نہین ہی بلکہ ہر گوشے کی طرف سے دو دو لفٹ (جس کو فرانس کی زبان میں آساں سر کہتے ہیں) لگے ہوئے ہیں- اوپر جا کر جہاں مینار زیادہ مخروطی اور ڈہلواں ہوتا گیا ہی صرف ایک لفٹ ہی-

دنیا میں اب تک اِس کی برابر بلند مینار نہیں بنایا گیا- مئی سے اکتوبر تک چھ مہینے گرمیوں میں اوپر چڑہتے ہیں اور نومبر سے اپریل تک لفٹ بند رہتی ہی- اِس میدان میں سین ندی نہایت لطافت اور خوبصورتی سے بہتی ہی- دونوں طرف کناروں کو پختہ بنا دیا ہی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پُل بنے ہوئے ہیں- کشتیوں کے ذریعے سے اسباب کی آمدورفت میں بھی بڑی سہولت ہوتی ہی-

موزہ گریوان

عصر کے قریب ہم موزہ گریوان (عجائب خانہ) میں گئے- میڈم توسہ کے عجائب خانے کی طرح یہ بھی مومی تصویروں کا عجائب خانہ ہی- گریواں عجائب خانہ بنانے والے کا نام ہی- مکان میں داخل ہونے کے بعد اوّل تھیٹر کے تماشوں

میں سے ایک ناچ نظر آتا ہی۔ نہایت عمدہ اور نازک لباس پہنے ہوئے چند عورتیں ناچ رہی ہیں۔

موم کی اور بھی صدہا مورتیں ہیں مگر تاریخی واقعات کی یادگار جو ہوئیں[۱۴] لوئی فلیپ بادشاہ فرانس اور اُس کی بی بی میری انتونی کا مجسم قصہ ہی۔ لوئی فلیپ اور میری آنتونی سے فرانس کی رعیت کے باغی ہونے کا سبب پھر اُن کو گرفتار کرکے قتل کرنا تو تاریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہی۔ یہاں صرف اسی قدر دکھایا ہی کہ ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں لوئی فلیپ قید ہی۔ دوسرے کمرے میں کونسل کے سامنے میری آنتونی کا مقدمہ پیش ہی اور بہت دیر تک جرح و تعدیل کے بعد عدالت نے میری کے قتل کا فتویٰ سنایا ہی۔ قتل کی خبر سُنکر میری کو غش آیا ہی اور چند مصاحب لیڈیاں اُس کو ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے ہیں۔ چھ چھ سات سات برس کے دو بچے ایک بیٹا ایک بیٹی ماں کے پانو سے لپٹے ہوئے حیرت سے اُس کا منہ تک رہے ہیں عجیب حسرتناک منظر ہی۔ کسی طرح اصلی اور مصنوعی۔ زندہ اور مردہ انسان میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔

ایک کمرے میں جہاز کے اوپر شہنشاہ روس اور مسیو کارنو پریسیڈنٹ فرانسہ۔ اپنے اپنے اسٹاف کے ساتھ باہم ملاقات کر رہے ہیں۔ دریا پر جہازوں کا بیڑہ کھڑا ہی۔ بہت شاندار صورتیں ہیں۔

اِسکے سوا ایرحرم خون کے پیاسے قاتلوں کی یادگار سے مسمی مارات Marat

ایک سفاک شخص بنایا ہی یہ ظالم مسافروں کو زہر سے ہلاک کرنیوالے گروہ کا افسر ہی اسی کے نوکروں میں سے مس چارلوٹ Charlotte نام ایک عورت نے اِس خیال سے کہ مارات کے نابود ہو جانے سے صدہا بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہونے سے بچیں گی نہاتے ہوئے جبکہ وہ ٹپ کے اندر پانی میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اِس کو چھری سے قتل کیا ہی - مارات ٹپ میں لیٹا ہوا ہی - چھُری دل پر لگی ہی اور دستے تک نیچے اُتر گئی ہی - مس چارلوٹ دیوار سے لگی ہوئی متحیر کھڑی ہی - ایک دوسری بھنگم سی عورت جس کا ایک ہاتھ مس چارلوٹ کے سینے کی طرف دوسرا ہاتھ اور آنکھیں دروازے کی طرف - مُنہ پھٹا ہوا آدمیوں کو پکار رہی ہی - دروازے میں دو آدمی اور ایک پولس کا سپاہی جھانک رہے ہیں - گرفتاری کے بعد کونسل کے سامنے مس چارلوٹ کا مقدمہ پیش ہی - غرض تمام حالتوں کو اصلی کر دکھایا ہی -

ایک مقام کو کافی شان تھان قرار دے کر - کافی وغیرہ مہیا کی ہی - ایک شخص میز پر بیٹھا ہوا کافی پی رہا ہی - ایک چبوترے پر جس کو اسٹیج کہنا چاہیئے جنوبی امریکہ کی چند عورتیں اپنے ملک کا لباس پہنے ہوئے ناچ رہی ہیں اور اسٹیج کے سامنے **اعلیٰحضرت شہنشاہ ایران** اور **امین السلطان** دو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں - ناچنے والی عورتوں میں سے ایک حسین عورت - ایک ہاتھ سینے پر ایک سے سائے کا دامن اُٹھائے ہوئے شاہ کے مقابل کھڑی ہی - اِن مومی صورتوں کو اس قدر صحیح اور پاکیزہ بنایا ہی کہ کسی طرح اصل و نقل

میں تمیز نہیں کر سکتے۔ گویا دیکھنے والے نے شاہ کو حقیقی و واقعی طور پر دیکھ لیا۔

دوسرے ہال میں ایک حسین عورت جھکی ہوئی سائے کو اُٹھا کر جراب یا بوٹ کو درست کر رہی ہی اور ایک پیر فرتوت آنکھوں پر عینک لگائے اُس کو غور سے تاک رہا ہی۔

ایک کمرے میں افریقہ کے وحشیوں کی حالت کو مجسم کر کے دکھایا ہی چنانچہ **بان زین** Banzen بادشاہ **داہومی**[1] اپنی سال گرہ کے جشن کی مجلس میں بیٹھا ہی۔ تین ۳ عورتیں جو غالباً اُس کی بیبیاں ہونگی اُس کے ساتھ ہیں۔ بادشاہ کی صورت ہوبہو ہندوستان کے مداریہ فقیروں سے ملتی ہی۔ دُبلا پتلا سانولے رنگ کا آدمی۔ تہ بند باندھے ہوئے۔ گلے میں پتھر وغیرہ کے منکوں کے چند ہار پڑے ہوئے۔ ایک سایہ دار چبوترے پر بادشاہ ہی اور سامنے صحن میں چند آدمی ننگے کھڑے ہیں۔ بعض اس ظالم کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ایک آدمی گز بھر لمبے تختے پر چاروں

---

[1] داہومی افریقہ میں ۷ درجہ ۳۰ دقیقہ شمالی ۲ درجہ ۱۰ دقیقہ مشرقی پر جنوبی اطلانتک اوشن میں خلیج گینی Guinea کے شمالی ساحل پر واقع ہی اس ملک میں حیوانوں کے مثل آدمیوں کو قربانی کرتے ہیں۔ بادشاہ کی نسبت گمان ہی کہ ہزاروں آدمی صرف اپنی سال گرہ میں قتل کرتا ہی۔ مگر بعض سیاحوں کا بیان ہی کہ عمر کے سالوں کی تعداد کے موافق آدمی قربان کیئے جاتے ہیں۔ چونکہ فرانسہ کے مقبوضات افریقہ کے حدود داہومی سے ملے ہوئے ہیں اسلیئے فرانس اس مردم خواری کو گوارا نہیں کرتا۔ چنانچہ دس ہزار فوج بھیجی گئی ہی کہ اس ظالم سفاک بادشاہ کو پکڑ کر الجزائر وغیرہ میں قید کر دیں اور اُس ملک میں تہذیب پھیلائیں۔

ہاتھ پانوٗ بندھا ہوا ہی ایک حبشی اُن میں سے ایک آدمی کا سر کاٹ کر بادشاہ کو دکھا رہا ہی۔ دوسرے ہاتھ میں خون آلودہ خنجر ہی۔ لاش زمین پر پڑی ہی۔ مقید اور گرفتار لوگ کہ وہ بھی اِسی طرح قربانی کیے جائیں گے عجیب حسرت بھری نگاہوں سے اِس عبرتناک منظر کو دیکھ رہے ہیں۔

اِن کے سوا مجرموں کے ساتھ برتاؤ کو جیسی پہلے زمانے میں رسم تھی ظاہر کیا ہی۔ بعض آدمی میز پر چیت لٹائے گئے ہیں۔ چاروں ہاتھ پانوؤں میں رسّیاں بندھی ہوئی ہیں۔ ہر سمت کو کھینچے جاتے ہیں۔ پادری صاحب مجرم سے بجبر اقرار لے رہے ہیں۔ اور جج لکھتے جاتے ہیں۔ بیچارہ عذاب کے خوف سے ہاں میں ہاں ملا رہا ہی۔

تہذیب کی ترقی سے پہلے یورپ میں بھی اسی طرح کے مختلف طریقوں سے تکلیف دے کر ملزموں سے زبردستی جرم کا اقرار لیا کرتے تھے۔ خدا کا شکر ہی کہ اب وہ حیوانیت یک قلم محو ہو گئی۔ عبرتناک واقعات کی اکثر مورتیں جو لندن میں تھیں یہاں بھی ہیں۔

مولان روش

مولان روش ایک عشرتکدے کا نام ہی۔ یہاں ناچنا۔ گانا۔ بجانا اور تھیٹر وغیرہ عیش و نوش کے سامان مہیا ہوتے ہیں۔ صلیب کی شکل پر تین ہال ہیں۔ بالاخانہ اور کمرے کے اطراف میں اور بھی کمرے ہیں۔ مگر جلسہ اور جماؤ دو بڑے کمروں میں ہوتا ہی

ایک سمت میں تختوں سے مچان بنا ہوا ہی اُس کے اوپر باجا بجاتے ہیں ۔ نیچے
دو قدِ آدم بلند آئینہ کی دیوار ہی ۔ پیرس کی اکثر رنڈیاں جمع ہو کر آئینے کے سامنے ناچتی
ہیں اور اپنی طرز و انداز کو خود دیکھ کر حسن و قبح پر مُطّلع ہوتی ہیں ۔ تماشائیوں میں جس کا جی
چاہے اُن کے ساتھ دست و بغل ناچے ۔ ہال کے دور میں تین چار گز چوڑا چبوترہ ہی
اُس پر چھوٹی چھوٹی سنگ مرمر کی گول میزیں اور ہر ایک کے دور میں چار چار کرسیاں
بچھی ہوئی ہیں ۔ مکان کے ساتھ قہوہ خانہ بھی متعلق ہی ۔ اکثر لوگ کافی ۔ بعض بیئر شامپین
اور سگرٹ وغیرہ وہاں بیٹھ کر پیتے اور پلاتے ہیں ۔ دوسرے ہال میں اسٹیج پر نو بجے
سے دس بجے تک ایک خوش آواز عورت گاتی ہی پھر ایک گھنٹے کے قریب دوسری
عورت جمناسٹک (نٹ کی کثرت) کرتی ہی ۔ اُسی طرف بالاخانے پر تین چار الجیریا کی عورتیں
اپنے ملک کی طرز پر بانہ بجا کر ناچتی ہیں ۔ ایسے مقامات میں مسافر تو خیر تماشا سمجھ کر چلا جاتا ہی مگر
اہلِ پیرس عیاشی کے واسطے جمع ہوتے ہیں اور یہیں سے کسبیاں اُن کو اپنے گھر لے جاتی ہیں
دروازے پر فی کس دو فرانک (فرانک ۱۲ار) دے کر داخل ہوتے ہیں ۔

اِسی طرز کا ایک اور مقام کرِز نیو ہی ۔ نہایت عالی شان عمارت میں ایک بڑا ہال
اور پہلو میں بالاخانہ ہی ۔ ہال میں شاہدانِ بازاری کا جمگھٹ اور لین دین کا بازار گرم ہی
بالاخانے کے سامنے مختصر تماشا خانے میں روسی عورتیں اور مرد اپنے ملک کا ناچ
ناچتے اور گاتے ہیں سینٹ پیٹرزبرگ St. Peters Berg
وغیرہ شہروں میں رہنے والوں کے سوا روسی دہات کے آدمی صورت اور لباس

ہیں ایرانیوں سے مشابہ ہیں۔ اِن لوگوں کا ناچ نہایت مشکل اور بڑی قوت کی ورزش ہی۔

اِس عمارت کے پہلو میں نہایت عمدہ تھیٹر بھی ہی۔ نوعمر اور حسین لڑکیاں اکثر ہیں۔ اسباب کی کیفیت اور لباس کی شان دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہی بیان کرنا مبالغہ تصور ہوگا۔ مولان روش اور اِس تماشا خانے میں اسقدر فرق ہی کہ یہاں پیرس کے معزز لوگ آتے ہیں۔ بازاری سودا بھی وہاں کی نسبت یہاں گراں اور عمدہ ہوتا ہی۔ باقی ناچ جیسا وہاں کسبیاں نکھیتی دکھاتی ہیں یہاں بھی مساوی ہی کافی اور بیئر وغیرہ کے واسطے نشست اور راحت کی جگہ بھی اُسی طرح پر ہی۔

کہتے ہیں نئی نئی طرز و انداز کے زنانہ لباس یہی عورتیں ایجاد کرکے پہنتی ہیں۔ پھر تمام یوروپین دنیا میں تقلید ہوکر فیشن بدلا جاتا ہی۔ واقعی اِن کے لباس کی طرز اور شان بانکپن سے خالی نہیں۔

مولان روش اور کزینو دونوں تماشا خانوں میں ہم نہیں گئے۔ ایک روز حاجی فتحیاب خاں مولوی صاحب کے مقتدی ہوکر گئے تھے۔

۱۷۔ نومبر۔ کھانے کے بعد گاڑیوں میں سوار ہوکر ہم ورسائل پیلس کو گئے۔ وسط شہر سے چھ۶ سات میل کے قریب اور آبادی کے بعض گوشوں سے تین۳ میل مسافت ہی۔ راستے میں سنکلو اور ویل داوری دو۲ آبادیاں سین ندی اور اُسکے کنارے پر نپولین کے بعض مکان ہیں۔ اوّل ہم نپولین کے بگھی خانے

میں گئے۔ بغیر پہیوں کی پانچ گاڑیاں جن کو سلیج کہتے ہیں اور برف کے سطح پر پھسلتی جاتی ہیں۔ نہایت عمدہ طلائی رنگ کی رکھی ہیں۔ تین۳ گاڑیاں نہایت شاندار۔ خالص سونے سے رنگی ہوئی نپولین کی سواری کی ہیں۔ ایک شاہانہ گاڑی سلاطین خارجہ کی سواری کے واسطے ہے جب کوئی بادشاہ پیرس میں نپولین کے پاس آتا تھا تو اس گاڑی میں سوار کرا کے لاتے تھے۔ چنانچہ سب سے آخر مرتبہ اس گاڑی پر امیر المومنین سلطان **عبد العزیز خان** مرحوم سوار ہوئے ہیں۔ اُن کے بعد پھر کسی بادشاہ کو اس پر سوار ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایک گاڑی **ملکہ جوزفین** کی سواری کی ہے اور ایک سُنہری گاڑی جس کی لاگت دس لاکھ فرانک (فی فرانک ۱۲ار) اور پوشش میں سچے موتیوں کی جھالر لگی ہے نپولین **بوناپارٹ** کی یادگار ہے۔ یہ گاڑی اکثر اُسی عظیم الشان بادشاہ کی سواری میں رہتی تھی۔ دو۲ تین۳ گاڑیاں طلائی کام کی اور بھی ہیں۔ بگھی خانے کے تمام ساز و سامان کے پرزے خالص سونے اور بعض خالص چاندی کے ہیں۔ شاہان فرانس کی سواری کے دو۲ کمیت گھوڑے بھی اصلی پوست سے بنا کر زندہ کے شکل رکھے ہیں۔ ہمارے ملک کی طرز سے ملتی جلتی چیزوں میں دو۲ چھوٹی پالکیاں جن کو بوچہ کہتے ہیں بطور یادگار محفوظ ہیں۔ اِن چیزوں کو بہت حفاظت سے رکھتے ہیں۔

بگھی خانے کی سیر کے بعد ہم **میری انتونی** کی سکونت کے مکان میں گئے

میری انتونی چودھویں **لوئی فلیپ** کی معشوقہ تھی اور بڑی عمارت ورسائل کے

قریب لوئی فلیپ نے میری کی عارضی سکونت کے واسطے یہ مکان بنایا ہی- نہایت بیش بہا پتھر کی عمارت ہی- صد ہا ستون ایک ڈھال گلابی- ابری سماق کے اور تمام کمروں کے آتشدان سپید ابری سماق کے ہیں- عمارت کا فرش سیاہ اور سفید مرمر سے بنایا گیا ہی آرائش کے سامان میں سماق کے ایک ٹکڑے سے گلدان تراش کر رکھے ہیں- ہر ایک پھولدان گز بھر سے زیادہ بلند اور دور میں سوا گز موٹا ہوگا- نہایت عجیب چیز **سنگ ملنخیت** (دہان فرنگ) کے ایک ٹکڑے کا چنگیر نما بیٹھک دار پیالہ ہی جس کا قطر اٹھارہ گرہ اور بلندی بھی موزوں ہی- اُسی کے ساتھ بڑے جلسوں میں شراب بھر دینے کے واسطے سنگ سماق کا ایک حوض ہی- عمارت کے بعض حصے بھی مصری سیاہ ابری سے اور سرخ اور گلابی سماق سے بنائے گئے ہیں- ایک مرمر کے تختے پر جس کا رنگ گہرا پیازی ہی منبت کار تصویریں کندہ کی ہوئی ہیں- یہ پانسو برس پہلے کی صناعی اور کاریگری ہی- بعض کمروں میں اطالیا کی خاتم بندی صنعت سے بنی ہوئی پتھر کے ایک ٹکڑے کی میزیں رکھی ہیں- اِن میزوں پر پھول پتّے یا انسان کی تصویریں جو چیز بنائی ہی مختلف رنگ کے چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے پچّی کاری کی ہی- عجیب امر یہ ہی کہ لباس کا رنگ- تصویر کا رخ- روشنی- سایہ- رنگ کی کمی اور بیشی ہلکے اور گہرے رنگ کے سنگریزوں ہی سے دکھائی ہی- اِس کے سوا خاص فرانس کے بنے ہوئے چینی کے پھولدان- جن میں بعض کی قیمت پچاس ہزار فرانک تک ہی صرف آرائش کے واسطے رکھے ہیں

ہر کمرے میں نئی صنعت اور صورت کا گھنٹہ اور مختلف ہیئت کا سامان ہی۔ ایک کمرے میں ملکہ جوزفین کے سونے کا پلنگ چوبیس ہزار فرانک لاگت کا ہی۔ اب تک اس شان اور آرائش کی عمارت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بیان میں اس قدر وسعت نہیں ہی کہ سو خوبیوں میں سے ایک بھی بیان کی جائے مگر انسان اپنی آنکھ سے خود دیکھے۔

مفصل سیر کے بعد ورسائل کے ہوٹل میں سہ پہر کا کھانا کھا کر ہم ورسائل پیلس میں گئے۔ اس مکان کو چودھویں لوئی نے بنایا ہی۔ عمارت کے سامنے میدان میں چودھویں لوئی کی تصویر لوہے سے ڈھلی ہوئی گھوڑے پر سوار ایک مربع ستون پر قائم ہی۔ عمارت کے سامنے سے نہایت خوشنما تین سڑکیں پیرس کو جاتی ہیں سامنے کے کمروں سے شہر کے قریب تک سڑکوں پر آنے جانے والے معلوم ہوتے ہیں۔

لوئی فلیپ رعایا کی بغاوت کے زمانے میں اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے پیلس کی طرف آنے والوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اوپر کے درجے نہایت بیش قیمت اسباب سے آراستہ ہیں۔ ایک کمرے میں جو گیلری کے طور پر بنا ہوا ہی اور زینے کی دونوں طرف ملا کر پونے دو سو گز لمبا ہی۔ شاہانِ یورپ اور نامی امرا و علماے فرانسہ کی نیم تن اور تمام قد پتھر کی تصویریں دو طرفہ رکھی ہیں۔ مولوی صاحب نے قدموں سے اس کمرے کا طول پیمائش کیا ضرور پونے دو سو گز کے قریب اندازہ ہی۔ بعض نشست کے

کمرے اُسّی گز تک لمبے ہیں۔

اِسی عمارت میں پندرھویں لوئی کا بنایا ہوا ایک گرجا بھی ہی۔ تمام عمارت میں نہایت خوشنما گلابی سماق کا فرش ہی جس میں سنگ موسی سے جالی دار زنجیرہ بنایا ہی قربانگاہ کو سراسر طلائی کام سے آراستہ کیا ہی۔ تمام پیلس بھی گلابی سماق اور مصری سیاہ ابری پتھر کی سلوں سے تعمیر کیا گیا ہی۔ آرائش کے سامان میں فی قطعہ ایک ایک لاکھ روپے قیمت کے مصوری پردے دیواروں پر لگے ہوئے ہیں۔ بعض کمروں کی دیواروں پر گوبلین کے بُنے ہوئے تصویردار قالین چپاں ہیں۔ عمارت کے دوسرے رُخ پر بہت بڑا حوض اور چمن ہی۔ سنگ مرمر کے ڈیڑھ سو فوارے اور نہایت خوبصورت تراشی ہوئی پتھر کی دو سو تصویریں موقع اور محل پر جا بجا رکھی ہیں۔ ایک کمرے میں لاجوردی اور سنہری رنگ چینی کا مینار تقریباً چھ سات گز بلند عجیب یادگار کے طور پر رکھا ہی۔

ایک گیلری میں نپولین بونا پارٹ کی اکثر لڑائیوں کی تصویروں کے پردے ہیں جنکے دیکھنے سے انسان کو کمال علم و صنعت عطا کرنے کی نسبت خداوند عالم کی قدرت نظر آتی ہی۔ اگر انسان ہر ایک تصویر کو دس۱۰ روز تک بیٹھا ہوا دیکھا کرے تو بھی آنکھ تماشے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

اِسی پیلس میں عام بلوائیوں نے میری انتونی پر حملہ کیا تھا۔ ملکہ نے سامنے کے کمرے سے باغیوں کو آتے ہوئے دیکھ لیا۔ جب بلوہ کرنے والے ملکہ کی خوابگاہ میں اُسے گرفتار کرنے کو گھسے تو باڈی گارڈ کے سپاہیوں نے برچھیوں سے مقابلہ

کیا اور ملکہ فرصت پا کر دوسری طرف سے نکل کر بھاگ گئی۔ برچھیاں وغیرہ ہتھیار بھی جن سے گارڈ نے ملکہ کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اُسی کمرے میں رکھے ہیں۔

لوئی فلیپ اور میری انتونی پر رعیت کی طرف سے جو الزام قائم کیئے گئے تھے منجملہ اُن کے ایک الزام یہ بھی تھا کہ اُس نے ملک کا تمام روپیہ عمارتوں کی تعمیر اور عشق بازی میں صرف کر دیا۔ ملک مفلس ہو کر مخلوق فاقے کرنے لگی" اِس الزام کی حقیقت ورسائل پیلیس اور میری انتونی کی سکونت کا مکان دیکھنے سے قیاس ہو سکتی ہے۔ روپیہ صرف ہو جانا تو درکنار۔ انہیں عمارتوں کے پیچھے ملکہ اور بادشاہ کی جان بھی گئی۔

سیر کے بعد غروب کے قریب ہم شہر کو واپس آئے۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد بلافصل فالی برژیر Foiles bergere (اِس کا تلفظ اہلِ فرانسہ کی زبان سے "د فالی بیان" نکلتا ہے۔) تھیٹر میں گئے۔ بعض کوچوں اور گرینڈ بولوار[1] سے گزر کر تماشا خانے میں پہنچے۔ نہایت باشکوہ اور عالیشان عمارت ہے۔ بڑے ہال میں عمدہ ولایتی قالین کا فرش ہے اور اس میں صدہا سنگ مرمر کی میزیں اور ہر میز کے دور میں چار کرسیاں اِس غرض سے بچھی ہوئی ہیں کہ تماشائی وہاں بیٹھکر۔ کافی۔ بیر اور سگرٹ وغیرہ پئیں اور بیچ میں تماشا بند ہونے کے وقت استراحت کریں۔ بڑے ہال سے ملی ہوئی تماشا گاہ ہے۔ اِن دونوں کے بیچ میں ایک دروازہ حد فاصل ہے۔ دروازے کے اوپر تماشائیوں کے بیٹھنے کیواسطے دو بالاخانے اور کسی قدر صحن ہے سامنے اسٹیج

---

[1] بولوار سٹرک یا بازار ۱۲

ہے۔ اسٹیج کے دونوں طرف اعلیٰ درجے کی نشست کے بکس ہیں۔ تماشا گاہ کی فضا پر چالیس گز کے قریب بلند گنبد ہے۔ اوّل کئی طرح کا ناچ اور چند حسین و خوش لباس عورتوں کا منظر دکھا کر نٹ کا تماشا اور کثرت کی گئی۔ گنبد میں پندرہ سولہ گز فاصلے پر اس شکل کے 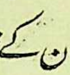 دو جھولے باندھے گئے۔ اُن کے پیچھے کسی قدر فاصلے پر بہت اوپر جا کر اُسی شکل کے دو اڈے بندھے ہوئے تھے اس قدر فرق تھا کہ جھولے رسیوں میں گز گز بھر لمبے دو گول ڈنڈے باندھ کر لٹکائے تھے۔ اور اڈے لوہے کی دو دو سیخوں میں چھ چھ انچ چوڑے تختے جڑ کر بنا دیئے تھے کہ جنبش نہ ہو۔ پھر گنبد کے بیچ میں اُن سے بہت بلندی پر جا کر اُسی شکل کا ایک تیسرا جھولا تھا۔ تماشا خانے کی فضا پر موٹی موٹی رسیوں کا جال تان دیا تھا کہ اگر اتفاقاً جھولے یا اڈے پر سے آدمی گر پڑے تو چوٹ نہ لگے اور اس اطمینان پر کثرت کرنے والوں کا خیال گر کر مر جانے کے خوف سے آزاد رہے۔ بیچ میں لٹکنے والے دونوں جھولے جنکی پشت پر آٹھ سات گز بلندی اور اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر دونوں اڈے تھے اپنی اپنی طرف کے اڈوں کی سیخوں میں ایک ہک کے ذریعے سے اُلجھے ہوئے تھے۔ جمناسٹک کرنے والے تین آدمی۔ رسی کے زینے پر سے دو آدمی دونوں اڈوں پر اور ایک آدمی ایک رسی کے وسیلے سے جو گنبد کے مرکز میں چرخی پر لٹکتی تھی۔ سب سے اوپر کے جھولے پر چڑھ گیا۔ زینہ علیحدہ کر دیا گیا۔

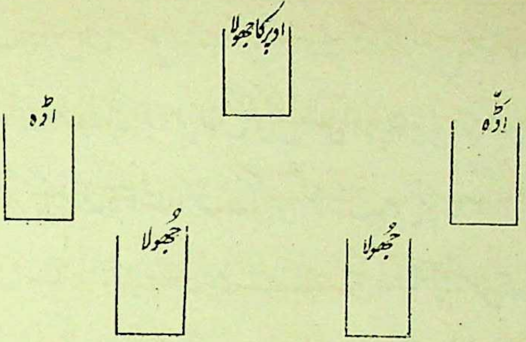

ایک آدمی نے اوپر کے جھولے پر جا کر سیدھی اُلٹی کلائیں کیں ۔ نہایت حیرت انگیز کرتب تھا اڈے پر سے ایک آدمی نے اپنے جھولے کا ڈنڈا پکڑ کر ہاتھوں کے زور پر لٹکتے ہوئے جھونکا لیا ۔ دوسرے آدمی نے اڈے پر کھڑے کھڑے اپنا جھولا ہک سے نکال کر چھوڑ دیا اور جھولنے والے نے اپنا جھولا چھوڑ کر ہوا میں دو تین گرہ کیں اور اُسی تیزی میں لٹکتا ہوا جھولا پکڑ کر اپنے رفیق کے برابر اڈے پر جا بیٹھا ۔ پھر وہیں سے جست کر کے اپنے جھولے کو جو بیچ میں لٹک رہا تھا آ پکڑا اور اپنے اڈے پر آگیا ۔ اسکے بعد دونوں نے ایک ساتھ جھونکا لیا ۔ بیچ میں آکر دو دو گرہ کر کے یہ اُسکے جھولے کو پکڑ کر اور وہ اِسکے اڈوں پر جا کھڑے ہوئے ۔ اِن کے سوا اور بھی مختلف قسم کے ایسے کرتب کیئے کہ مکڑی بھی اپنے تار پر اُس سے بہتر جست و خیز نہیں کر سکتی ۔ آخر دونوں اپنی کثرت ختم کرنے کے بعد نیچے تنے ہوئے جال میں کود کر زمین پر اُتر آئے ۔ تیسرا شخص جو سب کے اوپر والے جھولے پر کرتب کر رہا تھا اُسی چرخی والی رسّی کے وسیلے سے گنبد کی نوک تک چڑھ گیا اور ایک سوراخ میں سے ہو کر جو مرکز پر تھا گنبد کی چھت پر چلا گیا ۔ پھر اُسی

سوراخ میں سے اوّل سر نکالا اور آہستہ آہستہ اُلٹا لٹکتا ہوا سب جسم اندر کی طرف نکل آیا صرف پاؤں کی پشت سوراخ کے کناروں پر جمی رہی - چند سکنڈ اسی طرح لٹک کر پاؤں بھی چھوڑ دیئے اور گر کر بل جال میں گرتے گرتے قریب آکر سیدھا کھڑا ہو گیا - کرتب کیا سحر ہے - بغیر دیکھے انسان سمجھ ہی نہیں سکتا کہ کیا طلسم ہے - اس کے بعد چند آدمیوں نے بندروں کی نقل کی - اس میں بھی جست و خیز دیکھنے کے قابل تھی اس سے زیادہ بندر بھی نہیں کود سکتا - پھر چند حسین عورتیں بہت تنگ اور چست لباس پہن کر ناچیں - ایک عورت نے بندوق سے بہت صحیح نشانے لگائے - تماشا ختم ہوا -

وہاں سے ہم گرینڈ اوپیرا میں گئے - گرینڈ ہوٹل سے ملی ہوئی نہایت عالیشان عمارت ہے نپولین سوم نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ صرف کر کے تیار کیا تھا - جرمن و فرانس کی لڑائی میں نپولین کے عزل اور جمہوری سلطنت قائم ہونے کے وقت تک ناتمام تھا - بعد کو قوم نے تکمیل کی ہے - اس عمارت میں بہت ہی اعلیٰ درجے کا گانا وغیرہ ہوتا ہے -

۱۸ - نومبر - ہز اکسیلنسی لارڈ ڈفرن جو پہلے ہندوستان میں ویسرائے اور گورنر جنرل تھے - فی الحال سلطنت برطانیہ کی طرف سے پیرس میں سفیر کبیر ہیں - آج ہم نے اُن سے ملاقات کی - معمولی مدارات کے بعد واپس آکر پیرس کی مشہور عمارت لوور پیلس کو دیکھنے گئے - شہر کے بازاروں سے گزر کر لوور

ہیں پہنچے۔ نہایت عالیشان پتھر کی عمارت ہی اور آج کل قدیم یادگار چیزوں کا میوزیم ہی۔ نیچے کے درجے میں پتھر کی تصویریں رکھی ہیں۔ منجملہ ان مورتوں کے **رب النوع حسن و آرائش یعنی ستارہ زُہرہ کی خیالی تصویر قدیم یونانیوں کے عقیدے کے موافق بنائی ہی** نہایت خوبصورت۔ نوعمر اور جوان عورت سنگار کر رہی ہی۔ ایک آئینہ اور گلدستے وغیرہ آرائش کا سامان گرد و پیش مہیا ہی۔

اوپر کے درجے میں سنگ مرمر سے تراشی ہوئی اصلی یا نقلی کیانی بادشاہوں کی مورتیں رکھی ہیں۔ اور کیانی بادشاہوں کی یادگار سے دارا شاہ ایران کی عمارتوں کے کھنڈر کھود کر اُس بادشاہ کے محل کی اینٹیں (ہر اینٹ چھ گرہ طول۔ چار گرہ عرض اور دو گرہ دبیز اور بھورے رنگ پر چینی کی مثل ایک قسم کا روغن کیا ہوا ہی) اور اُسی عمارت کے ستون رکھے ہیں۔ یہ ستون سنگ باسی کے تراشے ہوئے ہیں۔ اوپر کے حصے پر بیلوں کے سر بنائے ہیں کہ عمارت کے سپورٹر (سنبھالنے والے) واقع ہوں۔ جس عمارت کے یہ ستون ہیں وہ اسی قسم کے صدہا پایوں پر قائم ہوگی۔ تھوڑا سا حصہ سالم دیکھ کر اُسی قیاس پر پوری عمارت کا نقشہ چھوٹے ستونوں اور پتھر کے تختوں سے بنا دیا ہی۔ بیضاوی شکل کا پتھر کا ایک شکستہ حوض بھی نہانے کے ٹب کے برابر اُسی محل سے برآمد ہوا ہی۔ اُسی کے ساتھ چینی کے چند بڑے بڑے پیالے بھی رکھے ہیں۔ غالباً یہ شراب کے جلسے کا سامان ہوگا۔

اس کے سوا فراعنہ مصر کے زمانے کی لاشیں اور چوبی تابوت جن میں لاشوں کو ممی بناکر اور ایک خاص قسم کے کپڑے میں لپیٹ کر رکھدیا کرتے تھے۔ رکھی ہیں۔ صندوق کے ڈھکنے پر کپڑے میں لپٹے ہوے انسان کی صورت کندہ کی ہوئی ہے۔ ان لاشوں میں ایک لاش چار ہزار برس کی ہے۔ گوشت پوست خشک اور سیاہ ہوگیا ہے مگر انسانی ہیئت قائم ہے۔ جسم کے بعض حصّے پر کپڑے کی تہ باقی ہے۔ اور بعض جگہ سے کپڑا گل کر جدا ہوگیا ہے۔ قدیم زمانے کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ ایک بڑے ہال میں قلم سے بنائی ہوئی نہایت اعلیٰ درجے کی روغنی تصویریں ہیں۔ بعض تصویروں کا طول دس بارہ گز اور عرض ڈھائی تین گز ہوگا۔ اگرچہ یہ سب صنعتیں مشہور اور مشاق مصوروں کی ہیں مگر ان میں چند پردے بہت ممتاز ہیں۔ ایک تصویر میں نپولین اوّل اپنی دوسری بی بی میریا لویزا کو جو شہنشاہ آسٹریہ کی بہن تھی اور ملکہ جوزفین کو طلاق دینے کے بعد اُس سے شادی کی تھی۔ پوپ سے شہنشاہ بیگم کا خطاب دلا رہا ہے۔ پوپ صاحب صلیب ہاتھ میں لیئے کرسی پر بیٹھے ہیں۔ ملکہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے ہے۔ سمور کا روب پانچ چھ گز پیچھے تک پھیلا ہوا اور اُس کو چند عورتیں ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے ہیں شاہزادی گھٹنے ٹیکے۔ ہاتھ باندھے پوپ کے آگے سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہے۔ نپولین ملکہ کا تاج ہاتھ میں لیئے پوپ کے پہلو میں کھڑا ہے پوپ ملکہ کو برکت دے رہے ہیں۔ بہت اچھا پردہ ہے۔

ایک نقشے میں قابیل اپنے بھائی ہابیل کو بیگناہ قتل کر کے چلا ہے۔ چند فرشتے

سر پر اُڑتے ہوئے تعجب سے اس حادثے کو دیکھ رہے ہیں۔ قابیل کی ہیئت بہت ہیبت ناک اور مکروہ ہی۔ مقتول مظلوم کی صورت نہایت نیک۔ بھولی بھالی۔ نزع کی حالت میں بنائی ہی۔

ایک پردے میں **طوفان نوح** علیہ السلام کی مصیبت کو مجسم طور پر ظاہر کیا ہی۔ پانی چڑھتا جاتا ہی۔ کوئی بچہ اپنی ماں سے لپٹا ہوا ہی اور عورت بچے کو چھاتی سے لپٹائے ہوئے پہاڑ کی چٹانوں پر چڑھ رہی ہی۔ بعض آدمی درختوں پر چڑھتے جاتے ہیں۔ درندے اور چرند آپس میں ملے جلے جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دریائی حیوانات پانی سے باہر نکل کر ڈانواڈول مارے مارے پھرتے ہیں۔ عجیب عبرتناک حالت ہی۔

دستکاری کے متعلق ایک تصویر پتھر کا تراشا ہوا مدور چوکھٹا ہی جسمیں بہت باریک اور خوشنما منبت کام کیا ہی اسکے سوا ایک ڈھال لوہے کی تختے سے بنے ہوئے جالی دار کواڑ ہیں۔ ہاتھ سے تختہ بنا کر پھر اُس میں جالی کاٹی ہی۔ سب ملا کر یہاں اتنی تصویریں ہیں کہ اگر صف بنا کر رکھی جائیں تو تیئیس ۲۲ میل طول میں پھیلیں گی۔

ایک ہال میں نپولین اول کے جواہرات وغیرہ رکھے ہیں۔ ہیروں سے مرصع کیے ہوئے دو تاج۔ اور ایک تلوار جسکے قبضے پر نہایت عمدہ کنول بنے ہوئے ہیرے جڑے ہیں۔ خاص بوناپارٹ کی یادگار ہیں۔ ایک خوش رنگ لال پرند جانور کی شکل پر تراشا ہوا ہی۔ علیحدہ نگینوں میں ہشت پہل بنا ہوا نہایت صاف اور چمکدار ایک ہیرا ہی۔

جس کا دور روپے سے کم نہوگا ایک اور بھی اُسی تشکل کا اٹھنی برابر ہی - ان کے سوا سنگ سلیمانی - یشب - بلور اور عنابی سماق کے ظروف - چار پینے کی پیالیاں - چار دان - رکابیاں - طشتری اور تھالی وغیرہ صدہا ظروف پتھر کے ایک ٹکڑے سے تراشے ہوے رکھے ہیں یہ اسباب جواہر سے زیادہ بیش قیمت تصور کرنا چاہیئے - خیال کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ کس قدر دقت اور محنت سے سماق جیسے سخت پتھر کو تراشکر خالی کیا ہوگا -

گوبلین (تصویر دار قالے) جو اِس عمارت میں دیواروں پر نصب ہیں - ہر ایک قالین اسی نوے ہزار روپے قیمت کا ہی -

تصویروں کی ذیل میں **داؤد علیہ السلام** کے - تردیو سیرت و فیل قامت **جالوت** کا مقابلہ - نہایت باوقعت نقشہ ہی - داؤد علیہ السلام - جالوت کو زیر کرنے کے بعد خنجر سے اُس کا سر کاٹ رہے ہیں -

لو ور سے واپس آکر کسی قدر استراحت کے بعد ہم **لیوز تا نتال** نام عمارت کی سیر کو گئے - شہر کے اندر مفصل اور بڑی عمارت ہی - اس میں جو چیز ذکر کے قابل ہی وہ قدیم زمانے کا بنا ہوا ایک گرجا ہی اندر کی عمارت عمدہ سرخ پتھر کے ستونوں پر قائم ہی - اُن پر سونے سے خوبصورت نقش و نگار بنائے ہیں - محراب کے اوپر اور اطراف میں شیشے کے تختے لگا کر - اُن پر سرخ - زرد - اور سبز وغیرہ رنگوں سے مصوری کی ہی - آئینوں کے جوڑ پر بھی طلائی کام کیا ہی - باہر سے تمام عمارت سنگ باسی کے مثل بھورے پتھر سے تعمیر

ہوئی ہی۔ گرجا کے باہر پتھر کے تختوں پر مقدس تاریخ کے متعلق واقعات کو منبت کام سے نقش کیا ہی۔ مثلاً بعض جگہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے اُن کو معاف کیا ہی اور حضرت خلیلؑ اُن کے عوض ایک دُنبے کو ذبح کرکے قربانگاہ پر آگ رکھ کر سوختنی قربانی کر رہے ہیں۔

بعض تصویروں میں انجیل مقدس کے بیان شدہ واقعات کو ظاہر کیا ہی۔ اندر کی چھت میں بھی شیشوں پر اسی قسم کی مصوری ہی۔

صبح کو فونتن بلو پیلس کو جانے کا ارادہ ہی۔ ہوٹل میں واپس آکر کھانے کے بعد ہم گرینڈ اوپرا میں گئے۔ مولوی صاحب اور فتحیاب خاں کے سوا سب ہمارے ساتھ ہیں۔ مولوی صاحب رات کے تماشوں میں اکثر ہم سے علیحدہ اور تنہا جایا کرتے ہیں۔ اُن کو پیرس میں پھرنا زیادہ مرغوب ہی۔

۱۹- نومبر۔ صبح کو کھانے کے بعد فونتن بلو پیلس کو جانے کے واسطے ہوٹل سے اسٹیشن تک گاڑیوں میں اور وہاں سے ریل میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ یہ مقام پیرس سے پچاس میل کے قریب مسافت پر ہی۔ مولوی صاحب۔ مسٹر بالیونی۔ عبدالصمد خاں اور عبدالمجید خاں ہمارے ساتھ ہیں۔ ایک گھنٹے میں فونتن بلو پہنچکر براہِ راست قصر میں گئے۔ نہایت خوشنما اور عالیشان عمارت تالاب کے کنارے پر واقع ہوئی ہی۔ ایک عالیشان گرجا بھی اس قصر سے متعلق ہی۔ پہلے

کمرے میں ایک عجیب صنعت کا گھنٹہ رکھا ہی- چاند- سورج اور ستارے جس برج میں ہوں اس گھنٹے میں معلوم ہو جاتے ہیں- اور سامان بھی بہت بیش قیمت اور اعلیٰ درجے کا ہی چھت میں خوشنما طلائی کام کیا ہی ڈریسڈن کے ساخت چینی کے گلدانوں وغیرہ سے اکثر کمرے آراستہ ہیں- چینی کیا ہی جواہر سے مرصع طلائی اسباب معلوم ہوتا ہی- شاندار اور بیش قیمت اسباب میں نپولین اوّل کی استراحت کا طلائی پلنگ اور ایک مخملی میز پوش ہی جس میں خوش رنگ یاقوت اور زمرد لگے ہوئے ہیں- دو گلدان بھی ایک پتھر کے ٹکڑے سے جالی دار تراشے ہوئے رکھے ہیں-

اس عمارت میں ایک کتب خانہ بھی ہی جس میں کئی ہزار جلد کتابیں ہیں-

تاریخی یادگار اشیا سے مارکوئیس دی مونال دی شی Marquis de Monaldeschi کی زرہ اور تلوار ہی- یہ شخص ملکہ کرسچین بادشاہ سوٹزرلنڈ کا دلپسند معشوق تھا- کسی تقریب سے ملکہ شاہ فرانس سے ملنے کو آئی تھی اور اس مکان میں مقیم تھی- مارکوئیس بدبخت کو کسی عورت سے لگاوٹ کی باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر ملکہ رشک کے جوش کو ضبط نہ کر سکی اور مارکوئیس کو اپنے آدمیوں سے خفیہ قتل کرا دیا- چونکہ اسی عمارت میں یہ واردات واقع ہوئی ہی- اسلیئے مقتول کی زرہ اور تلوار کو یادگار کے طور پر رکھ لیا ہی- زرہ ایک لکڑی کی مورت کو پہنا کر اُسی پر تلوار لٹکا دی ہی پشت کی طرف سے خنجر مارا گیا ہی- اُسی جگہ زرہ میں سوراخ ہی ملکہ سوئیڈن کے حکم سے بدقسمت سردار کے قتل کا سبب بھی لکھ کر زرہ پر لگایا ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ سنہ ۱۶۵۷ع

کا یہ واقع ہی-

ایک کمرے میں دو گز بلند مرمر کے ایک ٹکڑے کا گلدان اور تمام چینی کا سرپوش دار بھولدان جس کی قیمت نو ہزار روپے اور اسی ملک کی ساخت ہی رکھا ہی-

خوابگاہ کا کمرہ سماق کی سلوں سے بنایا گیا ہی اور اُن میں جا بجا قرینے سے مرمر کی بہت خوبصورت مورتیں لگائی ہیں- ایک بکس طلائی نقش و نگار کیا ہوا لوئی فلیپ بادشاہ کے جواہرات رکھنے کو قوم فرانسہ نے نذر کیا ہی- اور ایک بکس چودہ گرہ لمبا دس گرہ چوڑا اور دس گرہ اونچا خالص ہاتھی دانت کا بنا ہوا جو ملکہ فرانس کے جواہرات رکھنے کو طیار ہوا تھا اسی کمرے میں رکھا ہی-

ایک کمرے میں پچیس ہزار فرانک کی قیمت کا غالیچہ بچھا ہوا ہی- ہر ایک کمرے میں نئی طرز اور نئی ساخت کا گھنٹہ ہی- ایک دالان میں فرانس کے بنے ہوئے چینی کے ظروف دیواروں پر لگے ہوئے ہیں- چینی کی طشتریاں جن کا رنگ زمرد و یاقوت کو شرمندہ کرتا ہی- فی طشتری تین سو ساٹھ روپے تک قیمت ہی- یہ اسباب سوائی کا بنا ہوا ہی- ایک تماشا خانہ بھی نپولین سویم کا تعمیر کیا ہوا عمارت کے پہلو میں ہی- عمارت کی خوبی اور اسباب کی لطافت سے قطع نظر تالاب اِس قدر خوشنما اور دلکش ہیں کہ تفریح کے واسطے وہی ایک منظر کافی ہی- اِس قصر کے ایک کمرے میں نپولین نے پوپ کو چند روز قید رکھا ہی- نپولین نے ملکہ جوزفین اپنی پہلی بی بی کے واسطے پوپ سے طلاق کا حکم مانگا- چونکہ بے وجہ طلاق دلانا مذہب کے خلاف تھا اِس لیئے پوپ صاحب

نے ناجایز فتوے سے انکار کیا۔ مگر نپولین نے اُن کو چند روز **فونتن بلو** میں قید رکھ کر بزور طلاق کا حکم لے لیا اور میریا لوئیزا **فرانسس دوم** شہنشاہ آسٹریہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۸۱۰ء کا ہے۔ ہم نے بھی **پوپ صاحب** کا محبس دیکھا تکلیف کی جگہ نہیں ہے بہت آرام سے رہے ہونگے۔

۲۰ **نومبر**۔ آج شام کو نو۹ بجے **برلن** کو چلیں گے۔ صبح سے مینہ برس رہا تھا۔ کھانے کے بعد مینہ تھم گیا۔ بارہ بجے ہوٹل سے سوار ہو کر براہ راست **تروکدیرو** کو گئے۔ اِس عمارت میں آج کل عجائب خانہ ہے اور قدیم زمانے کی یادگار سے متعلق پتھر کی تصویریں وغیرہ رکھی ہیں۔ اتوار کے سبب سے محافظ حاضر نہ تھے دروازہ بند تھا اس لیئے ہم **انوالید** گرجا کو دیکھنے چلے گئے۔ نپولین بوناپارٹ اور بعض سرداران فرانسہ کی قبریں اِسی گرجا میں ہیں۔ محراب سے باہر کے درجے میں زمین کھود کر تقریباً چار گز گہرا ایک مدور حوض بنا کر اُس کے اندر نپولین کی لاش کو دفن کیا ہے۔ قبر کے اوپر پتھر کی مربع کرسی پر عنابی سماق کا تابوت رکھا ہے۔ کرسی اور تابوت دونوں ملا کر تین گز کے قریب بلند عرض و طول میں بھی دو اور ڈھائی گز سے کم نہوں گے۔ یہ تابوت **سبیریا** کی کھان سے نکلے ہوئے سماق کا بنوا کر شہنشاہ روس نے نپولین کی قبر کے واسطے ہدیہ دیا ہے۔ وہاں سے یہاں تک لانے میں ڈھائی لاکھ فرانک صرف ہوئے ہیں۔ تابوت کے دور میں چند مورتیں پتھر کی تراشی ہوئی رکھی ہیں اور دو دو مورتوں کے بیچ میں ایک ایک جھنڈی ہے۔ یہ جھنڈیاں بھی بعض لڑائیوں میں نپولین اوّل

نے دشمنوں سے چھینے ہیں۔ قبر کے اوپر گنبد کا سایہ ہے۔ دوسرے گنبد میں نپولین کے بھائی جیروم نپولین کا تابوت ہے۔ اِن کے علاوہ مصری سیاہ ابری کے چند تابوت اور بھی ہیں۔ یہ گرجا بھی چودھویں لوئی کی تعمیر ہے صرف قربانگاہ اور محراب پر بونا پارٹ نے سونا چڑھایا ہے قرباں گاہ اور اُس کے آگے محراب پر بڑے بڑے چار ستون سیاہ ابری پتھر کے تراش کر لگائے ہیں۔ قرباں گاہ کی پشت پر سنہری حرفوں میں نپولین اوّل کی وصیت لکھی ہوئی ہے کہ مرنے کے بعد میں دریائے سین کے کنارے اپنے بہادر دوستوں کے پہلو میں دفن کیا جاؤں" نپولین سنہ ۱۸۲۱ء میں جزیرہ سینٹ ہلینا میں مرا تھا اور بیس برس تک وہیں دفن رہا۔ سولھویں لوئی فلیپ کے زمانے میں قوم نے اُسکی وصیت کو پورا کر دیا اور سینٹ ہلینا سے اُس کی لاش کو لا کر اس گرجا میں دفن کیا۔ قبر سے نکالنے کے وقت باوجود اِس کے کہ بیس برس گزر چکے تھے صحیح و سالم لاش نکلی اور اُس کی لاش کو وہ لباس پہنا کر فرانس کو لائے جو وہ مارنگو کی لڑائی میں پہنے ہوئے تھا۔ قومی ہمدردی اور جوش یگانگت کا اندازہ اِس امر پر خیال کرنے سے ہو سکتا ہے کہ لوئی فلیپ بادشاہ فرانسہ کی حکومت و سلطنت کو نپولین نے برباد کیا اور اپنی زاد و بوم سے علیحدہ انگریزی قید میں رہ کر مر گیا مگر اپنا اولوالعزم اور جہانگیر شاہنشاہ اور دنیا کے پردے پر فرانس کی تاریخ میں اعجوبہ یادگار سمجھ کر قوم نے اُس کی قدر کی اور وصیت کو پورا کیے بغیر نہ رہ سکی۔ خود لوئی فلیپ نے قبر کی طیاری وغیرہ کا عمدہ اہتمام کیا اگر کسی غیر مہذب قوم میں یہ واقعہ گزرا ہوتا تو سینٹ ہلینا

میں بھی اُس کی لاش کو چین نہ لینے دیتے اور کچی کھچی ہڈیاں بھی جلا پھونک کر سمندر میں بہا دیتے ۔ ہمارے ہم ملک ۔ قومی ہمدردی اور نام آوری کے قیام کا سبق اِن واقعات سے سیکھیں اور اپنے اچھوں کی قدر کریں ۔

نپولین کے دوسرے بھائی **جوزف نپولین** کی قبر بھی اسی گرجا میں ہی ۔ گرجا میں اوپر کے حصّے پر یعنی گنبد کے نیچے ایسی حکمت سے شیشے لگائے ہیں کہ آفتاب کھلا ہو یا ابر میں مگر شعاع کی مثل روشنی کا عکس ہر وقت شیشوں میں چمکتا رہے ۔ اسوقت بھی ابر ہی لیکن شیشوں سے روشنی اندر آرہی ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ باہر دھوپ ہی گرجا کے کواڑ بھی لکڑی کے ایک تختے سے بنائے گئے ہیں ۔ دوسرے مکان میں جو گرجا کی پشت پر ہی نپولین اوّل کے رفیق سپاہی جو اب تک زندہ ہیں اور اکثر لڑائیوں میں اُس شہنشاہ کے ساتھ رہے ہیں ۔ رہتے ہیں ۔ چند افسر اور کئی سپاہی سب ملا کر تقریباً سترہ آدمی موجود ہیں زخمی تو سب ہیں مگر بعض کے ہاتھ پانو کٹے ہوئے ہیں ۔ اکثر سپاہی اور افسر تمغے لگائے ہوئے تھے ۔ ایک کرنل یا بڑا افسر جسکے دونو پانو کسی لڑائی میں کٹ گئے پہیوں دار کرسی پر بیٹھا ہوا پھرتا تھا ۔ جہاں جانے کی ضرورت ہوتی ہی ایک آدمی کرسی کو لڑھکا کرلے جاتا ہی ۔ ایک ضعیف سپاہی سباسٹ پول کی لڑائی کا تمغہ مجیدی لگائے ہوئے ہمارے ساتھ ہی ۔ بیرقوں اور لڑائیوں میں چھینی ہوئی توپوں کی تاریخ بیان کرتا ہی ۔ تین تمغے اور بھی پہلی لڑائیوں کے لگائے ہوئے ہی ۔ سپاہیوں کے واسطے ایک اور گرجا ہی بعض معتبر اور نامی افسر اُس میں بھی دفن ہیں

چنانچہ سب سے آخر مارشل میک مہن Marshallmacmahon پریسیڈنٹ فرانسہ اِسی ۱۸۹۳ء میں دفن ہوے ہیں۔ جن آدمیوں کی وقعت قوم کے دل میں زیادہ ہوتی ہی اُن کو یہاں دفن کرتے ہیں۔ اِس گرجا کا تمام گنبد اُن جھنڈیوں سے بھرا ہوا ہی جو مختلف لڑائیوں میں نپولین کی فوج نے دشمن سے چھینی ہیں۔ سنگ مرمر کی چند تصویریں بھی رکھی ہیں اُن میں بعض نہایت عمدہ ہیں۔ عمارت کے صحن میں دوسرے دروازے کی طرف قدیم زمانے کی تیس ۳۰ بتیس ۳۲ توپیں رکھی ہیں۔ یہ توپیں نپولین اوّل نے مختلف لڑائیوں میں دشمنوں سے چھینی ہیں۔ بڑے بڑے واقعات کیواسطے مثلاً کوئی فتح حاصل ہو یا کوئی عظیم الشان بادشاہ فرانس میں آئے تو انہیں توپوں سے سلامی ہوتی ہی۔

مفصل سیر کے بعد ہم دریاے سین کے پل سے اوتر کر اور آئیفل ٹاور کے نیچے ہو کر شانز الیزہ Champs Elysee ہوتے ہوئے مکان پر آئے۔ کسی قدر استراحت کے بعد کھانا کھایا اور ساڑھے نو بجے ہوٹل سے سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن پر آئے۔ ہمارے واسطے گاڑی مخصوص تھی۔ اور سب بھی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور ٹرین کلون کو روانہ ہوئی۔ وہاں سے لین بدل کر دوسری ٹرین برلن کو جاے گی۔ رات گاڑی میں بسر ہوئی۔ شہر پاریس اڑتالیس ۴۸ درجے پچاس ۵۰ وقیقہ عرض شمالی اور دو ۲ درجہ بیس ۲۰ دقیقہ طول شرقی پر واقع ہی لندن کی نسبت دو ۲ درجہ چالیس ۴۰ دقیقہ کا فرق ہی۔

جرمن

۲۱ - نومبر - صبح کو کلون Cologne پہنچ کر ٹرین بدلی گئی - مگر ہماری گاڑی رزرو تھی اُسی کو دوسری لین پر لے گئے - فرانس کے مثل یہاں بھی جنگل زیادہ ہی - اکثر سرو اور کاج کے درخت ہیں - زراعت کے واسطے زمین ہموار اور ہندوستان کی طرح لمبے لمبے قطعے ہیں - آج کل جَو اور گیہوں وغیرہ بوئے ہوئے ہیں اور درخت چار گرہ تک بلند ہو آئے ہیں - ہل یہاں بھی گھوڑے سے چلاتے ہیں - دیہات کی حیثیت ہی امریکہ اور انگلنڈ کی نسبت پست اور حقیر ہی - کسان لوگ لباس اور ہیئت سے مفلس پائے جاتے ہیں مگر نہ ہمارے ملک کی مثل - اکیس ۲۱ نومبر کا دن گاڑی میں بسر ہوا شب کے آٹھ ۸ بجے برلن Birlin پہنچے - ہمارے دوست ہر اوٹو ایلرس جو جاپان اور امریکہ کے سفر میں ہانالولو (جزیرہ ہوائی کا دارالسلطنۃ) سے گیلک اسٹیمر پر سوار ہوئے تھے استقبال کے واسطے اسٹیشن پر موجود تھے - چونکہ مسٹر ایلرس قیصر ہوف ہوٹل میں رہتے ہیں اس لیئے ہمارے قیام کا بندوبست بھی وہیں کیا گیا ہی - ہوٹل میں پہنچ کر کھانا کھایا - اور ہر شخص نے اپنی اپنی جگہ پر آرام کیا -

ہر اوٹو ایلرس افریقہ اور اکثر ممالک دنیا کے مشہور سیاح ہیں - اُن کی کوشش سے افریقہ میں بعض ایسے مقامات معلوم ہوئے ہیں جو اب تک نامعلوم تھے اور

اس سبب سے اُس حصے میں سلطنت جرمن کے ہاتھ زیادہ پھیل گئے۔ تمام ملک جرمن اُنکی خدمت سے ممنون ہی۔ اہل ملک کی نظر میں باوقعت اور ہر دلعزیز آدمی ہیں اِسکے سوا شہنشاہ حال کے ہم مکتب بھی ہیں۔

۲۲ - نومبر - آج کسی خاص وجہ سے **اعلیحضرت شہنشاہ** جرمن نے تمام شہر اور شاہی دفتروں میں تعطیل کا حکم دیا ہی۔ اِس لئے بازار بند ہی۔ ہر خاص و عام مصروف عیش ہی۔ انگلنڈ اور فرانس کی نسبت یہاں سردی کی شدت ہی دھنکی ہوئی روئی کی طرح برف گر رہی ہی۔ رات کو آسمان کے نیچے بتیس ۳۲ اور چوبیس ۲۴ ڈگری تھرمامیٹر رہتا ہی مگر ہوٹل کی عمارت کو کھولتے ہوئے پانی کے نلوں سے گرم رکھتے ہیں۔ وہاں تھرمامیٹر ستر ڈگری رہتا ہی۔ کل جبکہ ہم ریل میں آرہے تھے اور ابر نہ تھا تو آفتاب ساڑھے ۴½ چار بجے غروب ہوتا ہوا معلوم ہوا۔ طلوع کا وقت ابر اور کُہر کی وجہ سے تشخیص نہو سکا۔ غالباً سات بجے ہوا ہوگا۔ کم از کم ساڑھے چودہ گھنٹے رات رہتی ہی۔ برلن باون ۵۲ درجہ۔ تیرہ ۱۳/۶۰ دقیقہ عرض شمالی اور تیرہ ۱۳ درجہ چوبیس ۲۴/۶۰ دقیقہ طول شرقی پر واقع ہی۔ لندن کی نسبت تینتالیس ۴۳/۶۰ دقیقہ شمال کی طرف چڑھتا ہوا ہی۔ بہت خوبصورت اور دلکشا شہر ہی۔ شہر کے بیچ میں اسپری ندی نہایت خوبصورتی سے بہتی ہی۔ ندی کی شاخوں سے متعدد نہریں شہر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر جگہ ندی کے کنارے بھی پختہ بنے ہوئے ہیں۔ پانی بھی اس قدر گہرا ہی کہ مال کی کشتیاں بخوبی آتی جاتی ہیں۔

صبح کو ہم ہز اکسلنسی دی رائٹ اونریبل سر اڈوارڈ ملٹ جی-سی-بی جی-سی-ایم-جی-ہر برٹانک مجسٹیس اکسٹرا آرڈن اری امبیسیڈر

His Excellency the right Honourable sir
Edward malt G. C. B. G. C. M. G. her
Britanic Magistys Extra ordinary amb-
-asider at birlin

سے ملنے کو گئے- بعض اور جنٹلمین اور معزز لیڈیاں بھی وہاں تھیں- ہز اکسیلنسی نے نہایت درجہ اظہار محبت کیا- ہم کو بھی اُن سے مل کر بہت خوشی ہوئی-

وہاں سے واپس آکر دو بجے کے بعد ہم اعلیحضرت شہنشاہ جرمن کے پیلس کی سیر کو گئے- ہمارے ساتھ کپتان کالون صاحب- مسس کالون اور ہرا ڈوا ایلس ایک گاڑی میں- مولوی صاحب- عبد المجید خان- عبد الصمد خان اور مسٹر بڈن دوسری گاڑی میں تھے- بازار سے گزر کر شاہی عمارت کے دروازے پر پُہنچے- پیرس کے محلوں کے مثل تو نہیں ہی مگر یہ بھی نہایت عالیشان عمارت ہی- بعض کمروں کی چھتیں طلائی کام سے آراستہ ہیں- نقش ونگار کی طرز قصر فونتن بلو سے مشابہ ہی مگر وہ بہت بیش قیمت اور اعلیٰ کام ہی ایک کمرے میں گلابی سماق کے ایک ٹکڑے سے ترشے ہوے بے جوڑ ستون ہیں اور کئی کمروں میں آبی سماق کے ستونوں کی بلندی بھی چار چار گز کے قریب ہی-

سنگ ملخیت (دہانِ فرنگ) کے ایک ٹکڑے سے بنایا ہوا بیٹھک دار پیالہ جس کی بلندی ڈیڑھ گز اور قطر ۱۷ سترہ ۱۸ اٹھارہ گرہ ہو گا آرائش کے طور پر ایک کمرے میں رکھا ہے۔ نہایت بیش قیمت اور کمیاب چیز ہے۔ یہ پیالہ شہنشاہ روس نے بطور سوغات بھیجا ہے۔ اِسکے سوا اطالیا کی خاتم سازی کی بنی ہوئی ایک پتھر کی اور کئی لکڑی کی میزیں بھی ایک ڈرائنگ روم میں رکھی ہیں۔ اِس صنعت کی میزوں وغیرہ اسباب کا ذکر ہم پیرس کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔ مکرر لکھنے کی حاجت نہیں۔ بہت عجیب کام ہے۔ دیواروں پر گوبلن کے قالیچے اور تصویروں کے پردے لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں ایک پردہ شہنشاہ ولیم اوّل کی تاج پوشی کا نہایت ممتاز ہے۔ مجلس کی حالت کو مجسم کر دکھایا ہے۔

ایک گرجا بھی اِسی عمارت سے متعلق ہے۔ مختصر عمارت ہے مگر چھت وغیرہ پر سونے کا کام ہے اور دیواروں پر سرخ پھولدار مشجر لگا ہوا ہے۔ عمارت کے کمرے اکثر چھوٹے تو ہیں مگر ایک انسان کی سکونت کے واسطے کافی ہیں۔ زمین پر بھی تختے سے خاتم بندی کر کے فرش بنایا ہے۔ ہر کمرے سے غسل خانہ وغیرہ ضروری مکان متعلق ہیں۔ یہاں کے غسل خانے امریکہ اور لندن کی نسبت بہت بڑے اور نہایت عمدہ ہیں۔ نہانے کے حوض ۲ دو گز سے زیادہ لمبے۔ گز بھر چوڑے اور اس قدر گہرے ہیں کہ ۳ تین ۴ چار سیڑھیاں اُتر کر تہ میں پہنچتے ہیں۔ حوض کے اوپر سرد و گرم پانی کی ۲ دو ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ اگرچہ تمام عمارت چینی وغیرہ کے اسباب سے آراستہ ہے مگر فرانس کی ساخت

چینی کا ایک پھولدان نہایت عجیب ہی۔ لاجوردی رنگ کی چینی پر نپولین سوم کی شبیہہ کو نہایت عمدہ طریقے سے بنایا ہی مصوری کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا یہ پھولدان نپولین ہی کی بھیجی ہوئی سوغات ہی۔ غرضکہ بیلیس دیکھ کر ہوٹل کو واپس آئے۔ آج شب کو ہم ہز رائیل ہائنیس گرینڈ ڈیوک آف میکلن برگ کے مہمان ہیں۔ مسٹر ایلرس مورس سے ایک مدراسی لڑکا لائے ہیں سترہ برس کی عمر ہی مگر قد بہت چھوٹا ہی۔ انگریزی۔ فرانسہ۔ جرمن۔ ہوائی۔ مدراسی اور ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان بھی بول سکتا ہی۔ ہر وقت جہازی سیلروں کا لباس پہنے رہتا ہی۔ چونکہ اپنے رنگ اور صورت کی وجہ سے اہلِ جرمن میں ممتاز ہی اس لیئے دور سے پہچانا جاتا ہی کہ مسٹر ایلرس کا خدمتگار ہی۔ اکثر ہمارے ہمراہیوں کے ساتھ شاہی مکانات وغیرہ دکھانے کو مسٹر ایلرس اسی لڑکے کو بھیج دیتے ہیں۔ جو سپاہی یا فوج کا افسر اُس کو کوچ بکس پر بیٹھا ہوا دیکھتا ہی اُس کو خیال ہوتا ہی کہ مسٹر ایلرس گاڑی میں سوار ہیں۔ بغیر دیکھے گاڑی کو سلام کر لیتے ہیں۔ اِس امر سے قیاس ہو سکتا ہی کہ قوم کے دل میں مسٹر ایلرس کی کس قدر وقعت ہی۔

حسب قرارداد ہم شام کے ساڑھے پانچ بجے ہز رائیل ہائینس گرینڈ ڈیوک آف میکلن برگ کے مکان کو ریل میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جرمن سے تقریباً سو میل مسافت ہی۔ میکلن برگ ۵۳ درجہ ۴۰ دقیقہ عرض شمالی ۱۲ طول شرقی پر واقع ہی اور مستقل سلطنت ہی مگر شہنشاہ جرمن کے ماتحت ہی۔ گرینڈ ڈیوک نہایت محبت اور شوق سے

ہم کو میز پر لے گئے۔ بزرگان جرمن سے بہت آدمی مدعو تھے۔ نہایت بالطف صحبت اور دعوت ہوئی۔ گرینڈ ڈیوک نے ایک نہایت عمدہ چاندی کا کپ (پیالہ) ہمارے ساتھ اظہار محبت کی غرض سے کپتان فتحیاب خان کو ہدیہ دیا۔ کھانے کے بعد ہم ہوٹل کو واپس آئے۔

۲۳۔ نومبر۔ آج ساڑھے ۶½ چھ بجے صبح کو ہم گرینڈ ڈیوک سکس ویمار Sax Weimar کے گھر کو روانہ ہوئے۔ کپتان کالون صاحب۔ مسٹر ایلرس اور فتحیاب خان ہمارے ساتھ ہیں۔ برلن سے ڈیڑھ سو میل کے قریب مسافت ہے۔ گرینڈ ڈیوک سے تعارف ہونے کا باعث یہ ہوا کہ مسٹر ایلرس نے اپنے وطن میں پہنچ کر گرینڈ ڈیوک سکس ویمار اور اعلیحضرت شہنشاہ جرمن اور گرینڈ ڈیوک میکلن برگ سے نومبر میں ہمارے جرمن آنے کا ذکر کیا تھا۔

گرینڈ ڈیوک سکس ویمار نے ہم کو لندن میں تار کے وسیلے سے پیغام دے کر آج کے واسطے مدعو کیا اور اعلیحضرت شہنشاہ نے ہم سے ملنے کی نسبت شوق ظاہر فرمایا تھا اور اس امر سے مسٹر ایلرس نے ہم کو لندن میں اطلاع دی تھی۔

سکس ویمار اکیاون درجہ پانچ دقیقہ عرض شمالی اور گیارہ درجہ پندرہ دقیقہ طول شرقی پر ایک مستقل سلطنت ہے اور گرینڈ ڈیوک اُسکے بادشاہ ہیں۔ اِس قسم کی تمام جرمنی سلطنتیں جنگی قوت وغیرہ کی نسبت شہنشاہ کی ماتحت ہیں۔ تمام بادشاہ لڑائی کے وقت

اپنی اپنی فوج لیکر شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ باقی معاملات میں خودمختار حاکم ہیں۔ غرضکہ ہم دعوت کی جگہ پہنچے ہز رائیل ہائینس گرینڈ ڈیوک نے نہایت شوق سے آخر عمارت تک ہمارا استقبال کیا۔ گرینڈ ڈیوک نہایت خلیق۔ بزرگ اور معمر آدمی ہیں امیر المومنین سلطان عبدالحمید خاں اور اُن کے بزرگوں کے دوست ہیں اکثر قسطنطینہ آئے گئے ہیں۔

ہز رائیل ہائینس گرینڈ ڈیوک آف میکلن برگ وغیرہ اکثر بزرگان ملک مدعو تھے سب سے ملاقات ہوئی۔ گرینڈ ڈیوک نے اپنی سلطنت کا نشان عقاب سپید جو احباب کو بحالت مساوات مراتب دیتے ہیں نہایت محبت کے ساتھ ہم کو پہنایا۔ ملازمین کو دینے کے نشانوں میں سے ایک نشان کپتان کالون صاحب کو اور اُس سے کم درجے کا ایک فتحیاب خان کو بھی دیا۔ گرینڈ ڈیوک کے بیٹے اور اُن کی بیگم سے بھی ملاقات ہوئی۔ دعوت ختم ہونے کے بعد ہم برلن کو واپس آئے اور ریلوے اسٹیشن سے براہ راست تھیٹر میں گئے۔ مولوی صاحب۔ عبدالصمد خان۔ عبدالمجید خاں۔ مسٹر بڈن اور مسس کالون وہاں پہلے سے ہمارے منتظر تھے۔ مسٹر ایلرس بھی ہمارے ساتھ ہیں ہمارے واسطے کپڑے وغیرہ اُتارنے کو ایک کوٹھری اور اُسی کے آگے اسٹیج کے مقابل بکس تھا تمام اعلیٰ درجے کی نشست اسی طرح اسٹیج کے سامنے نیم دائرے میں بالاخانے پر ہیں ہر درجے کے سامنے اور ایک کو دوسرے سے جدا کرنے کے واسطے گز بھر بلند تختے کی دیوار ہے اُس پر نہایت عمدہ سرخ مشجر منڈھا ہوا ہے۔ ہمارے

دہنے پر ایک درجہ شہنشاہ کے واسطے مخصوص ہے ایک کرسی نہایت بیش بہا سنہری اور باقی چاندی کی بجھی ہوئی ہیں۔ کبھی شہنشاہ آتے ہیں تو اپنے خاندان اور مہمان بادشاہوں کو لے کر اُسی میں بیٹھتے ہیں۔

ہمارے بے خبر پہنچنے کے بعد کارخانے کا منیجر مولوی صاحب سے کہتا تھا کہ ہم شہنشاہ والا درجہ کھول دیں۔ پرنس کو وہاں بیٹھنا چاہیے۔ مگر اس میں تکلف تھا دل نے گوارا نہ کیا۔ تماشا شروع ہوا۔ اوّل چند شخصوں نے مضحک حرکات اور نقلیں کیں۔ پھر ایک آدمی نے گھوڑے پر سوار ہو کر جست و خیز کی ایک گھوڑے سے بھی بعض کام لیے گئے کرسی بچھا کر اگلے سم سے سیدھا کر دیتا تھا کبھی دونوں پاؤں پر دور تک چلتا تھا۔ اسکے بعد تماشے خانے کے صحن میں ایک گول تخت جس پر روئی دار سرخ کپڑا منڈھا ہوا اور بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ گز کے قریب مدور تھا بچھا کر اُس کے اوپر ایک اور اُسی شکل کا اور پہلے سے دو فیٹ کے قریب چھوٹا تخت رکھا گیا پھر اُس پہ تیسرا اور چوتھا ہر ایک کی بلندی ڈیڑھ فیٹ ہوگی۔ سب مل کر منبر کی طرح ایک گول چبوترہ بن گیا۔ اوپر کی چوکی صرف ایک آدمی کے کھڑے ہونے کے قابل تھی۔ اس چبوترے کے دور میں زمین کا حلقہ خالی چھوڑ کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دس ہشت پہل چوکیاں اور رکھی گئیں۔ سب سے اوپر کی چوکی پر جو زمین سے چار گز کے قریب بلند ہوگی چابک ہاتھ میں لے کر ایک آدمی کھڑا ہوا۔ ایک طرف کا دروازہ کھلا اور دفعتہً گھوڑوں کا گلہ بغیر ساز و لگام کے چکر میں گھس آیا۔ اُن میں سے تین سپید گھوڑے جس چوکی پر آدمی کھڑا تھا

اُس کے نیچے والے زینے پر اور اُس سے نیچے والے زینے پر چھ۶ کمیت۔ اُس سے نیچے کی سیڑھی پر نو۹ مشکی اُن کے بعد زمین پر چکّر میں چوبیس۲۴ گھوڑے کمیت اور نقرئی اپنی خوشی سے آکر کھڑے ہو گئے۔ دسوں گول چوکیوں پر بھی جو منبر کے اطراف میں جا بجا رکھی تھیں۔ دس۱۰ مشکی گھوڑے چاروں پاؤں بارہ۱۲ تیرہ۱۳ گرہ دور میں سمیٹ کر کھڑے ہو گئے۔ صحن کے دائرے میں بھی دو۲ فیٹ اونچی اور ایک فٹ سے کچھ کم چوڑی دیوار سرخ روئی دار کپڑے سے منڈھی ہوئی تھی۔ اِس گلّے میں سے بکری کے قد برابر بہت خوبصورت گیارہ۱۱ ٹٹو اُس منڈیر پر چڑھ گئے۔ معلم نے چابک سے اشارہ کیا۔ منبر والے تینوں دائروں پر اٹھارہ۱۸ گھوڑے اور زمین پر چکّر میں چوبیس اور دائرے کی دیوار پر گیارہ۱۱ ٹٹو۔ ہر ایک گروہ دوسرے سے مخالف طرف کو دوڑنے لگا۔ مثلاً اوپر کے چکّر والے تین۳ گھوڑے مشرق کو تو اُن سے بعد کے حلقے والے مغرب کو۔ عجیب دلچسپ تماشا تھا۔ معلم جب چاہتا تھا اشارے سے رُخ بدل دیتا تھا اور مشرق کو مُنہ کیے ہوئے دوڑنے والے مغرب کو مغرب والے مشرق کو پھر جاتے تھے۔ بہت دیر کے بعد چابک کے اشارے پر ہر حلقے کے گھوڑے سلسلے کے ساتھ جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی کو چلے گئے۔ ٹٹو کود کر دوسرے دروازے کو نکل گئے۔ اِس کے بعد دو۲ عورتوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر بلند بلند دیواریں کُدائیں اور جہاں تک نظر آتا تھا گھوڑوں کو دباؤ پر لے گئیں پھر دو۲ پہلوان جمناسٹک کرتے رہے۔ ایک دس۱۰ برس کا لڑکا کئی کئی آدمیوں کے اوپر سے کود جاتا تھا۔ ایک آدمی آگے پیچھے کھڑے ہوئے دس۱۰ آدمیوں پر سے کود گیا۔

پھر اُن کے اوپر ایک ٹٹی رکھ کر جست کی اور ٹٹی کے بیچ میں ایک کلا کرتا ہوا دوسری طرف جا کھڑا ہوا۔ زیادہ دلچسپ اور عجیب تماشا یہ تھا کہ ایک گُلدار سبزہ گھوڑا نہایت خوبصورت اور فربہ صرف دہانہ چڑہا ہوا ننگی بیٹھہ چکر میں لایا گیا۔ ایک حسین لڑکی جسم کے ہمرنگ نہایت تنگ اور چست لباس پہنے ہوئے خوبصورت گول بدن مچھلیاں اُبھری ہوئیں کمر سے رانوں تک سُرخ جالی کا چین دار سایہ پہنے ہوئے۔ عورتوں کی طرح دونوں پانو ایک طرف لٹکا کر گھوڑے کے پُٹھے پر بیٹھ گئی۔ گھوڑے پر سوائے لگام کے رکاب وغیرہ اسباب نہ تھا۔ غرضکہ گھوڑے نے چکر میں پویہ دوڑنا شروع کیا۔ لڑکی اپنے دونوں ہاتھ بغلوں میں دبائے ہوئے بیٹھی تھی کہ دفعۃً سینہ اور شانوں کو اُبھرنے کی جنبش ہوئی معلوم ہوا کہ گھوڑے کی پشت پر ایک پانو سے کھڑی ہی اور کبھی اس پانو سے۔ کبھی اُس پانو سے ناچتی ہی۔ کئی دفعہ دوڑ میں گھوڑے سے اترنے چڑہنے اور پشت پر سے بے سہارے اور گرفت کے کھڑے ہو جانے کے بعد دو آدمی ایک حلقہ اُس کے سامنے لے کر کھڑے ہوئے۔ گھوڑا حلقے کے نیچے سے نکلا اور خود حلقے کے اندر سے کبوتری کی طرح تیر کر گھوڑے پر جا کھڑی ہوئی پھر چکر کے بیچ میں ایک پردہ تھام کر دو آدمی کھڑے ہو گئے۔ گھوڑا پردے کے نیچے سے اور آپ اوپر سے اُڑ کر گھوڑے پر آ گئی۔ اسی طرح دو تین دفعہ کاغذ منڈھے ہوئے حلقے سے کاغذ پھاڑ کر نکلی۔ عجیب کیفیت تھی۔ معلوم ہوتا تھا غیب سے پردہ پھاڑ کر پری نکل آئی ہی۔ گھوڑا بھی اٹھکھیلیاں کرتا تھا۔ ممکن ہی ایسے شہ سوار کے نیچے گھوڑے کا ناز

بے محل نہو۔

اس کے بعد شہر برلن کی سواری اور جلوس دکھایا گیا۔ پچاس ۵۰ ساٹھ ۶۰ گھوڑوں پر سیاہ سبز اور سرخ زربفت کی گردنیاں پڑی ہوئیں۔ اُن پر زرق برق وردیاں پہنے ہوئے سپاہی اور افسر سوار تھے۔ وردیوں میں علاوہ طلائی و نقرئی کام کے ایک ایک انچھ گول ستارے لگے ہوئے تھے۔ گھوڑوں کا سازو یراق بھی سنہری تھا۔ سواروں کی صف کے پیچھے چوکڑی گاڑی میں شہر برلن کا خیالی اوتار ایک حسین نوعمر عورت سوار تھی۔ گاڑی کے ساتھ بینڈ۔ پھر طلائی و نقرئی خُود اور زرہ پہنے ہوئے ننگی تلواریں ہاتھ میں لیئے مرد اور عورتوں کا ایک گروہ۔ کئی چکر دے کر بار بار سواری اور جلوس دکھایا گیا۔ نہایت شاندار سامان تھا۔ تماشا ختم ہوا۔ بارہ ۱۲ بجے کے بعد ہوٹل میں واپس آئے اور کسی قدر تنقل کے بعد سو رہے۔

شہنشاہ قیصر ولیم کا محل

۲۴۔ نومبر۔ کھانے کے بعد ہم شہنشاہ ولیم کا پیلیس (محل) دیکھنے کو گئے۔ مسٹر ایلرس۔ مولوی صاحب اور بڈن صاحب وغیرہ ہمارے ساتھ ہیں۔ بازار اور اسپری ندی کے پل سے گزر کر محل کے دروازے پر پہنچے۔ اور زینے کے راستے سے اوپر کی منزل پر گئے۔ پہلے کمرے میں قدیم زمانے کے ہتیار اور خُود و زرہ وغیرہ اسلحہ یادگار کے واسطے بہت سلیقے سے نمبروار رکھے ہیں۔ دوسرے کمرے میں

سادہ سامان ہی مگر چند پھولدان سنگ سماق کے عمدہ ہیں۔ تیسرے درجے میں شاہانِ جرمن و پروشیہ کی پتھر سے تراشی ہوئی مورتیں اور تصویروں کے پردے ہیں۔ چوتھے کمرے میں قیصر ولیم اور چند شاہزادوں کی تصویر کے پردے ہیں۔ ایک نقشے میں فرانس کو فتح کرنے کے وقت قوم کی طرف سے شہنشاہ ولیم کا خیر مقدم کرنے کی تصویر ہی نہایت عمدہ پردہ ہی۔ پانچویں کمرے کو شہنشاہ نیکولاس زار روس کے ہدیہ بھیجے ہوئے سنگ ملخیت (دہانِ فرنگ) کے اسباب سے آراستہ کیا ہی۔ کمرے کے دروازوں میں جو باہر کی طرف ہوا کے واسطے ہیں ملخیت کے ایک ایک ٹکڑے کی پنجیں لگائی ہیں۔ اس کے سوا میز۔ پھولدان اور چنگیر وغیرہ سب سنگ ملخیت کا سامان ہی۔ چھٹا کمرہ مقدس تصویروں سے آراستہ ہی۔ اُن میں ایک تصویر حضرت مریمؑ کی بہت عمدہ ہی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو (جبکہ جناب نبوت مآب کی عمر ایک سال سے بھی کم ہی) گود میں لیئے ہوئے ہیں اور حضرت یحییٰؑ جو عیسیٰ علیہ السلام سے چھ مہینے بڑے تھے اور مورخین کے قول کی بنا پر حضرت بتول عذرا مریم کے خالہ کے بیٹے مودبانہ زمین پر زانو ٹیکے ہوئے دست بستہ پہلو میں ہیں اور حضرت مریم اُن کے سر پر ایک ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ کی تصویر کو نہایت حسین صورت میں بنایا ہی۔ ساتویں کمرے میں بھی شاہانِ جرمن کی پتھر کی مورتیں اور تصویروں کے پردے ہیں۔ قیصر ولیم وغیرہ کو شیر خواری کی حالت میں دکھایا ہی۔ زینے کے اوپر گرگس (گدھ) کی شکل ایک فرشتے کی تصویر سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے سے تراشی گئی ہی۔ ایک فرشتہ جس کی

صورت انسان کے مثل ہی اُس کو پیالے میں پانی پلا رہا ہی - بہت اچھی تصویر ہی - زینے کی دوسری طرف کے کمرے بھی عمدہ سامان سے آراستہ ہیں - ایک کمرے میں ایک گھڑی نہایت عجیب ہی - گھڑی کا خانہ اور آتشدان کی کارنس جس پر وہ رکھی ہی سپید سماق کے ہیں - نیچے ایک دائرے میں گھنٹوں کے ہندسے ہیں - اوپر کی طرف سے ایک نہایت حسین عورت سنہری سلائی سے ہندسہ اور منٹ بتا رہی ہی - چوتھے کمرے میں رنگین شیشوں سے بنا ہوا بہت خوشنما ایک حلقہ ہی - شیشوں کے پھول عجیب صنعت سے تراش کر لگائے ہیں - پانچویں کمرے میں - میز - پھولدان وغیرہ سب سامان سنگ ملخیت کا ہی اور ایک تصویر حضرت جبرئیلؑ کی بھی رکھی ہی - اسی سمت میں ایک گنبددار کمرہ عجیب صنعت سے بنایا ہی جس میں ایک مرتبہ آواز دینے سے وہی آواز چھبیس ۲۶ دفعہ لوٹ کر آتی ہی - ہم نے بھی امتحان کیا - پورے چھبیس ۲۶ عدد تو شمار نہ ہو سکے مگر اِس میں شک نہیں کہ بہت دفعہ وہی آواز اُلٹ پلٹ کر آتی تھی - منجملہ اِن کمروں کے دربار کا کمرہ بہت عالیشان اور خوشنما ہی - شہنشاہ کی نشست کے واسطے کرسی کے اوپر زریں نگیرہ ہی اور کرسی کے پیچھے سفید پتھر کا تراشا ہوا بہت بڑا عقاب بازو کھولے ہوئے کھڑا ہی - شہنشاہ کے پیلس کے سامنے لاکھی سماق کے ایک ٹکڑے کا ایک پیالہ بنا ہوا رکھا ہی - نیچے نہایت خوبصورت بیٹھک ہی - اِس پیالے کا قطر چھ ۶ گز اور دور اٹھارہ ۱۸ گز کے قریب ہی - نہایت عجیب اور نادر روزگار چیز ہی -

* * *

اسلحہ خانہ

پیلس کی سیر کے بعد ہم وہیں سے اسلحہ خانے کو گئے۔ بہت بڑی اور کشادہ عمارت ہی نیچے کے درجے میں **فرانس** اور **ڈنمارک** وغیرہ سے لڑائیوں میں چھینی ہوئی توپیں اور ہتھیار رکھے ہیں۔ ایک توپ اس قسم کی ہی جس میں آٹھ آٹھ اوپر تلے رکھ کر چونسٹھ۶۴ نالیں جوڑی ہیں جزائل کے گولے برابر چونسٹھ۶۴ گولے بھرے جاتے ہیں اور ایک ساتھ سب کی باڑھ چل جاتی ہی۔ اِس کے سوا ۱۶۳۸؁ء اور اُس سے بھی پہلے کی بنی ہوئی توپیں نمونے کے طور پر رکھی ہیں۔

جرمن اور فرانس کی لڑائی کے بعد ایک **توپ** اُڑتے ہوئے غبارے کو مارنے کے واسطے ایجاد ہوئی ہی۔ لکڑی کے ایک تخت پر چند کلوں کے ساتھ تین۳ چار۴ انچھ قطر کی گز سوا گز نال متعلق ہی۔ مُنہ آسمان کی طرف ہی۔ چرخ کے ذریعے سے جس قدر چاہیں اِدھر اُدھر پھرا سکتے ہیں۔

چھت میں تلوار اور تمنچوں وغیرہ سے نہایت خوبصورت جھاڑ بنا کر لٹکائے ہیں۔ دوسرے درجے میں چند میزوں پر مختلف سلطنتوں سے لڑائی کے نقشے بنائے ہیں۔ لکڑی اور مٹی سے چھوٹے چھوٹے مکان۔ شہر۔ قلعے۔ فصیل۔ مورچے اور مورچوں پر توپیں لگی ہوئیں۔ مقابلے پر پیادہ اور سوار فوج کی علامتیں اصلی حالت سمجھانے کے واسطے بہت اچھا طریقہ ہی۔ ایک میز پر ڈنمارک سے ۱۸۶۴؁ء کی لڑائی کا نمونہ۔ دوسری

بر آسٹریہ کی لڑائی۔ تیسری پر فرانس کی آخر لڑائی اور شہر پیرس کا محاصرہ دکھایا ہی۔ اِن کے علاوہ اور بھی کئی نقشے ہیں۔ فرانسہ کی توپوں سے جو لڑائی میں ہاتھ آئی ہیں ایک مینار بنا دیا ہی۔

اوپر کی منزل پر بیچ میں ایک گنبد اور پہلو میں بڑے بڑے دو ہال ہیں۔ گنبد کے نیچے شاہان قدیم و جدید کی پیتل سے ڈھلی ہوئی بارہ تصویریں رکھی ہیں اور چار سمت میں تصویر کے چار پردے لگے ہوئے ہیں۔ ہال کے ایک گوشے میں قدیم زمانے سے اب تک جس قدر تمغے اور لڑائیوں کی یادگار کے مڈل۔ وضع ہوئے ہیں نقرئی ہوں یا طلائی سلسلے وار رکھے ہیں۔ اِس کے سوا فوج کی نئی پُرانی وردیاں اور ہتھیار بھی اِسی اسباب میں شامل ہیں۔

شاہانِ جرمن کے بھی تمام تمغے اور نشان جس قدر جس سے متعلق ہیں علیحدہ علیحدہ رکھے ہیں۔ اُسی کے مقابل میں نامی بہادروں کی زرہ۔ خُود اور گھوڑوں کی پاکھر وغیرہ اسباب جیسا جس زمانے میں رائج تھا لکڑی کی مورتوں اور گھوڑوں کو پہنا کر اصلی حالت ظاہر کی ہی۔ شاہانِ یورپ کے **یونی فارم** (جنگی لباس) اور مختلف لڑائیوں میں چھینے ہوئے نشان (جھنڈیاں) اور شاہی تمغے بھی نمبر وار رکھے ہیں۔

ایک نقشے میں نپولین اوّل کے مقابلے پر بادشاہ پروشیہ شہنشاہ آسٹریہ اور شہنشاہ روس گھوڑوں پر سوار کھڑے ہوئے نپولین کی فوج کو دیکھ رہے ہیں۔

نہایت عمدہ نقشہ ہی۔

ایک توپ فرانسہ کی لڑائی میں ایسی ہاتھ آئی ہی کہ چوبیس ۲۴ سوراخوں سے ایک ساتھ چوبیس ۲۴ گولیاں فیر ہوتی ہیں۔ وہ بھی اسی عمارت میں محفوظ ہی۔ اور بھی بہت سا اسباب ہی۔ تاریخی واقعات کی یادگار چیزوں کو دیکھنے سے سوائے اس کے کہ انسان کو گزرے ہوئے واقعات پر علم حاصل ہو طبیعت میں عجیب قسم کا اثر بھی پیدا ہوتا ہی۔

پانوراما

سلاح خانے سے پلٹ کر ہم مکان پر آئے اور کسی قدر ٹھیر کر جرمن سے نپولن سوم کی آخری لڑائی اور اپنے کو شہنشاہ جرمن کے سپرد کرنے کا پانوراما دیکھنے گئے ایک بالاخانے پر پانوراما قائم کیا ہی۔ یہ لڑائی **جنگ سیڈان**[۱] SEDAN نام سے موسوم ہی۔ جب نپولین نے سمجھ لیا کہ مجکو شکست ہوگی تو لڑائی جھگڑا قوم فرانس کے سر چھوڑ کر اپنی ذات کو شہنشاہ جرمن کے ہاتھ میں سپرد کر دیا سنہ ۱۸۷۱ع میں دوسری ستمبر کو یہ حادثہ ہوا ہی۔ لڑائی کی حالت اس طرح نظر آتی ہی کہ اول ایک میدان میں ڈھلوان ٹیلے اور اُن کے دامن میں نشیب واقع ہوا ہی۔ جرمن کی پلٹنیں نشیبی حصے میں ہموار زمین پر آڑ پکڑے ہوئے ہیں اور ٹیلے کے اوپر سے فرنچ کیولری (سوار) پلٹن پر حملہ کر رہی ہی

---

[۱] سیڈان فرانس اور پروشیہ کی سرحد پر ۴۹ درجہ ۴۲ دقیقہ شمالی اور ۴ درجہ ۵۶ دقیقہ طول شرقی پر واقع ہی۔ اسی مقام پر نپولین سوم نے اپنے کو تفویض کیا تھا۔ ۱۲

ڈھلواں زمین پر گھوڑے اسطرح بے تحاشا سرپٹ چلے آتے ہیں کہ اُن کا روک لینا کسی طرح سوار کے قابو میں نہیں رہا ہے۔ ہتیار کا استعمال کرنا تو درکنار پھسلواں ٹیلوں پر اپنی جان اور گھوڑوں کو سنبھالنے ہی کے لالے پڑ رہے ہیں۔ نیچے سے جرمن پلٹن باڑھ پر باڑھ مار رہی ہے۔ سوار اور گھوڑے اوپر تلے ڈھیر ہوتے جاتے ہیں۔ سلامی ٹیلوں سے اُتر کر پلٹن تک پہنچنا گویا موت کے غار میں کودنا ہے۔ تین طرف سے آگ کا منہ برس رہا ہے۔

دوسرے منظر پر فرانس کا جنرل شہنشاہ ولیم کے سامنے سرنگوں کھڑا ہوا نپولین شہنشاہ فرانس کی طرف سے صلح اور اپنی ذات کو تسلیم کر دینے کا پیغام دے رہا ہے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی ہے۔ پسینے کے قطرے ٹپک رہے ہیں شرم اور غیرت سے پانی پانی ہوا جاتا ہے۔ فرانس کے تین چار افسر سفید نشان لیے ہوئے اس کے پیچھے کھڑے ہیں۔ قیصر ولیم پناہ گیر شہنشاہ اعظم کے واسطے اپنی سواری کی گاڑی بھیجتے ہیں دوسری جگہ شہنشاہ فرانس اپنے اسٹاف کے ساتھ گاڑی سے اُتر رہا ہے اور پرنس بسمارک قیصر ولیم کی طرف سے استقبال کر رہے ہیں۔ منظر پر عجیب اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ نشیب کی گھاس۔ بلندی کے درخت۔ زمین کے ذرے۔ آسمان کے تارے حیرت کے دریا میں ڈوبے ہوئے اس عبرتناک حادثے کی نسبت زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ؎

گر بمردی و یلی نادر دوراں باشے
در تو در معرکہ ہا صفدر میداں باشی

گر بصولت بجہاں سام و نریمان باشی
ور بہ بازوے یلی رستم دستان باشی
آخر از دست اجل خستہ و بیجان باشی

گر بگیری چو سکندر ہمہ دوران را
ور بہ جن و ملک و انس دہی فرمان را
گر بکیوان بہ بری کنگرۂ ایوان را
ور نشانی بہ در خویش دو صد دربان را
آنچناں مرگ بباید کہ تو حیراں باشی

عجیب عبرت خیز منظر ہی۔ اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر کا نقشہ چشم خیال کے سامنے پھر گیا۔ خداے تعالیٰ کسی عزیز کو ذلیل و مجبور نکرے۔ خصوصاً دشمن سے نجات کی التجا کرنے پر۔

شہنشاہ نپولین کی سپردگی کے بعد بھی جرمن اور فرانس میں قومی لڑائی جاری رہی۔ چند روز کے بعد جب فرانس کو شکست پر شکست ہوتی گئی اور پیرس بھی محاصرے میں آگیا تو طرفین سے گفت و شنید کے بعد لڑائی کے مصارف دے کر فرانس نے صلح کر لی۔ اِس صلح کے جلسے کو بھی پانوراما کے منظر میں دکھایا ہی۔ افسرانِ جرمن و فرانسہ لڑائی کے مصارف کی مقدار پر اور دفعات معاہدہ کی نسبت بحث کر رہے ہیں۔

مومی تصویروں کا عجائب خانہ

پانوراما سے ہم براہ راست مومی تصویروں کا میوزیم دیکھنے گئے۔ اِس عجائب خانے

میں بھی معمولی طور پر بادشاہوں اور اُن کی بیگموں کی تصویریں - روسی اور حبشی وغیرہ ناچ کی مجلسیں ہیں مگر ذکر کے قابل چند چیزیں ہیں ایک تو اور مقامات کی نسبت **طوفانِ نوحؑ** یہاں زیادہ مفصل بنایا ہی -

دوسرے **شہنشاہ ولیم** نزع کی حالت میں ہیں - پرنس بسمارک یونی فارم پہنے کھڑے ہیں اور اپنے بادشاہ کو بغور دیکھ رہے ہیں - بہت عمدہ تصویر ہی نیچے کے درجے میں ایک واقعی تالاب ہی جس کے دونوں طرف مصنوعی پہاڑ ہیں پہاڑ کے ایک سوراخ سے پانی اوبل کر آ رہا ہی - اس قدر زور سے بہتا ہی کہ سامنے کھڑی ہوئی کشتیاں ہل رہی ہیں - ایک کشتی میں لکڑی کے دو تین آدمی ہاتھ میں پارُو (جس سے کشتی چلاتے ہیں) تھامے بیٹھے ہیں - دوسری کشتی میں ایک آدمی سارنگی لیئے اور بجانے کے واسطے اُس پر گز رکھے ہوئے بیٹھا ہی - دوسرا شمع ہاتھ میں لیئے کھڑا ہی -

پانی کے کنارے پر لکڑی کا ایک بکس رکھا ہی - اُس پر لکھا ہوا ہی - **“ایک پیسہ ڈال کر تماشہ دیکھو”** مولوی صاحب نے بکس کے سوراخ میں پیسہ ڈال دیا کشتی پر شمع روشن ہو گئی - پارو والے آدمی کے ہاتھوں کو حرکت ہوئی اور پارُو چلنے لگی - سارنگی والا سارنگی بجانے لگا - دو تین منٹ کے بعد ہر چیز اپنی پہلی حالت پر ساکت ہو گئی -

اِس کے سوا نہایت حسین دو عورتیں پانی کے چشمے سے نہا کر نکلی ہیں - کنارے سے ملی ہوئی پہاڑ کی چٹان اور ہری دوب ہی - ایک عورت چٹان پر بیٹھ گئی ہی - دوسری

رانوں سے نصف سینے تک بہت خوبصورت اور چست سیاہ گرنٹ کا جانگیہ پہنے ہوئے کھڑی ہی ۔ پانی اصلی ہی مگر دونوں عورتیں گھاس اور چٹانیں وغیرہ سب مصنوعی ہیں ۔

ایک مجلس میں جرمن پارلیمنٹ کا اجلاس ہی ۔ پرنس بسمارک اسپیچ کر رہے ہیں جاندار انسان میں اور ان تصویروں میں سوائے مُنہ سے بولنے کے اور کوئی فرق نہیں ہی ۔

بندر وغیرہ بعض جانور یہاں زندہ بھی رکھے ہیں ۔

عجائب خانہ

میوزیم سے سوار ہو کر ہم ہاہن زولرن نام عجائب خانے کو گئے ۔ اس میں زیادہ تر تاریخی یادگاریں رکھی ہیں ۔ ایک ٹٹو کی کھال زمین پر بچھی ہوئی ہی عجیب صورت کا جانور ہی ۔ شاہانِ جرمن و پروشیہ کی تیجر وغیرہ کی تصویریں ۔ اور سواری کی گاڑیاں سکول میں پڑھنے کی کتابیں ۔ بوٹ ۔ شہنشاہ ولیم کے ایک کمیت گھوڑے کو مرنے کے بعد کھال سے بنایا ہی اور اُس پر زین کھینچکر ۔ لگام لگا کر زندہ کے مثل رکھا ہی فریڈرک اوّل کا بھی ایک سپید گھوڑا ہی ۔ باقی پانسو کے قریب وہ کتابیں ہیں جو فریڈرک نے فرانسہ زبان سے جرمن میں ترجمہ کی ہیں ۔ جن سے فریڈرک کی فضیلت کا اندازہ ہو سکتا ہی ۔

ایک بارہ دری خالص چاندی کی بنی ہوئی ہے - نو در ہیں اور ہر ایک در میں شاہانِ جرمن اور بزرگانِ ملک کی ایک ایک مورت ہے - یہ تصویریں بھی چاندی کی ہیں -

سنگ ستارہ کے ایک ٹکڑے کی میز اور شاہانِ پروشیہ کی صدہا ناس دانیان - امپر اطوار ولیم کی چار خوری کی پیالیاں - بادشاہوں کے نشان (تمغے) اور بیگموں کے لباس ہیں -

ایک کمرے میں کوچ - کرسی اور میز وغیرہ تمام سامان ہاتھی دانت کا ہے -

نیشنل گیلری

اس مختصر میوزیم کو دیکھ کر خیال ہوا کہ نیشنل گیلری کو بھی دیکھیں - عمارت کے دروازے پر اُتر کر اندر گئے - تصویروں کے پردے یہاں بھی عمدہ ہیں - منجملہ اُن کے ایک تصویر ہے کہ پادری ہِس کو جو لوتھر کے مثل پروٹسٹنٹ ہو گیا تھا رومن کیتھلک گروہ نے زندہ جلا دیا ہے - اِس کے سوا دو حسین لڑکیاں ایک چشمے سے نہا کر برہنہ باہر نکل کر پتھر کی چٹان پر بیٹھی ہیں - آفتاب کی نرم نرم شعاعیں اُن کے جسم پر پڑ رہی ہیں بہت عجیب اور بے مثل نقاشی ہے - اور بھی اسی طرح کے بہت سے پردے ہیں -

اِسی گیلری میں پتھر کی تصویریں بھی ہیں - مرد ہوں یا عورتیں سب کو مادر زاد ننگا بنایا ہے - اِس سے بعض انسانوں کی تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے - کیا ضرور ہے کہ عام تماشا گاہوں

میں ایسی چیزیں رکھی جائیں اور عورت مرد بیاہے کنوارے سب اُن کو دیکھیں۔

باغ وحش

گیگری سے واپس آکر تھوڑی دیر ہوٹل میں ٹھیرے۔ چار وغیرہ سے فارغ ہو کر باغ وحش کو گئے۔ اِس باغ میں بھی وہی حیوانات ہیں جو یورپ میں اور جگہ تھے بیور جو ایک دریائی جانور ہی جس کی کھال کا عمدہ سمور بنتا ہی ہم نے یہیں دیکھا۔ اُود بِلاؤ کی برادری معلوم ہوتا ہی اِس کے سوا مشک کے ہرن کا ایک بچہ زندہ۔ ایک جوڑا زرافہ (شیر شتر) اور ۲دو ۳تین قسمیں بندروں کی بھی عجیب ہیں۔ ایک بندر کتّے کی ہمشکل۔ آدھے جسم پر بڑے بڑے بال گویا سمور کے شانہ پوش ڈالے ہوئے ہی۔ آواز بھی کُتّے سے مشابہ ہی۔ ایک مکان ہندوستانی شوالے کے نقشے پر بنا کر اُس میں ایک جوڑا ہندی ہاتھیوں کا اور ایک ہاتھی افریقہ کا جدا جدا گھروں میں بند ہیں۔ باہر کی طرف لوہے کی سیخیں لگی ہوئی ہیں۔ ہندوستانی مادہ اور نر کے مکان میں سیخوں کی دیوار حائل ہی اور اُسمیں ایک دروازہ لگا ہوا ہی۔ فیلبان نے ہاتھی کو حکم دیا اُسنے دروازہ کھول کر مادہ کو اپنے گھر میں بلا لیا۔ نر کے ہاتھ میں پھونک سے بجانے کا ایک باجہ دیدیا گیا ہاتھی سونڈ سے پھونک کر باجا بجاتا تھا اور دونوں میاں بی بی مل کر ناچتے تھے اور سلام کرتے تھے۔ افریقہ کا ہاتھی ابھی بچہ ہی مگر بائیسکل چلاتا ہی۔ شوالے میں ہاتھیوں کے ساتھ ۲دو گینڈے بھی رہتے ہیں۔ جس طرح جنگل میں ہموطن و ہمسایہ تھے یہاں

بھی ساتھ ہیں۔

باغ کے ایک حصّے میں صرف کُتّے خانہ ہی۔ نہایت عجیب وغریب کُتّے ہیں۔ بعض سپید رنگ اور بھیڑیے کی شکل ہیں۔ ایک جوڑی خاکی بگھیلے کے ہم رنگ ہی۔ قد اور جسامت میں گدھے سے کم نہیں ہیں۔ کلّہ بھی بہت بڑا ہی اِن کے سوا ایک بہت زبردست اور کارآمد قسم پشم دار کتوں کی ہی۔ قد کی بلندی تو اُس قدر نہیں ہی مگر جسامت میں گدھے کے برابر ہیں۔ اِن میں عجیب بات یہ ہی کہ جب برف میں راستہ بھول کر یا چلتے چلتے ٹھٹر کر آدمی رہجاتا ہی اور گاؤں والوں کو معلوم ہوتا ہی کہ وقت پر واپس نہ آسکنے کا سبب برف میں پھنس کر رہجانا ہی تو ان کتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ گم شدہ انسان کو ڈھونڈھ کر نکال لاتے ہیں۔ ایسے ملک میں جہاں برف کی شدت ہی یہ کتے بڑے کارآمد ہیں۔ بعض ابلق اور سرخ رنگ کے بہت بڑے بڑے گفتار بھی نہایت عجیب ہیں۔ پہلے ہم نے کبھی اِس قدر بڑے گفتار (چرخ یا ھُنڈار) نہیں دیکھے۔ گوشت تقسیم کرنے کا وقت تھا اور محافظ ہر خانے میں راتب دیتا پھرتا تھا سب درندے اضطراب اور بیتابی کی حالت میں چیختے تھے۔

شیروں کی قسمیں بھی یہاں بہت ہیں۔ چار شیر افریقہ کے یال دار نہایت زبردست اور ہیبت ناک ہیں۔ محافظ ہاتھ اندر ڈال کر سر اور گردن پر پھیرتا ہی تو شیر محبّت کی وجہ سے غرّاتے ہیں اور جب دور چلا جاتا ہی تو اس قدر مہیب آواز سے چیختے ہیں کہ تمام باغ گونج اُٹھتا ہی۔

امریکہ کا گلدار جیگر اور جنوبی امریکہ کا سپید شیر دونوں بہت خوبصورت جانور ہیں۔ گلدار شیر تو ہم نے پہلے بھی دیکھے تھے مگر سفید یہاں کے سوا کبھی نہیں دیکھا۔

انکے سوا ایک ماشی رنگ کا ریچھ نہایت عجیب ہی۔ قد اور جسم بڑے ریچھ کے مثل ہی صرف بالوں کا رنگ ماشی ہی۔ بھورے۔ سیاہ اور سفید ریچھ تو اکثر عجائب خانوں میں تھے۔ مگر اس رنگ کا ریچھ یہاں کے سوا اور جگہ نہیں ہی۔

شیروں کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان کے علاوہ صدہا قسم کے پرند اور دریائی جانور ہیں۔ بہت بڑا عجائب خانہ ہی۔ غروب کے قریب ہم واپس آئے۔ شام نہیں ہوئی مگر ابھی سے سردی کی شدت ہی۔ شب کو کھانے کے بعد ایک تھیٹر میں گئے شکسپیر کے بنائے ہوئے قصوں میں سے ایک نقل کی گئی۔ اگرچہ زیادہ دلچسپ نہیں ہی مگر مختصر طور پر اُس کا ماحصل اس لیئے لکھے دیتے ہیں کہ ہمارے ہموطنوں کو اہلِ یورپ کے جزئی وکلّی حالات پر آگاہی ہو کر مختلف وسیلوں سے اُن کے مذاق کا پتہ لگ جائے

گو اکثر ہندوستانی اس قسم کی نقلوں کے نتیجے اور فائدے سے ناواقف نہیں ہیں۔ مگر ابھی ہمارے ملک میں بہت لوگ ایسے بھی ہیں جو تھیٹر میں جا کر کسی نقل اور سوانگ کا تماشا دیکھنے کو محض تفریح طبع اور دل لگی کے اسباب تصور کرتے ہیں اس لیئے ضرور ہی کہ اس تفریح کے پردے میں جس قدر فائدہ مضمر ہی قدرے قلیل اُس کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔ جب انسان کو معیوب کام کرنے کی مزاولت ہو جاتی ہی تو بار بار عمل میں لانے سے اُس کی نظر میں مکروہ فعل اچھا معلوم ہونے لگتا ہی۔ اور ایسی حالت میں کسی قسم کی

نصیحت کارگر اور مفید نہیں ہوتی۔ مگر جب اُس قسم کے افعال و اعمال کے بُرے نتیجوں کو مضحکہ اُڑانے والی نقلوں میں سُنتا اور عام اہلِ جلسہ کو اُن پر ہنستے اور حقارت کرتے ہوئے دیکھتا ہی تو اُس کو بھی بُرا معلوم ہوتا ہی اور اپنے افعال پر شرم آنے لگتی ہی تھیٹر کی نقلوں کو بھی اسی بنا پر موضوع تصور کرنا چاہئیے۔

نقل کارمن نام ایک حسین کنواری عورت اسپین کے قزاقوں کی جپسی کوئیں (ملکہ) تھی۔ ایک شہر میں آئی اور کسی وجہ سے تمباکو کے اُس کارخانے میں گئی جو سلطنت کی طرف سے قائم اور جنگی گارد اُس کی حفاظت پر معمور تھا۔ وہاں کسی جزئی بات پر ایک عورت سے کارمن کی لڑائی ہوئی۔ ایک تو ملکہ ہونے کا جلال۔ دوسرے اُٹھتی ہوئی جوانی اور حسن کا غرور ذراسی زبانی ردّوبدل پر بھڑک اُٹھی۔ فوراً کمر سے چُھری نکال کر حملہ کیا۔ کارخانے کے آدمی دوڑ پڑے اور عورت کو زخمی ہونے سے بچا لیا کارمن گرفتار ہو کر گارد کے پہرے میں قید کی گئی۔ کارمن کچھ تو پہلے سے دل لبھانے اور جان و مال پر چھاپہ مارنے کے واسطے موزوں تھی اُس پر سونے میں سہاگا عاجزی اور بیکسی کی حالت میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے منظر کی اُداسی اور چہرے کی تمتماہٹ نے اور آگ بھڑکا دی حسرت بھری نگاہ سے گارد کے افسر کی طرف دیکھنا تھا اور اُس کا شکار ہونا۔ پہلا ہی تیر دل سے پار ہو گیا۔ کپتان اپنی جگہ سے بیتاب ہو کر دل میں کہتا ہوا قریب آیا ٥

خدا جانے کہ کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہی سرشک آلودہ ہونا تیرے مژگاں کا

طرفین سے اظہارِ محبت کے بعد اس شرط پر شادی کا اقرار ہو گیا کہ اگر مجھے قید سے

چھوڑ دیا جائے تو میں اپنے گھر پہنچ کر نکاح میں عذر نہ کروں گی ۔ اِس وعدے کے بعد بدنصیب افسر نے کارمن کے ہاتھ کھول دیئے اور اُس کو جنگل کے کنارے تک پہنچا دیا ۔ کارمن کی خواصیں اور بہت سے قزاق ہر طرف اُس کی جستجو میں لگے ہوئے تھے ہاتھوں ہاتھ اُڑا کر لے گئے ۔ یہاں نا اہل کے ساتھ نیکی کرنے کا پہلا پھل یہ ملا کہ قیدی کو چھوڑ دینے کے جرم میں کئی مہینے افسر کو قید کی ذلّت و مصیبت سہنا پڑی ۔ رہائی کے بعد مقرر جگہ پر باہم ملاقات ہوئی ۔ کارمن اپنی خواصوں کے ساتھ ایک سرائے میں جشن کر رہی تھی ۔ گانے بجانے کی مجلس گرم تھی کہ یہ بھی پہنچے دو ایک روز مدارات اور صحبت کے بعد کارمن نے کوہستان میں اپنے گھر کا پتا بتا کر رخصت کیا ۔ اوّل تو کپتان جنگی فوج میں نوکر تھا ۔ دوسرا امر یہ بھی مانع تھا کہ ایک نیک بخت شریف خاندان کی لڑکی سے اُس کی بیوہ ماں نے نسبت کر دی تھی اور باہم میاں بی بی میں رضامندی کے بعد شادی ٹھیر چکی تھی ۔ کپتان کسی بہانے سے رخصت لے کر پھر جنگل میں گیا اور کارمن کے گھر پہنچ کر تنہائی میں اُس سے شادی کی درخواست کی ۔ اَب کی مرتبہ کارمن نے یہ عذر پیش کیا کہ اگر تم بھی نوکری چھوڑ کر ہمارے گروہ میں آ ملو تو باہم وصل ورنہ دوامی فصل کے سوا کچھ امید نہ رکھو ۔ کپتان نے اپنے معزز عہدے سے علیٰحدہ ہونے کی نسبت ذرا پس و پیش کیا کارمن نے برہم ہو کر تلوار ۔ ٹوپی اور تمام یونی فارم اُٹھا کر دور پھینک دیا ۔ آخر بیچارے نے نوکری چھوڑ دی ۔ جنگل میں رہنے لگا ۔ قزاقوں سے لڑائی ہوئی مگر اتفاقاً اُسی وقت کارمن آ گئی اور اُس نے اِس شہادت سے باہمی نزع کو

رفع کردیا کہ یہ شخص فوجی افسر ہی۔ اوّل اِس نے مجھے قید سے چھڑا دیا۔ پھر میرے عشق میں نوکری چھوڑی اور ہمیشہ کے واسطے رہزنی میں شریک ہونے کو تمھارے ساتھ آملا ہی۔

کپتان کے غائب ہوجانے کے بعد اُس کی پہلی منگیتر کو شوہر کی تلاش میں طرح طرح کی مصیبتیں پیش آئی ہیں۔ جب وہ بیچاری جنگل اور پہاڑ میں پتا لگا کر قریب پُہنچ جاتی تھی تو یہ ظالم کسی آڑ میں چھپ کر بندوق کے دو تین فیر کرکے اُسے ڈرا دیتا تھا کئی مرتبہ وہ اُس کی ماں کی چھٹیاں بھی لائی۔ مگر کپتان کو کارمن کے عشق نے ماں کی نافرمانی پر بھی مستقل رکھا۔

اور اس نیک بخت شریف زادی پر جس کا سوائے ایک نامزد شوہر اور اُس کی ماں کے ماباپ یا بہن بھائی کوئی وارث اور ہمدرد نہ تھا رحم نہ آنے دیا۔

اِس مقام پر اس شریف لڑکی کا بھولا اور اُداس چہرہ۔ شوہر کے سامنے عاجزی۔ اپنی بیکسی کا اظہار۔ اُس بے رحم کی جھڑکیاں اور پھر اِس کا ناامید ہوکر سنسان جنگل سے روتے ہوئے تنہا گزرنا نہایت دردانگیز منظر دکھائے گئے۔

وہاں یہ انجام ہوا کہ چند روز کارمن نے کپتان صاحب سے رہزنی کرائی اور امروز و فردا پر ٹالتے ٹالتے ایک ذلیل و حقیر آدمی سے جس کا پیشہ بیل لڑانا تھا آشنائی کرلی اور کپتان صاحب کو خشک ٹال دیا۔

یورپ میں اگر ایک عورت پر دو عاشق ہوتے ہیں تو باہم لڑ کر فیصلہ کر لیتے ہیں جو مارا گیا

مارا گیا۔ جس نے فتح پائی عورت بھی اُس کے ہاتھ آئی۔ اِسی بنا پر کپتان اور بیل والے میں بھی تلواروں سے جنگ ڈوئیل ہوئی۔ کپتان زبردست۔ دلیر اور فوجی افسر تھا۔ اِس لیئے قریب تھا کہ حریف کا کام تمام کرے مگر نئے یار کو مغلوب دیکھ کر کارمن بیچ میں حائل ہو گئی اور اُس کو بچا دیا۔ چند روز کپتان کی طرف سے روک ٹوک میں گزرے آخر کارمن کھُل کھیلی اور بیل والے کے ساتھ علانیہ شادی کی ٹھہر گئی۔ دن تاریخ بھی مقرر ہو گیا۔ اِسی اثناء میں ایک روز کپتان نے کارمن کو قلعے سے باہر پا کر گھیر لیا۔ اَوّل قدموں پر سر رکھا۔ زمین پر ناک رگڑی مگر وہ قلعے کی طرف بھاگتی رہی۔ پھر کمر میں ہاتھ ڈالے اور بغل میں مُنہ رکھ کر زار زار رویا۔ اپنے معزز عہدے اور وطن کو چھوڑنا۔ پہلی منگیتر اور ضعیف ماں سے مُنہ موڑنا۔ کارمن کی خاطر قید کی مصیبت اُٹھانا۔ وعدے پر آنا۔ قزاقوں میں مل جانا سب کچھ یاد دلایا مگر کارمن نے اپنے ارادے سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ بار بار چھڑا کر قلعے کی طرف بھاگتی تھی اور بیل والے ہی کا دم بھرتی تھی دفعتہً کپتان کی آتش غیرت بھڑک اُٹھی۔ یگانے بیگانے کی تمیز نہ رہی کمر سے خنجر نکال کر کارمن کے سنگین دل میں بھونک دیا۔ کارمن چیخ مار کر زمین پر گری۔ یہ حالت دیکھ کر عاشق کے دل میں پھر رحم نے جوش کیا اور مقتول کو ہاتھوں پر سنبھال کر اپنے زانو پر لٹا لیا۔ مُنہ پر مُنہ رکھ کر لاش سے لپٹا ہوا تھا کہ اِسی پر تماشا ختم ہوا اور تماشائیوں نے غمگین حالت میں اُٹھ کر اپنی راہ لی۔

ایسے تماشے کو جس کا خاتمہ غم پر ہو انگریزی میں ٹریجیڈی

TRAGEDY کہتے ہیں۔ جب اس نقل کو اصل کر کے دکھایا جائے تو چند نتیجے نکل سکتے ہیں اور انسان کے خیال پر نہایت قوی اثر پڑتا ہے۔ اوّل اپنے فرائض منصبی کے خلاف خود غرضی سے آقا کے حکم کی تعمیل نکرنا۔ جیسا کہ کپتان نے کارمن قیدی کو چھوڑ کر قید بھی بھگتی اور اعتبار بھی کم ہو گیا۔ دوسرے ماں جیسی شفیق اور مستحق خدمت واطاعت سے بے وفائی۔ تیسرے پہلی شریف بی بی کو جس سے شادی کا وعدہ ہوا تھا اور وہ بیکس اس ظالم کے بھروسے پر آنکھ لگائے بیٹھی تھی محروم چھوڑ دینا اور برے وقت میں جبکہ اُسکا کوئی وارث نہ تھا دغا دینا۔ چوتھے ایک غیر کفو ہرجائی عورت سے دل لگا کر اُس کی طمع میں اتنے گناہ کرنے پر بھی اُس کا بیوفائی کرنا۔ نئے رقیب کی غیرت اور پچھلے نقصانوں کی ندامت سے اُس کو قتل کرنا اور آپ پھانسی پانا۔ اِس واقعے کو دیکھ کر انسان کو ضرور عبرت ہونا چاہیے۔ اِس قصے میں جنگل۔ پہاڑ۔ ندیاں۔ درّے۔ قافلوں کو لوٹنا۔ چوری کا مال جمع کرنا۔ چاندی سونا گلا کر اسباب کی شناخت کا نشان مٹانا۔ غرضکہ ہنگامہ آرائی کے واسطے قزاقوں کے کل سامان اور افعال دکھائے گئے۔ بارہ ۱۲ بجے کے بعد تماشا ختم ہوا اور ہم ہوٹل کو واپس آئے۔

۲۵۔ **نومبر**۔ صبح کو ہم نے اپنی تصویر گرینڈ ڈچس سکس دیار کے واسطے روانہ کی۔ اعلیحضرت شہنشاہ جرمن کی طرف سے ہماری دعوت کے واسطے ۲۶۔ نومبر سہ پہر کے وقت شریک ہونے کو انوی ٹیشن (رقعۂ دعوت) آیا ہے۔ کل ڈیڑھ بجے شہنشاہ

سے ملاقات کے بعد کھانے میں شریک ہوں گے۔ آج اتوار کی تعطیل کے باعث کھانے کے بعد مومی تصویروں کا نمائش خانہ دیکھنے گئے۔ پہلے ویکس ورک کی نسبت یہ زیادہ عمدہ ہی۔ اس میں بھی صدہا مومی تصویریں ہیں۔ مگر جو ذکر کے قابل ہیں اُن کی تفصیل لکھی جاتی ہی۔ نہایت خوشنما مسہری میں ایک نوخیز حسین عورت عجیب ناز و انداز سے سو رہی ہی۔ ایک ہاتھ سرہانے رکھا ہی۔ سانس لینے سے سینہ اُبھرتا ہی اور کپڑے کو بھی جنبش ہوتی ہی۔ حسن کی دلفریبی اور گات کا سڈول پن بیان سے باہر ہی البتہ انسان آنکھ سے دیکھ کر اُس کی خوبی سمجھ سکتا ہی۔

آخر یہ بھی تو انسان ہی کے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویر ہی۔ پھر ہمارے ملک کے مورتی پجاری ایسی حسین مورتیں بنوا کر مندروں میں کیوں نہیں رکھتے۔ یہ تو وہ بھی یقین کرتے ہیں کہ جس کو ہم پوجتے ہیں۔ یہ دیبی جی یا دیوتا کا اصلی چہرہ نہیں ہی۔ صرف اُن کا تصور کر لینے کے واسطے مثال ہی۔ پھر یہ خیال کیوں نہ کیا جائے کہ وہ ایسے حسین تھے جیسی شکل ہمارے پیش نظر ہی۔ اس خیال کی نسبت ایک شاعر نے خوب فیصلہ کیا ہی ؏

ای برہمن آن عذارِ چون لالہ پرست   رخسارِ نگارِ چاردہ سالہ پرست
چون چشمِ خدائے بین نداری بارے   خورشید پرست شو نہ گوسالہ پرست

اِس ویکس ورک میں بزرگانِ جرمن و شاہانِ روے زمین کے سوا مشہور

آدمیوں میں **جارج واشنگٹن** جس نے اوّل امریکہ کو آزاد کیا ہی اور **ڈارون** جس نے پہلی رائے دی ہی کہ انسان اول بندر تھے۔ بتدریج آدمیت کے زینے پر چڑھتے چڑھتے موجودہ حالت پر پہنچے ہیں۔ **مسیو لیس پس** فرانسیسی انجینئر جس نے نہر سویز کھودی ہی۔ **جنرل بُلان ژرہ** فرانسیسی اور **راتھس چائلڈ** قارون ثانی گویا زندہ کھڑے ہیں۔ ایک مقام کو باغ قرار دے کر موم سے **سیب** کا ایک درخت بنایا ہی۔ سیب لدے ہوئے ہیں اور ایک لڑکا درخت پر چڑھا ہوا سیب چُرا رہا ہی۔ کئی سیب ٹوٹے ہوئے زمین پر پڑے ہیں۔ مالی اور مالن نے دیکھ لیا ہی۔ دونوں نیچے کھڑے دھمکا رہے ہیں اور بچہ خوف کے مارے درخت سے نیچے نہیں اُترتا۔ نقلی اور اصلی حالت میں کسی قسم کا فرق نہیں معلوم ہوتا۔

دوسری مجلس میں ہز **ہولی نس پوپ** جو حال میں موجود ہیں۔ ولیعہد آسٹریہ جنہوں نے پچھلے سال خودکشی کی۔ **پرنس[۱] رائیل** ولیعہد **فرانس** وغیرہ کی مورتیں ہیں۔

ایک ترکی سپاہی کے سینے پر گولی لگی ہی۔ نزع کی بیہوشی میں دم توڑ رہا ہی۔ سانس کے ساتھ زخم سے خون اُبلتا ہی۔ ممکن نہیں کہ انسان حقیقی اور غیر حقیقی میں تمیز کر سکے۔

---

[۱] فرزند نپولین سوم۔ جن پر نپولین اعظم کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا یہ شاہزادہ زولینڈ کی لڑائی میں مارے گئے۔ ۱۲

اِس مکان میں ایک عجیب تماشہ بھی تھا۔ برآمدے کی شکل کے کمرے میں ایک طرف کو ۲دو دروازے تھے۔ اور دروازوں سے اُس طرف کھُلا ہوا صحن گویا یہ دروازے اُس صحن میں تھے۔ صحن میں ایک طرف چھوٹے چھوٹے درختوں کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ گھنٹی ہونے کے بعد ایک دروازے سے پردہ اُٹھایا گیا۔ معلوم ہوا کہ پہاڑ جنگل اور چشمہ ہے۔ جنگل میں ایک عورت کا صرف چہرہ نظر آتا تھا۔ ایک یا ۲دو منٹ تک اُس کے رنگ متغیر ہوتے رہے کبھی سرخ۔ کبھی گلابی۔ کبھی سبز اور کبھی سُنہری۔ خیر یہ تو روشنی کا کرشمہ تھا۔ زیادہ تعجب انگیز بات یہ تھی کہ مذکورہ بالا چشمے پر ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ بلند چند درخت تھے۔ اُن میں سے ایک درخت تقریباً ۲دو فیٹ اونچا ایک انچھ موٹا۔ اوپر جا کر جنگیر نما پھیلے ہوئے نرگسی پتّے تھے۔ اِس قدر مختصر اور کمزور درخت تھا کہ ایک سال کا بچّہ بھی نہ پتّوں میں سما سکے نہ ایک انچھ موٹی شاخ بوجھ سہار سکے اُنہیں پتّوں کے بیچ میں سے دفعتہ ایک جوان عورت نے سر نکالا۔ گویا ایک انچھ موٹے تنے سے نکلی اور رفتہ رفتہ کمر تک باہر آگئی۔ اطراف کے درختوں کو صاف کیا۔ خشک اور گلے ہوئے پتّے توڑ کر درختوں سے گرد و غبار جھاڑ کر پھر اُسی میں غائب ہو گئی اِس کے بعد دوسرے دروازے سے پردہ اُٹھایا گیا۔ اُس طرف کھُلا ہوا صحن تھا۔ صحن میں نہایت خوشنما ایک چٹان نظر آئی۔ بے اصول پتھروں سے مرکب نوکدار ٹیلا بنا ہوا تھا۔ تک پر پانچ چھ گرہ چوڑا ایک گول سوراخ تھا۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد اُس سوراخ میں سے ایک بہت خوبصورت عورت بدن پر بدن کے ہمرنگ چست لباس رانوں سے سینے

تک سیاہ گرنٹ کا جانگیہ پہنے ہوئے نکلنا شروع ہوئی یہاں تک کہ تمام جسم سوراخ سے باہر نکل کر آہستہ آہستہ بلند ہوا اور دو ڈھائی گز تک ہوا میں معلق چلی گئی - پھر ترچھی ہو کر ہوا میں چت لیٹ گئی - ایک ہاتھ کو دلکش ادا سے سرہانے رکھ لیا - دو ایک دفعہ کروٹیں بدل کر پھر سر نیچے پانو اوپر کیئے اور سوراخ کی طرف اُترنا شروع کیا - اول سر - پھر دھڑ یہاں تک کہ سب جسم غائب ہو گیا - ہو بہو جس طرح پانی میں مچھلی تیرتی ہی اسی طرح ہوا میں اُس کو حرکت اور سکون تھا - اس امر کا یقین دلانے کو کہ یہ زندہ انسان ہی کوئی تصویر وغیرہ خیال نہ کرے اوپر جانے اور کروٹیں بدلنے میں انسان کی طرح اکثر حرکتیں بھی کیں - بہت اچھا تماشا تھا -

اُسی جگہ پردے کے قریب ایک مس کھڑی تھی اوّل ہم نے اُس کو اندھیرے میں دیکھا چہرہ سبز معلوم ہوتا تھا - خیال ہوا کہ تماشے کے واسطے رنگ کر لیا ہی - مگر جب وہ روشنی میں آ کر بیٹھی تو دیکھا کہ تمام چہرے پر ایک ایک انچھ لمبے بال ہیں مگر کسی قدر چھدرے مونچھیں اور داڑھی اُن کی نسبت گھنی ہی اور کچھ بڑی بھی - جہاں تک ہاتھ کلائیوں سے اوپر نظر آتے تھے اُن پر بھی بال تھے - اکثر تماشائی لیڈیاں تفتیشِ حال کے لیئے اُس سے سوال و جواب کرتی تھیں لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس ملک اور کس قوم کی عورت تھی - [illegible] چاہتا ہی کہ افریقہ کے کسی حصے کی ہو - جلد کا رنگ بھی سیاہ نہیں ہی سبز رنگ جلد پر بالوں کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوتا ہی -

اِسی دیکس ورک میں ایک حصہ **سلطان مراکش** کے محل کی نقل ہی کثرت سے

آئینے لگے ہوئے ہیں- باہر نکلنے اور اندر جانے میں ہر در کے سامنے آئینہ واقع ہوتا ہی جس میں چلنے والے کو اپنی صورت معلوم ہوتی ہی- انسان حیران رہجاتا ہی اور مشکل سے باہر آنے کو راستہ ملتا ہی- نہایت عمدہ بھول بھلیاں ہیں- اِس محل کا ذکر ہم چکاگو کی نمائش کے حال میں مفصل لکھ چکے ہیں- جس شخص نے چکاگو کی نمائش میں اس مکان کی نقل بنائی تھی یہاں بھی دائمی نمائش کے واسطے اُسی نے اِس قدر حصّہ تعمیر کیا ہی-

تین۳ منٹ میں تصویر کھینچنے کا آلہ بھی ایک گوشے میں رکھا ہی- ایک شخص دو آنے لے کر تصویر کھینچ دیتا ہی- چنانچہ عبدالمجید خان نے اپنی تصویر کھنچوائی- سامنے کرسی پر بیٹھ گئے غالباً آدھا منٹ گزرا ہوگا کہ آلے کے اندر سے رنجک سی اُڑی اور تصویر کھنچ گئی مصور نے سوائے اِس کے کہ سامنے بٹھا کر آلے کا ایک پیچ یا دستہ ہلا دیا اور کوئی کام نہیں کیا- البتہ دو ایک منٹ ٹین کا چوکھٹا اور شیشہ لگانے میں صرف ہوئے-

اوپر کے درجے میں ایک برآمدے کے اندر لکڑی یا مقوے سے ایک دیونی بنا رکھی ہی- جیسا کہانیوں میں سُنا کرتے ہیں وہی حالت مجسم ہی- ہاتھ- پاؤں- سر اور منہ وغیرہ اعضا کی بزرگی تو دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہی صرف چھاتیاں مٹکے مٹکے برابر ہیں- دیو اور بھوت پریت وغیرہ ارواح خبیثہ کے خیالات ہمارے ملک پر ہی محدود نہیں ہیں بلکہ یورپ میں ہندوستان سے بھی زیادہ اثر رہا ہی- گو تعلیم و تہذیب نے اِن پوشیدہ اور خیالی وجودوں پر اب کچھ پردہ ڈال دیا ہی تاہم ابھی بھوت وغیرہ کو یقین

کرنے والے آدمی موجود ہیں۔ جادو تو یورپ سے زیادہ دنیا کے کسی حصے میں نہیں مانا گیا ہوگا۔ اور قومیں تو وہم کے طور پر جادو کا تصور کرتی رہی ہیں۔ حکومت اور سلطنت کے قانون اور ظاہری برتاؤ میں کبھی اُس کا وجود تسلیم نہیں کیا گیا۔ مگر سلاطین یورپ کے حکم سے جادوگروں اور ڈاینوں کو شناخت کر کے قتل کرنے کے واسطے قانون پاس ہوتے رہے ہیں۔ بے معاش اور بدمعاش لوگ جن کو ذرا رزق کی عسرت ہوتی تھی ڈاینوں کو پہچان کر پکڑ لانے کا اور جادوگروں کو تلاش کر دینے کا لیسنس یا پاس حاصل کر کے گانو گانو غریبوں کو ستاتے پھرتے تھے جس کو چاہا جادوگری کا الزام لگا کر پھانس دیا۔ جس عورت سے کچھ نہ ملا ڈاین قرار دے کر گرفتار کر لیا۔ پھر خدا کے فضل سے عدالت بھی اِس قدر یقین کیے ہوئے تھی کہ بغیر تنقیح و تحقیق دریا میں ڈلوا دیا یا زندہ کو جلا دیا۔ امید ہی کہ تاریخ کے مطالعے سے اٹھارہویں صدی تک ایسے قوانین اور مکروہ حالات کے صدہا نمونے ملیں گے۔

ویکس ورک سے واپس ہم آ کر شہنشاہ کے اصطبل کو دیکھنے گئے۔ بہت بڑی عمارت ہی۔ تین سو پچاس ۳۵۰ گھوڑے نہایت صاف اور وسیع تھانوں میں بعض کھلے ہوئے بعض بندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ یہ سب بگھی کے گھوڑے ہیں۔ تین سو پچاس ۲۵۰ جانوروں میں ایک سو پچیس ۱۲۵ یک رنگ مشکی ہیں۔ ہر ایک گھوڑے کے آگے ایک تختے پر اُس کا نام اور اُس کے ماں باپ کا نام۔ قوم۔ عمر۔ پیدائش کا دن اور تاریخ لکھ کر لگا دی ہی ہر لین میں اکیس ۲۱ گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ اصطبل ہی کے اندر بہت بڑا سایہ دار

کمرہ ہی۔ اُس میں گھوڑوں کو چکر دیا جاتا ہی ساز خالص چاندی اور سونے کے ہیں۔ گھوڑوں کے قریب اسی عمارت کے اندر بگھی خانہ ہی۔ کسی قدر تاریکی تھی داروغہ نے تمام دروازے کھول کر روشنی کردی اور ایک ایک گاڑی ہم کو دکھائی۔ کل گاڑیاں تین ۲۶۰ سو ساٹھ ہیں۔ اِن میں شادی کی گاڑی جس میں دولھا دولہن بیٹھ کر نکاح کے واسطے گرجا کو جاتے آتے ہیں اور تاج پوشی کی تقریب میں شہنشاہ کے سوار ہو کر جانے کی گاڑی اور بعض دوسری رسموں کے متعلق طلائی ہیں۔ برف پر جانے کے واسطے بھی چند گاڑیاں (سلیج) نہایت عمدہ ہیں۔ تاج پوشی کی گاڑی پر شہنشاہ کا مارک یعنی عقاب سیاہ نہایت خوبصورتی سے پر کھولے ہوئے بیٹھا ہی اس قدر سامان شہر میں طیّار رہتا ہی باقی بڑا اصطبل پوٹسدام میں ہی۔

اصطبل سے مکان پر آئے۔ شام کو تفریحاً بازار اور چند کوچوں سے گزر کر مینار فتح کے میدان میں گئے۔ یہ مینار ۱۸۷۳ء میں فرانس کی لڑائی کے بعد فتح کی یادگار میں تعمیر ہوا ہی۔ مختلف لڑائیوں میں فرانس سے چھینی ہوئی توپوں کو سونے سے ملمع کر کے برآمدے کے ستونوں کی طرح مینار کے درجوں میں لگایا ہی۔ نیچے چار پہلوؤں پر لڑائی کی بنسبت کار تصویریں کندہ ہیں۔ مینار کی نوک پر ایک فرشتہ کھڑا ہی۔ یہ تصویر بھی دشمن کے لشکر سے لی ہوئی گولیوں وغیرہ کے مصالحہ سے ڈھالی گئی ہی۔ فرشتے کے ایک ہاتھ میں نشان اور دوسرے میں ایک حلقہ ہی۔ مینار کی بلندی زمین سے چوٹی تک دو ۲ سو فیٹ ہی۔

شام کو لارڈ ملٹ Melt کے گھر ہماری دعوت ہی۔ کپتان کالون صاحب اور مسس کالون ہمارے ساتھ گئے۔ کھانے کے بعد براہ راست ایک تھیٹر میں آئے کپتان کالون صاحب۔ مولوی صاحب۔ مسٹر ایلرس۔ عبدالمجید خاں۔ عبدالصمد خاں اور فتحیاب خاں ہمارے ساتھ ہیں اوپر کی منزل میں اسٹیج کے پہلو پر ایک درجہ پہلے سے ہمارے واسطے مخصوص اور دو کمروں پر منقسم ہی۔ ایک نشست کے واسطے اور دوسرا سگرٹ پینے اور دوسری راحتوں کے لیئے ہی۔ دونوں درجوں کی چھت اور دیواروں پر سُرخ رنگ کا ریشمی مشجر لگا ہوا ہی۔ جس کی لاگت دس ہزار مارک (فی مارک ایک شلنگ) بیان کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجے کا گانا اور نہایت عمدہ نقلیں کی گئیں۔ ایک نہایت حسین مس خیالی پریوں کا لباس پہنے ہوئے ناچتی تھی اور ناچ میں عجیب دلکش ادائیں سرزد ہوتی تھیں۔ بارہ ۱۲ بجے تماشا ختم ہوا۔ ہوٹل میں واپس آکر سپر[۱] کے بعد استراحت کی۔

۲۶۔ نومبر۔ آج ڈیڑھ بجے سے ہم اعلیحضرت **شہنشاہ جرمن** اور **پروشیہ** کے مہمان ہیں۔ اس لیئے اور کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ گیارہ ۱۱ بجے ہم نے اپنے ملک کا لباس پہن کر پہلے چند تصویریں کھنچوائیں اور وہیں سے اعلیحضرت شہنشاہ کے مکان کو روانہ ہوئے۔ شہنشاہ پوٹسڈام میں رہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ کپتان کالون صاحب اور فتحیاب خاں جنگی یونی فارم میں ہیں مسٹر ایلرس

---

[۱] نصف شب کے بعد کا کھانا۔ ۱۲

بھی فل ڈریس پہنے اور تمغے وغیرہ لگائے ہوئے ساتھ ہیں برلن سے پوٹسڈام تک ریل جاتی ہی۔ آدھ گھنٹے سے کچھ زیادہ مسافت ہی۔ آج اعلیحضرت شہنشاہ نے ہمارے ساتھ اُن سب جرمن افسروں کی بھی دعوت کی ہی جو ہندوستان ہو آئے ہیں۔ اکثر شاہزادے اور ڈیوک وغیرہ اراکین سلطنت بھی اِس دعوت میں مدعو ہونے کی وجہ سے اِسی ریل میں ہمارے ساتھ جا رہے ہیں۔ اسٹیشن پر پہنچ کر ریل سے اُترے شہنشاہ کی طرف سے خاص گاڑی اور دو اڈیکانگ ہمارے لینے کو اسٹیشن پر حاضر ہیں۔ غرضکہ سوار ہو کر شاہی محل کے دروازے پر پہنچے۔ سر اڈوارڈ ملٹ برٹش سفیر بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم عمارت کے بڑے ہال میں جا کر ٹھیرے۔ دوسرے کمرے سے علیاحضرت ملکہ جرمن اور اُن کے پیچھے اعلیحضرت شہنشاہ ولیم دوم تشریف لائے۔ اوّل سفیر صاحب نے قامت تسلیم کو خم کیا۔ پھر ہماری معرّفی کی۔ ہم نے علیاحضرت ملکہ جرمن سے سلام و تعارف کے بعد اُن کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر شہنشاہ نے ہم سے مصافحہ کیا اور دیر تک ہاتھ کو پکڑے ہوئے ہلاتے رہے۔ بہت دیر تک صحبت رہی۔ شہنشاہ انگریزی زبان بولتے ہیں۔ ہندوستان کے عام شکار اور ہاتھی پکڑنے کا طریقہ دریافت فرماتے تھے۔ شہنشاہ کو شکار کا بہت شوق ہی خصوصاً ہاتھی کے شکار کا خیال زیادہ ہی۔ شہنشاہ کی عمر تیس ۳۰ برس کے قریب ہوگی۔ جسم قوی اور خوشرو جوان ہیں۔ مسٹر ایلرس نے اپنا افریقہ کا سفرنامہ پیش کیا۔ دیر تک اُن سے گفتگو کرتے رہے۔ پھر تمام حاضرین سے جدا جدا باتیں کیں اور یہ کمال اخلاق و تہذیب کی دلیل ہی۔

اِس کے بعد کھانے کی میز پر گئے۔ بزرگانِ جرمن سے **ڈیوک آف سکسکو برگ اینڈ گوتھا** جو ہز رائیل ہائینس ڈیوک آف اڈنبرگ کے بیٹے ہیں دعوت میں شریک تھے۔ پہلے ڈیوک آف سکسکو برگ اِن کے والد کے چچا تھے یعنی **پرنس البرٹ** شوہر اعلیحضرت قیصرِ ہند کے چھوٹے بھائی۔ چونکہ شاہزادہ البرٹ ملکہ معظمہ کے شوہر تھے اور لندن میں رہتے تھے۔ اصلی ملک پر اُن کے بھائی قابض و متصرف رہے۔ اَب اُن کے لاولد مرنے کی وجہ سے اِس جاگیر کا حق ہز رائیل ہائینس پرنس آف ویلز ولیعہد انگلستان کو پہنچتا تھا لیکن وہ سلطنت انگلنڈ کے ولیعہد اور وارث ہیں اِس لیئے اُن کے چھوٹے بھائی ہز رائیل ہائینس ڈیوک آف اڈنبرگ کو پہنچتا ہی اور اُن کی طرف سے اُن کے بیٹے جن کا ذکر ہوا سکسکو برگ میں رہتے ہیں۔ غرضکہ سب مہمان میز پر بیٹھے شہنشاہ بیگم کے قریب ہم کو بٹھایا گیا شہنشاہ کے ساتھ ایک اور معزز لیڈی تھیں۔ نہایت لطف کے ساتھ کھانا ختم ہوا۔ شہنشاہ سے رخصت ہو کر ہم ہوٹل میں آئے اور اُسی وقت ایک تماشا خانے میں گئے نقل تھی کہ ایک ڈیوک کو بادشاہ اسپین نے جادوگری کی علت میں ملک سے خارج کر دیا ہی اور وہ ایک کمسن بیٹی کے ساتھ ایک ویران جزیرے میں آ کر رہا ہی۔ جادو کے زور سے جنوں کو حاضر رکھ کر بادشاہ کا جہاز ڈبوا دینا۔ جہاز کی تباہی۔ دریا میں طوفان اور موجوں کا بلند ہونا وغیرہ نہایت عمدہ سین تھے۔ موجوں کے باہم ٹکرانے سے خوفناک اور بھیانک آواز بھی آتی تھی۔ اِس امر پر غور کرنے اور قریب سے دیکھنے

سے معلوم ہوا کہ بھورے اور آبی رنگ کے کپڑے سے اسٹیج کے عرض کی برابر لمبے گز سوا گز سے لگا کر دو ڈھائی گز چوڑے مختلف انداز کے تھیلے زمین پر بچھے ہوئے تھے - ایک طرف سے کسی کل کے وسیلے سے اُن میں بار بار ہوا پھونکی جاتی تھی اور دوسری طرف کو نکل جاتی تھی - کپڑے کا پھولنا اور ہوا کے زور سے لہرانا پھر باہم ٹکرانا - پانی کے مثل موج اور آواز پیدا کرتا تھا - دس بجے تماشا ختم ہوا - - اور ہم مکان کو واپس آئے -

جرمن فوج کے سپاہی اور افسر ہر وقت اور ہر حالت میں پوری وردی پہنے رہتے ہیں کسی وقت بغیر وردی رہنے کی اجازت نہیں ہے - بچوں کو بھی چھ سات برس کی عمر سے سپہ گری سکھاتے ہیں چنانچہ بازار اور کوچوں میں چھوٹے چھوٹے بچے توشہ دان اور سپاہیوں کے خلتے کی مثل کندھے پر توبڑا ڈالے بگل بجاتے ہوئے دوڑتے پھرتے ہیں کہ ابھی سے بوجھ اُٹھا کر دوڑنے کے واسطے مشاق اور مضبوط ہو جائیں -

جرمن میں اسباب سے لدی ہوئی گاڑیوں میں بیل یا گھوڑے کے بدلے کُتّے بھی لگانے کی رسم ہے بازار میں ہم نے بہت گاڑیاں ایسی دیکھیں جن کو ایک یا دو کتّے کھینچتے تھے - کُتّے بیشک قوی اور جسیم ہیں مگر نہ ایسے کہ اُن کو گدھے وغیرہ کی برابر قیاس کرلیں -

صبح آٹھ بجے وینہ کو چلنا ہے - رات کو سویرے سو رہے اسباب وغیرہ شام ہی

کو بند ہوا دیا گیا یہیں سے یہ امر مقرر کر لیا گیا ہی کہ وینہ سے براہ ریل قسطنطنیہ کو جائیں گے۔ قسطنطنیہ سے بلگریا اور سرویا ہو کر آسٹریہ اور وہاں سے پیرس تک ریلوے لائن کا سلسلہ ملا ہوا ہی۔ لیکن ایک خدشہ قرنطینہ کی نسبت آج سنا گیا ہی۔ کہتے ہیں یورپ میں وبائے ہیضہ عارض ہونے کی وجہ سے ادھر کے مسافروں پر ترکی سلطنت میں پانچ روز قرنطینہ رہتا ہی۔ مصطفےٰ پاشا اسٹیشن پر مسافر ٹھیرائے جاتے ہیں۔ وینہ سے ریل میں سوار ہو کر دو روز میں اسلام بول پہنچ سکتے تھے مگر قرنطینہ صحیح ہونے کی حالت میں تجویز کیا جاتا ہی کہ وینہ سے ٹریسٹ بندر Trieste تک ریل پر وہاں سے دریائے اڈری ٹک۔ میڈی ٹرین ین اور خلیج مارمورا میں ہو کر جہاز پر قسطنطنیہ کو جائیں۔ کہتے ہیں جہاز بھی چوبیس ۲۴ گھنٹے قرنطینہ میں رہے گا مگر مسافر جہاز سے نہ اُتارے جائیں گے مصطفےٰ پاشا (نام اسٹیشن) پر ریل سے اُتر کر سوائے چند بارکوں کے اور کوئی جگہ ٹھیرنے کی نہیں ہی۔ بہر حال جو امر آسان اور قرین مصلحت ہو گا وینہ سے خبر تحقیق کرنے کے بعد قرار دیا جائے گا۔ رسمی طور پر انگلش سفیر متعینہ اسلام بول کو تحریر بھیجی گئی ہی کہ ہمارے آنے سے صاحب موصوف کو اطلاع ہو جائے۔

مسٹر بالیونی جو مسٹر ہوس کے ایام رخصت میں طامس کک کی طرف سے ہمارے ساتھ ہیں۔ ایک بجے شب کو اسباب لے کر اسٹیشن پر چلے گئے۔ انشا اللہ تعالیٰ صبح کو ہم بھی سوار ہوں گے۔

اسٹریہ

۲۷- نومبر- صبح کو ہم بہت سویرے اُٹھے اور چار و غیرہ حوائج ضروری سے فارغ ہوکر اسٹیشن پر آئے- رات کو مولوی صاحب کو قے اور درد سر کا دورہ ہوا اندیشہ تھا کہ مبادا بیماری کے باعث سے دو ایک روز اُن کو علیحدہ ہوکر ٹھیرنا پڑے مگر مولوی صاحب دو تین بجے تک بار بار قے کر کے سب سے پہلے طیار ہو گئے- ہمارے واسطے خاص گاڑی رزروڈ تھی- ٹھیک آٹھ بجے ٹرین روانہ ہوئی- ابر چھایا ہوا ہی- ہوا شدت سے چل رہی ہی- برف بھی گر رہی ہی مگر گاڑی کو گرم پانی کے نل لگا کر بخارات سے گرم کر دیا ہی- سردی کی شدت محسوس نہیں ہوتی- دوپہر تک بھی مولوی صاحب کی حالت خراب ہی ؎

	دارد زتبینۂ شبینہ		دردِ کمر و خراشِ سینہ	

پیہم قے کیئے جانے سے کسل و تکان اب تک باقی ہی مگر وہ بہت جفاکش طبیعت کے آدمی ہیں کسی قسم کا اضمحلال ظاہر نہیں کرتے- زمین کی حالت آج خوش فضا ہی- پہاڑ اور درے سرو اور کاج کے جنگل سے بھرے ہوئے ہیں اس عرصہ میں چند ندیوں پر سے بھی عبور کیا- دن ختم ہوا- رات کو ساڑھے دس بجے ٹرین وینہ پہنچی خدا کے فضل سے اس وقت مولوی صاحب کو ہر طرح افاقہ ہی مرض کا اثر باقی نہیں رہا-

وینہ

ہم مع ہمراہیوں کے گاڑیوں میں سوار ہوکر شہر کے بعض کوچوں سے ہوتے ہوئے مٹروپول ہوٹل میں آئے۔ نہایت خوشنما شہر معلوم ہوتا ہی دریا سے ڈینوب کی بعض شاخیں شہر کے اندر سے نکلتی ہیں۔ برقی چراغوں کی روشنی میں پانی بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔

نمائش خانہ

۲۸۔ نومبر۔ آج صبح کو کھانے سے قبل ہواخوری کے طور پر ایک نمائش خانے میں گئے۔ کھُلے ہوئے میدان میں نہایت خوبصورت سنگیں عمارت ہی۔ پتھر کی تصویریں اور قلم کار تصویریں رکھی ہیں۔ سنگ مرمر سے تراش کر پورا شہر بنایا ہی اس کے سوا ایک نقشے میں مصور نے شہر کی حالت کو نہایت خوبصورتی سے ظاہر کیا ہی۔ ہر قسم اور پیشے کے آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دنیا کے عبرتناک حادثات ظاہر کرنے کی غرض سے ایک تصویر میں دو بادشاہوں کی لڑائی۔ ایک کی فتح دوسرے کی شکست اور تباہی۔ مغلوب کا مارا جانا۔ اُس کے بعد دشمن کے سپاہیوں نے مقتول بادشاہ کی ملکہ اور چار بچوں کو گرفتار کرنے کے لیئے گھیر لیا ہی۔ ایک بچہ ماں سے لپٹا ہوا ہی۔ ایک کو سپاہی نے اُٹھا لیا ہی دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا

ہی- ملکہ ناگھانی حادثے کے اثر سے مدہوش کھڑی ہوئی حیرت سے دونوں بچوں کو پکڑنے والے سپاہی کا مُنہ تک رہی ہی- ولیعہد جسکی عمر سات آٹھ برس کی ہی- جنگی وردی پہنے اپنی ماں کے بچانے اور سپاہیوں کو گستاخی کی سزا دینے کی نیت سے کمر سے ننھی سی تلوار نکال رہا ہی اور غضب کے دلیرانہ تیوروں سے دشمن کے سپاہی کو گھور رہا ہی نہایت عمدہ صنعت اور عجیب حسرتناک منظر ہی-

ایک پردے میں آسٹریہ پر ترکوں کی چڑھائی ہی- ترکی فوج وینہ تک آگئی ہی شہر پر یورش ہو رہی ہی- تمام یورپ کے بادشاہوں کی فوجیں آسٹریہ کی طرف سے ترکوں سے لڑ رہی ہیں اور شہر کے بچاؤ پر بہت مصروف کیئے ہوئے سینہ سپر ہیں- ترکوں کی طرف سے تیروں کی بوچھار ہو رہی ہی- بہت اچھی تصویر ہی- اگر اس لڑائی میں شاہان یورپ مل کر آسٹریہ کو نہ بچاتے تو ترک وینہ کو لے ہی چکے تھے-

مقدس تصویریں بھی بہت ہیں مگر سب سے زیادہ دلچسپ اور اعلیٰ درجے کی مصوری حضرت آدم علیہ السلام کے نقشے میں دکھائی ہی- حضرت حوّا مع چند بچوں کے- شیر کی کھال اُوڑھے- اپنے پیارے بیٹے ہابیل کی لاش کو گود میں لیئے بیٹھی ہیں- جدامجدؑ بھی ببر کی کھال کا لباس پہنے ہابیل کی لاش پر مغموم کھڑے ہیں اور قابیل کے واسطے بددعا کر رہے ہیں- دادا صاحب اور دادی صاحبہ نہایت حسین ہیں وضع بھی بہت سادہ ہی- اس تصویر کو دیکھ کر جی بہت خوش ہوتا ہی اور کیوں نہ ہو دنیا میں کون شخص ایسا ہی جس کو ماں باپ کی زیارت سے

مسرت نہوتی ہوگی۔

واپسی کے وقت اتفاقاً ہم شہنشاہ کے محل میں ہوگزرے اندر کے صحن میں جہاں سے راستہ بھی چلتا ہی کسی قدر فوج جمع تھی۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ اوپر کی منزل پر ایک دریچے میں امپیریل گارڈ کے دو سپاہی زرق برق وردیاں پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا پہرے کا گارڈ بدلا جاتا ہی۔ دو تین منٹ بعد پہلا گارڈ پیلس سے باہر نکلا اور نیا داخل ہوا۔

وینہ بہت خوبصورت شہر ہی۔ بازار اور سڑکیں وسیع ہیں بعض بازاروں اور کوچوں سے گزر کر ہوٹل میں واپس آئے۔ آج ہی انگلش سفیر متعینہ وینا کے ذریعے سے اعلیحضرت شہنشاہ آسٹریہ سے ملنے کی تحریک کی گئی اور تیئس تاریخ کی صبح کو شہنشاہ کی طرف سے ملاقات اور دعوت مقرر ہوگئی۔

ڈیڑھ بجے لنچ کے وقت جبکہ ہم کھانا کھا رہے تھے **جنرل نریمان خان** قوام السلطنة سفیر ایران متعینہ وینہ کا کارڈ خدمتگار نے لاکر دیا۔ کارڈ فرنچ زبان میں اس طرح لکھا ہوا تھا۔

Le General Neriman Khan
Qavame-saltana Envoye Extra ordinaire
et Ministre Pleni Potentaire. de, S,
M, I, lechah de Perse

اور کارڈ کے نیچے خوشخط فارسی میں یہ عبارت قلم سے لکھی تھی۔

مستدعیست اگر فیض شرفیابی ممکن باشد وقتے را مشخص بہ فرمایند۔

اُسی وقت کپتان کالون صاحب بہادر نے مولوی صاحب سے فارسی میں جواب لکھوا کر بھیجدیا۔ چونکہ سفیر صاحب کا پیام درج کیا گیا ہی اِس لیئے صاحب کے جواب کی نقل بھی لکھدینا مناسب ہی۔

جناب اشرف والا!

پیام واجب الاحترام سرکار شما کہ بہ خواست دیدن حضرت نواب صاحب گذاشتید خدمت ایشان رسانده شد۔ مے فرمایند شرف فرمودید خیلے ہم ممنونم۔ وقت دیدن ہم راہمیں حالا بہ ساعت یک مشخص کرده اینک بنده برائے زیارت شما منتظر مے باشم۔ اما حضرت والائے شان خواہش دارند اگر فردا ساعت یک و نیم از ظہر گزشتہ قدم رنجہ فرموده طعام عصرانہ با ما صرف فرمایند بعید از مروت و التفات نخواہد بود۔

راقم دوست شما

کپتان۔ جے۔ آر۔ کالون

کپتان صاحب کے جواب میں سفیر صاحب نے یہ عبارت لکھکر بھیجی۔

بکمال تشکر و افتخار در ساعت یک و نیم از ظہر گزشتہ شرفیاب خواہد شد۔

دستخط۔ حقیر جنرل نریمان خان۔ قوام السلطنة

غرضکہ تیس ۳۰ نومبر کو ڈیڑھ بجے لنچ پر اُن سے ملاقات اور دعوت کا وقت مقرر کر دیا گیا۔

۲۹ - نومبر۔ صبح کو پانچ بجے شہنشاہ کی سواری کی گاڑی ہمارے لینے کو آئی۔ سوا پانچ بجے کپتان کالون صاحب کو ساتھ لے کر ہم امپیریل پیلیس کو گئے۔ انگلش سفیر کے سکرٹری بطور مترجم ہمارے ساتھ تھے۔ پیلیس کے دروازے پر اراکین سلطنت سے چند آدمی ہمارے لینے کو کھڑے تھے۔ اوّل ایک بڑے ہال میں جا کر ٹھیرے۔ شہنشاہ دوسرے کمرے میں تھے۔ چند منٹ ٹھیر کر ہم شہنشاہ کے پاس گئے۔ اعلیحضرت **فرانسس جوزف** شہنشاہ آسٹریہ نے اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھ کر ہم سے مصافحہ کیا۔ بیس ۲۰ منٹ تک صحبت رہی۔ اکثر ہندوستان کے شکار وغیرہ کی تفصیل پوچھتے تھے۔

شہنشاہ - جرمن اور فرینچ زبان بولتے ہیں انگریزی نہیں جانتے مترجم کے وسیلے سے ہم نے باتیں کیں۔ پھر ہم کو کھانے کے کمرے میں لے گئے۔ ملکہ یہاں نہ تھیں۔ کھانے کے بعد بڑے ہال میں آکر شہنشاہ نے کل حاضرین جلسہ سے (جو ایک نیم دائرے میں کھڑے تھے) جدا جدا ہر ایک کے قریب جا کر باتیں کیں۔ جس شخص سے وہ بات کر چکتے تھے وہ ہمارے پاس آتا تھا۔ ماسٹر آف سرمنی (وزیر مراسم) ہم سے معرفی اور ملاقات کراتے تھے۔ بعض جو انگریزی زبان نہیں جانتے تھے اُن کے واسطے ماسٹر آف سرمنی انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے۔ تمام اراکین دولت

Ceremony.

اور افسران فوج نے ہم سے ملاقات کی۔ اِس قدر وقت نہایت لطف سے گزرا۔ دعوت سے واپس آکر شام تک کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شب کو کھانے کے بعد ایک تماشہ خانے میں گئے لباس اور گانے والی عورتوں کے حسن ملیح اور خوش آوازی کے سوا نہ کوئی بات ہماری سمجھ میں آئی نہ تماشا کچھ دلچسپ تھا۔

یہاں جرمنی زبان بولی جاتی ہی۔ آسٹریہ کی مخلوق خلقی طور پر حسین واقع ہوئی ہی۔ تناسب اعضا۔ نقشے کا سڈول ہونا۔ بال اور آنکھوں کی پتلیاں سیاہ۔ رنگ تو اہلِ یورپ کا گورا ہوتا ہی ہی۔ غرض ہر طرح خوبصورت ہیں۔

۳۰- **نومبر**۔ صبح کو شہنشاہ کی طرف سے ایک جنگی افسر جو لارڈ چمبرلین (وزیر دربار) کی نیابت میں درباری خدمت پر سرفراز ہیں۔ کپتان کالون صاحب کے پاس آئے۔ دریافت کیا کہ آج تین بجے **پرنس آف رامپور** کے واسطے (ہماری ذات سے مراد تھی کیونکہ اہلِ یورپ ہندوستانی والیان ملک کو پرنس کہتے ہیں۔ اُن کے ملک میں بھی والیان ملک یعنی گرینڈ۔ ڈیوک وغیرہ پرنس کہلاتے ہیں) اپنی تصویر بھیجیں گے شہنشاہ نے دریافت کیا ہی کہ اُس وقت نواب صاحب ملیں گے یا نہیں۔ اگر فرصت نہو تو دوسرا وقت بتا دیجیے ؟۔

کپتان کالون صاحب نے جواب دیا کہ ”ممکن ہی تین بجے ملیں گے“۔ یہ اہلِ یورپ کی تہذیب اور پابندی وقت کا مقتضا ہی کہ تصویر بھیجنے کے واسطے اذن اور تعین وقت کی خواہش کی گئی۔

کھانے کے بعد ہم بعض سوغات خریدنے کو بازار میں گئے۔ کہربا کے بنے ہوئے سگار ہولڈر جو یہاں کا مشہور تحفہ ہی بلکہ تمام دنیا سے بہتر یہیں بنتے ہیں خریدے۔ ایک سگار ہولڈر کہربا کے ایک ٹکڑے سے بنایا جاتا ہی۔ ڈھائی تین گرہ لمبا ہولڈر جس کے منہ پر سونے کی باریک شام لگی ہی فی عدد ایک سوچالیس ۱۴۱ روپے۔ ہم نے پندرہ عدد باسٹھ پونڈ (گیارہ سو روپے) کو خریدے۔ بعض اور اسباب بھی لیا گیا۔

سہ پہر کو حسب وعدہ ظہر کے کھانے پر ہز اکسیلنسی جنرل نریمان خاں تشریف لائے۔ اور کپتان کالون صاحب کے ساتھ ہمارے پاس آئے۔ پہلے ہم سے تعارف ہوا۔ پھر ہم نے مولوی فرخی۔ عبد المجید خاں۔ عبد الصمد خاں اور فتحیاب خاں کی معرفی کی۔

ملتے ہی عبد المجید خاں سے سوال کیا۔ "فارسی حرف میزنی"

عبد المجید خان فارسی جانتے ہیں مگر بولنے کی مشق نہونے کی یہ خرابی ہی کہ انہوں نے ذرا کسمسا کر جواب دیا۔ "میدانم"

ہز اکسیلنسی سوائے ترکی اور فرانسہ کے انگریزی وغیرہ نہیں جانتے۔ فارسی تو انکی مادری زبان ہی۔ ہم سے فارسی میں اور مس کالون سے فرانسہ میں (وہ کسی قدر فرانسہ زبان سمجھ سکتی ہیں) باتیں ہوتی رہیں۔ چند منٹ کے بعد کھانے کی میز پر گئے۔ سفیر صاحب کو ہم نے اپنے برابر بٹھایا۔ اُن کے اور کپتان کالون صاحب وغیرہ

صاحبوں کے واسطے شامپین لائی گئی۔ اوّل ہم سے سوال کیا ”شما نمی خورید؟“ میں نے کہا ”خیر نمی خورم وگاہے ہم نخوردہ ام۔ برائے آئندہ ہم میل ندارم باین چیزہا مبادرت کنم“

سفیر صاحب نے کہا ”چرا اینکہ شربت است۔ عرق نیست۔

میں نے کہا ”منکہ حرامش میدانم۔ و برائے سکرات از شریعت ہم ماذون نیستم بخورم“

سفیر صاحب نے کہا ”اینکہ شربت است۔ البتہ نباید حرام باشد۔ اعلیحضرت سلطان میخورند۔ حضرت شاہ میخورند۔ شیخ الاسلام ہم بہ فتواے خودش اذن دادہ است۔

میں نے کہا۔ بندہ تابع شریعت شیخ الاسلام نیستم۔ ایشان۔ اختیار خودشان را دارند“

پھر عبد المجید خاں اور عبد الصمد خاں سے سوال کیا۔

شما ہر دو تا ہم نمیخورید؟“

ان صاحبوں نے بھی عذر کیا۔ سب کے بعد مولوی صاحب کی طرف جو اُن کے سامنے بیٹھے تھے مخاطب ہو کر کہا ” آمیرزا تو ہم نمی خوری؟“

مولوی صاحب نے کہا ” میتواں خورد و ہم ممکن است خوردہ باشم اما چوں رفیقہا ہم میل نمی فرمایند پاس خاطر شان بندہ ہم جسارت نمی کنم“

✣

سفیر صاحب نے کہا "بسیار خوب - ہمراہی باید کرد"

مولوی صاحب سے بہت زیادہ باتیں رہیں - ہمارے سوا اور لوگ فارسی پڑھے ہوئے تھے مگر بولنے سے معذور تھے - کپتان کالون صاحب بھی کسی قدر بولتے تھے مگر صاحب کو چھوڑے ہوئے عرصہ ہوا اب مہارت نہیں رہی - نہایت لطف صحبت کے ساتھ کھانا ختم ہوا اور اطلاع ہوئی کہ برٹش امباسیڈر (سفیر انگلش گورنمنٹ) تشریف لائے ہیں - سفیر ایران سے عذرو اجازت کے بعد مولوی فرخی - عبدالمجید خاں - عبدالصمد خاں مسٹر ہڈن اور کپتان فتحیاب خاں کو اُن کے پاس چھوڑ کر ہم دوسرے کمرے میں گئے اور وہاں اُن سے ملاقات کی -

اُن کے چلے جانے کے بعد ہمارے واسطے اعلیحضرت شہنشاہ آسٹریہ کی تصویر لے کر ایک کرنل آئے - نہایت تعظیم سے تصویر کو پیش کیا - ہم نے ادائے شکر کے بعد تصویر لے کر احترام کے ساتھ رکھ لی -

ہزاکسیلنسی جنرل نریمان خاں کی عمر ساٹھ باسٹھ کے قریب ہوگی - نہایت مہذب - اور خوش اخلاق سردار ہیں - کہتے ہیں سینتیس برس سے ممالک یورپ میں متعین ہوں اُن کی رفتار و کردار سے اخوتِ اسلامی کی علامت اور محبت کا جوش پایا جاتا ہی - ہمارے ہمراہیوں میں ہر شخص کی طرف اِس طرح متوجہ ہیں کہ گویا برسوں کے بچھڑے ہوئے ہموطن مل گئے -

سفیر انگلش اور دربار کے معزز افسر کو رخصت کر کے ہم پھر سفیر ایران کے پاس

آ گئے اعلیحضرت شہنشاہ ایران کی ذات وصفات کے متعلق اکثر حالات اُن سے دریافت کیئے فوج کی تعداد پوچھی؟ "دولاکھ تورگلر یعنی نظامی فوج ہی اور ایلیات کے سوار (وہ سوار جو ترکوں کے قبائل سے گانو پیچھے کچھ آدمی لیئے جاتے ہیں) ضرورت کے وقت پانچ لاکھ حاضر ہوسکتے ہیں۔ ہر قبیلے کے بیگ اور خان کی طرف سے سواروں کی تعداد معین ہی کہ حکم پاتے ہی لڑائی کے وقت حاضر کردیں گے۔ ھتیار کے استعمال کی مہارت سواری کی مشق اور مزاولت تو ترکوں میں قومی رسم کے موافق نہایت بے مثل ہی وقت پر سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

شام کے قریب سفیر صاحب ایک ایک سے مل کر رخصت ہوئے۔ ہمارے زیادہ نہ ٹھیرنے کا افسوس کرتے تھے۔ کہتے تھے "چونکہ آپ ایرانیوں کے مثل فارسی بولتے ہیں۔ اِس لیئے مجھے معلوم ہوتا ہی کہ اتنی دیر میں اپنے وطن اور گھر میں رہا۔ ہم کو بھی اُن کی ملاقات سے نہایت مسرت ہوئی۔ آپ جانتے ہیں باہم مل کر خوش ہونے اور بیساختہ یگانگت کا برتاؤ واقع ہونے کا کیا سبب ہی۔ شاید آپ یہی خیال کریں گے کہ ایرانی اور ہندوستانی دونوں گروہ مسلمان ہیں اور اتحاد مذہب محبت کا باعث ہوتا ہی۔ ہرگز نہیں۔ اور خیر تھوڑا اثر اس سبب کا بھی سہی مگر اصلی باعث ہم زبانی ہی ورنہ وہی مسلمان عرب ہیں چونکہ ہم اہل زبان کے مثل عربی بولنا نہیں جانتے اِس لیئے اُن سے ملنے میں اِس طرح کا باہمی اتحاد و یگانگت کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ امر ضروری ہی کہ انسان جب کسی قوم سے ایسا میل جول پیدا کرنا

چاہے کہ بیگانگی کا پردہ اُٹھ جائے تو پہلے اُن کی زبان سیکھنا چاہیئے اور بعض عادات و مراسم میں شرکت - تصدیق کے واسطے یہی مثال کافی ہی کہ ہندؤں کے ساتھ ہماری یگانگت دیکھ لو - اگر اب تک ہم اپنی اصلی زبان - عربی - فارسی اور ترکی بولے جاتے اور ہندو لوگ اُن کو نہ سیکھ لیتے - یا ہم ہندی سے نابلد رہتے تو ہمارے اُن کے بھی باہم وہی غیریت رہتی جیسے اب تک عام اہل ہند کو انگریزوں کے ساتھ ہی - البتہ بعض خواص اس سے مستثنی ہو سکتے ہیں ورنہ عام ہندوستان کی تو ایک حالت ہی - اگر یہ سب انگریزی بولنے لگیں - یا انگریز اپنے بولنے کی زبان اُردو کو قرار دیں لیں تو بہت جلد شیر و شکر ہو جائیں -

رات کو کھانے کے بعد ایک تھیٹر میں گئے - بڑا تماشا خانہ ہی - ہمارے واسطے اسٹیج کے قریب بالاخانے پر ایک درجہ رزرو تھا - اوّل بعض مضحک نقلیں کیں - ایک آدمی کو ٹٹو کی کھال پہنا کر گھوڑا بنایا - سر مُنہ - پانو اور دُم سب چیزیں کھال میں صحیح و سالم لگی تھیں - ایک آدمی نے اُس کو بگھی میں لگا کر ہانکا عجیب تمسخر کی حرکتیں کرتا تھا - پھر ایک خوش آواز عورت گائی - لندن و پیرس کے برخلاف یہ عورتیں گانے میں بناتی بھی ہیں - آواز بھی گٹکری دار اور ایک قسم کی الاپ معلوم ہوتی ہی گانے کے بعد ایک حسین نوعمر عورت خوب موٹی تازی اور ایک لڑکا چست لباس پہنے ہوئے آکر بائیسکل پر سوار ہوئے اور اُسی چھوٹے سے اسٹیج پر چکر دیا - اس قدر مشاق تھی کہ کبھی ایک پانو سے کھڑے ہو کر کبھی ایک بچے کو کندھوں پر بٹھا کر

کبھی دو۲ آدمی نیچے اوپر اور بچّہ کندھے پر۔ جس طرح اور جس قدر تیز چاہا دوڑایا۔ جہاں چاہتی تھی روک لیتی تھی۔

آٹھ نو۹ برس کا ایک بچّہ جو دنیا بھر کے بچوں سے زیادہ بدذات تھا لکڑی کے باریک حلقے کے اندر جس کی شکل بعینہ پھیئے کے ہال کی طرح تھی بدن کو خم دے کر لیٹ گیا اور حلقے کو بہت تیزی سے دور میں لڑھکایا۔ نہایت عجیب کثرت ہی۔ تمام جسم ڈیڑھ انچھ چوڑے حلقے کے اندر کبھی مُنہ زمین کی طرف۔ کبھی پشت پر لیٹا ہوا سماجاتا ہی۔ اِس کے بعد ایک نوجوان ھنگارین عورت اپنے ملک کا لباس پہنے ہوئے اسٹیج پر کھڑی ہو کر گائی۔ لباس کی قطع یہ ہی کہ کمر سے پنڈلیوں تک عنابی مخمل کا چین دار سایہ کمر سے سینے تک مخمل کی چین دار باڈی۔ نصف حصہ پستانوں کا کُھلا ہوا اور سینے تک نہایت عمدہ زردوزی کام باڈی کے باریک باریک چار۴ پانچ۵ دامن جنکے کنارے گول تھے۔ رانوں تک لٹکتی ہوئی اُن میں سبز کیکری دار گوٹ لگی ہوئی بہت خوبصورت لباس ہی۔ اِس کے بعد اُسی قسم کے جھولے پر جیسا ہیرس فالی برژیر تھیٹر میں ہمنے بیان کیا ہی۔ تین۳ آدمیوں نے کسرت کی۔ اُس میں اور اِس میں یہ فرق تھا کہ وہاں دو مقابل جھولوں پر دو۲ آدمی جھوکا لے کر اِس جھولے کا اُس پر اور اُس کا اِس پر آجاتے تھے اور یہاں ایک شخص اُسی قسم کے جھولے پر اُلٹا لٹکتا تھا۔ مہمیزوں کی جگہ بوٹ میں لوہے کے دو۲ آنکڑے لگے ہوئے تھے اُن کو جھولے کی رسی میں ڈال کر اُلٹا لٹکا ہوا ہاتھ سیدھے کئے ہوئے زور زور سے جھوکے لیتا

تھا۔ دوسرا آدمی دوسرے جھولے پر جھول کر جب اُلٹے لٹکنے والے کے قریب آتا تھا تو ایک کلا کر کے اُس کی دونوں کلائیاں پکڑ کر لٹک جاتا تھا۔ اِسی حالت میں ایک اُلٹا ایک سیدھا جھولے میں لٹکتے تھے۔ پھر نیچے والا شخص ہاتھ چھوڑ کر اپنے جھولے پر جست کر جاتا تھا۔ ایک آدمی بہت بلندی پر ایک اڈے میں جس کا تختہ چھ سات انچ چوڑا گز بھر لمبا ہوگا جا بیٹھا اور جب اُلٹا لٹکنے والا شخص جھوکا لے کر اُس کے مقابل آیا اُس نے اڈے میں سے کود کر اُسی طرح دونوں کلائیاں پکڑ لیں پھر اوّل ایک آدمی اُس کے بعد دوسرا جال میں آ پڑے اور وہاں سے آسانی اُتر آئے۔ ایک آدمی گنبد کے قریب جھولے پر کرتب کر رہا تھا۔ آخر میں وہ بھی سر کے بل کود کر جال میں چت گرا۔ اِس کے بعد تین مرد اور ایک حسین عورت نے رباب وغیرہ بجایا۔ ہم نے یورپ میں اب تک اِس قدر حسین عورت نہیں دیکھی ایک چھوٹی سی لڑکی بھی رباب بجاتی تھی اور بہت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ ایک عورت نہایت دردناک آواز سے گاتی اور اشاروں سے بتاتی تھی۔ پھر ایک عورت سپید حریر کا باریک سایہ پہن کر سرپن ٹائن Serpentine. ناچ ناچی یعنی سانپ کی جیسی لہریں معلوم ہوتی تھیں۔ یہ سایہ صدہا کلیاں لگا کر بہت کشادہ اور گھیر دار بنایا تھا کنارے پر جھالر لگی تھی۔ جب عورت ہاتھوں کو کپڑے کے اندر سے حرکت دیتی تھی تو سائے کے گھیر کی لہروں سے چکر بندھ کر ہو بہو سانپ کی رفتار معلوم ہوتی تھی برقی روشنی کا عکس بھی بار بار اُسکے چہرے اور جسم پر نور پہنچاتا تھا۔ نہایت خوشنما

معلوم ہوتا تھا ۔ اِس کے بعد زمین سے دو۲ گز بلند ایک صندلی اسٹیج پر رکھ کر اُس پہ چڑھنے کے واسطے چھ۶ سات سیڑھیوں کا زینہ لگا دیا گیا ایک شخص پورا لباس پہنے ہوئے پانو اوپر اُٹھا کر ہاتھوں سے چلتا ہوا آیا اور زینے کی راہ سے صندلی پر چڑھ گیا اور سر کے بل تختے پر قائم ہو کر ۔ کوٹ ۔ واسکٹ ۔ قمیص ۔ پتلون ۔ بوٹ اور جرابیں بتدریج سب لباس اُتار ڈالا ۔ لباس کے نیچے بدن سے لپٹا ہوا بنیان اور پاجامہ پہنے ہوئے تھا ۔ اوّل صندلی پر جمناسٹک کیا پھر صندلی کے اوپر تاروں کا بنا ہوا ایک پنجرہ جس کی چوٹی قبہ دار تھی رکھ دیا اور سر کو پنجرے کی نوک پر ٹیک کر کئی چکر کھائے ۔ کبھی ایک ہاتھ پنجرے کی نوک پر جما کر تمام جسم کو آڑا پھیلا دیا اور اُسی حالت میں ایک ہاتھ کے زور پر ایک دور کیا ۔ پھر پہلے پنجرے کے اوپر دو۲ پنجرے اور رکھے گئے اُن پر بھی بہت بیمثل کسرت کی ۔ پنجروں میں مصنوعی طوطے بھی تھے ۔ اور بھی بہت سے کام کیے ۔ پھر جس طرح گیا تھا اُسی طرح نیچے اُتر آیا ۔ تماشا ختم ہونے میں دیر تھی ۔ ہم ایک عورت کو گاتا ہوا چھوڑ کر چلے آئے ۔ آج سفیر صاحب نے ہم سے قصیہ شون برون اور اُس کے باغ کی بہت تعریف کی ہی ۔ کہتے ہیں بہار کے موسم میں تو نہایت ہی خوش فضا اور لطیف منظر ہوتا ہی ۔ مگر اب بھی اُس کو دیکھنا ضرور ہی انشا اللہ کل دیکھیں گے ۔

یکم دسمبر ۱۸۹۳ء کھانے کے بعد **قصر شونبرون** (ش ۔ و ۔ ن ۔ ب ۔ ر ۔ و ۔ ن) کو گئے ۔ شہر سے تین۳ چار میل مسافت ہی ۔ پیلس کے دروازے سے

اُتر کر اندر گئے۔ بہت عالیشان اور مفصل عمارت ہی اِس قصر میں تمام حوائج ضروری سے آراستہ ایک ہزار کمرے ہیں۔ بعض کمرے جنکی ساخت اور آرائش نئی طرز پر ہی اُن کی تفصیل کی جاتی ہی۔

ایک کمرہ چین کی طرز پر سراسر سیاہ رنگ کی چینی کا بنا ہوا ہی چینی کے اوپر سنہری نقش و نگار اور تصویریں بنائی ہیں۔

ایک بڑے ہال کی چھت میں ایک سو ستائیس ۱۲۷ برس قبل کی بنی ہوئی نقاشی ہی دو پردوں پر میری طرز ملکہ آسٹریہ کی مختلف حالت کی تصویریں ایک نقشے میں میری طرز کے بیٹے جوزف کی شادی عروسی کو ظاہر کیا ہی۔ ایک نہایت عجیب تصویر میں میری طرز اپنے شوہر اور ایک سو سولہ ۱۱۶ بیٹے بیٹیوں۔ پوتے اور پوتیوں وغیرہ کے ساتھ ایک میز پر کھانا کھا رہی ہیں۔ اِس سے زیادہ کیا خوش نصیبی ہی کہ فارغ البالی کے زمانے میں انسان ایک سو سولہ ۱۱۶ اولادوں کے ساتھ زندگی بسر کرے

اسی عمارت میں نپولین اوّل کے بیٹے نپولین دوم کے سونے کا پلنگ جس پر وہ مرا ہی اور جاپانی نقاشی کا ایک نمونہ جس میں سیاہ تختے پر بہت نازک سنہری کام ہی یادگار کے طور پر رکھا ہی۔ اِس کے سوا سراسر چینی کا بنا ہوا ایک کمرہ ہی جو وینہ میں قیام کے زمانے میں نپولین اوّل کا دفتر رہ چکا ہی۔ لکڑی پر نہایت عمدہ چینی کے مثل روغن کیا ہی۔

ایک اور کمرہ ہی جس کی آرائش میں دس لاکھ فلارنس (فی فلارنس ۲ دو شلنگ) لاگت

آئی ہی اکثر ہندوستانی بادشاہوں کی تصویریں بھی لگی ہوئی ہیں -

ایک کمرے میں آسٹریہ کے تمام شاہی خاندان کی تصویریں یکجا ہیں چھ کرسیوں کی پوشش پر برس کے بارہ مہینوں کی بارہ تصویریں ہیں فصل اور موسم کی مناسبت سے ہر مہینے کو نئے طور پر ظاہر کیا ہی -

باغ میں بلند بلند درختوں کی قطار ہی مگر ایسے خوبصورت اور دیوار کے مثل تراشے ہوئے درخت اِس سے پہلے ہم نے نہیں دیکھے تھے عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہی مگر آج کل خزاں کا موسم ہی - سردی کی اِس قدر شدت ہی کہ نہروں اور حوضوں کے پانی پر برف کی بہت موٹی تہ جمی ہوئی ہی -

مسٹر بٹن ایک حوض کی برف پر کھڑے ہو گئے مگر اُن کے بوجھ سے برف نہیں ٹوٹا - باغ کے صحن سے آلپس کے پہاڑ نظر آتے ہیں - جوزف دوم نے پارک کے گوشے میں رومہ کی ویران عمارتوں کے پتھر جمع کر کے نمائش کے واسطے اُسی شکل کے گنبد بنا دیئے ہیں اور ایک قدرتی چشمے پر بھی ایک کوٹھری بنا کر اِن تاریخی یادگاروں کو اچھی طرح محفوظ کیا ہی اور بھی بہت سے عجائبات اور بیش بہا سامان ہیں قصر کی سیر کے بعد شہر کو واپس آکر ہم شہر کے دوسرے کنارے پر دریائے ڈینوب تک گئے - یہ دریا وینہ کے نیچے بہتا ہی - بلند کناروں کے بیچ میں بہت عمیق دریا ہی - آج کل پانی کناروں سے بہت نیچا ہی - ایک نہر ڈینوب سے کاٹ کر شہر کے اندر لے گئے ہیں اُس میں بھی چھوٹے جہاز آتے جاتے ہیں ڈینوب کا

پانی پینے کے قابل نہیں ہی۔

ویینہ کی مردم شماری چھ لاکھ ۶۰۰۰۰۰ سے زیادہ ہی اور شہر اڑتالیس ۴۸ درجہ بارہ ۱۲ دقیقہ عرض شمالی سولہ ۱۶ درجہ تیئس ۲۳ دقیقہ طول شرقی پر برلن کی نسبت چار ۴ درجے نیچے واقع ہوا ہی۔ مسس کالون جو یہاں تک ہمارے ساتھ آئی تھیں اور ارادہ تھا کہ مصر تک چلیں۔ وہاں سے ہم ہندوستان کو جائیں اور وہ لندن کو چلی جائیں۔ مگر اس وجہ سے کہ اُن کو دریا کے سفر میں دوران سر اور غشیان وغیرہ بشدت ہوتا ہی۔ اس کے علاوہ مصر سے تنہا آنا بھی مشکل ہوگا۔ کیونکہ شرفائے لندن کی عورتیں تنہا سفر کرنے کی عادی نہیں ہوتیں اس لیئے یہی امر آسان اور مناسب ہی کہ وہ آسٹریہ سے واپس جائیں مسٹر بالیونی جانے پہچانے آدمی اُن کے ساتھ ہونگے۔

صبح کو میم صاحب انگلنڈ تشریف لے گئیں۔ سب نے ہوٹل کے دروازے تک اور ہم نے ریلوے اسٹیشن تک مشائعت کی۔ اُن کی سچی محبت اور ہمدردی سے سب لوگ خوش تھے اس لیئے اُن کا جانا سب پر شاق ہوا۔ پھر اگلے سال انشا اللہ تعالے ہندوستان میں اُن سے ملیں گے۔ غرضکہ شام تک اسباب وغیرہ بندھوا کر طیّار ہو گئے۔ ارادہ تھا کہ یہاں سے ریل پر قسطنطنیہ کو جائیں۔ مگر تحقیق ہوا کہ مصطفی پاشا اسٹیشن پر چوبیس ۲۴ گھنٹے قرنطینہ ہوتا ہی۔ وہاں کوئی مکان قیام کے واسطے موزوں نہیں ہی۔ اس لیئے تجویز ہی کہ ٹریسٹ Trieste سے جہاز پر سوار ہو کر اڈری ٹک اور میڈی ٹرینن کے راستے سے قسطنطنیہ کو جائیں۔ وہاں

پہنچ کر صرف چوبیس ۲۴ گھنٹے قسطنطنیے کے واسطے جہاز میں معطل رہنا ہوتا ہے۔ آٹھ ۸ بجے شب کو ہوٹل سے سوار ہو کر اسٹیشن پر آئے۔ مسٹر ہوس بھی۔ برمنگھم سے تیس ۳۰ نومبر کو آ گئے ہیں۔ وہ اسباب وغیرہ لے کر اوّل سے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ نو ۹ بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ اِس لائن میں گاڑیاں چھوٹی اور فسٹ کلاس میں فی گاڑی تین ۳ یا چار ۴ کمرے ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ایک برآمدے میں سب کے دروازے واقع ہوئے ہیں۔ گاڑی کے خدمتگار کی کوٹھری علیحدہ ہے ہر ایک کمرے میں دو ۲ بنچ سونے کے واسطے اور بیچ میں ایک چھوٹی سی میز ہے۔ دو ۲ گاڑیاں ہمارے واسطے رزرو ہیں۔ شب کی تاریکی میں سوائے اِسکے کہ کوسوں تک زمین برف سے پوشیدہ ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سردی کی بھی اس قدر شدت ہے کہ ہاتھ نکالنے کو جی نہیں چاہتا۔ بہر حال کچھ سوتے کچھ جاگتے رات بسر ہو کر صبح ہوئی۔

۲-۳- دسمبر۔ راستے کے کنارے انگوروں کی بیلیں ٹٹیوں پر چڑھی ہوئی ہیں۔ یہاں چھوٹی قسم کا سپید اور گلابی انگور ہوتا ہے مگر نہایت کم آب۔

جہاں تک نظر جاتی ہے زمین پر برف ہی برف معلوم ہوتی ہے نو ۹ بجے ٹریسٹ پہنچ کر ریل سے اُترے۔ سواری اور باربرداری کے واسطے طامس کوک کی طرف سے گاڑیاں حاضر تھیں۔ اُسی وقت ہنگاریہ۔ Hungaria نام جہاز پر جس کی نسبت پہلے سے بندوبست ہو چکا تھا سوار ہو گئے ریلوے اسٹیشن پر ہمارے

دوست کرنل راس صاحب بہادر جو چند روز تک کپتان کالون صاحب کی رخصت کے زمانے میں نینی تال پر ہمارے گورنر اور کرنل ونسنٹ صاحب کی غیبت میں رامپور میں کونسل کے پریسیڈنٹ تھے۔ ملے۔ صاحب موصوف لندن کو جاتے ہیں۔ اُن سے مل کر نہایت مسرت ہوئی۔ جہاز تک ہم کو پہنچا کر لندن کو سوار ہو گئے۔

دس بجے ہنگاریہ نے لنگر اُٹھایا۔ یہ کشتی بہت مختصر اور چھوٹی ہے۔ کیبن البتہ بڑے جہازوں کے مثل ہیں۔ رفتار بھی کم ہے۔

ٹریسٹ آسٹریہ کے متعلق اڈری ٹک سی کے کنارے پر ایک گھاٹ ہے کنارے سے قریب قریب کشتی جا رہی ہے۔ رات دریا میں دفعتۃً تلاطم پیدا ہو کر موجیں جہاز کو تکان دینے لگیں۔ کھانے کے کمرے میں ہم کھانا کھا رہے تھے۔ دریا اس قدر رف تھا کہ میز پر لکڑی کے چوکھٹے رکھ کر تسموں سے باندھ دیے گئے تھے۔ اُن میں کھانے کی رکابیاں وغیرہ رکھی تھیں مگر اس پر بھی لڑھکی جاتی تھیں۔ یکایک مولوی صاحب کو دوران سر اور قی محسوس ہوئی وہ فوراً اُٹھ کر اپنی کیبن میں چلے گئے مگر لیٹ جانے سے اثر کم ہو گیا اور سب کو بھی کھانا چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ عبدالصمد خاں کو تو وہیں قی ہو گئی۔ مولوی صاحب اور کپتان کالون صاحب کے سوا اور سب کو بھی قی ہوئی قی کے بعد ہم تو اپنی کیبن میں آ کر لیٹ گئے۔ پھر نہیں معلوم لوگوں کا کیا حال ہوا۔

۳- دسمبر - تیسری تاریخ کو تمام دن جہاز ایک حالت پر چلتا رہا - رات کو بارہ ۱۲ بجے برنڈیزی پہنچے - یہ مقام اڈری تک کے مغربی ساحل پر اٹالیا کے ملک میں واقع ہی اور اس لیئے زیادہ مشہور ہی کہ ہندوستان کی ڈاک اور اکثر مسافر یہاں تک جہاز پر آکر پھر پیرس تک ریل میں جاتے ہیں -

برنڈیزی میں معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ سے مصر کو جانے والے جہازوں پر اسکندریہ میں پانچ روز قرنطینہ رہتا ہی - اگر یہ امر صحیح ہی تو سفر اور قیام کا کل انتظام برہم ہو جائیگا اور کوئی جہاز وغیرہ وقت پر نہیں مل سکتا -

Mount Negro.

۴- دسمبر - شب کو مونٹینگرو کے ساحلوں سے گزر چکے - صبح سے سلطنت عثمانیہ کے متعلق البانیہ کے کنارے اور یونان کے پہاڑ نظر آتے ہیں - ہر شخص کے دل میں قسطنطنیہ کی زیارت کا جوش ہی - مگر پانچ روز قرنطینے میں معطل رہنے کی وجہ سے ایک قسم کا دغدغہ لگا ہوا ہی - دیکھیئے کسطرح ممکن ہوتا ہی کہ قسطنطنیہ بھی جائیں اور مصر میں جہاز بھی وقت پر ملے - کھانے کے بعد دس بجے کے قریب جزیرہ کارفو پر تھوڑی دیر لنگر ہوا - یہ جزیرہ یونان کے سات جزیروں میں سے ایک ہی - شہر کارفو دریا کے کنارے پر نہایت خوشنما اور عالیشان عمارات سے معمور ہی - جہاز ساڑھے گیارہ ۱۱½ بجے سے تین ۳ بجے تک ٹھیرا رہا - اس عرصے میں دو تار ایک سفیر انگلنڈ متعینہ اسلامبول کو اور ایک طامس کوک کے منیجر کے نام لندن کو دئے گئے کہ قرنطینہ وغیرہ سے

جو ہرج کا اندیشہ ہی اگر ممکن ہو تو اُس کا کچھ بندوبست کریں اور ایتھنس (ا-ے-ت-ھ-ن-س) میں ہم کو پرسوں تک جواب دیدیں۔ آج کشتی کے ڈک پر سے دیکھا کہ آفتاب ۴-۲۴ منٹ پر غروب ہوا اور صبح کو قریب ساڑھے چھ بجے کے طلوع۔ اِس لیئے رات چودہ گھنٹے کے قریب ہوتی ہی۔ کشتی میں نہایت بے لطفی سے بسر ہوتی ہی۔ ہمارے سوا فسٹ کلاس میں دو ایک مسافر اور ہیں۔ دوسرے اور تیسرے درجوں میں بھی بہت کم آدمی ہیں۔ اسلام بول کو لوگ ریل کے رستے سے زیادہ جاتے ہیں۔

۵- دسمبر- آج صبح سے بائیں طرف کنارے سے بہت قریب خشک پہاڑ نظر آتے ہیں۔ بعض پہاڑوں کے دامن میں اور چوٹیوں پر آبادی ہی۔ دن کے گیارہ بجے ہم راس ماتاپان پر پہنچے جو یورپ کے جنوب میں یونان سے متعلق ہی۔ یہاں سے شمال کی طرف پھر کر ایتھنس کو جائیں گے۔

ماتاپان کے قریب کے پہاڑ اس لیئے زیادہ مشہور ہیں کہ قدیم زمانے میں اکثر راہزنوں وغیرہ ایذارساں گروہ کا مسکن رہے ہیں۔ اَب بھی لٹیرے اور چور اِن ہی پہاڑوں میں امن پاتے ہیں۔ آج ہم بحر اڈریاٹک سے نکل کر بحر یونان میں جا رہے ہیں۔ ہوائیں کبھی ابر ہو جاتا ہی کبھی مطلع صاف۔ آج دھوپ نکلی ہوئی ہی۔ سردی بھی کم ہی۔ مگر ہوا نہایت تند چل رہی ہی۔

یونان

۶- دسمبر- صبح کو آٹھ بجے کے بعد جہاز نے یونان کے ساحل پر لنگر کیا- تھوڑی دیر کے بعد اسلام بول کو چلا جاوے گا- اس وقت یہ بحث ہی کہ ہم اسلام بول کو جائیں- یا یونان میں اُتر کر قرنطینے وغیرہ کی نسبت سوال وجواب کے بعد معاملہ طے کیا جائے-

حقیقت حال یہ ہی کہ ہمالیہ جہاز جس پر ہم مصر سے ہندوستان کو روانہ ہوں گے لندن سے معین کر لیا گیا ہی- بیس دسمبر چہارشنبے کو اسمعیلیہ میں ہم کو ملے گا- ہمارے کمرے لندن سے خالی اور رزرو آئیں گے- اگر پانچ روز اسکندریہ میں قرنطینے کی وجہ سے معطل رہے تو ہمالیہ کے ملنے کا وقت گزر جاوے گا- اور پھر ایک ہفتے تک ڈاک کے دوسرے جہاز کا انتظار کرنا ہوگا- یہ بھی اطمینان نہیں ہی کہ اُس میں ضرور جگہ مل جائے گی- اس لیے کہ مسافروں کی کثرت ہی اور لندن سے پورا جہاز بھرا ہوا آتا ہی- بلکہ مسافر کئی کئی ہفتے قبل سے ٹکٹ لے لیتے ہیں جب وقت پر سواری ملتی ہی- غرضکہ اسی بحث اور خیال میں کہ اب کیا کرنا چاہیے روسی جہازات کا اجنٹ آ گیا- اُس نے کہا کہ آپ اسلام بول سے ہمارے جہاز پر اسکندریہ جائیں گے تو ہم گارنٹی (اقرار) کرتے ہیں کہ ہمارے جہاز پر اسکندریہ میں صرف چوبیس ۲۴ گھنٹے قرنطینہ ہوگا اور آپ ہمالیہ کی آمد کے روز سب امور سے

یعنی ایک ہفتہ اسلام بول اور پانچ روز مصر رہ کر فارغ ہوسکتے ہیں - مگر کپتان کالون صاحب نے اُس کے قول پر یقین نہیں کیا - ناچار سب لوگ مایوسی اور افسردہ دلی کے ساتھ کنارے پر اُترے اور بلافصل ریل میں سوار ہو کر **اتھنس** دار السلطنت یونان میں داخل ہوئے - بڑے ہوٹل میں قیام کیا

اتھنس کے نواح میں زیتون کے باغ کثرت سے ہیں - بید مجنوں کے مثل سپیدی مائل سبز پتّا اور درخت بھی اُتنا ہی بڑا ہوتا ہی - آج کل **زیتون** کے پھل لگے ہوئے ہیں - ہو بہو جامنیں معلوم ہوتی ہیں - اِن ملکوں میں زیتون کا اچار اور تیل بہت شوق سے کھایا جاتا ہی -

اتھنس ویران اور کم رونق شہر ہی - وسط میں بعض عمارات اور دُکانیں شہروں کی حیثیت پر ہیں - مگر کناروں پر سوائے اسکے کہ غریبوں کے جھونپڑے اور پُرانے زمانے کی نامی عمارتوں کے کھنڈر ہوں اور کوئی رونق نہیں ہی - **بادشاہ یونان** ہوٹل کے سامنے ایک کوٹھی میں رہتے ہیں - باوٹے پر نشان لگا ہوا ہی - مختصر اور معمولی عمارت ہی - شہر اتھنس ۳۷ درجہ ۵۶ دقیقہ عرض شمالی اور ۲۳ درجہ ۳۸ دقیقہ طول شرقی پر واقع ہی -

آج دریا کے گھاٹ پر جہاں سے ہم ریل میں سوار ہو کر آئے ہیں پانچ روسی جنگی جہاز کھڑے تھے - آج کل **بحر روم** (میڈی ٹرینین) میں روسی جنگی جہازوں کا پورا بیڑہ رہتا ہی -

۱۷ ستمبر۔ شب کو خیال تھا کہ شہر کی نامی عمارتوں کو دیکھیں گے چنانچہ صبح کو سات بجے ہوٹل سے سوار ہو کر اوّل دریا کے کنارے پر گئے۔ قدیم زمانے کی یادگاروں میں شہر سے ملی ہوئے ایک حمام کے کھنڈر اور سطح پر سنگ مرمر کا فرش ہی۔ سنہ ۱۸۹۲ء یعنی سال گزشتہ میں ایک پارک کے واسطے زمین ہموار کی جاتی تھی اُس میں ایک ٹیلہ کھودنے سے اِس حمام کے کھنڈر برآمد ہوئے ہیں۔ نیم دائرے میں سفید و سیاہ سنگ مرمر سے خاتم بندی کیا ہوا فرش ہی۔ پتھر کے اور ٹکڑوں سے بھی حمام کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اِس کے سوا حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پانسو تیس^{۵۳۰} برس پہلے کی بنی ہوئی عمارت یونانیوں کے بڑے دیوتا جوپٹر (ستارۂ مشتری) کا مندر رہی۔ صرف ستون اور کسی قدر چھت کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ یہ عمارت سنگ مرمر کے کمر کی تراشے ہوئے ستونوں پر قائم ہی۔ کسی زمانے میں ستونوں پر سونے کا ملمع تھا اَب صرف گیروا رنگ باقی رہ گیا ہی ہر ستون کی بلندی آٹھ^{۸} گز کے قریب اور پانچ^{۵} چھ^{۶} گرہ فاصلے پر کمر کی پہلو تراشے ہوئے ہیں۔ فی ستون اس قسم کے چوبیس^{۲۴} پہل ہیں۔ ترکوں کی عملداری کے زمانے میں اِس مندر کے بہت ستون مسجد میں لگانے کے واسطے قسطنطنیہ بھیج دیے گئے پھر بھی بہت ستون باقی ہیں۔ کسی زمانے میں عالیشان اور بے نظیر عمارت ہوگی۔ اِسی جوار میں آڈرین قیصر روم کا بنایا ہوا ایک دروازہ بھی ہی۔

آثار قدیمہ سے ایک تھیٹر کی عمارت بھی نہایت عجیب ہی تماشاگاہ کا صحن مدور

ہی اور ہر طرف دائرے میں نشیب و فراز کے ساتھ سنگ مرمر کے ایک ٹکڑے سے تراشی ہوئی کرسیاں ہیں صحن کے دور میں پتھر کے جن ٹکڑوں سے نشست کے واسطے درجے بنائے ہیں انہیں میں سے کرسیاں تراش دی ہیں۔ کوئی کرسی اپنی جگہ سے اُٹھائی ہٹائی نہیں جاسکتی۔ پہلے دائرے میں علما اور مقدسین مذہب کی کرسیاں ہیں۔ ہر ایک پر بیٹھنے والے کا نام کندہ ہی۔ دائرے کے بیچ میں ایک تخت نما کرسی بادشاہ کے واسطے ہی۔ اُس سے پچھلے دائرے میں اوّل ملک کے قاضیوں کی۔ پھر اور سرداروں کی کرسیاں ہیں۔ دیواریں بھی مرمر کی ہیں اور اُن کے پتھروں میں مورتیں تراشی ہوئی ہیں۔ کسی زمانے میں یہ عمارت بہت قیمتی اور شاندار ہوگی۔

آگے بڑھ کر پہاڑ کے ٹیلے پر شعر و ادیوتا کا مندر ہی۔ یہ عمارت بھی سراسر سنگ مرمر کی ہی۔ دیواروں میں منبت کار مورتیں بنائی ہیں۔ ایک چھوٹی سی کوٹھری کے آگے مرمر کے ستونوں پر نہایت خوبصورت برآمدہ فتح کے دیوتا کا استھان ہی۔ اُس کے اوپر چھجے اور کنگنیوں پر ستاروں کی تصویریں کندہ ہیں۔ یونانی بت پرست ہر ایک ستارے کو ایک صفت کا خدا مانتے تھے۔ مثلاً مریخ کو لڑائی کا زہرہ کو عشق و عاشقی اور حسن و آرائش شعر غزل اور گانے بجانے کا اور عطارد کو انشا پردازی کا دیوتا تصور کرتے تھے۔

یونان پر ترکوں کے قبضے کے زمانے میں یہ عمارت چار سو سترہ^{۴۱۷} برس تک مسجد

رہی ہی۔ اُس وقت کھنڈر نہ تھا صحیح و سالم عمارت تھی۔ نیچے کے درجوں میں جو تہ خانے ہیں اُن میں میگزین رہتا تھا۔ اکثر عمارت لڑائی میں توپوں سے مسمار ہوگئی مسلمانوں کی قبریں۔ اُن پر صاحبِ قبر کا نام اور آیاتِ قرانی کندہ کی ہوئی اب تک اسلام کی علامت باقی ہی۔ اِسی پہاڑی کے نیچے عمارت سے باہر ایک کنواں ہی اُسی کے پانی سے مسجد اور میگزین کی محافظ فوج سیراب ہوتی تھی اور کہیں سے پانی کی آمد نہ تھی اور پانی لانے کو اندر اندر ایک نامعلوم راستہ تھا۔ لڑائی اور محاصرے کے زمانے میں جبکہ یہ مقام فتح نہوتا تھا کسی جاسوس کے ذریعے سے مخالف نے کنویں اور اُس کی پوشیدہ راہ پر (جس پر محصورین کی زندگی کا حصر تھا) قبضہ کرلیا اور یہی امر فتح کا باعث ہوا۔

ایک دوسرا مندر اور ہی جس میں ستونوں کے عوض سنگ مرمر کی تصویریں قائم کی گئی ہیں۔

منروا کے مندر کے سامنے پہاڑ کے نیچے چھ سات گز بلند پتھر میں دو کوٹھریاں تراشی ہیں۔ ایک کوٹھری صرف ایک درجے کی ہی۔ دوسری میں چھوٹے چھوٹے تین درجے ہیں۔ انہیں کوٹھریوں میں **حکیم سقراط** کو اوّل قید رکھ کر پھر حکم قتل کے بعد زہر سے ہلاک کیا گیا ہی۔

یہاں سے نصف میل کے فاصلے پر شہر کے کنارے **افلاطون** کا مکتب ہی افلاطون اِسی مکان میں شاگردوں کو درس دیا کرتا تھا۔

راستے کے کنارے ایک بلند پتھر ہی جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہی کہ سینٹ پال (پولوس) نے اس پر کھڑے ہوکر مذہب عیسوی کی منادی کی ہی۔

غرضکہ پرانے کھنڈروں میں جو زیادہ مشہور تھے ہم اُن کو دیکھ کر واپس آئے کھانیکے بعد تاروں کے جواب آگئے معلوم ہوا کہ ہمالیہ کے بعد آنیوالے جہاز کے بھی سب کمرے گھرے ہوئے ہیں بلکہ اُسکے بعد کی ڈاک پر بھی اطمینان نہیں ہی کہ جگہ مل جائے۔ اوّل ارادہ تھا کہ ہم دو ایک آدمی اور کپتان کالون صاحب بہادر کو ساتھ لے کر جریدہ طور پر اسلام بول جائیں اور اعلیحضرت **امیر المومنین سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ** کی زیارت سے مشرف ہوکر دو ایک روز میں چلے آئیں۔ یا یہاں سے اسلام بول اور وہاں سے ریل پر سمرنا جاکر جہاز پر سوار ہوں اس ارادے کی اطلاع انگلش اسباسیڈر متعینہ اسلام بول کو کی گئی مگر اُنہوں نے جواب دیا کہ ممکن ہی کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کی خدمت میں آپ کے یہاں آنے کی اطلاع اور ملاقات کی نسبت درخواست کروں گا اور حضرت سلطان غایت مروت سے جو اُن کے مزاج میں جبلی بات ہی منظور فرماکر ملاقات کا وقت معین فرمائیں گے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ روز موعود کی نسبت عدیم الفرصتی کا عذر فرماکر تاریخ بدل دیتے ہیں۔ اور پھر تاریخ مقررہ تک ٹھیرنا لازم ہو جاتا ہی۔ اب ایسی حالت میں اگر آپ ملاقات کی تاریخ تک خواہ کبھی واقع ہو ٹھیرا رہنا گوارا کریں تو چلے آئیے۔

ان اختلافات آرا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام بول جانا موقوف رہا۔ ہمارے ہمراہی

اِس قرارداد سے اِس قدر افسردہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اِن صاحبوں کو تمام سفر میں صرف اسلام بول ہی جانے کی بڑی آرزو تھی۔ بہرحال سب کی رائے ہوئی کہ جب اسلام بول نہیں جا سکتے تو یہاں ویرانے میں ٹھیر کر کیا کریں گے اِس لیئے اذا عدم الماء فالتیمم جائز بہتر ہی کہ مصر القاہرہ کو چل کر وہیں چند روز زیادہ رہیں اور اگر سواد اعظم اسلام کو نہ دیکھیں تو بنا بر قول ما لا یدرک کله لا یترک کله بلا سے اسلام بول کے بدلے مصر ہی کو دیکھ لیں گے۔ کپتان کالون صاحب کو بھی یہ خیال پسند ہوا اور رات ہی کو روسی جہاز میں جو یونان سے اسکندریہ جانے والا تھا ٹکٹ لے لیئے گئے۔

۸- دسمبر۔ صبح کو اُٹھ کر جلدی جلدی اسباب بندھوایا اور اتھینس سے ریل میں سوار ہو کر گھاٹ پر آئے۔ گھاٹ کے قریب بہت مختصر آبادی اور بازار ہی روسی جہاز قرنطینہ میں کھڑا ہی۔ قرنطینے کی میعاد میں ابھی پاؤ گھنٹہ باقی ہی کنارے پر قرنطینہ کی چوکی کا مکان ہی۔ ابر گھرا ہوا ہی مینہ کی پھوار پڑ رہی ہی۔ پندرہ منٹ انتظار کے بعد جہاز سے ایک بوٹ کنارے پر آ کر ہم کو جہاز پر لے گئے۔ مینہ زیادہ برسنے لگا۔ بھیگتے ہوئے جہاز پر پہنچے۔ عمدہ کمرے تو اسلام بول سے مصر جانے والوں نے گھیر رکھے ہیں۔ ہم کو نیچے کے درجے میں جگہ ملی۔ زیادہ ضروری اسباب کے سوا سب سامان صندوقوں میں بند ہی اور صندوق گودام میں رکھے

ہیں مولوی صاحب اور کپتان فتحیاب خاں تو بیک بینی و دو۲ گوش ہیں کہا گیا کہ اسباب صندوقوں سے نکال لو مگر اُنہوں نے جگہ کی تنگی کی وجہ سے نہیں لیا کہتے ہیں کہ دو۲ تین۳ روز کپڑے نہ اُتاریں گے۔ نیچے کے درجے میں بھی جگہ کی قلت ہی۔ ہم نے عبدالصمد خاں اور عبدالمجید خاں دونوں کو اپنی کیبن میں رکھ لیا ہی پانچ پلنگ ہیں دو۲ پر وہ دونوں ہیں۔ دو۲ پر ہمارا اسباب ہی۔ کپتان فتحیاب خاں اور مولوی صاحب کے ساتھ ایک کمرے میں دو۲ روسی ایک اٹالین تین۳ آدمی اور ہیں چونکہ وہ پہلے سے ہیں اِس لیے نیچے کے تین۳ پلنگ اُن کے قبضے میں ہیں۔ مسٹر بڈن بہت علیحدہ چار یونانیوں کے ساتھ مدرسۂ ادب میں زانوے تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔ کپتان کالون صاحب اور مسٹر ہوس رات کو جہاز کے ڈائننگ روم میں سوتے ہیں۔ تین۳ روز کا سفر ہی۔ ساڑھے دس بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ مسافر زیادہ تر ترک ہیں ہز ہائینس **اسمٰعیل پاشا** سابق خدیو مصر کے دو۲ روسی گھوڑے اور ایک عملہ اُن کے ساتھ ہی۔ فسٹ کلاس کے بڑے کمرے میں ایک مصری شاہزادی بھی سوار ہیں۔ اسلامبول سے مصر کو جاتی ہیں۔ ہز ہائینس **عباس پاشا** خدیو مصر کے چچا کی بیٹی اور کسی معزز پاشا کی بی بی ہیں۔ غایت بیس۲۰ اکیس۲۱ برس کی عمر ہی۔ ڈیڑھ دو برس کی ایک لڑکی۔ چند ترک اور عرب ملازم اور دو۲ تین۳ مصاحب عورتیں اُن کے ساتھ ہیں۔ شاہزادی کچھ علیل ہیں کبھی کبھی سگرٹ پینے کی غرض سے برآمدے میں آکر بیٹھتی ہیں۔ اٹالین عورتوں سے

اٹالیہ اور بعض سے فرنچ زبان بولتے ہوئے دیکھ کر ہم نے اول اُن کو بھی یوروپین لیڈی تصور کیا تھا مگر بعد کو معلوم ہوا ترک ہیں۔ بزرگانِ مصر کی عورتیں خصوصاً ترک پردہ نہیں کرتیں۔ انگریزی سے ملتا ہوا لباس پہنتی ہیں۔ سایہ اور باڈی وغیرہ کے سوا اوپر ایک عبا اور بھی ہی۔ سواری وغیرہ کے وقت آنکھوں کے نیچے سے ایک باریک کریب وغیرہ سپید کپڑے کی نقاب اور اُسی قسم کے کپڑے میں نہایت خوبصورتی سے بالوں کو لپیٹتی ہیں جس سے نہایت خوشنما ایک قسم کی ٹوپی بن جاتی ہی۔ شاہزادی سوائے لاطین اور فرنچ کے عربی اور ترکی بھی بولتی ہیں۔ ترکی تو اُنکی مادری زبان ہی۔ عربی اُنکے ملک کی بولی ہی۔ فرنچ اور لاطینی زبانین تعلیم سے حاصل کی ہیں۔

۹-۱۰- دسمبر - دسویں تاریخ کو گیارہ بجے کے قریب اسکندریہ پہنچ کر قرنطینے کی جگہ پر جہاز نے لنگر کیا۔ بندرگاہ خوبصورت اور شہر کے کنارے پر ہی۔ کل گیارہ بجے تک جہاز قرنطینے میں رہے گا۔

افریقہ

مصر

۱۱- دسمبر - گیارہ بجے جہاز اسکندریہ کے کنارے سے ملایا گیا۔ طامس کوک کے ملازم ہمارا اسباب ریلوے اسٹیشن کو لے گئے۔ ہم دو تین

گھنٹے کے واسطے خدیویہ ہوٹل میں ٹھیر گئے کھانا کھانے کے بعد سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن کو آتے ہوئے لوبار پاشا کے باغ میں گئے۔ سیاہ مرچ کا درخت ہم نے یہاں بھی دیکھا۔ گوندی کے برابر قد اور خوبصورت درخت ہی۔ سبز اور سرخ مرچیں لگی ہوئی ہیں۔ گوندیوں کے مثل خوشے ہیں۔ مرچ کے اوپر کا پوست اول سبز۔ پھر سرخ اور خشک ہو کر سیاہ ہو جاتا ہی۔ وہاں سے ہم پامپی کے مینار کے قریب آئے ایک پتھر کا تراشا ہوا مینار ہی۔ جبکہ رومیوں نے مصر کو فتح کیا تو پامپی سپہ سالار فوج نے فتح کی یادگار میں یہ مینار بنایا ہی۔ پورا مینار بنایا ہی۔ پورا مینار پیازی رنگ کے اسوانی[۵۱] پتھر سے جس میں بہت گنجان سیاہ جوہر ہیں۔ تراشا گیا ہی۔ اصل مینار میں جسکی بلندی ستر فیٹ ہی کوئی جوڑ نہیں ہی مگر اُس کے نیچے مثمن و مربع تراشی ہوئی اُسی قسم کے پتھر کی دو چوکیاں رکھی ہیں دونوں چوکیاں ملا کر مینار کی بلندی سو فیٹ سے زیادہ ہو جاتی ہی۔

اسکندریہ کو الگزانڈر دی گریٹ (سکندر اعظم) نے عیسیٰ علیہ السلام سے تین سو تیئیس ۳۲۲ برس پہلے تعمیر اور آباد کیا ہی۔ اسکندر کے بعد اُسکی فوج کے ایک جنرل نے جسکا نام بٹالمی[۵۲] (بطلیموس) تھا مصر وغیرہ پر قبضہ کر کے شہر اسکندریہ کو اپنا دار السلطنۃ قرار دیا۔۔ اسی بادشاہ کے بیٹے نے اسکندریہ کا مشہور کتب خانہ بنایا جس میں دو لاکھ کتابیں تھیں اور اپنے زمانے کے فاضلوں کو یہاں لا کر بسایا

---

[۵۱] اسوان مصر میں ایک شہر ہی۔ [۵۲] یعنی ٹالمی فلیڈلفس۔

یہانتک کہ اسکندریہ دار العلم کے خطاب سے مخاطب ہونے لگا۔

غرضکہ ہم دریاے نیل کی نہر کے کنارے کنارے اسٹیشن پر آکر ریل میں سوار ہو کر چار بجے اسکندریہ سے قاہرہ کو روانہ ہوئے۔ مصری شاہزادی بھی جو جہاز پر ہمارے ساتھ ہمسفر تھیں اسی ٹرین میں سوار ہیں۔ بندر پر اُنکے واسطے نہایت عمدہ گاڑیاں اور چند ترکی افسر زرق برق وردیاں پہنے ہوئے لینے کو آئے تھے ساڑھے چھ بجے دریاے نیل سے اُترے۔ اندھیری رات تھی اسوجہ سے جنگل کی حالت معلوم نہیں ہو سکی۔ دریا پر نہایت عمدہ اور وسیع پُل ہی۔ بیچ میں ریل اور دونوں طرف پیادہ پا چلنے کو سڑک ہی۔ سات بجے کے بعد قاہرہ پہنچے اسکندریہ اور قاہرہ میں اسقدر فرق ہی کہ اسکندریہ اکتیس ۳۱ درجہ۔ گیارہ ۱۱ دقیقہ عرض شمالی اور اُنتیس ۲۹ درجہ۔ پچانس ۵۰ دقیقہ طول شرقی پر اور قاہرہ تیس ۳۰ درجہ چھ ۶ دقیقہ عرض شمالی اور اکتیس ۳۱ درجہ چھبیس ۲۶ دقیقہ طول شرقی پر واقع ہی۔ اسٹیشنوں پر نام وغیرہ عربی خط میں لکھے ہوئے ہیں یہاں عام طور پر عربی زبان بولی جاتی ہی۔

قاہرہ پہنچ کر ہم شیفرڈ (ش۔ ی۔ ف۔ ر۔ ڈ) ہوٹل میں ٹھیرے۔ عالی شان عمارت ہی اور ہمارے واسطے نہایت ہی عمدہ کمرے معین ہیں ہمارے خدمتگار یورپ کی نسبت یہاں زیادہ خوش معلوم ہوتے ہیں۔

۱۲۔ دسمبر۔ صبح کو کھانے کے بعد ہم شہر اور قلعہ کو دیکھنے گئے۔ راستے بارش کی وجہ سے کسی قدر خراب ہیں۔ قاہرہ بہت بڑا اور کشادہ شہر ہی۔

قلعہ شہر کے قریب۔ آبادی سے علیحدہ ایک قدرتی بلندی پر واقع ہوا ہی۔ اِس قلعے کو **صلاح الدین یوسف سلطان مصر** نے ۱۱۶۶ء میں پرامیڈ آف گیزہ (اہرام گیزہ یا سینار جو گیزہ میں واقع ہی) کے پتھروں سے تعمیر کیا ہی۔ قلعہ تمام شہر پر سر کوب واقع ہوا ہی۔ اگرچہ تمام قلعہ مل کر ہندوستان کے قلعوں کے ایک گوشے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا مگر اِس ملک میں غنیمت ہی۔ قلعے کے اندر **محمد علی پاشا** مرحوم والی مصر کی بنائی ہوئی عالیشان مسجد ہی۔ بیچ میں بہت بڑا گنبد ہی۔ اور اُسی میں ملی ہوئی قبے دار چار محرابیں ہیں گویا پانچ گنبد ایک جگہ شامل ہیں۔ تمام مسجد سنگ مرمر سے تعمیر ہوتی ہی۔ صحن کا پتھر سپید ہی اور اندر گلابی دھاری دار ہی۔ گنبد میں سونے کے پانی سے آیاتِ قرآنی اور محراب کے چاروں طرف خلفائے راشدین کے نام لکھے ہیں۔ نماز کی محراب کے پہلو میں آٹھ نو گز بلند ممبر ہی۔ گنبد کے طاق سے زنجیریں اور اُن میں روشنی کے واسطے بلور کی قندیلیں لٹکتی ہیں۔ طاق بھی لاجوردی اور طلائی رنگے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے دو جھاڑ بھی روشنی کے واسطے مناسب جگہ پر لٹکتے ہیں۔ وضو کے واسطے صحن میں گنبد سے چھپا ہوا مرمر کا حوض ہی۔ مسجد کے گوشے میں طاق کے نیچے محمد علی پاشا کی قبر ہی۔ مسجد کا پہلا درجہ گلابی دھاری دار مرمر کے ساٹ ساٹ گز بلند اور ڈیڑھ ڈیڑھ گز مدور ستونوں کے اوپر قائم ہی اور اندرونی حصّہ لداؤ کی محراب پر۔ قلعے کے ایک کونے پر جہاں اور طرف کی نسبت زمین قریب ہی یعنی فصیل سے تقریباً دس گز نیچا ٹیکرا

ہی- ایک گھوڑے کے سموں کی علامت پتھر پر کندہ ہی اور یہ نشان اس واقعے کی یادگار ہی کہ جب محمد علی پاشا نے **مملوک** سلسلے کے حکام کو قتل کیا تو ایک سردار نے قلعے میں محصور ہوکر ہرچند کہا گیا اطاعت قبول نہ کی اور رات کو فصیل پر سے جہاں سم کے نشان کندہ ہیں گھوڑا کود اکر نکل گیا- گھوڑا وہیں مر گیا مگر سردار گھوڑا چھوڑ کر زندہ نکل گیا- اسی طرف قلعے پر توپیں لگی ہوئی ہیں- تمام شہر اور سوادِ شہر نظر آتا ہی- چنانچہ نیل کے دوسرے کنارے پر تین۳ **اہرام** (مینار) اور اسطرف دو اہرام نظر آتے ہیں- دور سے تو نزادوے کی مثل ٹیلے معلوم ہوتے ہیں- قریب جاکر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ کیا حالت ہی- قلعے میں **چاہ یوسف** نام سے ایک کنواں مشہور ہی- اوپر ٹوٹی پھوٹی عمارت ہی- اُسی کے دروازے میں سے کنوئیں کے مُنہ تک چکّر دار راستہ جاتا ہی- اس قدر تاریک ہی کہ اگر چند عرب جو دروازے پر موم کی بتیاں لئے بیٹھے ہوتے ہیں- بتی جلاکر ساتھ نہوں تو کسی طرح انسان بے خطر نہیں پُہنچ سکتا- یہ کنواں حضرت یوسف علیہ السلام کے نام سے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہی کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا- بلکہ سلطان صلاح الدین کے نام سے جسکا نام یوسف تھا نامزد ہی دوسواسی ۲۸۰ فیٹ گہرائی پر جاکر پانی ہی- کسی زمانے میں مٹی سے بھر گیا تھا- مگر صلاح الدین یوسف نے صاف کرا دیا اور اُسی وقت سے سنہ ۱۸۶۵ء تک یعنی چھ سو چورانوے برس پانی کھنچتا رہا- عام مصری لوگ کہتے ہیں کہ **فوطیفار** (پاتا پارا) شوہر زلیخا نے جو فرعون کا وزیر تھا اِس کنوئیں کو بنایا ہی-

مگر ٹھیک پتا نہیں لگتا۔ شاید ایسا ہی ہو البتہ اِس قدر ضرور ہی کہ مصر کے قدیم بادشاہوں کی تعمیر ہی۔

آج رات کو کھانے سے قبل ہندوستان کی ڈاک آئی۔ الحمد للہ خیریت ہی کوئی اُمر باعثِ تشویش نہیں۔ کھانے کے بعد بعض خطوط کے جواب لکھ کر ہندوستان کو روانہ کئے۔

میوزیم آف گیزہ

۱۳۔ دسمبر۔ صبح کو کھانے کے بعد ہم عجائب خانے میں گئے۔ شہر سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر دریائے نیل کے اُس پار قصر گیزہ میں واقع ہی۔ شہر کے بازاروں سے گزرتے ہوئے دریائے نیل کے پل سے اُتر کر میوزیم میں پہنچے۔ قصر بلاق وغیرہ بعض عمارتیں دریا کے اُس پار بھی ہیں۔ غرضکہ باغ اور عمارت میں پہنچ کر عجائب خانہ میں داخل ہوئی۔ نہایت عمدہ باغ اور عالیشان عمارت ہی۔ اِس قصر کو اسمٰعیل پاشا خدیو مصر نے پچاس لاکھ روپیہ صرف کر کے تعمیر کیا ہی اور بارہ ۱۲ جنوری ۱۸۹۰ء کو توفیق پاشا خدیو مصر کے ہاتھ سے میوزیم کے افتتاح کی رسم ادا کی گئی ہی۔ اِس سے پہلے یہ عجائب خانہ قصر بلاق میں تھا۔ چونکہ وہاں دریا کے قرب کی وجہ سے رطوبت زیادہ تھی قدیم زمانے کی بیش بہا یادگاریں خراب ہوئی جاتی تھیں اِس لئے یہاں نقل کیا گیا۔ یہ عجائب خانہ ہزاروں عجائب و غرائب تاریخی یادگاروں سے مملو ہی۔

ہم سرسری نظر سے دیکھکر کیا سمجھ سکتے ہیں۔ تاہم اشارۃً بعض چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہی۔

لکڑی کے تختوں پر قدیم زمانے کے نوشتے جو بعض فراعنہ مصر کی لاشوں کے ساتھ عبادت خانوں میں دفن تھے۔ بہت تلاش اور صرف کثیر کے بعد حاصل کیئے گئے ہیں۔

ایک لاش چھ ہزار برس پہلے کی کسی پتھر کے صندوق سے نکالی گئی ہی۔ گوشت پوست خشک ہوکر سیاہ اور ہڈیوں سے لپٹ گیا ہی۔ البتہ اِس قدر معلوم ہوتا ہی کہ انسان عورت ہی یا مرد۔ بھورے رنگ کا ریشمی کپڑا جو اسی کام کے واسطے موضوع تھا لاش پر لپٹا ہوا ہی بعض جگہ سے کپڑا گل گیا ہی اور جسم کھلا ہوا ہی پتھر کا وہ صندوق بھی جسمیں یہ لاش تھی خالی رکھا ہی۔

ایک اور لاش عورت کی بہت پُرانی ہی۔ گلے میں پتھر کے دانوں کی مالا پہنے ہوئے ہی۔ اوپر فرنچ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہی جو مصری قدیم کتبے سے ترجمہ کی گئی ہی۔

Momie De La Pretresse Hathor Ament

XI Diynaste

قدیم رسموں کی یادگار کھانا کھانے کی ایک میز پتھر کی ہی۔ اُسی میں پیالوں کے مثل ظروف کندہ کیئے ہوئے ہیں۔

مصریوں کے پرانے دیوتادن میں موت کے قاضی **اُوسیرس** Osiris اور اُسکی بی بی **اسیس** Isis کی سیاہ پتھر سے تراشی ہوئی مورتیں ہیں۔ دونوں کے بیچ میں مقدس بَیل ہی اور بیل کے سر پر مکٹ ہی۔

اُسی کپڑے کے تھان جو لاش پر لپیٹا جاتا تھا۔ بعض تابوت اور مندروں میں سے نکال کر نہایت احتیاط سے الماریوں میں رکھے ہیں۔ بھورے رنگ کا باریک ریشمی کپڑا معلوم ہوتا ہی اور باوجود اِس قدر مدت گزرنے کے کلپ دار کپڑے کی شکل کر خستہ ہی۔

اِسکے سوا بھوج پتر کے ہم رنگ بانس کے کاغذ پر قدیم زمانے کی لکھی ہوئی کتابیں اور خانہ داری کا اسباب۔ کرسیاں وغیرہ فرعونوں کے زمانے کے سکّے روپے۔ اشرفی اور پتھر کے ظروف بہت سا اسباب قدیم زمانے کی تاریخی یادگار سے متعلق ہی۔ دنیا کے کسی عجائب خانے میں اسقدر پُرانی چیزیں نہیں ہیں جس قدر یہاں ہیں مصری کتابوں میں سے ہم یہاں ایک عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں پُرانے نوشتوں میں سے حضرت عیسیٰؑ سے دو ہزار پانسو برس پہلے کی بانس کے کاغذ پر لکھی ہوئی ایک کاپی برآمد ہوئی ہی۔ آنی Ani نام ایک شخص **کھین سوہی ٹپ** Khensuhetep نام اپنے بیٹے کو مختلف معاملات میں عاقلانہ چال چلن کی نسبت وصیت کرتا ہی۔

ترجمہ (۱) اگر کوئی آدمی تجھ سے صلاح پوچھنے آئے تو تو آگاہی حاصل کرنے

کے واسطے کتاب کی طرف متوجہ ہو۔

(۲) کسی دوسرے کے گھر میں داخل نہو۔ اگر کوئی آدمی تجھکو اپنے گھر میں آنے دے تو یہ تیرے واسطے عزت ہی۔

(۳) اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے کسی دوسرے کے کاموں کا تجسس نکر۔

(۴) کسی جماعت میں پہلے داخل ہونے والا یا اُس سے پہلے جدا ہونے والا نہو کیونکہ تیرا نام سبک اور بے رونق ہوجاے گا۔

(۵) خدا کی عبادت گاہ چلّا چلّا کر کلام کرنے سے نفرت کرتی ہی۔ عاجزی کے ساتھ محبت بھرے دل سے دعا کر جسکے لفظ چُپکے چُپکے کہے جاتے ہیں۔ تب خدا تیری حفاظت کرے گا اور تیری عرض سنے گا اور تیری نذریں قبول کرے گا۔

(۶) خیال کر کہ کیا گزر چکا۔ اپنی زندگی کے واسطے عمدہ قانون اختیار کر کہ پیروی کیواسطے مثال ہو۔

(۷) موت کا قاصد تجکو لے جانے کے واسطے تیرے پاس آئے گا جسطرح اوروں کے پاس آتا ہی۔ بلکہ وہ تیار کھڑا ہی۔ قیل و قال تجھکو کچھ فائدہ ندے گی کیونکہ وہ آتا ہی اور تیار ہی۔

(۸) یہ نہ کہہ کہ میں بچہ ہوں۔ کیا تو مجکو صداقت کی حالت میں بھی اُٹھالے جائیگا تو نہیں جانتا کہ تو کب مرے گا۔

(۹) موت بچّے کو اُسکی ماں کی گود میں بھی آجاتی ہی۔ اُسیطرح جسطرح وہ بوڑھے آدمی کو جو اپنی مدت پوری کرچکا ہی۔

(۱۰) نہایت سرگرمی سے خیال رکھ کہ تو اپنی زبان سے کسی آدمی کا دل زخمی نکرے۔

(۱۱) صرف ایک وفادار خدمتگار رکھ لے اور اُس کے کاموں کو دیکھتا رہ اور اپنے ہاتھوں کو اُس آدمی کی حفاظت کرنے دے جو تیرے گھر اور مال پر مختار ہی۔

(۱۲) جس آدمی کو بہت میسر ہو مگر تھوڑا دیتا ہی۔ وہ ایسے آدمی کے مثل ہی جو دوسروں پر ظلم کرتا ہی۔

(۱۳) خدا کے ساتھ ناشکر نہو۔ اسلیئے کہ اُسنے تجھکو ہستی بخشی ہی۔

(۱۴) جب تک دوسرا کھڑا رہے تو نہ بیٹھ۔ اگر وہ تجھ سے بڑا ہو یا مرتبے میں اعلیٰ ہو۔

(۱۵) جو کوئی بُری بات کہتا ہی اُسکے جواب میں بھلی نہیں سنتا۔

(۱۶) جب تو خداوند کو نذر گزرانے تو ایسی چیز پیش نکر جو اُسکے حضور میں مکروہ معلوم ہو۔

(۱۷) جو بھید خداوند تعالےٰ کی ذات سے متعلق ہیں اُن میں بحث اور جھگڑا نکر۔

(۱۸) جہان کا خدا آسمانوں سے اوپر نور کے جلال میں ہے۔ اور اُس کے نور کا عکس زمین پر۔ وہ اُن سے نزدیک ہے جو وظیفہ اور بندگی روز بجا لاتے ہیں۔

(۱۹) جب تو جوانی کی برسوں تک پہنچے اور شادی کرے اور گھر بار والا ہو اُن تکلیفوں کو ہرگز نہ بھول جن سے تیری ماں نے تجھکو پالا ہے۔ نہ اُس خبرداری کو بھول جو اُسنے تیرے اوپر تصدق کی ہے۔ اُس کو اپنے سے شاکی ہونے کا موقع نہ دے۔ نہو کہ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف خدا کے حضور میں اُٹھاوے اور وہ اُسکی فریاد سنے۔

(۲۰) چپ رہنے کا زیادہ خیال رکھ۔ یعنی خاموشی کو قائم رکھنے میں ہشیار رہ۔

اسکے سوا بعض نوشتے۔ نصائح اور ضرب الامثال کے متعلق ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار تین سو چھیاسٹھ ۳۳۶۶ برس پہلے آسا[۵۱] بادشاہ مصر کے زمانے میں مرتب کئے گئے ہیں

عجائب خانے کے باغ میں سرخ پتھر کی تراشی ہوئی اسفنکس Sphinx کی مورتیں وغیرہ رکھی ہیں۔ ایک مورت پر بفیناوی حلقے میں رمسیس دوم فرعون مصر کا نام کندہ ہے۔ یہ تصویریں مسیو[۵۲] میریٹی Mariette

---

[۵۱] آسا بادشاہ فراعنہ مصر کے پانچویں خاندان میں گزرا ہے۔

[۵۲] میریٹی فرانس کا رہنے والا تھا۔ اِسنے قبطی خطوط پڑھنے میں اچھی دستگاہ (دیکھو صفحہ ۲۱۱)

فرانسیسی نے قدیم کھنڈروں کو کھود کر نکالی ہیں اور اُن پر کندہ کی ہوئی تاریخ پڑھ کر زمانے اور مدت کی نسبت بہت ٹھیک وقت معین کیا ہی۔

زیورات قدیم

ملکہ عاہی تپ Aahhetep سکونین را Sqenenra کی بی بی۔ اور **کامس** Kames کی والدہ۔ اور **اماسیس** Amasis اول کی دادی جو فراعنۂ مصر کے اٹھارہویں خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔ یہ زیور اُس ملکہ کے کفن یعنی قبر کے صندوق میں سے جو درّہ ابو النقا میں مدفون تھا۔

سنہ ۱۸۶۰ء میں بعض کسانوں کو ملے ہیں۔ اِن میں سے زیادہ خوبصورت اشیا کی تفصیل یہ ہی۔

(۱) پیتل کا بنا ہوا ایک شیر کا سر ہی جس پر اماسیس اوّل کا نام کندہ ہی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰) حاصل کی تھی۔ بڑا محقق اور عالم تھا۔ اِس عجائب خانے میں تمام عجیب غریب یادگاریں اُسی کی نکالی ہوئی ہیں۔ پہلے عجائب خانۂ بولاق میں ڈائرکٹر تھا تیس چالیس برس اس شخص نے فرعون کے کھنڈروں کی خاک چھانی ہی سنہ ۱۸۸۶ء کے قریب انتقال کیا تو خدیو کی قدردانی سے بولاق کی عمارت میں اپنے تلاش کیے ہوئے علوم کے قریب دفن ہوا اور جب عجائب خانہ بولاق سے گیزہ پیلس کو منتقل کیا گیا تو میریٹ کی لاش بھی یہاں سے اُکھاڑ کر وہیں دفن کی گئی۔

(۲) سونے کی چوڑی - قیمتی جواہر اور لاجورد جڑی ہوئی -

(۳) سونے کی پہنچی جس پر لاجورد - (کارنیلین - Carnelian) اور دوسرے عمدہ قسم کے جواہر جڑے ہوئے ہیں - اس پر بھی اماسیس اوّل کا نام لکھا ہے -

(۴) تبر جس کا دستہ دیو دار کی لکڑی کا ہے - اُس میں پیتل کا تبر جڑا ہوا ہے اور تبر پر سونے کا ملمع ہے لکڑی کے دستے پر بھی سونا جڑا ہوا ہے - اُس پر بھی اماسیس اول کا کارٹوچ[ا] کندہ ہے دستے میں ایک سونے کی زنجیر بھی بندھی ہوئی ہے -

(۵) پیتل کا خنجر یا خنجر نما بڑا چاقو - اس کا دستہ بھی لکڑی کا ہے - لاجورد وغیرہ بیش قیمت پتھر جڑے ہوئے ہیں اور اماسیس اوّل کی مہر نقش ہے -

(۶) پیتل کا خنجر - چاندی کے حلقے دار گول دستے میں جڑا ہوا -

(۷) سونے کی زنجیر - ہر سرے پر بط کا سر لگا ہوا بیچ میں خالص سونے کا بنا ہوا گبریلا کیڑا لٹکتا ہے - گبریلے پر نیلا مینا کیا ہوا ہے -

(۸) سونے کا ہار قیمتی جواہر جڑا ہوا - اُسی کے اوپر اماسیس اول ایک مذہبی مقام میں کھڑا ہوا ہے - دونوں طرف مصریوں کے دو خدا آمین (پوشیدہ) اور

[ا] کارٹوچ بیضاوی دائرے کے اندر نام و نشان - گویا ایک قسم کی مہر تصور کرنا چاہیے مثلاً (اماسیس) -

را (سورج کا دیوتا) کھڑے ہوئے بادشاہ مذکور پر تبرکاً پانی ڈالتے ہیں-

(۹) عمدہ جواہر جڑا ہوا سونے کا سربند- اُس پر بھی اماسیس اوّل کا نام کھدا ہوا ہی-

(۱۰) مردے کو مقدس مقام پر لے جانے کی سواری کا نمونہ خالص سونے کا بنا ہوا ہی۔ بیچ میں اماسیس اوّل بیٹھا ہی- مانجھی یا سائیس چاندی کے بنا کر رکھے ہیں- چرٹ لکڑی کا ہی اور پہیئے پیتل کے-

(۱۱) لکڑی کا پنکھا سونا چڑھا ہوا ہی- اُس پر اماسیس اول کی تصویر ہی- بادشاہ **خین سو** (نام دیوتا) کو قربانی چڑھا رہا ہی-

(۱۲) ایک چوڑی لاجورد جڑاؤ- اُس پر اماسیس اوّل کی تصویر ہی- بادشاہ **سیب** Seb وغیرہ خداؤں کو سجدہ کر رہا ہی-

اِسکے سوا اور بھی بہت سی چیزیں قدیم یادگاروں سے متعلق ہیں-

کشتیوں کی آمد و رفت کے واسطے دریاے نیل کا پل بارہ بجے سے دو بجے تک کھول دیا جاتا ہی- اُسوقت آدمیوں کی آمد و شد بند ہوتی ہی- چونکہ پل بند ہونے کا وقت قریب تھا زیادہ ٹھیرنا ممکن نہوا شہر کو واپس آئے-

دریاے نیل -نہایت خوبصورتی سے شہر کے نیچے بہتا ہی عرض اور گہرائی گنگا کے مثل ہی- گھوڑا گاڑی اور پیادہ چلنے کیواسطے نہایت وسیع و مضبوط لوہے کا پل ہی- بیچ میں گاڑی کی سڑک ہی اور دونوں طرف بیچ کی سڑک سے کسی قدر بلند پیادہ چلنے

کے واسطے بٹری ہی کشتیاں گزرنے کے واسطے شہر کی طرف پل کا ایک سر اُکھل کر کنارے سے مل جاتا ہی۔ جب جہاز اور کشتیاں نکل جاتی ہیں تو پھر بند کر دیتے ہیں۔

ہلیاپولیس

Heliapolis

ہم عجائب خانے سے براہ راست ہوٹل میں آئے اور عصر کا کھانا کھا کر **ہلیاپولیس** دیکھنے کو گئے۔

قاہرہ سے پانچ میل کے فاصلے پر شمال و مشرق کی طرف مَطریّہ نام ایک گانو واقع ہی اُسی کے قریب ہلیاپولیس کے کھنڈر ہیں۔ مولوی صاحب۔ مسٹر بڈن۔ عبدالصمد خاں۔ عبدالمجید خاں اور فتحیاب خاں ہمارے ساتھ ہیں۔ طامس کوک کی طرف سے ایک قسم کی کھُلی ہوئی گاڑی اُن کے مسافروں کے واسطے موجود رہتی ہی۔ ہر گاڑی میں چھ سات آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ شہر کے بازاروں اور کوچوں سے گزر کر مصری فوج کی لین۔ مدرسہ توفیقیہ۔ اور ہز ہائیس خدیو عباس پاشا کے محل کی طرف سے ہو کر مطریہ پر پہنچے۔ مطریہ کی آبادی اُسی زمین کے اوپر ہی جہاں پہلے ہلیاپولس تھا۔ گانو سے پانسو گز فاصلے پر مندر کے کھنڈر باقی ہیں مندر کے سوا جو اپنے زمانے میں نامی اور مشہور عمارت تھی کئی وجہ سے یہ گانو بھی

کچھ کم مقدس نہیں ہی- قابل زیارت ہونے کی ایک وجہ یہ ہی کہ جناب مریم علیہا السلام جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خداے تعالےٰ کے حکم کے موافق شام سے لیکر مصر میں تشریف لائیں تو اوّل اسی زمین پر ایک انجیر کے درخت کے نیچے آرام کیا ہی- دوسرے ایک کنوئیں کے پانی سے حضرت عیسیٰ کے کپڑے دھوئے ہیں- اِس درخت اور کنوئیں کی عیسائی اور مسلمان دونون زیارت کرتے ہیں- درخت ایک قسم کے انجیر کا ہی جس کو انگریزی میں سک امور Sycamore کہتے ہیں-

اسواں سے کے نہایت عمدہ پتھر کا ایک پُرانا مینار اب تک ہلیاپولس کی آبادی کے موقع کی علامت باقی ہی-

ہلیاپولس کا ترجمہ آفتاب کا گھر یا چشم آفتاب ہی- عرب لوگ عین الشمس کہتے ہیں-

ہلیاپولس کے کھنڈر تین میل مربع تک پھیلے ہوئے ہیں- مصر میں مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کے واسطے سب سے بڑا کالج اور یونیورسٹی (دار العلم) یہی مندر تھا- کالج میں دنیاوی علوم بھی سکھائے جاتے تھے مگر مذہبی تعلیم کے واسطے مخصوص تھا

پٹالمی[ف۱] فلیڈنفس نے حضرت عیسیٰ سے دوسو پچاسی برس پہلے اسکندریہ کے کتب خانے کو جو اُسکے باپ کا بنایا ہوا تھا- یہیں سے مصری کتبے اور نوشتے

[ف۱] بطلیموس ثانی ۱۲

وغیرہ منگا کر رونق دی تھی مذکورہ بالا مینار جس کو حضرت عیسیٰ سے دو ہزار چار سو تینتیس ۲۴۳۳ برس پہلے **یوسرت سین** Usertsen نے بنایا ہے۔ چھیاسٹھ ۶۶ فیٹ لمبا چوپہل تراشا گیا ہے۔ بنانے والے کا نام وغیرہ مصری خط میں چاروں پہلوؤں پر کندہ ہے۔ کسی زمانے میں ہلیا پولیس سے زیادہ بڑا اور آسودہ شہر تمام مصر میں نہ تھا۔ مگر سنہ مسیحی کی ابتدا سے پانسو ستائیس ۵۲۷ برس قبل جبکہ **کمبیس** (کیکاؤس شہنشاہ ایران) مصر میں آیا۔ ہلیا پولیس کا جلال اور روشنی گھٹنے لگی اور **پٹالمی** دوم کے حکم سے مذہبی پیشواؤں اور دانشمندوں کے اسکندریہ اُٹھ جانے کے بعد اُس پر یقینی بربادی آگئی۔ حضرت عیسیٰ سے چوبیس ۲۴ برس پہلے رومی حکومت کے زمانے میں جبکہ **اسٹری بو** Strabo یہاں آیا تو اس مقام کا بڑا حصہ ویران تھا۔ مگر عرب مورخوں کے بیان کے موافق بہت سی مورتیں بارہویں صدی تک باقی تھیں۔ ہلیا پولیس میں یہودی بہت آباد تھے اور ہانکسس خاندان کے آخری فرعونوں میں سے سیکونین رایانب تی نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح اِسی ہلیا پولس کے ہائی پریسٹ (مذہبی پیشوا) **پاتاپارا** Patapara (فوطیفار) کی بیٹی سے کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سترہ سو ۱۷۰۰ برس پہلے کا ہے۔

آفتاب کے دیوتا کا نام مزوبل بھی یہیں پوجا جاتا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ موسیقار

۵ا اِس جانور کی نسبت مصریوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مست ہو کر مختلف قسم کے (دیکھو صفحہ ۲۱۱)

پرند جس کو ققنس بھی کہتے ہیں ہر پانسو برس بعد اپنی خاک سے اِسی مندر میں زندہ ہوتا تھا۔ یعنی اپنے راگ کی تاثیر کی وجہ سے جل کر خاک ہوجاتا تھا اور پھر اُسی خاک سے پانسو برس بعد دوبارہ زندہ ہوتا تھا۔

سکندر اعظم بھی شہر ممفس کو جاتے ہوئے اِسی مقام پر ٹھیرا ہی اور مکرُوبیس Macrobius مورخ کہتا ہی کہ ملک شام یا بعلبک کا ہلیاپولیس اِسی ہلیاپولیس کے ایک مذہبی پیشوا نے اس پُرانے شہر سے نکل جانے کے بعد بنایا تھا۔

شترمرغ کا کارخانہ

مطریہ سے واپسی کے وقت ہم شترمرغوں کی تجارت کا ایک کارخانہ دیکھنے کو گئے راستے سے ذرا بچ کر ایک بڑے احاطے میں صدہا شترمرغ پلے ہوئے ہیں۔ انڈے لینے کے واسطے تو بانس کی ٹٹیوں سے جدا جدا احاطے بنا کر اُن میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک جوڑا رکھا ہی۔ باقی سب دو۲ تین۳ احاطوں میں تقسیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶) سُر اپنی چونچ سے نکالتا ہی جوشش میں خودبخود جسم میں آگ پیدا ہوکر اور اپنی ہی آگ سے جل کر خاک ہوجاتا ہی اور پھر پانسو برس کے بعد اُسی خاک سے دوسرا موسیقار پیدا ہوجاتا ہی اور جوشش مستی کے زمانے میں پھر اُسی طرح جل کر مرجاتا ہی ۱۲

ہیں۔ انڈے یہاں پیدا ہوتے ہیں اور بچے ایک مشین کے وسیلے سے گرمی دے کر علیحدہ نکالے جاتے ہیں۔ بچے نکالنے کی کل لکڑی کا بہت بڑا صندوق ہی جس میں انڈہ سما جانے کے قابل صدہا خانے بنے ہوئے ہیں اور اُن میں اندر کی طرف نمدہ لگا ہوا ہی۔ ہر خانے میں ایک انڈا رکھ کر مشین کو حرکت دیتے ہیں انڈا ایک مہینے میں اپنی ماں کے پروں سے جتنی گرمی پا کر بچہ بن جاتا ہی مشین میں اُس قدر گرمی اور اہتمام ایک روز میں ہو سکتا ہی۔ مختلف عمر کے بچوں کے واسطے بھی جدا جدا احاطے ہیں۔ ایک روز کے بچے سے لیکر (جو بورے مرغ کی برابر ہوتا ہی) ایک مہینے تک اور اُس سے زیادہ عمر والوں کے خانے درجہ درجہ بنے ہوئے ہیں۔ نر شتر مرغ کے بال سیاہ اور مادہ کے بھورے خاکی ہوتے ہیں گھاس اور ساگ پات کُٹی کی طرح مشین سے کاٹ کر کھانے کو دیا جاتا ہی۔ بعض نر اسقدر مست ہیں کہ چارہ دینے والے آدمی پر جب وہ اندر جاتا ہی حملہ کرتے ہیں اور جان سے مار ڈالتے ہیں۔ اِسلیئے وہ ایک لمبا بانس ہاتھ میں لیکر اندر جاتا ہی اور حملے کیوقت اُسکو سینے میں مار کر مرغ کو دفع کر دیتا ہی۔ ایک نر مستی کی حالت میں شیر کیطرح دہاڑتا ہی اور تمام گردن سرخ ہو کر پھُکنے کے مثل پھول جاتی ہی۔

یہ کارخانہ ایک جرمنی سوداگر کا ہی۔ تماشائی ٹکٹ لیکر اندر جاتے ہیں۔ جو انڈے خراب ہو جاتے ہیں اُن کو اندر سے خالی کر کے چھلکے پر مصری حروف کندہ کرتے ہیں۔ بعض پر عربی حروف میں طغرے وغیرہ بھی بناتے ہیں۔ نقش کیا ہوا فی انڈا دس فرانک (ھلے) کو بکتا ہی اور سادہ پانچ فرانک کو۔ نرم اور سپید

ایک پر دس ۱۰ فرانک کو۔ خاکی اور سیاہ ایک پر پانچ فرانک سے سات تک۔ چھوٹے پروں کی چنوریاں اور غبار پاک کن بنائی جاتی ہیں۔ انڈا۔ بچّہ۔ پر پرزہ کچھ ہو ایک بال بھی بیکار اور ضائع نہیں ہونے پاتا۔ مینجر اور عملے کے واسطے پارک اور مکان ہی۔ ایک کمرے میں چار پانچ کلیں بچے نکالنے کی رکھی ہیں۔

ہلیاپولیس کو جانے سے پہلے لارڈ کروم سفیر انگلنڈ ہم سے ملنے کو ہوٹل میں آئے تھے۔ جمعے کی شب کو ہم اُنکے گھر ڈنر پر مدعو ہیں۔

اہرام گیزہ

۱۴ - **دسمبر**۔ آج کھانے کے بعد بڑے **مینار** (اہرام مصر) پر جانے کا ارادہ ہی۔ کھانا سویرے کھاکر گیارہ بجے کے بعد ہم مولوی صاحب مسٹر بڈن۔ عبدالصمد خاں۔ عبدالمجید خاں اور فتحیاب خاں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ قاہرہ سے تقریباً آٹھ سات میل فاصلے پر ایک چھوٹا اور دو بڑے مینار واقع ہیں۔

گیزہ کے تینوں میناروں میں سب سے بڑا اور پہلا مینار فراعنہ کے چوتھے خاندان کے دوسرے بادشاہ **چوفو** Chupu نے حضرت مسیح علیہ السلام سے تین ہزار سات سو تینتیس ۳۷۳۳ برس پہلے بنایا ہی۔ اِس بادشاہ کا نام خاندان

کا نمبر اور تاریخ سُرخ رنگ سے پتھر پر لکھا ہوا مینار ہی کے اندر پایا گیا ہی۔ یہ مینار چوپہل مثلث نما ہی۔ پہاڑ کے ایک ٹیکرے کو صاف اور ہموار کر کے اُسکے اوپر اسطرح تعمیر کیا گیا ہی کہ پہلے ایک چبوترہ جسکی بلندی ڈیڑھ فیٹ اور ہر ضلع سات سو پچھتر ۷۷۵ فیٹ ہی بنا کر اُسکے اوپر ڈیڑھ فیٹ چھوڑ کر اُسی طرح کا دوسرا اور پھر ڈیڑھ فیٹ چھوڑ کر تیسرا اور چوتھا۔ اسی طرح آخر تک چبوترے بناتے گئے ہیں اور چبوتروں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہر چہار طرف سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں۔

اسوقت جبکہ ہم اِس نامی اور بےنظیر کارنامے کو دیکھ رہے ہیں۔ اِسکی عمر پانچہزار چھ سو چھبیس ۵۶۲۶ برس کی ہی۔ زمانے کے امتداد نے جابجا سے پتھر کی نوکیں اور کنارے بےڈھنگے کر دیئے ہیں۔ خصوصاً سب سے نیچے کے حصے میں چبوترے کے سرکر ٹوٹ جانے کی وجہ سے جو لمبائی سات سو پچھتر ۷۷۵ فیٹ قائم ہوئی تھی وہ اب سات سو پچپن ۷۵۵ فیٹ باقی ہی۔ اصلی کونوں کے نشان بھی اب تک نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اِسکے بانی نے لوہے کے آٹھ ۸ آٹھ ۸ نو ۹ نو ۹ انچھ موٹے ستون ہر کونے پر گاڑ دیئے ہیں جن کا سرا ایک انچھ مٹی ہٹانے سے نظر آ سکتا ہی۔ کل مینار کی بلندی پہلے چار سو اکیاسی ۴۸۱ فیٹ تھی مگر اسوقت زمین بلند ہو جانے کی وجہ سے چار سو اکیاون ۴۵۱ فیٹ ہی۔ طور اور مقاطم کے پہاڑوں سے پتھر لا کر تعمیر کیا گیا ہی اور کل پتھر جو اس مینار میں صرف ہوئے ہیں اگر اُن کی اکہری باڑ لگائی جائے یعنی ایک کے آگے ایک پتھر رکھتے جائیں تو اٹھارہ ہزار ۱۸۰۰۰ میل تک طول ہوگا اور

متعلقہ صفحہ ۲۲۱

بڑے مینار کا اندرونی حصہ نمبر (۱)

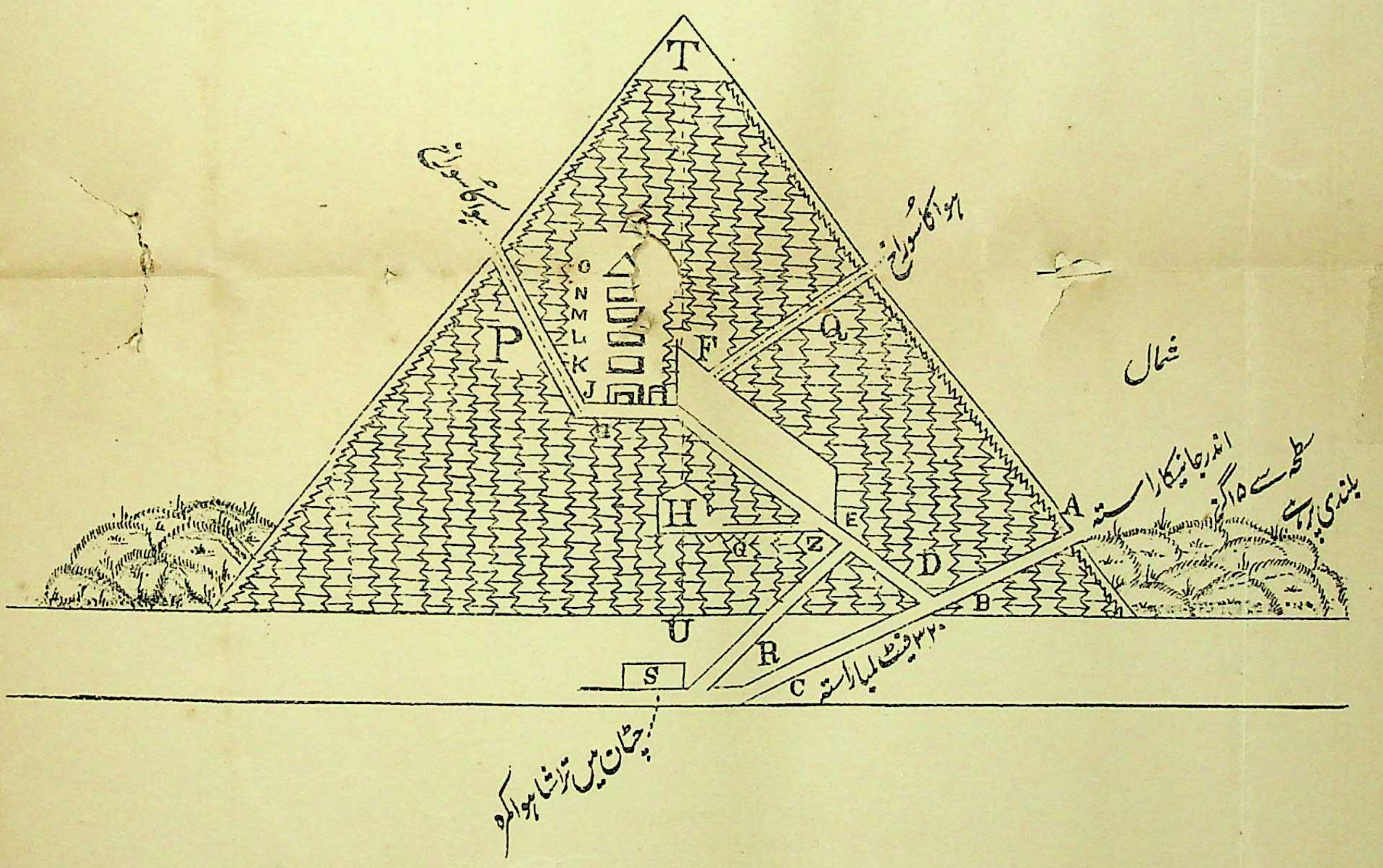
T
ہوا کا سوراخ
ہوا کا سوراخ
O
N
M
L
K
J
P
F
Q
شمال
H
G
Z
E
D
A
اندر جانیکا راستہ
سطح سے ۱۵ گز
بلندی پر ہے
B
U
R
C
S
۳۲۰ فیٹ لمبا راستہ
چٹان میں تراشا ہوا کمرہ

متعلقہ صفحہ ۲۲۱

بڑے مینار کا بیرونی حصّہ نمبر (۲)

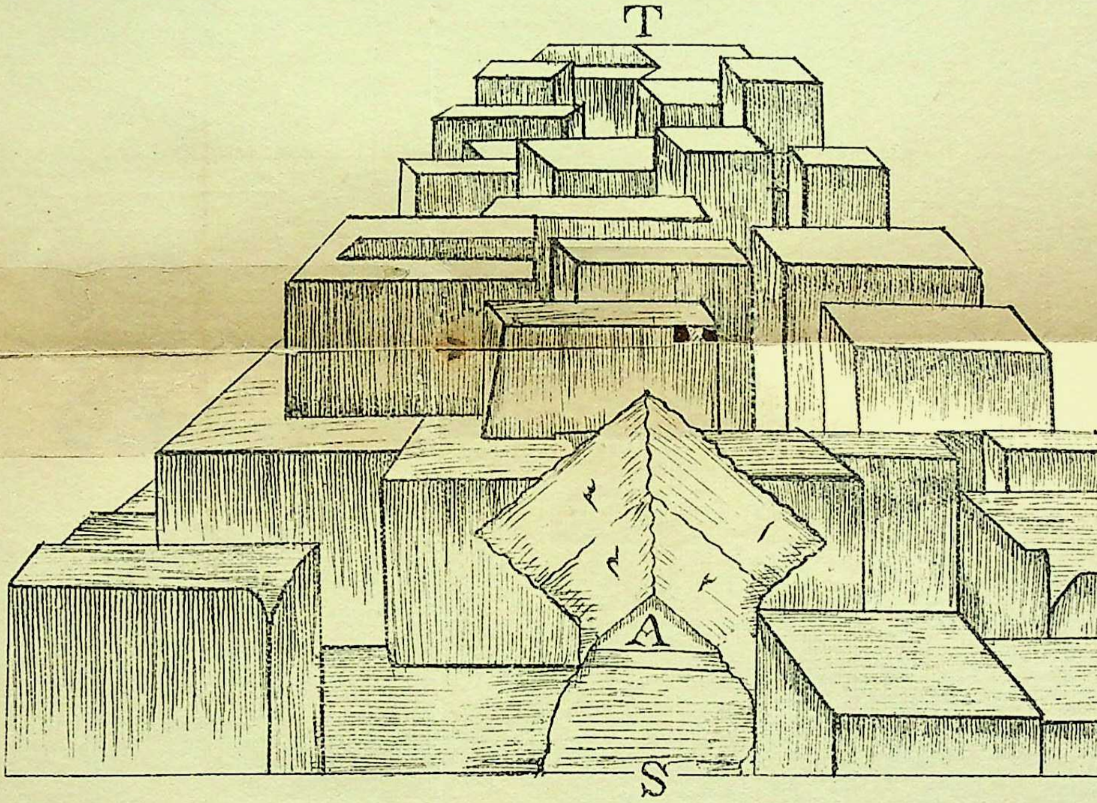

بڑے مینار کی صورت جب سامنے سے دیکھتے ہیں تو نقشۂ ہٰذا کی مثل معلوم ہوتی ہی اسمیں T دس گز مربع چوٹی ہی اور سطح سے پندرہ^{۱۵} گز اوپر جا کر حرف A چار^{۴} فیٹ چوڑا تین فیٹ$^{۳\frac{۳}{۴}}$ نو انچھ بلند اندر جانے کا سلواں راستہ ہی محراب در کے اوپر نمبر (۱-۲-۳-۴) پتھر کی سلیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ دروازہ پہلے سیڑھیوں کے اندر پوشیدہ اور بند تھا یعنی در کے سامنے سلسلے سے ملی ہوئی سیڑھیوں کی چُنائی واقع ہوئی تھی مگر قیاس سے وہاں کے پتھر ہٹا کر دروازہ نکال لیا۔ اسی راہ سے اندر کے تمام کمروں میں جاتے ہیں۔ نقشۂ نمبر (۱) میں اس دروازے کی جگہ A نشان ہی۔

دو ثلث کرۂ زمین احاطے میں آ جائے گا۔ فیٹ کے حساب سے صرف شدہ
پتھروں کی مقدار آٹھ کرور پچاسی ۸۵۰۰۰۰۰۰ لاکھ فیٹ مکعب ہی اور بعض انجنیروں کے حساب سے
آٹھ کرور نوّے ۸۹۰۰۰۰۰۰ لاکھ فیٹ - اگر فی مکعب فٹ پتھر کا وزن ۲ دو من سے کچھ زیادہ مقرر
کیا جائے - اور امتحان سے ثابت بھی یہی ہی کہ ہلکا پتھر بھی فی ایک مکعب فٹ
۲ دو من ہوتا ہی تو کل پتھروں کا وزن اڑسٹھ لاکھ چالیس ۶۸۰۰۰۰۰ ہزار ٹن یا اُنیس کرور پندرہ لاکھ ۱۹۱۵۲۰۰۰۰
بیس ہزار من ہی -

اوپر کی چوٹی کا سطح تیس ۳۰ فیٹ مربع ہی - اگر کوئی چیز نظر کے سامنے حائل نہو تو دور
دور تک نہایت عمدہ منظر نظر آتے ہیں - A

دروازہ جس سے اندر کمروں میں داخل ہوتے ہیں تمام میناروں کے مثل
اِس میں بھی شمال کی طرف اور جڑ سے پینتالیس ۴۵ فیٹ بلندی پر ہی - اور (C-B-A)
راستہ تین سو بیس ۳۲۰ فیٹ لمبا اور پونے چار فیٹ بلند اور چار فیٹ چوڑا سرنگ کے
مثل ہی - B

مقام پر ایک پتھر کا دروازہ ہی جسکے دور میں (D) کو راستہ
بنایا گیا ہی D

سے (H) تک راستہ ایک سو پچیس ۱۲۵ فیٹ لمبا ہی اور F-E بڑا کمرہ ایک سو ۱۵۵
پچپن فیٹ لمبا اور چھت اٹھائیس ۲۸ فیٹ بلند ہی - (G-Z) راستہ (H) نمبر کمرے
کو جاتا ہی جو ملکہ سے نامزد ہی اُسکی چھت نوکدار ہی - اور طول و عرض سترہ ۱۷ - انیس ۱۹ اور

بیس ۲۰ فیٹ ہی۔ اِس کمرے کی چھت نہایت خوبصورت ہی اور معماری کے عمدہ قاعدے سے بنائی گئی ہی اور (F-E) بڑے ہال سے بائیس ۲۲ فیٹ لمبا ایک راستہ درمیانی (کمرے میں ہوکر) J کمرے کو جاتا ہی جو بادشاہ سے متعلق ہی۔ کسی زمانے میں یہ کمرہ پتھر کے چار کِواڑوں سے بند تھا جن کا بقیہ کچھ کچھ اب بھی موجود ہی۔ اِس کمرے میں بہت خوبصورت پتھر کی سنجاف لگی ہوئی ہی اور لمبائی۔ چوڑائی بلندی۔ پینتیس ۳۵۔ سترہ ۱۷۔ اُنیس ۱۹ فیٹ ہی۔ M-L-K-O-N پانچ ۵ خالی چھتے بادشاہ کے کمرے کے اوپر اس لیئے بنائے گئے ہیں کہ اوپر کے بوجھ کا دباؤ ہلکا رہے۔ (O) نشان کمرے میں جو فو Churhu کا نام لکھا ہوا ملا ہی۔ P Q ہوا کے دونوں روشندان اپنے اپنے طور پر ایک دو سو چوبیس ۲۲۴ فیٹ لمبا آٹھ ۸ اور چھ ۶ انچ چوڑا چکلا۔ دوسرا ایک سو چوہتر ۱۷۴ فیٹ لمبا آٹھ ۸ اور چھ ۶ انچ چوڑا چکلا ہی۔ ایک روشن دان E سے R پر ہوکر پہاڑ کی چٹان میں تراشے ہوئے S نشان والے کمرے کو جاتا ہی۔ یہ کمرہ اُس چٹان کے اندر جس پر کل عمارت واقع ہوئی ہی اہرام کی تعمیر سے پہلے تراشا گیا ہی۔ اس کمرے کی لمبائی چوڑائی اور بلندی چھیالیس۔ ستائیس ۲۷ اور ساڑھے دس ۱۰½ فیٹ ہی۔

بادشاہ کے کمرے J کا سطح اہرام کی بنیاد کے سطحے سے ایک سو چالیس ۱۴۰ فیٹ اوپر ہی اور یہ کمرہ اوس خط سے جو T سے U کو کھینچا گیا ہی کسی قدر مشرق و جنوب کی طرف ہی اور اسی J کمرے کے اندر سرخ پتھر سے تراشا ہوا جو فو

نام فرعون کی لاش کا تابوت کھلا ہوا رکھا ہی۔ صندوق کا ڈھکنا اسوقت نہیں ہی کسی نے نکال لیا اور صندوق بھی ٹوٹا ہوا ہی۔ صندوق کا طول وعرض۔ اور بلندی ۷½ × ۳¼ × ۲⅓ فیٹ ہی۔

مینار کے کمروں کو اندر سے دیکھنے والے سیاح اور مورخ بیان کرتے ہیں کہ سب سے نیچے جاکر دوسوسات ۲۰۷ فیٹ گہری ایک باولی ہی۔ جسمیں سرنگ کے راستے سے اندر اندر دریاے نیل کا پانی آتا تھا مگر اب زمانے کے امتداد سے پانی آنے کا وہ راستہ بند ہو گیا ہی۔ ہمنے تاریکی کے سبب سے باولی وغیرہ کی علامتیں نہیں دیکھیں صرف مورخوں کے قول پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ امیر المومنین **مامون الرشید** نے بھی اِسکے اندر کا کل نقشہ دیکھا ہی۔ کیونکہ نامعلوم دروازہ اُنھیں کی اٹکل پر کھولا جانا بیان کیا جاتا ہی۔ مگر یہ راے ٹھیک نہیں معلوم ہوتی بلکہ غالب گمان یہ ہی کہ کیکاؤس یا کیخسرو وغیرہ شاہانِ ایران کے حکم سے دروازہ کھولا گیا ہی۔ یہ ممکن ہی کہ پھر بند کر دیا ہو اور دوبارہ امیر المومنین نے کھلوایا ہو۔

ہیرودوتس مورخ کا بیان ہی کہ **رام سی نی ٹس** Rhampsini-tus فرعون کے زمانے میں اہل مصر کا ستارۂ اقبال اوج پر تھا۔ عدالت کے کانٹے میں بال بھر نشیب و فراز نہ تھا۔ جب اُس بادشاہ کے بعد جوفو حکمراں ہوا تو سلطنت کی کشتی کا سکان ہاتھ میں لیتے ہی ہر قسم کے ظلم اور خباثت میں ڈوب گیا۔ تمام عبادت گاہیں بند کرادیں۔ دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھانے کو منع کر دیا گیا۔

اُسکے بعد تمام مصریوں کو اپنے ذاتی کاموں میں بیگار کا حکم دیا۔ بعض آدمیوں کو عرب کے پہاڑوں کی کانوں سے دریائے نیل تک پتھر لانے پر مامور کیا۔ کچھ آدمی گھاٹ پر اس لئے مقرر کئے گئے کہ کشتیوں میں بار کریں اور نیل کے راستے سے جہانتک مقام تعمیر سے قریب آسکے پتھر لائیں اور وہاں سے لی بیَن Libyan کے پہاڑوں کو لے جائیں۔ اِن کاموں پر ایک لاکھ بیگاری ہر وقت مشقت کرتے تھے۔ ہر گروہ تین ۳ مہینے تک پابند رہتا تھا پھر اُنکی رہائی کے بعد دوسرے ۱۰۰۰۰۰ لاکھ آدمی تین ۳ مہینے کے واسطے حاضر ہو جاتے تھے جس مدت میں اس طرح رعیت کا لہو پانی ایک کیا جاتا تھا اُس میں سے صرف دس برس تو اُس سڑک کے بنانے میں گزر گئے جو پتھر چڑھانے کے واسطے بنائی گئی تھی۔ مورخین کی رائے ہے کہ سڑک کی تعمیر کی دشواری اور محنت اہرام کی تعمیر سے کم نہ تھی۔ اِس سڑک کی لمبائی تین ہزار اکیاون ۳۰۵۱ فیٹ۔ چوڑائی ساٹھ ۶۰ فیٹ اور زیادہ سے زیادہ بلندی اڑتالیس ۴۸ فیٹ تھی۔ تمام سڑک جلا کئے ہوئے چکنے پتھروں سے بنائی گئی تھی اور اُن پر بھی بعض عبارتیں کندہ کی گئی تھیں۔ اِسی عرصے میں پتھر کی اُس چٹان کے اندر جس پر اہرام بنایا گیا ہے نمبر S کمرہ بھی تراشا گیا۔ اسکے بعد اہرام کے بنانے میں پورے بیس ۲۰ برس صرف ہوئے۔ مینار جیسا کہ بیان ہوا چوکور اور ہر ایک رخ آٹھ سو بیس ۸۲۰ فیٹ ہے یعنی جڑ سے نوک تک سلامی کی بلندی اس قدر تصور کرنا چاہئیے عمود کی بلندی چار سو اکیاسی ۴۸۱ فیٹ پر سو ۱۰۰ فیٹ اُس چٹان کی بلندی کو جس پر مینار بنایا ہے

اور بڑھا لو تو ہموار زمین سے پانسو اکیاسی ۵۸۱ فیٹ بلندی واقع ہوتی ہی۔ اہرام ہر طرف سے زینے کے طور پر صاف اور جلا کیئے ہوئے پتھروں سے تعمیر ہوا ہی جو نہایت مضبوطی اور کاریگری سے باہم وصل کیئے گئے ہیں۔ اِن میں کوئی پتھر تیس فیٹ سے کم لمبا نہیں ہی۔ بلندی پر پتھر چڑہانے کے دو طریقے مورخین نے بیان کئے ہیں۔ پہلے یہ امر ظاہر کیا گیا ہی کہ ہر طرف سے سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں۔ ہر سیڑھی پر ایک لکڑی کی بنی ہوئی کل لگی تھی اور ایک کل میں پتھر اُٹھا کر دوسری پر اور دوسری سے تیسری پر پہنچا دیتے تھے۔ اسی طرح آخر تک پتھر اور مصالحہ پہنچایا جاتا تھا۔

دوسری ترکیب یہ بیان کرتے ہیں کہ چھوٹی اور ہلکی ایک کل جس کو اُٹھا کر جابجا لیجا سکتے ہیں ایک سیڑھی پر پتھر رکھ کر دوسرے درجے پر اُٹھائی جاتی تھی پھر وہی کل وہاں سے آگے کو بوجھ پہنچاتی تھی۔ اِس طرح پر پہلے اہرام کے سب سے اوپر کا حصہ تیار کر لیا گیا۔ پھر اُسکے نیچے کی دوسری سیڑھی۔ پھر تیسری۔ سب سے نیچے کی سیڑھی سب کے آخر میں ختم ہوئی۔ (اوّل عمارت پتھروں سے بنائی گئی اُس کے بعد اوپر کے حصے سے شروع کر کے نیچے تک درجہ بدرجہ بڑے بڑے پتھروں سے سیڑھیاں بناتے گئے اور یہ نہایت عجیب بات ہی پتھر اس طرح جوڑے گئے ہیں کہ جب تک نیچے سے اوپر تک سب پتھروں کو جدا نکردیں اوپر کا پتھر الگ نہوگا یعنی سب کے آخر میں اُکھڑ سکے گا)

اہرام کے اوپر مصری خط میں لکھا ہوا ہی۔ **مولی۔ پیاز اور لہسن جو مزدوروں کو چٹنی کے واسطے دیا جاتا تھا ایک ہزار چھ سو ٹیلنٹ**

۳۶۰۰۰۰۰ ۲۲۵۰

(فی ٹیلنٹ دو ہزار دو سو پچاس روپے) (بحساب ہندوستان چھتیس لاکھ) صرف ہوا ہی۔ اسی پر قیاس کر سکتے ہیں کہ لوہے کے اوزار (اُس عرصے میں جو ہمنے پچھلی سطروں میں بیان کیا ہی) اور مزدوروں کی روٹی کپڑے میں کس قدر صرف ہوا ہوگا اُس زمانے کے علاوہ کاں سے پتھروں کا کھودنا۔ تراشنا اور وہاں سے کھینچکر لانا علیحدہ مدت ہی۔

اس اہرام کی تعمیر انسان کے بےمثل اور عجائب کارناموں اور **دنیا کے سات عجائبات** میں سے ہی اِس وقت کی کمزور اور پست ہمت نسلوں کا ظرف ایسے کاموں کا متحمل نہیں ہو سکتا اِن کاموں پر جسقدر غور کیا جاتا ہی اہل مصر کی دانشمندی اور کاردانی کے دفتر کھلتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے علم پر یہ امر بھی دلیل ہی کہ اہرام کے چاروں پہلو مشرق۔ مغرب۔ جنوب اور شمال کی سمت پر بنائی گئی ہیں۔ جس کو دیکھ کر اُس زمانے سے آج تک قطبین کے رخ اور بغیر تغیر زمین کا ایک حالت پر باقی رہنا جانچ سکتے ہیں یعنی اُس زمانے سے آج تک زمین اپنے اُسی محور پر گردش کر رہی ہی۔

مصر کے قدیم مورخ اِن کتبوں میں جو مصری خط میں پتھروں پر کُھدے ہوئے زمین کے اندر سے دبے ہوئے برآمد ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ چوفو کی رسوائی اور روسیاہی یہانتک بڑھگئی تھی کہ جب روپے کی زیادہ ضرورت ہوئی تو اُسنے اپنی سگی بیٹی کو رنڈیوں کیطرح چھنالا کرنے کے لیئے چکلے میں بٹھا دیا اور اُن لوگوں

سے جو اُسکے طلبگار ہوں بجبر روپیہ لے لینے کا حکم دیا۔ اُسکے آشنا یہ نہیں کہتے تھے کہ آپ کے عارضی وصل کا ہدیہ کس قدر ہے - بلکہ وہ خود معین کر کے پہلے سے اُتنا روپیہ مانگ لیتی تھی جتنا اُسکے باپ نے مقرر کر دیا تھا۔ اُسکے ساتھ ہی وہ اپنے واسطے بھی ایک مقبرہ یادگار چھوڑنے کے واسطے تدبیر کرتی تھی اور جو شخص اُسکی خلوت میں آتا تھا اُس سے ایک پتھر بھی مانگتی تھی اور کہہ دیتی تھی کہ اُس نقشے کے پاس رکھ دینا جو میں نے ایک مکان کے واسطے خود تجویز کیا ہے - چنانچہ ان پتھروں سے جو عیار شاہزادی نے ایک ایک کر کے جمع کر لیئے تھے بڑے اہرام کے پاس ایک چھوٹا اہرام بنایا گیا ہے - اِس چھنال ٹیکری کا بھی ہر ایک ضلع ۱۵۲ ۳/۴ فیٹ ہے اور اُسکے برابر دو اہرام اور ہیں - بحالت مجموعی سب ملا کر چار اہرام ایک جگہ ہیں - جوفو کی بیٹی کا مینار اور اُسکی برابر کا ایک چھوٹا مینا مصری عربوں کی اصطلاح میں **فرعونات** کہلاتے ہیں -

گیزہ کا دوسرا مینار

بڑے اہرام کے برابر ملا ہوا ایک دوسرا مینار فرعون **چافرا** (چیفرون - جوفو کا بھائی تھا) Chephren نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار چھ سو چھیاسٹھ ۳۶۶۶ برس قبل بنایا ہے - اسکی ساخت بھی بڑی اہرام کی شکل پر واقع ہوئی ہے - اور دونوں ایک پہاڑ کی چٹان پر برابر ملے ہوئے بنائے گئے ہیں

صرف اِس قدر فرق ہی کہ اُس میں بہت چکنے پتھر لگائے ہیں اور سیڑھیوں کے سلامی اور پھسلواں ہونے کی وجہ سے اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہی۔ اِس میں بھی شمال کی طرف دو دروازے ہیں۔ ایک بینا دسے ملا ہوا اور ایک زمین سے پچاس ۵۰ فیٹ کے قریب اوپر جا کر۔ اوپر کے دروازے سے ایک راستہ جس کا طول ایک سو پانچ ۱۰۵ فیٹ ہی ۲۲ ½ × ۱۶ ⅓ × ۶۴ ½ لمبے چوڑے کمرے میں نیچے کو اُترتا ہی۔ جس میں چیفروں کا تابوت رکھا ہی اور نیچے کے دروازے سے سو ۱۰۰ فیٹ لمبی ایک غلام گردش پہلے اُتار پر پھر چڑھاؤ پر جا کر ایک اور کمرے میں پہنچتی ہی اسی کمرے کو بیل زونی کہتے ہیں یعنی بیلزونی نے تلاش کیا ہی۔ اِس مینار کی بلندی چار سو پچاس ۴۵۰ فیٹ اور ہر ضلع سات سو فیٹ ہی۔ جس چٹان پر مینار تعمیر ہوا ہی اُسکو شمال و مغرب کی طرف سے چھیل کر بنیاد کے واسطے ہموار کر لیا گیا ہی۔ چوفو اور چیفروں دونوں بھائیوں نے پچاس اور چھپن برس ملا کر ۱۰۶ برس سلطنت کی اور مرنے کے بعد اِن میناروں میں دفن ہونے کی غرض سے رعیت کو اس قدر تکلیف دی کہ اہل مصر جب تک اُن کے نام سے واقف رہے بغیر لعنت کے اُن کا نام نہ لیتے تھے۔ چے فرون نے بڑے بھائی کا ادب کیا اور اپنے واسطے بھائی کی نسبت کسی قدر چھوٹا اہرام بنایا۔ اِس میں کمرے بھی کم ہیں اور نیل سے نہر بھی نہیں لائی گئی ہی۔ بعض ایسے لوگ جو اندر کے حالات کو خوب تحقیق کر چکے ہیں بیان کرتے ہیں کہ بڑے اہرام کے جس کمرے میں بادشاہ چوفو

کا تابوت ہی اُسکے دور میں دریائے نیل کا پانی جاری رہنے کے واسطے ایک نالی بنی ہوئی ہی مگر اب پانی نہیں آتا - ہمنے اپنی آنکھ سے نالی بھی نہیں دیکھی اور گھنٹہ ۲ دو گھنٹہ ٹھیر کر ایسی عالیشان عمارت کو جہانتک دیکھنا اور تحقیق حال کرنا ممکن ہی وہ اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا -

تیسرا اہرام

فرعون **مین کورا** Menkaura نے جو چوتھے خاندان کا چوتھا بادشاہ ہی حضرت عیسی علیہ السلام سے تین ہزار چھ سو تینتیس ۳۶۳۳ برس پہلے بنایا ہی - **ہیروڈوٹس** مورخ نے جو حضرت عیسیٰ سے چار سو چوراسی ۴۸۴ برس قبل مصر میں آیا ہی اس مینار میں مدفون بادشاہ کا نام **مصرنیس** Mycerinus لکھا ہی - لیکن **مینی تھو** Manetho کہتا ہی کہ یہ اہرام چھٹے خاندان کی ملکہ - **نیٹوکریس** نام Nitocris نے بنایا ہی - مگر بغیر کسی شک کے اتفاق اسی پر ہی کہ مصرنیس نے بنایا ہی - کیونکہ ایک تابوت جو اسی اہرام کے اندر سے ۱۸۳۷ء میں **ہووارڈ ویس** Howardvyes کو ملا ہی اُس پر مصرنیس کا نام لکھا ہی اس تابوت کا طول وعرض ۸ × ۳ × ۲½ فیٹ تھا انگلستان کو لے جاتے ہوئے جہاز تباہ ہوجانے سے ضایع ہوگیا - مگر بہت قریب زمانہ ہوا کہ سب سے نیچے کے کمرے میں ایک تابوت پر عبارت ذیل لکھی ہوئی ملی ہی

اوّل برکت کیواسطے **اوسیرس** دیوتا کا نام لکھکر - لکھا ہی -
شمال وجنوب کا بادشاہ مین کورا ہمیشہ زندہ رہے - تجھکو خدانے پیدا کیا - تونٹ (آسمان) سے جنا گیا - توسیب (زمین) کا جگر گوشہ تھا - تیری مانٹ نے ایک مقدس بھید کے سروپ میں تیرے اوپر اپنا سایہ کیا ہی اُسنے اپنی رحمت سے تجکو ایک خدا تسلیم کر لیا ہی - تیرے دشمن آگے کو باقی نرہیں - اَے شمال وجنوب کے بادشاہ مینُ کورا تو ہمیشہ کو جیتا رہے"

ہمارے خیال میں مینُ کورا اور مصرینیس دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں - غرضکہ یہ اہرام بھی چوفو کے اہرام کی طرح ایک ڈھلوان چوٹی کی چٹان پر بنایا گیا ہی - سطح کی ناہمواری بڑے بڑے پتھروں کو بنیاد میں بھر دینے سے ہموار کر لی گئی ہی - چنانچہ نیچے کے حصے کے دور میں آڑے پتھر تیس^{۳۰} اور چالیس^{۴۰} فیٹ گہرائی تک نظر آتے ہیں - اگرچہ عمارت بہت زیادہ شکستہ ہی - تاہم دیکھنے والا ساخت کی ترکیب معلوم کر سکتا ہی - ہمارے نزدیک اِسکی اور دوسرے دونوں اہراموں کی ساخت میں سواے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اور کوئی فرق نہیں ہی - بنیاد کی ابتدا پر ہر ایک ضلع تین سو پچاس^{۳۵۰} فیٹ لمبا ہی اور مینار کی بلندی دو سو پندرہ^{۲۱۵} فیٹ ہی - اندر جانے کا راستہ زمین کے سطح سے تیرہ فیٹ بلندی پر ہی اور وہاں سے نیچے کی طرف کو ایک پھسلواں راستہ ایک سو چار^{۱۰۴} فیٹ لمبا ایک کمرے میں سے گزر کر چالیس^{۴۰} فیٹ لمبے ایک کمرے میں جاتا ہی اور اس راستے میں پتھر کے

تین۳ دروازے بسلسلے وار ہیں- ایک اور کمرہ چوالیس۴۴ فیٹ لمبا ہی- اِس آخری کمرے میں سے بھی ایک راستہ ہی جو بیس۲۰ فیٹ نیچے ایک اور کمرے میں جاتا ہی- اِس کمرے میں پتھر کا صندوق اور اُسمیں لکڑی کا تابوت مصر نیس فرعون کا رکھا تھا اور اُسمیں کسی قدر ایک انسان کے جسم کا بقیہ بھی موجود تھا-

یہ بھی قیاس کیا جاتا ہی کہ مصر نیس کی لاش تو اسی میں دفن ہوئی ہی مگر اُسکی موت کے وقت یہ اہرام ناتمام رہ گیا تھا اور اُسکو مصر نیس کے جانشین نے پورا کیا اور ایک کمرہ اپنی لاش کے واسطے بھی بنوا دیا-

ہیرو ڈوٹس مورخ لکھتا ہی کہ چیفرون کے بعد مصر نیس- جو فو کا بیٹا فرعون مصر ہوا- وہ اپنے باپ کے اطوار کو ناپسند کرتا تھا- اُسنے بادشاہ ہوتے ہی اپنے باپ کے بند کئے ہوئے مندر کھلوا دیے- قربانیاں بھی جاری کر دیں کہ لوگ اپنے خداؤں کے آگے چڑھائیں- اہلِ مصر اِس بادشاہ کے بہت ثناخواں ہیں

اسفنکس کا مندر

Sphinx

اِس اہرام سے تھوڑے فاصلے پر ایک مندر کے کھنڈر ہیں- اِس مندر کے بچے بچائے اجزا جو اب تک اپنے قدموں پر کھڑے ہیں اُن میں بہت زیادہ تو گلابی سیاہ خالدار پتھر کے ستوں ہیں- سب ستوں ایک شکل پر ایک ہی

ٹکڑے سے جو پہل تراشے ہوئے ہیں۔ ہر ایک ستون چار گز بلند اور ہر ضلع پونے دو گز کے حساب سے سات گز موٹا ہی۔ عمارت کے وہ حصے بھی جو اسوقت موجود ہیں ایک ہی ایک پتھر سے بنائے گئے ہیں چنانچہ چار ستونوں پر ایک چھت باقی ہی اُس پر بھی چار گز لمبے اور دو گز چوڑے پتھر کی ایک سل رکھی ہوئی ہی۔ ایک دیوار میں تابوت رکھنے کیواسطے طاق تراشا ہی۔ طاق کا طول و عرض دو ٢ دو ٢ گز ہی اور ساڑھے پانچ گز لمبے پتھر کے ایک ٹکڑے میں جو دیوار میں نصب ہی تراشا گیا ہی۔

اہرام اور مندر کے بیچ میں درّے کے طور پر ایک نشیب ہی اُسی میں ایک بلندی کے اوپر اسفنکس کی مورت ہی۔ جسم شیر کا ہی اور چہرہ انسان کا۔ یہ بت اُسی پتھر کی چٹان سے جس پر اب تک قائم ہی تراش کر اُبھار دیا گیا ہی اور جس عضو کے بنانے کو اصلی پتھر کافی نہیں ہوا۔ اُس کو دوسرے ٹکڑوں سے بنا کر وصل کر دیا ہی۔ اسفنکس کا تمام جسم ایک سو پچاس ١٥٠ فیٹ لمبا ہی۔ پانْو کا طول پچاس ٥٠ فیٹ۔ سر تیس ٣٠ فیٹ لمبا اور مُنہ چودہ ١٤ فیٹ چوڑا ہی۔ اور سر کی چوٹی سے مورت کی بنیاد یعنی آخری حصے تک جو زمین سے ملا ہوا ہی۔ ستر ٧٠ فیٹ فاصلہ ہی پہلے تمام جسم پر چونے کا پلاستر اور چہرہ سرخ رنگا ہوا تھا۔ مگر اب اسکی علامتیں بہت کم باقی ہیں۔ اِس بت کی عمر کا ٹھیک پتا نہیں ملتا۔ بعض نوشتوں سے جو اسفنکس کے مندر میں پتھر پر کندہ تھے اِس قدر قیاس ہو سکتا ہی کہ بہت قدیم زمانے کی ساخت ہی۔

چنانچہ ایک عبارت سے واضح ہی **تھوتھمس چہارم** نے اُسکی مرمت کی اور اسفنکس کی دبی ہوئی مورت کو زمین کھود کر نکالا۔ زمین میں دبی ہوئی معلوم ہونے کا یہ سبب لکھا ہی کہ ایک شب کو جب کہ تھوتھمس کھانا کھا کر سو گیا تھا ہرماجس[۹۱] دیوتا نے خواب میں اُس سے کہا کہ اگر تو میری مورت کو مٹی کے اندر سے کھود کر نکالے گا تو میں تجکو مصر کی سلطنت دونگا۔ بشارت کے مضمون پر مطلع ہو کر اُسنے دبی ہوئی مورت کو نکالا اور ضروری مرمت کردی۔ بعض کتبوں میں چوفو اور جیفروں کی بھی مرمت کرنے کا ذکر ہی۔ جس سے قیاس کیا جاتا ہی کہ اُنکے زمانے سے پہلے کی تراشی ہوئی تصویر ہی بہر حال سنہ عیسوی سے تین ہزار سات سو برس پہلے تو چوفو اور جیفروں ہی کا زمانہ ہی ضرور اسفنکس اُس سے پہلے کی یادگار ہی۔

اگرچہ اہرام پر چڑھنا مشکل ہی اور اِس احتیاط کے واسطے کہ مشق کے بغیر گرنے کا اندیشہ ہی ہز ہائینس **عباس پاشا** خدیو مصر کی طرف سے کسی مسافر کو تنہا چڑھنے کی اجازت نہیں ہی۔ دو۲ تین۳ عرب پکڑ کر لے جاتے ہیں اور اُترتے وقت بغلوں میں ہاتھ ڈالکر پیچھے سے دو۲ آدمی پکڑے رہتے ہیں۔ مگر ہم جس طرح ممکن ہوا اوپر تک گئے۔ شام کا وقت اور مطلع صاف تھا۔ دکھن کی طرف دریائے نیل

---

[۹۱] اسفنک۔ ہرماجس دیوتا کا اُتار تصور ہوتا ہی۔ مصری ہرماجس کو آفتاب کا محافظ۔ دن کا مالک اور آفتاب کو رات کی قید سے چھڑا کر لانے والا مانتے ہیں۔ ہرماجس اور را دونوں ایک دیوتا کے نام ہیں۔

بہتا ہے۔ اُتر کی طرف پہاڑوں کا سلسلہ اور ریگستان ہے۔ پچھم رُخ گھنا جنگل ہے درختوں کی سبزی نظر آتی ہے۔ پورب میں قاہرہ کی آبادی اور سلطان صلاح الدین کا قلعہ۔

چونکہ سیڑھیاں بہت اونچی ہیں اور پتھر جابجا ٹوٹے ہوئے ہیں مینار پر چڑھنا تکلیف اور اندیشے سے خالی نہیں۔ بعض آدمی چڑھتے چڑھتے چکرانے اور گرنے لگتے ہیں۔ البتہ عرب لوگ جو بار بار ہر سیاح کے ساتھ اوپر جاتے ہیں مشاق ہیں۔ ہمنے ایک عرب سے پوچھا کہ تم کتنی دیر میں چڑھ کر اُتر سکتے ہو۔ اُسنے کہا کہ اگر مجھے کچھ انعام ملے تو بڑے مینار سے اُتر کر چیفروں والے دوسرے مینار پر جو بہت چکنا اور پھسلواں ہے دس منٹ میں جا سکتا ہوں۔ امتحاناً اُسکو جانے کی اجازت دی گئی اور ہم بڑے اہرام کی چوٹی پر کھڑے رہے۔ دس منٹ کی شرط تھی مگر وہ نو منٹ میں دوسرے مینار کی چوٹی پر ہمارے مقابل آ کھڑا ہوا۔

اکثر عرب اونٹ اور گدھے لیئے کھڑے تھے کہ اگر میناروں کے آس پاس کوئی پھرنا چاہے اور پیادہ چلنے کی قوت نہ ہے تو کرایہ دیکر اُن پر سوار ہوئیے۔ ہمنے بھی دو اونٹ اور چند گدھے کرایہ کیئے۔ اکثر ہمارے ہمراہی سوار ہوئے۔

اہرام کے قریب **مینا ہوس ہوٹل** ہے۔ اُسمیں مسافروں کی راحت کا کل سامان مہیا رہتا ہے۔ بہت عالی شان عمارت ہے۔ ہمنے ہوٹل میں جا کر لنچ کھایا اور کسی قدر آرام کرنے کے بعد شہر کو واپس آئے۔

۱۵- دسمبر- آج جمعے کا روز ہی- صبح سے دوپہر تک کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا- بارہ بجے ایک متبرک مسجد کو جو سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام مبارک سے منسوب ہے نماز پڑھنے گئے- مولوی صاحب- عبدالمجید خاں- عبدالصمد خاں اور فتحیاب خاں ہمارے ساتھ ہیں- وسط بازار سنگ مرمر کے ستونوں پر بہت خوبصورت عمارت ہی- تمام مسجد میں عمدہ قالین کا فرش ہی روشنی کے واسطے گاس کے فانوس اور قندیلیں لگی ہوئی ہیں-

اہلِ مصر روایت کرتے ہیں کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا سرِ مبارک یہاں لاکر دفن کیا گیا ہی-

اِس بنا پر کہ جناب سیدۃ النسا حضرت زینب علیہا السلام کا مزار مقدس بھی اسی جوار میں ہی قیاس ہو سکتا ہی کہ شاید یہ روایت صحیح ہو اور معصومہ ممدوحہ اپنے برادر بزرگ کا سر مبارک یہاں دفن ہونے کی وجہ سے تشریف لائی ہوں-

نماز کے بعد ہم مصری درویشوں کی عبادت اور ذکر کا طریقہ دیکھنے کو ایک خانقاہ میں گئے- چند گلیوں میں سے گزر کر ایک کچے مکان میں پہنچے- باہر کے صحن میں درختوں کا سایہ ہی اور ایک طرف کے گوشے میں گز سوا گز اونچی دیواروں کا احاطہ- اُس پر انگور کی بیل پھیلی ہوئی اُسکے نیچے دیواروں میں بنچیں جڑی ہوئی ہیں

صحن میں بھی کرسیاں بچھی ہیں۔ یوروپین لیڈیاں اور اُنکے مرد کچھ ہمارے ساتھ بیلوں کے سائے میں بنچوں پر بیٹھ گئے کچھ صحن میں جا بیٹھے ایک کمرے میں چند فقیر جو صاحبِ خانقاہ کے مرید ہیں پہلے سے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مہذب و معقول صورت کے قوی ہیکل جوان جنکی عمر چالیس اور پچاس کے بیچ میں ہوگی آئے۔ سب مریدوں نے تعظیم دی اور فوراً قہوہ لایا گیا۔ پیر صاحب نے ہمارے اور سب انگریزوں کے واسطے بھی قہوہ بھیجا اُسکے بعد اپنی جیب سے ڈبیہ نکال کر سگار تقسیم کیے۔ اِس عرصے میں مرید بھی زیادہ جمع ہو گئے ایک عرب ٹھیر ٹھیر کر بانسری بجا رہا ہی اور دوسرا نہایت خوش الحانی سے عربی اشعار گا رہا ہی۔ یہاں سے اُٹھکر ہم ایک اور مکان میں گئے۔ اُس میں ذکر اور عبادت کے واسطے ایک بڑا گنبد ہی۔ نیم دائرے میں بوریے کا فرش اور محراب میں ایک بھیڑ کی کھال پیر کے واسطے بچھی ہوئی ہی۔ دیواروں پر نیزے۔ تبر چھریاں۔ تلواریں۔ گُرز۔ بندوقیں اور طپنچے وغیرہ ہتیار عمدہ اصول سے لگے ہوئے ہیں۔ چند ربانے[لہ] اور طبلے۔ دو ایک جھانجھ اور بانسریاں بھی رکھی ہیں پیر کی نشست کے سامنے مریدوں کے واسطے نیم حلقے کے طور پر برابر برابر بھیڑ کی کھالیں بچھا دی گئیں۔ اُنکے بعد دوسرے نصف دائرے میں ہمارے واسطے کرسیاں۔ سب جلسہ مہیا ہو جانے کے بعد پیر آئے اور محراب میں بیٹھ گئے

[لہ] ربانہ ایسے دف کو کہتے ہیں جسکے حلقے میں پیتل کے جھانجھ بڑے ہوتے ہیں

خلیفہ یا نائب پیر کے مقابل - باقی مرید خلیفہ کے دونوں طرف کھانوں پر بیٹھے اوّل پیر نے فاتحہ کو ہاتھ اُٹھائے - پھر بعض آیات قرآنی اور کلمہ طیبہ جھوم جھوم کر نہایت موثر آواز سے پڑھنا شروع کیا - مریدوں نے بھی ساتھ دیا - اِسکے بعد تھوڑی دیر تک حسبی ربی جل اللہ - پھر بعض اور الفاظ اسی قسم کے ایسی آواز سے جسمیں قلب پر بہت زور پڑتا ہی - پھر محض ھو قلب اور تنفس کے زور سے کہتے رہے اور کھڑے ہو کر مستوں کی طرح جھومنا شروع کیا - پیر اور کئی آدمی دف بجاتے ہیں - ایک کے ہاتھ میں جھانجھ ہی دو خوش آواز عرب عربی اشعار گا رہے ہیں بہت سخت محنت ہی - تماشائی فی کس چار یا پانچ آنے دیگر جانے پاتے ہیں - لوگ اِس جست و خیز کا تماشا دیکھتے ہیں مگر ہمکو شرم آتی ہی - افسوس ہی یہ لوگ مسلمان کہلائیں اور ایسی فضول حرکتیں کریں - اسلام کی سیدھی سادی راہوں میں بجائے عبادت مفروضہ کے ایسے بکھیڑے پھیلانا کیا کسی عقلمند کا کام ہی - خیر وہ جانیں اُن کا کام جانے - ابھی اِس سے اور زیادہ کرشمے ہونیوالے تھے مگر ہم پہلے سے اُٹھکر چلے آئے -

شب کو ہم لارڈ کرومر کے مہمان ہیں - سات بجے سے اُن کے مکان پر گئے کپتان کالوں صاحب بہادر اور مسٹر بڈن ہمارے ساتھ ہیں - اور یورپین افسر بھی مع لیڈیوں کے بلائے گئے ہیں - نہایت احترام اور لطف کے ساتھ دعوت ختم ہوئی - عبدالمجید خاں اور عبدالصمد خاں بھی ہوٹل میں کھانا کھا کر جلسے میں آملے -

صبح کو ممفس وغیرہ دیکھنے کو دریاے نیل کی راہ سے جانا ہی - لارڈ کرومر کے مکان سے آکر ہم نے بلافصل استراحت کی -

۱۶ - دسمبر - صبح کو ضروری اسباب پہلے سے جہاز پر بھیجدیا گیا - مختصر حاضری اور چاء کھاپی کر ساڑھے نو بجے گھاٹ کو روانہ ہوئے - شہر کے بازار اور خدیویہ دفتر سے گزر کر نیل کے کنارے پر پہُنچے - میل بھر سے زیادہ مسافت ہی - نہایت عمدہ اور آراستہ ایک کشتی اسکلے سے ملی ہوئی کھڑی تھی - چند منٹ کے بعد جبکہ سب سیاح اور ہمارے متعلقین سوار ہو لیئے کشتی نے لنگر اُٹھایا اور نیل کے دھار پر روانہ ہوئے - کشتی بہت خوبصورت اور ضروری اسباب سب مہیا ہی - نیچے بڑے جہازوں کے مثل کیبن ہیں - کھانا کھانے کا کمرہ اسموکنگ روم وغیرہ ڈک پر ہیں - کمروں کے آگے بیٹھنے کے لئے کپڑے کا سائبان تنا ہوا ہی - انجن ہوس نیچے کے درجے میں ہی -

---

دریاے نیل میں سیر و سفر کے واسطے طامس کوک کی طرف سے اِسی قسم کے تیرہ جہاز موجود رہتے ہیں - اِس جہاز کا نام بڑے فرعون کے نام پر رمسیس الکبیر ہے - ہمارے سوا مسٹر مارگرج اور اُن کی بی بی بھی اِسی کشتی پر سوار ہیں - کپتان مارگرج ہندوستان کی فوج میں تھے - ایک آدھ دفعہ رام پور بھی گئے ہیں - آجکل اُنکی خدمات مصری گورنمنٹ نے مستعار لے لی ہیں - میاں بی بی دونوں نہایت شریف اور نیک مزاج آدمی ہیں -

ایک گھنٹے کے قریب چل کر شہر **حلوان** پر پہنچے - یہاں ہز ہائنیس خدیو مصر کا عالی شان پیلیس ہی - عفران مآب خدیو توفیق پاشا نے اسی قصر میں سلطنت فانی چھوڑ کر ملک جاودانی کو کوچ کیا ہی -

دریاے نیل

دریائے نیل **وکٹوریہ نان زا** Victoria Nyanza نام کی جھیل سے نکلتا ہی - یہ جھیل حبش کی جنوبی سرحد سے دس۱۰ درجے نیچے اُتر کر شمالی سرا خط استوا کے نیچے اور جنوبی کنارہ تین درجہ عرض جنوبی تک پھیلا ہوا واقع ہی - دریاے نیل کئی شاخیں ہو کر اور بھی ندیوں کو اپنے ساتھ ملاتا ہوا چار ہزار ایک سو میل بہکر **پورٹ سعید** اور **اسکندریہ** کے بیچ میں **بحر روم** سے مل جاتا ہی -

دسمبر کے مہینے میں جبکہ ہم سفر کر رہے ہیں نیل کا عمق بعض جگہ بہت زیادہ ہی - مگر اسٹیمر چلنے کے قابل ہر جگہ ہی - یہ چوڑائی ایک کوس اور کہیں میل بھر ہو گی - ہمارے ملک میں اُسکی مثال گنگا سے ہو سکتی ہی - مصر کے حاصل خیز ہونے کا وسیلہ خداے تعالی نے نیل ہی کو کیا ہی ورنہ وہاں بارش نہیں ہوتی - دریاے نیل کا پانی آخر جون سے ستمبر تک چڑہا رہتا ہی اور اس عرصے میں تمام زمینوں پر پھیل جاتا ہی - پھر آخر ستمبر سے اکتوبر نومبر تک تمام میدانوں سے سمٹ کر اپنے منجھ میں آجاتا ہی

چڑہاؤ کی بلندی غایت آٹھ گز تک ہی یعنی اصلی حالت سے اس قدر پانی اونچا ہو کر تمام ملک میں پھیل پڑتا ہی۔ چھ گز چڑہائی تک تو کسی قدر کھیتوں کی تباہی کا اندیشہ ہی۔ مگر آٹھ گز پانی چڑھ جانے میں ملک کے ڈوبنے اور دہات بہ جانے کا خوف ہی۔ اس تین مہینے کے طوفان میں سال بھر کیواسطے زمینیں سیراب ہو جاتی ہیں۔ ایک قسم کی چکنی مٹی جو چڑھاؤ کے وقت پانی میں بہ کر آتی ہی اور کھیتوں میں چند روز پانی بھرا رہنے سے تہ نشین ہو کر زمین کے رگ و پے میں سما جاتی ہی۔ بہت عمدہ کھاد کا کام دیتی ہی۔ پانی خشک ہونے پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی صرف جوتنا اور بونا باقی رہجاتا ہی۔ آج کل کہ نصف دسمبر ہی دونوں کناروں پر کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ گیہوں اور جو وغیرہ بوئے ہوئے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے مگر نو دس گرہ بڑھ آئے ہیں۔ نہایت عمدہ نرم اور رسدار سیاہ اور سفید گنّے تیار ہیں۔ بازاروں میں ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ہر قسم کی ترکاریوں کی بھی افراط ہی۔

نیل کی طغیانی کا سبب حبش اور نوبیا کی بارشیں ہیں۔ نوبیا میں اپریل سے بارش شروع ہوتی ہی اور حبش میں مئی سے۔ اسی پانی سے نیل چڑھتا ہی اور حبش وغیرہ ملکوں کا خراج یعنی کھیتلی مٹی لا کر مصر کے کھیتوں میں پہنچا دیتا ہی۔

اسوقت ہماری بائیں طرف (جو نیل کا مشرقی کنارہ ہی) دور تک بھورے اور سفید نرم پتھر کی پہاڑیاں ہیں اور داہنی طرف جابجا کھجور کے باغ۔ آج کل

کھجور کا موسم ہی۔ نہایت لطیف اور نازک کھجوریں کھانے پر روز ہوتی ہیں یہاں کی کھجور طول میں گرہ بھر اور بعض اُس سے بھی زیادہ لمبی ہاتھ کے انگوٹھے برابر موٹی ہی ہو بہو جیسے بچّوں کے کھیلنے کی گلّی ہوتی ہی۔ چھلکا بھی باریک۔ اِس قدر پر گٹھلی بہت چھوٹی مگر سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہی کہ پودا لگانے کے پانچ ساڑھے پانچ برس بعد درخت میں پھل آنے لگتا ہی۔

مغربی کنارے پر زیادہ آبادیاں ملتی ہیں۔ گانو کی حالت۔ بسنے کا ڈھنگ مکانوں کی ساخت ہمارے ملک سے ملتی ہی۔ وہی کچّے گھر ہیں۔ وہی اُپلوں اور گوبر کے انبار۔ فرق صرف اِس قدر ہی کہ یہاں چھپر اور کھپریلیں کم ہیں۔ اکثر کڑیاں ڈالکر چھت پاٹ لیتے ہیں۔ دیواروں پر بھی سر سے پانو تک سکھانے کی غرض سے اُپلے لگے ہوئے ہیں۔ چھتوں پر مکئی اور جوار وغیرہ کی کڑبی کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ گائے بھیس بکثرت ہیں۔ شہروں کے آس پاس دہات ہیں مسلمان عرب اور قبطی ملے جُلے آباد ہیں۔ باقی کھُلے میدانوں اور صحرا میں بادیہ نشین عربوں کے قبیلے رہتے ہیں۔ قبطی وہ لوگ ہیں جو فراعنۂ مصر کے زمانے سے نسلاً بعد نسل سلسلہ وار چلے آتے ہیں۔ اِس زمانے میں اِن لوگوں کا مذہب عیسائی ہی۔ اُن کی عورتیں شباہت اور لباس میں ہمارے ملک کی گھوسنوں سے ملتی جلتی ہیں۔ مگر اِن کا نقشہ ذرا سڈول اور چہرے کے رنگ میں کسی قدر ملاحت ہی۔

آج ہم جس وقت سے چلے ہیں برابر تجارتی مال سے لدی ہوئی کشتیاں مل رہی ہیں۔ اکثر کشتیاں پالیں چڑہائے ہوئے دریا کے بہاؤ پر قاہرہ کی طرف جا رہی ہیں بعض بعض چڑھاو پر بھی جاتی ہیں۔ راستہ بہت آباد اور سفر بہت دلچسپ ہی۔

حلوان سے پہلی ایک آبادی کے قریب سنگ مرمر کی صدہا سلیں کشتیوں پر لاد رہے تھے۔ اِس پتھر کی کوئی کان یہاں سے قریب ہوگی۔ قاعدہ ہی کہ شام کو کشتیاں اور جہاز کنارے سے ملا کر لنگر باندھ دیے جاتے ہیں رات کو سفر نہیں کرتے۔ چنانچہ مغرب کے قریب ہمارا جہاز بھی کنارے پر ٹھیرایا گیا اور قریب کے گانو سے دو عرب بندوقیں لیئے ہوئے پہرہ دینے کو آ بیٹھے۔ رات بھر جاگتے رہے صبح نماز کے وقت کپتان کو خیر صلا سُنا کر لمبے ہوئے۔ معلوم ہوتا ہی یہاں کچھ چور چکار کا کھٹکا ہوگا۔ رات نہایت تفریح کے ساتھ کشتی میں بسر ہوئی۔

۱۷۔ دسمبر۔ صبح کو اسٹیمر نے لنگر اُٹھایا اور پھر بہاو کی طرف چلے کُہر بہت غلیظ ہی۔ بیس گز فاصلے کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ اِسلیئے تین میل چل کر ایک گھنٹے کے لیے پھر ٹھیر گئے۔ جب کُہر اچھی طرح کھُل گیا تو اسٹیمر پھر روانہ ہوا کل پانی کے چڑھاو پر بہت آگے بڑھ گئے تھے آج بہاؤ پر واپس آ رہے ہیں ایک تو انجن کی قوت دوسرے پانی کا زور جہاز ہوا کی طرح اُڑا چلا جاتا ہی۔ نیل کے

مغربی کنارے پر۔ بائیں طرف دو۲ اہرام نظر آرہے ہیں بدرشین گانوٗ سے اُترکر اُن کو دیکھنے جائیں گے۔

کسی قدر اور چل کر حلوان سے ذرا اوپر بدرشین کے قریب ہمارے جہاز نے لنگر کیا۔ پندرہ۱۵ بیس۲۰ گدھے کسے کسائے کنارے پر کھڑے تھے اور گدھوں کے سائیس اپنے گدھوں کی خوبیاں کچھ عربی کچھ پھٹی ٹوٹی انگریزی میں بیان کر رہے تھے۔ یہ گدھے ہمارے ملک کے گدھوں سے کچھ زیادہ گدھے نہیں ہیں۔ وہی کمہار دھوبیوں کے گدھوں برابر قد۔ وہی رنگ روپ۔ ہاں ذرا چالاک زیادہ ہیں البتہ اُنکے نام اور القاب گھوڑے اور ہاتھیوں سے بھی زیادہ مشخّص ہیں۔ چنانچہ بزرگانِ یورپ سے جو نامی آدمی یہاں آیا ہی اور ممفس وغیرہ دیکھنے کو ان گدھوں پر سوار ہو گیا ہی (کیونکہ اِنکے سوا۔ ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں اور اونچے نیچے میدانوں میں جانے کو اور کوئی سواری نہیں ملتی) تو غایت سادہ لوحی یا تمسخر و ظرافت یا اپنے گدھے کی خصوصیت اور فخر ظاہر کرنے کے لئے اُس گدھے کو سوار کے نام سے موسوم کر دیا ہی اور یہ رسم یہاں تک عام ہو گئی ہی کہ اب کوئی چڑھا ہو یا نہ چڑھا ہو یوں ہی مشہور آدمیوں کے نام پر نام رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض عرب اپنے گدھے کا کان پکڑ کر اور دور سے دکھا کر انگریزی میں کہتے ہیں۔ ول یو رائیڈ آن دی پرنس آف رشا Will You ride onthe prince of rusia

ول یو رائیڈ آن دی ڈیوک نیکولاس۔

Willyou ride on The princessOF

ول یو رائیڈ ان دی پرنس آف فلاں - (یہ بی گدھیا کا نام ہی) گدھے گدھیوں کو جس قدر مرد یا عورت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہی سب یوروپین نام ہیں کیونکہ مسلمان سیاحوں کے نام تو عربوں کے اپنے نام ہیں اس لیئے اُن سے موسوم نہیں کرتے - رہے ہندو سیاح نہ یہ لوگ وہاں جائیں نہ یوروپین کی نظر میں ان ناموں کے اطلاق سے عرب اپنے گدھوں کو ذلیل کریں -

ہم اور کپتان کالون صاحب پیادہ باقی سب گروہ سوار ہو کر ممفس کو روانہ ہوئے دو ڈھائی میل چل کر بدرشین اور ذرا آگے بڑھ کر مطرحینہ نام گانوں میں پہنچے - ان دونوں گانوں کے اطراف میں دور دور تک ممفس کے کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں دونوں گانو بھی اُنہیں آثاروں پر آباد ہیں -

شہر ممفس جو ہزاروں برس تک فراعنۂ مصر کا دار السلطنۃ رہا ہی حضرت عیسیٰؑ سے چار ہزار چار سو برس پہلے مینس Menes نے جو نسل آدم میں مصر کا سب سے پہلا بادشاہ تھا تعمیر کیا ہی -

اس مقام پر اگر ہم مینس کے آبا و اجداد کا بھی کچھ حال لکھ دیں تو ناظرین کے لیئے دلچسپی کا باعث ہوگا - واضح ہو کہ جب بابل کا برج بنانے کے بعد انسان مختلف زبانیں بولنے لگے اور جتنے آدمی ایک زبان بولتے اور باہم ایک دوسرے کی بولی سمجھتے تھے ایک گروہ ہو کر کسی سمت کو چل دیئے تو حضرت

نوح علیہ السلام کا دوسرا بیٹا حام افریقہ کو چلا گیا۔ اور وہیں بود و باش اختیار کی۔ حام کے چار بیٹے تھے۔ **کَس** ۔ **مِزرِیم** ۔ **کَنعَان** اور **فَت** یہ بھی ایک جگہ نہ سما سکے اور زمین پر متفرق ہو گئے۔ کَس **نُوبِیا** میں۔ مِزرِیم مصر میں۔ فَت۔ مصر کے مغربی ممالک میں اور کنعان **ملک کنعان** میں جا بسے۔

مِزرِیم یا مصرِیم وہی مینس ہی جو مصر کا پہلا بادشاہ تھا۔ اُسی کے نام پر مزریم یا مصر ملک کا نام موسوم ہوتا ہی۔ کتاب مقدس **تورات** میں بھی ملک مصر کو مزریم ہی لکھا ہی۔ اِسی شخص نے مصر میں اول بت پرستی کو رواج دیا۔

اہل عرب ممفس کو مِنف اور قبطی مَمفی اور مَن فی کہتے ہیں۔

مینس یا مزریم (م۔ ز۔ ر۔ ی۔ م) ہی نے **وُلکِن**[۵۱] (وُ۔ ل۔ ک۔ ن) Vulcan دیوتا کا مندر بنایا تھا مگر بعض مورخین کی تحقیق اسکے خلاف بھی ہی۔ اُن کا قول ہی کہ ممفس کا بانی مزریم کے بعد کوئی اور بادشاہ ہی۔ خیر جو کچھ ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ یہ شہر بہت قدیم زمانے کی یادگار تھا۔

اِسکے بعد دوسرے خاندان کے دوسرے بادشاہ **کاکو** نے سنہ عیسوی سے چار ہزار ایک سو برس پہلے **آپِیس** Apis (گائے کا بچھڑا) کو خدا ٹھیرا کر اُسکے واسطے مندر بنایا اور پرستش شروع کی۔ پھر اسی شہر میں **تاہ** ptah

---

[۵۱] وُلکن۔ زہرا کا شوہر اور فلزات کا دیوتا ہی۔

کا مشہور مندر بنایا گیا اور چند بادشاہ سلسلہ وار اُسکی آرائش کرتے رہے پھر رمسیس Rameses دوم نے اِس مندر کے آگے اپنی مورت رکھوائی -

اِسی شہر پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بانسو ستائیس ۵۲۷ برس پہلے کمبیسس (ک-م-ب-ی-س-س) (کیکاؤس بادشاہ ایران) نے قبضہ کیا اور مصریوں کے دیوتا آبیس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا - جسکی حقیقت مختصر طور پر یہ ہی کہ کیکاؤس نے نوبیا اور اوسیس[۱] کی قوموں پر چڑھائی کی - مگر بہت سامان اور اسباب اور فوج کے ہزاروں آدمی ضائع کر کے وہاں سے واپس آیا اور ممفس میں قیام کیا - ایک روز اُسنے شہر میں بڑی دھوم دھام پائی معلوم ہوا کہ مصریوں کے یہاں عید ہی - آپس میں دعوتیں کر رہے ہیں - ہر مجلس میں گانا بجانا ہو رہا ہی رنگ رلیاں منائی جا رہی ہیں - امیر و غریب لباس فاخرہ پہنے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں - کاؤس کو خیال گزرا کہ میرے اول مرتبہ ممفس میں صحیح و سالم آنے کے وقت اِن لوگوں نے خوشی نہیں کی بلکہ اب میں اپنی فوج کٹوا کر ناکام جاتا ہوں تو میرے نقصان پر خوش ہوتے ہیں - اسلیئے اُسنے شہر کے جج مجسٹریٹ وغیرہ حکام کو طلب کر کے اعتراض کیا کہ مصریوں نے ہمارے اوّل مرتبہ ممفس میں آنے کی خوشی کیوں نہیں کی - اب ہمارے نقصان اُٹھا کر جانے کے وقت عید مناتے ہیں غالباً ہمارے نقصان کو اپنے واسطے

---

[۱] افریقہ کے ریگستان میں کہیں کہیں پانی کے چشمے - درخت اور سبزہ زار ہیں - اُنکو اوسیس کہتے ہیں

مبارک سمجھتے ہیں۔

قاضیوں نے عرض کیا کہ حضور یہ بات نہیں ہی بلکہ عرصے سے مصریوں کا **خدا غائب[1] ہوگیا تھا**۔ اور اُس کی عادت ہی کہ تھوڑے عرصے کے بعد ظاہر ہوا کرتا ہی۔ چنانچہ اب پھر وہ ظاہر ہوا ہی اِس لیئے یہ لوگ خوشی منا رہے ہیں۔

کاؤس نے اُن کی بات جھوٹ سمجھی اور چونکہ اُس وقت جھوٹ کی سزا قتل تھی لہذا سب کو قتل کر دیا۔

اسکے بعد اُسنے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کو بلایا اور اُن سے بھی وہی سوال کیا اور ویسا ہی جواب پایا کہ مصریوں کا خدا پیدا ہوکر پھر آیا ہی۔ یہ سنکر کیکاؤس نے بیل کی طلبی کا حکم دیا اور پوجاری لوگ مندر سے آپیس کو کھول لائے۔ کاؤس نے دیکھا کہ وہ صرف سیاہ رنگ کا نادیہ بیل ہی۔ اِسلیئے اُس کا غصہ اور بھی بھڑک اُٹھا اور اپنا خنجر اُٹھاکر مقدس بیل کے پیٹ میں مارا۔ پیٹ تو بچ گیا مگر ران کی جڑ کے قریب کاری زخم آیا۔

کیکاؤس نے ٹھٹھا مار کر پوجاریوں سے کہا کہ تم کاٹ کے اُلوؤں کے ایسے ہی خدا ہیں جیسا یہ گوشت اور خون سے مرکب۔ فولاد کا اثر ماننے والا ہی یقیناً ایسی خدا مصریوں کے قابل ہی۔ امید ہی کہ تم بے ادبی کی سزا سے میرے

---

[1] یعنی آپیس (بیل) مرگیا تھا۔

بچ رہنے پر تعجب اور مضحکہ نکروگے - یہ کہکر پوجاریوں کے کوڑے لگوائے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ جن مصریوں کو خوشی مناتے اور دعوتیں کھاتے دیکھو سب کو قتل کر ڈالو --

آپیس زخم کھا کر مندر میں واپس لایا گیا اور جب روز بروز کمزور ہو کر اُسی صدمے سے مر گیا تو پوجاریوں نے کاؤس سے چھپا کر دفن کر دیا -

دنیا کیسی عبرت کی جگہ ہی - آج اُن عالی شان محلوں کی جگہ جن میں خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون رہتے اور خدا مان کر پوجے جاتے تھے - مٹی کے انبار پڑے ہیں -

شاہانہ عمارتوں کے ریزے از خود فراموش تماشائیوں سے اُنکے بنانے اور رہنے والوں کی نسبت پوچھ رہے ہیں ؎

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی
گئے پیشدادی کدھر اور کیانی
کہاں ہیں وہ گُردانِ زابلستانی
مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی
بتاؤ نشاں کوئی کلدانیوں کا
لگاؤ پتا کوئی ساسانیوں کا

وہی **رمسیس** دوم جو بنی اسرائیل جیسی شریف قوم سے مٹی کھدواتا اینٹیں بنواتا اور کٹھن سی کٹھن مشقتیں کراتا تھا اور اُسکی صورت کا بت تاہ کے مقدس مندر کے دروازے پر مندر میں داخل ہونے سے قبل تعظیم کیا جاتا تھا

آج مطر حینہ اور بدرشین کے راستے میں ایک گڑھے کے کنارے پر پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہی اور ہم اسوقت اُسی مقدس بت کے سرہانے کھڑے ہوئے اُسکے عرض وطول کی پیمائش کرا رہے ہیں۔

یہ بت مضبوط چونے کے پتھر سے تراشا گیا ہی۔ بلندی بیالیس ۴۲ فیٹ ہی۔ اسمیں گردن سے سر تک کچھ اوپر بارہ ۱۲ فیٹ اور موٹائی بھی تخمیناً اٹھارہ فیٹ ہوگی۔ مورت کے پہلو پر اُسی ایک پتھر میں رمسیس کی بیٹی اور ایک بیٹے کی تصویر بنائی ہی۔ بت کمر کی پیٹی پر رمسیس کا یہ **خطاب** لکھا ہی۔

را اُسر مات سی تپ اِن را

Ra usr Mat Setep en Ra

اور دل پر جو بادشاہ کے ہاتھ میں ہی یہ نام کندہ ہی "**امین کا پیارا**[ف] **رمسیس**"

یہ عبارت مصری خط میں تھی۔ ہمنے نہایت مستند کتابوں سے جو حال میں کامل تحقیق کے بعد لکھی گئی ہیں ترجمہ لکھدیا ہی۔ اِسکے علاوہ مصر کے اور جس قدر حالات ہمنے اب تک لکھے ہیں یا آئندہ لکھیں گے اُن میں بھی بغیر تحقیق کامل اور معتبر سند کے ایک حرف مشکوک نہیں ہی کیونکہ ہر چیز کے دیکھنے کے وقت نہایت معتبر اور مصری نوشتوں کے تواتر سے ثابت کی ہوئی چند کتابیں

[ف] آمین اور را مصریوں کے بڑے خدا تصور کیئے جاتے تھے۔

ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ جب ہم کسی چیز کو آنکھ سے دیکھتے ہیں تو کتاب سے بھی اُسے مطابق کر لیتے ہیں اور جو چیز پیمائش کی محتاج ہی اُس کو اپنے سامنے پیمائش کرا لیتے ہیں۔ ہمنے کسی جگہ کوئی چیز دیکھ کر زبانی روایت پر اکتفا نہیں کیا

اس مقام سے بیس ۲۰ پچیس ۲۵ گز فاصلے پر اُسی بادشاہ کی دوسری مورت ہی جسکو بڑے بڑے پتھروں پر لٹا دیا ہی اور آس پاس دیواریں بنا کر ایک دروازہ لگا دیا ہی۔ مورت پر چڑھنے کو زینہ لگا ہی۔ یہ بت پہلے بت سے اگر بڑا نہوگا تو کم بھی نہوگا۔ یہی۔ وہ دونوں بت ہیں جو فرعون رامسیس کے حکم سے تاہ کے مندر کے دروازے پر رکھے گئے تھے۔

آجکل ممفس کے کھنڈر ایک کمپنی کی طرف سے جسکا کام قدیمی عجائبات اور یادگاریں کھود کر نکالنا ہی۔ کھودے جا رہے ہیں۔ گانوں کے قریب کھجوروں کے کئی باغ نئے لگائے گئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے درخت ہیں ابھی پھل نہیں لاتے۔

ممفس کے خرابوں میں پھر پھرا کر ہم سکارا کو گئے۔ وہاں بھی تاریخی یادگاریں بہت ہیں۔ پہلے بیان کیا گیا ہی کہ ہم اور کپتان کالون صاحب پیادہ تھے۔ مولوی صاحب۔ عبدالمجید خاں۔ عبدالصمد خاں۔ فتحیاب خاں۔ مسٹر بڈن اور مسٹر ہوس گدھوں پر سوار ہو کر ہمسے آگے بڑھ گئے کہ سکارا کے قریب جا کر تھوڑی دیر دم لیں۔ مولوی صاحب۔ عبدالمجید خاں۔ فتحیاب خاں اور مسٹر ہوس

ساتھ ساتھ اور مسٹر بڈن وغیرہ کچھ آگے تھے۔ بے خیال مسٹر ہوس نے اپنے گدھے کو ٹٹکارا کہ اگلے گروہ میں جا ملیں۔ باوجود اسکے کہ اور گدھوں کی نسبت ہوس کا گدھا افضل تھا مگر پھر آخر گدھا گدھا ہی چند قدم دوڑ کر چلا تھا کہ ٹھوکر کھائی اور مُنہ کے بل گرا۔ مسٹر ہوس گردن پر سے پھسل کر آگے گرے اور دونوں ہاتھ زور سے زمین پر پڑے۔ بائیں ہاتھ کا انگوٹھا نیچے کے جوڑ پر سے اُکھڑ کر کلائی کی طرف لوٹ گیا اور جوڑ کی ہڈی ھتیلی کی طرف نکل گیٔ۔ اُسی جگہ سے کچھ کھال بھی چھل گیٔ۔ اوّل مولوی صاحب وغیرہ مزاحاً ہنسنے لگے۔ مگر جب مسٹر ہوس کو دیکھا کہ اُنکے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں اور زمین سے ہاتھ پکڑے ہوئے اُٹھے ہیں تو یہ بھی گھبرا ئے۔ ایک نے مسٹر بڈن کو آواز دی۔ مولوی صاحب ہمکو اطلاع کرنے اور کچھ علاج کی تدبیر کرانے کو دوڑتے ہوئے آئے۔ غرضکہ ہم سب جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ مسٹر ہوس کا عجیب حال ہی۔ معلوم ہوتا ہی اُن کے بدن میں خون کا ایک قطرہ نہیں۔ کپتان صاحب نے اوّل اُن کو تھوڑی سی پورٹ وین جو اتفاقاً اُنکے ساتھ تھی پلائی اور دو دفعہ انگوٹھا سیدھا کرنے اور جوڑ بٹھانے کو زور کیا مگر ٹس سے مس نہوا۔ اسمیں مسٹر ہوس کا اور بُرا حال ہوا مگر اللہ ری مضبوطی باوجود اسقدر صدمے کے اُف بھی نہیں کی۔ آخر یہ صلاح ٹھیری کہ اُنکو سکارا تک پُہنچا کر وہاں کے ڈاکٹر سے انگوٹھا درست کرایا جائے اور اگر وہاں کچھ نہو سکے تو وہ قاہرہ کو ریل پر لوٹ جائیں۔

شہنشاہ جرمن کے سفیر اور اُن کا سترہ برس کا لڑکا بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اہلِ جرمن عام طور پر مہذب اور ہمدرد تو ہوتے ہی ہیں مگر سفیر صاحب نہایت صادق۔ منکسر المزاج اور اپنی قوم میں سب پر فائق ہیں۔ سیر تماشا چھوڑ کر باپ بیٹے دونوں مسٹر ہوس کے ساتھ ہو لیئے۔ چند میل پیادہ جانا کیسا دشوار تھا۔ اگرچہ گدھا ہر قسم کی مضرت سے محفوظ تھا مگر ہاتھ بیکار ہو جانے کی وجہ سے مسٹر ہوس سوار نہو سکے اور پیادہ واپس گئے۔ قاہرہ سے نیل کے کناروں کے قریب قریب ریلوے لائن بھی ہی۔ مسٹر ہوس کو اُسوقت تو ریل نہ ملی مگر رات کو آٹھ بجے کے قریب سوار ہو کر قاہرہ کو چلے گئے۔ ہم آگے بڑھے اور ایک شکستہ اہرام سے گزر کر **تھائی** Thi نام ایک مصری افسر کی قبر پر پہنچے۔ یہ قبر ابیس کے قبرستان سے شمال و مشرق میں واقع ہی اور سیدنا عیسی علیہ السلام سے تین ہزار پان سو برس پہلے **فراعنہ مصر** کے پانچویں خاندان کی سلطنت کے زمانے میں بنائی گئی ہی۔ تھائی Thi بادشاہ کا رازدار۔ مشیر اور دربار شاہی کا کاتب تھا مذہبی پیشوائی کے مرتبے میں بھی پیغمبر کے مثل مانا جاتا تھا اور **ابوسیر** Abusir کے اہرام کی تعمیر بھی اُسی سے متعلق تھی۔ گو وہ ایک چھوٹے گھرانے میں پیدا ہوا تھا مگر اُسکی قابلیت نے بادشاہ پر اسقدر اثر کیا کہ **نیفر ہی تپ** Neferhetep نام ایک شاہزادی سے اُسکا نکاح کر دیا گیا اور **تھائی** Thi اور **تاموت** Tamut

اُسکے بیٹوں کو شاہزادوں کے مثل درجے دیئے گئے **کاکا** Kakaa اور یہ **لوسرانِ را** UserenRa بادشاہوں کے زمانے میں تھائی چند بڑے بڑے محکموں کا افسر تھا۔ پہلے زمانے میں قبر اور اُسکے متعلق تمام عمارات ہموار زمین پر تھیں۔ مگر زمانے کے استداد نے اس عمارت کو تقریباً چھ سات گز زمین کے اندر دبا دیا اب **مسیو مریتی** کی کوشش سے اور یادگاروں کے مثل یہ عمارت بھی تلاش کی گئی ہی۔ زمین میں دبے ہوئے کمرے جن میں تھائی کی قبر ہی بہت احتیاط سے صاف کئے گئے۔ اور اب اُنکے اندر جاکر ہر ایک مورت اور دیواروں پر نقش و نگار اور عبارت کو دیکھکر مصری خط کے پڑھنے والے اچھی طرح پڑہ سکتے ہیں۔ دیواروں پر عورت۔ مرد۔ چرند۔ پرند۔ بری اور بحری جانوروں کی صورتیں اُبھرواں نقش میں کندہ ہیں۔

علم زراعت کے متعلق باغ اور زراعت کی حالت (فارم یارڈ) مچھلیوں کا شکار وغیرہ اور جو جو کام تھائی سے متعلق تھے دیواروں پر اُنکے نمونے بنا دیئے ہیں۔ چار چار گز دور کے بارہ ۱۲ چوپہل ستونوں پر ایک چھت ہی۔ اُسکے نیچے جاکر پھر ایک چھتہ سا ہی جسکے اوپر پتھر کی سلیں پاٹی گئی ہیں اُسی کے اندر ایک سرنگ کے راستے سے قبر پر جاتے ہیں۔

وہاں سے ہم آبیس کے مقبرے میں گئے۔ بہت قریب ہی۔

سراپیم Serapeum یا ابیس کا مقبرہ Apis

قبل اس سے کہ ہم کہ آبیس (مقدس بیلوں) کے مقبرے کا حال بیان کریں مصریوں کے خدا آبیس کی حقیقت اور ماہیت سے آپ کو آگاہ کردیں۔

آبیس کو اُس زمانے کے یونانی لوگ اپی فس کہتے تھے اور وہ ایک عجیب وغریب نادیہ بچھڑا ہوتا تھا اور اُس میں بچّہ جنّے یا جنانے کی قابلیت نہیں ہوتی تھی اور اُسکی خاص نشانیاں یہ ہوتی تھیں۔ رنگ سر سے پانو تک سیاہ۔ پیشانی پر ایک چوکور سفید داغ اور پشت پر عقاب کی تصویر۔ دُم میں دوہرے بال یعنی ہر بال دو شاخہ اور زبان پر بھونری کا نشان۔

ایسے بچھڑے کبھی کبھی مصر میں پیدا ہوتے تھے جو بڑی سعی و تلاش اور قدر و منزلت سے ایک خاص مندر میں لاکر رکھے جاتے تھے اور جب مرجاتے تھے تو مصری اُن کو نہایت احترام سے پتھر کے تابوت میں رکھ کر اُس قبرستان میں جو آبیس کے واسطے مخصوص تھا رکھدیتے تھے اور اُسی روز سے دوسرے کی جستجو شروع ہوتی تھی۔

کیکاؤس کو جو جواب دیا گیا کہ مصریوں کا خدا اُن پر ظاہر ہوا ہی اُسکا یہی مدعا ہی کہ پہلا بیل مر کر چند روز کے بعد پھر دوسرا میسر ہوا تھا۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ایک گاے پر آسمان سے نور اُترتا ہی اور نادیہ بچھڑا اُسی نور کا جلال رکھتا ہی۔

اِس قسم کے بیلوں کی قبریں زمین میں دبی ہوئی تھیں۔ بہت کوشش اور محنت سے

جس میں زمین کے اندر کی عمارتیں اور اشیا پر قیاس کرنے کا تجربہ اور علم بھی شامل تھا سنہ ۱۸۵۰ء میں مسیو مرتی نے منجملہ چونسٹھ ۶۴ تابوتوں کے چوبیس ۲۴ تلاش کیے ہیں۔

اسوقت آپیس کے مندر اور تابوتوں کی یہ حالت ہی کہ ایک سرنگ کی طرح کھودے ہوئے راستے سے بڑے دالان کے اندر جو تقریباً ڈیڑھ سو گز لمبا ہوگا پہنچتے ہیں۔ دالان ریلوے ٹنل کے مثل پتھر میں تراشا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ دالان کے دونوں طرف بھی مختصر کمرے اُسی طرح جسطرح پر دالان بنایا گیا ہی۔ بنے ہوئے ہیں۔ مگر اُنکے فرش کو بھی دالان کے سطح سے ڈھائی تین گز نیچے تک گہرا کھودا ہی۔ ایسے چوبیس ۲۴ کمرے ہیں اور ہر ایک کمرے میں ایک ڈھال سیاہ ابری پتھر کا ایک ایک صندوق رکھا ہی۔ سب صندوق ایک قسم کے پتھر اور ایک شکل پر بنے ہوئے ہیں ہر ایک کا طول تیرہ ۱۲ فیٹ۔ عرض آٹھ ۸ فیٹ اور بلندی گیارہ ۱۱ فیٹ ہی اور گز بھر کے قریب موٹا ایک ہی ٹکڑے کا ڈھکنا بھی ہر ایک صندوق پر رکھا ہوا ہی۔ ڈھکنے کی ساخت بیچ میں سے اُبھرواں اور کناروں پر سے ڈھلواں یعنی تابوتی ہی۔ بیلوں کے جسقدر تابوت ملے ہیں اُن میں سب سے زیادہ پُرانا حضرت عیسیٰ سے پندرہ ۱۵۰۰ سو برس پہلے تیسرے امینوفس Amenophis کی سلطنت کے زمانے کا ہی۔ بعض پر اماسیس اوّل اور کیکاؤس کے نام بھی کندہ ہیں۔ دیواروں پر اُن بادشاہوں

کے نام جنکے زمانے میں مقدس بیل دفن کیا گیا اور بیل کے پیدا ہونے اور مرنے کی تاریخ اور دن لکھدیئے ہیں - پہلے زمانے میں شائد کسی نے اِن صندوقوں کو کھولا اور جو اُسکے اندر تھا نکال لیا ہی - اسلئے مسیو مریتی کو صرف دو تابوتوں میں بیلوں کی نعش کا کچھ بقیہ ملا تھا -

اِس ثبوت پر کہ مصر میں پانچہزار نو سو ترانوے برس پہلے یعنی کا کو فرعون کے زمانے سے بچھڑے کی پرستش ہوتی تھی ہندوستان کی نسبت قیاس اور بحث کرنے کی راہ نکلتی ہی - گؤ پوجا یا اس جانور کو متبرک ماننے کا عقیدہ عجب نہیں مصر سے یہاں آیا ہو - ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہی کہ مصر سے بنی اسرائیل کی رہائی اور دوسرے سیتی منیپ تا Setimenerpta فرعون مصر کے جبکہ وہ بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کر رہا تھا مع فوج بحر احمر میں ڈوب جانے کے بعد سیسا سٹرس Sesastarus اُسکا جانشین اپنی فتوحات کے دائرے کو بڑھاتا ہوا - بعض مورخین کی تحقیق کے موافق ہندوستان میں دریائے گنگا تک آیا اور ممالک مقبوضہ میں اپنی یادگاریں چھوڑتا ہوا مصر کو واپس چلا گیا - ممکن ہی کہ اُسی بادشاہ کی فتوحات کے ساتھ مصریوں کے عقیدے اور گؤ پوجا وغیرہ رسمیں ہندوستان میں آئی ہوں - گو ہمنے کسی تاریخ میں تو یہ روایت نہیں دیکھی کہ مصر لوگ جو پنڈت یا برہمن خطاب سے مخاطب کیئے جاتے ہیں مصری

سے آکر ہندوؤں کی دینی پیشوائی اور علمی رہنمائی پر قابض ہوئے ہیں - صرف بعض لوگوں کے بیان سے یہ خیال ہمارے کان تک پہنچا ہی - مگر ممکن ہی کہ اِس روایت کی کچھ اصل ہو - اِس امر کا موازنہ کرنے سے کہ مصری بادشاہوں کے لقب کو ہندوستانی دیوتاؤں کے نام اور عقائد مذہبی سے کچھ مشارکت ہی - شائقانِ تاریخ کے قیاس کو تحقیق مدعا کی طرف زیادہ رہنمائی ہوگی - اِس لیے ہم اشارتاً چند نام لکھتے ہیں -

مصری زبان میں آفتاب کو را کہتے ہیں - سنسکرت میں ربی - اور فارسی میں ریو[1] اور راب - اِن چاروں لفظوں کا ماخذ ایک ہی معلوم ہوتا ہی -

اہلِ تاریخ پر یہ امر بھی آفتاب کی طرح روشن ہی کہ مصریوں کے عقیدے میں سب سے بڑا خدا را (آفتاب) ہی اور اکثر فراعنۂ مصر باوجود اِسکے کہ خود بھی بتوں کو پوجتے تھے مگر عام رعایا کی طرف سے خدا کا ظہور اور اوتار قرار دیے جاتے تھے اور اسوجہ سے کہ اُن کا تعلق خدا کا اوتار ہونے میں آفتاب نصف النہار کیطرح روشن رہے اپنے ناموں کے ساتھ ولدیت کی جگہ آفتاب ہی کا نام لواتے تھے - مثلاً **یُوسر کارا** یعنی یُوسر ابن آفتاب اِس ترکیب سے سوا لفظ را کے آخر میں بھی ایک آدھ حرف اضافت یا صفت کے طور پر لگا کر نام رکھتے تھے - جیسے رامسیس - رآمیرانِ حسی اور رآزرپت - غرضکہ اوّل یا آخر میں را ضرور

---

[1] لیو اور لاب مستعمل ہی کیونکہ را اور لام آپس میں بدل سکتے ہیں -

ہوتا ہی۔

اگر قیاس کیا جائے کہ مہاراجہ **رامچندر** اور مہاراجہ **حبس راتھ** وغیرہ شاہان ہندوستان بھی اپنے کو **سورج بنسی** (نسل آفتاب) قرار دیتے تھے اور عام رعایا کے عقیدے میں اوتار مانے جاتے تھے۔ اِسلئے شاہانِ مصر کے عقائد کو کسی طرح کا اُن سے تعلق ہوسکتا ہی تو گنجائش ہی۔ اور یہ خیال بھی کہ ہندوستان میں علم کی بنا قائم ہونے سے پہلے مصر میں بلکہ تمام دنیا سے پہلے مصر میں علم تھا۔ اِس طرف توجہ دلاتا ہی کہ مصر سے علم کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد بھی یہاں آئے ہونگے۔ چونکہ ہماری کتاب تاریخ نہیں ہی لہذا ہم اس بحث کو طول نہیں دیتے۔ اور مولوی فرخی صاحب نے مصریوں کے مذہب اور علوم وغیرہ کی نسبت ایک مفصل کتاب لکھی ہی اہل تاریخ کے شوق کو اُس پر حوالہ کرتے ہیں۔

سراپیم یا آبیس کے مقبرے سے ہم **اُونوس** بادشاہ کی قبر پر گئے۔ اسکا راستہ بھی ایک سُرنگ کی طرح زمین میں کھود کر بنایا ہی۔ اندر دالان ہی جسکی دیواروں پر مصری خط میں بعض عبارتیں کندہ ہیں۔ قبر کا صندوق بغیر سرپوش کھُلا ہوا پڑا ہی۔ سرپوش علیحدہ رکھا ہی۔ اِسی جوار میں **اُنُوسْ** نام کا اہرام ہی۔ پہلے بند تھا سنہ ۱۸۸۱ء میں مسٹر طامس کوک کے مصارف سے کھولا اور صاف کیا گیا ہی۔ اِس مینار کی بلندی پہلے باسٹھ فیٹ اور ہر ضلع دوسوبیس ۲۲۰ فیٹ تھا۔ لیکن ہر طرف سے پتھر ٹوٹ کر اطراف میں مٹی چڑھ جانے سے اب صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا زمانہ سابق

میں اِسکے اندر جانے اور دروازہ کھولنے کی بہت کوشش ہوتی رہی کسی کو دروازہ نہیں ملا۔ مگر ایک عرب جسکا نام احمد نجار تھا سنہ ۸۲۰ء میں کامیاب ہوا۔ کیونکہ اہرام کے اندر سرخ رنگ سے اُسکا نام لکھا ہوا ہی۔ غالباً یہ وہی عرب ہی جس نے امیر المومنین **مامون** کے حضور میں گیزہ کے بڑے اہرام کا دروازہ کھولا تھا۔

سنہ ۱۸۸۱ء میں جبکہ اُنُوس کا تابوت کھولا گیا تو ایک ہاتھ ایک پنڈلی کی ہڈی چند پسلیاں اور کھوپری کے ٹکڑے نکلے۔ انوس کی ممی سے صرف اسی قدر باقی تھا۔ سنہ مسیحی سے تین ہزار تین سو تینتیس ۳۳۳۳ برس قبل یہ بادشاہ مصر پر حکومت کرتا تھا۔ مسیو مریتی نے مذکورہ بالا قبر کو انوس کی قبر تصور کیا تھا مگر بعض کا خیال ہی کہ **دہشور** کے اہراموں میں سے **ٹھونس اہرام** میں اسکی قبر ہی۔

اِسی جوار میں **میرا** کا مندر ہی۔ راستہ اسمیں بھی زمین کے اندر سرنگ کھود کر نکالا ہی۔

کسی زمانے میں یہ مندر زمین کے سطح پر تھا مگر اب پوری عمارت زمین کے اندر یعنی مٹی میں دبی ہوئی ہی۔ اکثر عرب مومی بتیاں لیئے ہوئے مسافروں کے ساتھ اندر جاتے ہیں۔ کوئی دیوار مورتوں سے خالی نہیں ہی۔ اندر پہنچکر آخر میں پتھر کے چھ ۶ ستونوں پر دالان ہی۔ اُسمیں **میرا** کا بت رکھا ہی ایک عورت کی تصویر ہی

تمام جسم گیروا رنگ سے رنگا ہوا ہی اور اُسکے پوجاری کی تصویر اسطرح بنائی ہی کہ ایک آدمی پنجوں اور دُم سمیت شیر کی کھال اوڑھے ہوئے ہی۔ دُم پوجاری کے پیچھے دونوں پاؤں کے بیچ میں لٹکتی معلوم ہوتی ہی اور دونوں پنجے شانوں پر۔

عورتوں کی تصویروں میں جسکا ہاتھ سینے پر رکھا ہی وہ بی بی کی علامت ہی اور گلدستہ سونگھنے والی کو بیٹی تصور کرنا چاہیے۔ دیواروں پر جسقدر تصویریں ہیں سب گھٹنوں تک دھوتی باندھے ہوئے ہیں۔ ایک سرا تہ کیا ہوا آگے لٹکتا ہی ہو بہو ہندوں کے مثل لباس ہی۔ بغیر لیس و پیش کے کہہ سکتے ہیں کہ اس لباس کو پنڈت اور برہمنوں کی دھوتی سے ضرور رشتۂ قرابت ہی۔

میرا کے مندر میں عجیب امر واقع ہوا۔ ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ سرنگ کی طرح کھود کر اُسکا راستہ نکالا گیا ہی۔ جہاں سے زمین کے اندر دبی ہوئی عمارت میں داخل ہوتے ہیں وہاں لوہے کا چھوٹا سا دروازہ لگا دیا ہی جو ہمیشہ مقفل رہتا ہی۔ جب سیّاح آتے ہیں تو بدرشین کے عرب مومی بتیاں لیکر ساتھ ہو لیتے ہیں اور قفل کھول کر مکان دکھانے کے بعد دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ ہمارے اور سب ہمراہیوں کے پاس سگرٹ سلگانے کو مومی دیا سلائیاں رہتی ہیں۔ اگربتی ہو تو منٹ دو منٹ اُن سے کام نکال سکتے ہیں۔ اتفاق سے آج مولوی صاحب کے پاس دیا سلائی کی ڈبیا نہ تھی اور سب تو اندر سے دیکھ بھال کر چلے آئے۔

مولوی صاحب مورتوں اور خطوط وغیرہ کو اپنی عادت کے موافق تحقیق اور غور کی

نظر سے دیکھتے رہے - جہاں میرا کا بت رکھا ہی - اُس کمرے کی چھت کو تو روشندان کے طور پر کھود کر شیشے لگا دیئے ہیں کہ خاص کمرے میں روشنی رہے روشنی والے سب ہمارے ساتھ باہر چلے آئے اور مولوی صاحب کو معلوم ہوا جب اچھی طرح نوٹ کر لیئے تو وہاں سے دوسرے اور تیسرے درجے میں آکر بالکل اندھیرا گھپ ملا - دیا سلائی پاس نہیں - ادھر اُدھر اندھیرے میں پھر کر مولوی صاحب نے خیال کر لیا کہ اب ہم جب ہی نکل سکتے ہیں جب کوئی تلاش کرنے کو آئے گا اور یہ بھی سمجھ لے گا کہ میں کہاں سے بچھڑا ہوں - ورنہ کسی سیاح کی رونق افروزی باعثِ نجات ہوگی - نواب صاحب اوّل یہ تصور کریں گے کہ انہیں اہراموں میں سے جو سامنے نظر آتے ہیں کسی کی ناپ تول کرنے گئے ہونگے - پھر جہاز پر پہنچکر عرب لوگ انعام کے وعدے پر جستجو کی غرض سے دوڑائے جائیں گے غرضکہ اسی دواو دوش میں ہیں کہ دروازہ قفل لگنے سے پہلے مل جائے تو سب کے ساتھ نکل چلوں ایک طرف روشنی معلوم ہوئی - اُسطرف جا کر دیکھا تو عبدالمجید خاں بھی دروازے کی تلاش میں تگ و دو کر رہے ہیں مگر ایک عرب بتی لئے ہوئے اُنکے ساتھ ہی - خیر جسطرح ممکن ہوا اندھیرے چھتوں اور سرنگوں میں سے پھر پھرا کر دروازے پر آگئے - چونکہ دروازہ چھوٹا تھا ہم لوگ بتدریج نکل رہے تھے وہ بھی ہمارے ساتھ آملے ہمارے چلے آنے کے بعد بند رہ جانے کی حالت کا خیال کر کے بہت ہنستے تھے - اگر وہ بند بھی رہجاتے اور ہمکو کتنی ہی دیر میں بتا

ملتا تاہم مولوی صاحب نہ وہاں گھبرانے کی آسامی نہ بند پڑے رہنے کی ۔ ہزار تدبیروں سے چھت کے شیشے توڑ کر یا جسطرح ممکن ہوتا اپنے نکلنے کی سبیل نکال لیتے ۔

غرضکہ میرا کے مندر سے نکل کر جہاز پر آنے کو لوٹے ۔ دھشور کے چھ۶ اہرام جنمیں چار تھر کے اور دو اینٹ کے ہیں اور **ابوروش** ۔ میدیم ۔ **پی پی اسٹیپ پارامیڈ** اور **یوناس** وغیرہ کے یہ سب اہرام سکارا کی زمین پر جو ساڑھے چار میل لمبا اور ایک میل چوڑا میدان ہے ۔ واقع ہیں ۔ اور ہمارے سامنے بہت قریب نظر آتے ہیں ۔ انمیں ایک اہرام جسکو اسٹیپ پارامیڈ (درجہ درجہ) کہتے ہیں البتہ اور میناروں سے مختلف شکل کا ہے ۔ باقی بہ اختلاف قد و جسامت سب ایک ہی طرز پر تعمیر ہوئے ہیں ۔ ہم صرف اسٹیپ کا حال لکھے دیتے ہیں ۔ باقی اور اسقدر ہیں کہ اُنکو پیمائش کرنے اور مختصر تحقیق میں بھی بہت دیر لگے گی ۔

یہ اہرام پہلے خاندان کے چوتھے بادشاہ **یونی فس** کا بنایا ہوا ہے اور گیزہ کے بڑے اہرام کی نسبت پُرانا ہے ۔ دروازے پر جس سے اہرام کے اندر جاتے ہیں **رانب** Ranub بادشاہ کا نام لکھا ہے ۔ اِس اہرام میں چھ۶ درجے اوپر نیچے ہیں ۔ پہلا درجہ اٹھتیس۳۸ فیٹ ۔ دوسرا چھتیس۳۶ فیٹ ۔ تیسرا ساڑھے چونتیس۳۴½ فیٹ ۔ چوتھا بتیس۳۲ فیٹ ۔ پانچواں اکتیس۳۱ فیٹ اور چھٹا ساڑھے انتیس۲۹½ فیٹ بلند ہے اور ہر ایک درجے کی چوڑائی چھ۶ اور سات فیٹ ہے ۔ چاروں طرف نیچے کے

درجے کی لمبائی جنوب اور شمال میں تین سو باون ۳۵۲ فیٹ اور مشرق اور مغرب میں تین سو چھیانوے ۳۹۶ فیٹ ہی۔ سب درجوں کی بلندی ملا کر ایک سو ستانوے ۱۹۷ فیٹ اونچائی ہی۔ اندر کے کمرے اور بھی زیادہ عجیب ہیں۔ شام قریب ہونے کو تھی اسلیئے جہاز پر واپس آکر رات اُسی میں بسر کی۔

۱۸- نومبر۔ صبح کو کسی قدر چڑھاؤ پر جا کر دوپہر کے قریب قاہرہ کی طرف لوٹے اور تین ۳ بجے کے قریب قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں مسٹر ہوس کو ڈاکٹر نے بیہوشی سنگھا کر اُن کا انگوٹھا درست کر دیا تھا۔ خدا کا شکر ہی اُنکا ہاتھ بچ گیا۔ صبح کو ہز ہائینس عباس پاشا خدیو مصر سے ملاقات مقرر ہی۔

۱۹- نومبر۔ صبح کو نو ۹ بجے حسب قرارداد ہم ہز ہائینس عباس پاشا خدیو مصر سے ملنے کو گئے۔ زینے پر گاڑی سے اُترے ہز ہائینس نے زینے تک ہمارا استقبال کیا اور نہایت محبت سے جو اخوت اسلامی کا مقتضا ہی ایک بڑے کمرے میں لے گئے۔ ترکی اسلیئے بولتے ہیں کہ اُنکی زبان ہی۔ عربی اس وجہ سے جانتے ہیں کہ مصر میں عام طور پر زبان عربی بولی جاتی ہی اور وہ اس ملک کے بادشاہ ہیں۔ فرنچ اور جرمن اس وجہ سے خوب بولتے ہیں کہ اُنہوں نے آسٹریا میں جہاں جرمن زبان بولی جاتی ہی تعلیم پائی ہی۔ فرنچ بھی ترکوں میں عام رواج کے موافق اچھی جانتے ہیں۔ انگریزی سمجھتے ہیں مگر بولتے بہت کم ہیں ہز ہائینس ہمارے ہم عمر اور نہایت وجیہہ۔ باحیا۔ متین اور قوی الجسم آدمی ہیں۔

رسم تعارف کے بعد سگار اور قہوہ آیا - نہایت عمدہ اور لطیف قہوہ تھا - یہاں قہوہ گلاب کی روح میں حل کیا ہوا عنبر ملا کر پیتے ہیں جس سے فائدہ اور لطافت بڑھ جاتی ہی - اس ملاقات سے ہمکو نہایت مسرت ہوئی - ہز ہائینس بھی بہت خوش تھے مگر افسوس ہی نہ ہم اُن کی زبان جانتے ہیں نہ وہ ہماری - تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت ہوئے - ہوٹل میں ہمارے پہنچنے سے پانچ چھ منٹ بعد ہز ہائینس عباس پاشا ہمارے مکان پر تشریف لائے - ادھر سے بھی دوستانہ رسمیں ادا کی گئیں -

ہز ہائینس خدیو نے اسکندریہ کے قریب ایک مکان بنایا ہی - برقی روشنی وغیرہ آرائش کا سامان اور بعض تعمیرات کا ذکر کرتے تھے - اکثر عربوں سے ہمنے خدیو کی تعریف سنی ہی - اُنکی رعایا جب اُن کا نام لیتی ہی تو آفندینا (یعنی ہمارا آقا) کہہ کر خطاب کرتی ہی اور ذکر کی حالت میں ایک قسم کا جوش محبت و عقیدت ظاہر ہوتا ہی -

اُنکے تشریف لے جانے کے بعد سوغات کے طور پر ہمنے بعض مصری کپڑے اور ترکی ٹوپیاں وغیرہ خریدیں -

مصر کی قدیم مساجد

قبل اس سے کہ ہم قاہرہ سے رخصت ہوں شہر کی بعض مساجد کی نسبت

ایک یادداشت لکھنا مناسب ہی۔ قاہرہ کے دو ۲ حصے ہیں ایک فسطاط یا پرانا شہر اور دوسرا نیا کہلاتا ہی۔ پرانے شہر میں سب سے زیادہ قدیم مسجد **عمرو ابن عاص** کی ہی۔ امیر المومنین **عمر ابن خطاب**ؓ کے جنرل عمرو ابن عاص نے سنہ ۶۳۸ء میں حضرت خلیفہ کے حکم سے مصر کو فتح کیا اور سنہ ۲۱ ہجری مطابق سنہ ۶۴۳ میں اس مسجد کی بنیاد قائم کی گئی۔ جس زمین پر مسجد بنائی گئی ہی وہ عمر ابن عاص اور اونکے دوستوں کی مملوکہ تھی۔ اسوقت عمر ابن عاص کی تعمیر بہت کم باقی ہی کیونکہ عیسوی نویں ۹ صدی کے آخر میں تقریباً سب عمارت جل گئی۔ پھر دسویں عیسوی صدی کے پچیس ۲۵ برس گزرنے پر کسی قدر بڑھائی گئی اور دوبارہ تعمیر ہوئی۔ یہ حالات مسجد میں لکھے ہوئے کتبوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ **مقریزی** نے پہلی مسجد کی خوبصورتی کی بہت تعریف کی ہی۔ مسجد کا طول و عرض تین سو پچاس ۳۵۰ اور چار سو ۴۰۰ فیٹ ہی۔ کل عمارت میں تین سو چھیاسٹھ ۳۶۶ ستون ہیں۔ ایک قطار مغرب کی سمت اور تین ۳ قطاریں شمال اور جنوب میں اور چھ قطاریں مشرق میں ہیں۔ ایک ستون پر **محمد**ؐ لکھا ہوا ہی۔ شمالی مشرقی گوشے میں **عبد اللہ ابن عمرو** کی قبر ہی۔

الازہر

یہ مسجد جس کو یونیورسٹی (دار العلم) کہنا چاہیئے سنہ ۹۸۰ میں معز کے جنرل

نے جسکا نام **جوھر** تھا تعمیر کی ہے۔ اُسکے بعد خلیفہ **عزیز** نے اسکو یونیورسٹی بنایا۔ اِسکے بعد بارھویں ۱۲ - تیرھویں ۱۳ - پندرھویں ۱۵ اور سولھویں ۱۶ صدیوں میں مختلف سلاطین کی طرف سے عمارت میں بہت زیادہ تغیرات ہوئے۔

سب سے آخر سنہ ۱۸۴۸ء میں **سعید پاشا** نے بھی کچھ تعمیر کی ہے۔

مسجد میں چھ دروازے ہیں - جن میں دروازہ بربر سب سے بڑا ہے اور بیشتر لوگ اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں - صحن کے تین طرف دالان ہیں اور ہر ایک طرف کی عمارت ایک ملک کے آدمیوں سے متعلق یا نامزد ہے - ایوان کی چھت مختلف پتھروں کے تین سو اسی ۳۸۰ ستونوں پر قائم ہے اور اکثر طالب علم یہاں مطالعہ کیا کرتے ہیں - طلبا کی تعداد دس ہزار ۱۰۰۰۰ سے تیرہ ہزار ۱۳۰۰۰ تک رہا کرتی ہے - مسجد کا طول و عرض عمرو ابن عاص کی مسجد کے قریب قریب معلوم ہوتا ہے -

مشاہد و زیارت گاہ سے حضرت سیدہ **زینب** بنت حضرت **فاطمہ** علیہا السلام کا مزار مبارک ہے پچھلی صدی میں اُس پر بھی ایک مسجد بنائی گئی ہے اِسکے علاوہ اور بہت سی مسجدیں ہیں -

۲۰ - دسمبر - صبح کو کھانے کے بعد سب خوشی خوشی اسٹیشن کو روانہ ہوئے - گیارہ بجے ہم بھی ریلوے اسٹیشن پر آئے - لارڈ کرومر اور جرمن کانسل بھی جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اسٹیشن تک وداع کیواسطے آئے تھے - دو گاڑیاں رزرو تھیں - لارڈ کرومر اور جرمنی دوست سے خدا حافظ کہکر ہم اسمعیلیہ

کو روانہ ہوئے۔ قاہرہ سے اسمعیلیہ تک زقازق اور تل الکبیر دو مشہور مقام ملتے ہیں۔ اگرچہ زقازق ایک گانو ہی کوئی مشہور چیز نہیں مگر جب سے انگریزی فوج اور **احمد عربی پاشا** سے اس مقام پر اور تل الکبیر پر لڑائی ہوئی ہی یہ دونوں مقام مشہور ہو گئے ہیں۔ زقازق پر ریلوے اسٹیشن ہی۔ اسٹیشن کے داہنی طرف اُن انگریزوں کا مدفن ہی جو عربی پاشا کی لڑائی میں مارے گئے ہیں۔ اسکے بعد کچھ فاصلے پر تل الکبیر (بڑا ٹیلہ) ہی یہاں بھی مقتول انگریزوں کا قبرستان ہی۔ میدان میں دور دور تک اونچے نیچے صدہا ٹیلے نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے عربی پاشا نے اس مقام کو لڑنے کے واسطے موزوں سمجھا ہوگا۔ یہ لڑائی سنہ ۱۸۸۲ء میں ہوئی ہی۔ اِنکے سوا چند آبادیاں اور بھی ملتی ہیں جن کا ذکر فضول ہی۔ چار بجے کے قریب اسمعیلیہ پُہنچے۔ سوائے اسکے کہ مختصر دکانیں۔ اور انگریزی طرز کی چند عمارتیں ہوٹل تک جانے میں نظر آگئیں ہمنے اور کچھ نہیں دیکھا سیدھے ہوٹل میں چلے آئے ہوٹل پانی کے کنارے پر ہی۔ نہر سویز یہاں آکر **تمساح**[+] نام ایک جھیل میں گرتی ہی۔ اور وہاں سے آگے بڑھکر نمک کی جھیل میں۔ پھر **بحر احمر** تک جس کو **قلزم** بھی کہتے ہیں۔ سیدھی چلی آئی ہی۔ ہوٹل میں عارضی قیام کے واسطے چند کمرے مہیا ہیں۔ رات کو بارہ ۱۲ بجے ہمالیہ جہاز لندن سے آنے والا ہی اسی میں ہم بھی سوار ہوکر **عدن** تک جائیں گے۔ غرضکہ چار ۴ بجے سے بارہ ۱۲ بجے تک وقت

[+] تمساح۔ مگرمچھ کو کہتے ہیں۔

کاٹنا کوہ بے ستوں کا کاٹنا تھا - ہر شخص کو آس لگی ہوئی ہی کہ ایکی دفعہ جہاز میں سوار ہو کر پھر خشکی پر قدم رکھیں گے تو انشاء اللہ اپنے ہی ملک میں بمبئی اُتریں گے بس یہی دس ۱۰ روز جن کو دس ۱۰ برس کہنا چاہیئے باقی ہیں - اسقدر رات گھڑیاں گنتے کٹی - گیارہ ۱۱ بجے سب اسباب اسٹیم بوٹ پر رکھا گیا - ساڑھے بارہ ۱۲½ بجے ہمالیہ دور سے آتا ہوا نظر آیا اور جھیل کے بیچ میں کنارے سے فاصلے پر لنگر کیا - ہم بھی بہت جلد دخانی بوٹ پر سوار ہو کر جہاز پر چلے گئے - لندن سے ہمارے واسطے کمرے معین تھے سب نے اپنی اپنی جگہ پہنچکر آرام کیا - مولوی صاحب دن کو نہر سویز سے گزرنے کی حالت دیکھنے کی تاک میں رات بھر ڈک پر کھڑے رہے اور سب تھکے ہارے بے فکر ہو کر سو رہے - تمساح جھیل میں جہاز کی راہ پر دونوں طرف برقی لالٹینیں لگی ہوئی ہیں - تمام نہر کی بھی یہی حالت ہی - بہت احتیاط سے جہاز کو لاتے ہیں اور پانچ پانچ میل سے تار پر خبر دیتے ہیں کہ اب جہاز فلاں مقام پر ہی - نہر دیکھنے کے شوق میں مولوی صاحب نے ڈک پر صبح کی اور روشنی ہوتے ہی ہمکو اُٹھایا کہ چلیئے نہر کے کناروں کے میدانوں کی حالت دیکھ لیجیے - ہمنے بھی ڈک پر جا کر دیکھا - نہر کا عرض تیس ۳۰ گز سے زیادہ نہیں ہی جہاز کے اندر بیٹھے بیٹھے دونوں طرف کوئی چیز پھینک سکتے ہیں -

اِس نہر کے بنانے کی ضرورت اِسلیئے تھی کہ **میڈی ٹرینن** (بحر روم) اور **رڈ سی** (بحر احمر یا قلزم) کے بیچ میں سویز سے **پورٹ سعید** تک اسی نوے ۹۰

میل لمبی خاکنائے تھی جسکی وجہ سے کوئی جہاز بحرروم سے قلزم میں نہیں آسکتا تھا۔ فراعنۂ مصر اور کیخسرو وغیرہ بادشاہانِ ایران کے زمانے میں بھی اِن دریاؤں کو ملانے کی کوشش کی گئی تھی۔ جسکا نشان پُرانی نہر کی علامتوں سے ملتا ہے۔ فارسی اور مصری خطوط میں بعض جگہ پتھروں پر کیخسرو اور دارایوش شاہانِ ایران کا نام بھی لکھا ہوا ملا ہے۔

اِسی طرح ایک نہر قاہرہ سے بحر احمر تک شہنشاہ تراجن نے بنوائی تھی اور مدت سے اٹی ہوئی پڑی تھی جسکو عمرو ابن عاص گورنر و فاتح مصر نے کھول دیا اور عرصے تک جاری رہی۔ اِس زمانے میں جبکہ قوموں کا میل جول آپس میں بڑھ گیا اور ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں ہونے کی وجہ سے تجارت کو بہت ترقی ہوگئی تو دونوں سمندروں کے درمیان راستہ بنانے کی بہت ضرورت ہوئی اور ہمیشہ خیال اِس امر پر رجوع ہوتا رہا کہ بحر احمر اور بحرروم ملا دیئے جائیں۔

چونکہ اِس کارنمایاں کی ناموری قوم فرانس کے حصے میں تھی اسلیئے یہ معاملہ ہر دفعہ یونہیں رہ رہ گیا۔ یہاں تک کہ **مسیو لی سپس** Lesseps فرانس کے مشہور انجنیر نے ۱۸۵۴ء میں اس نہر کا نقشہ بناکر سعید پاشا خدیو مصر کے حضور میں پیش کیا اور ۱۸۵۶ء میں منظوری ہوکر دو برس بعد کام شروع ہوگیا سویز سے جو بحر احمر کی نوک پر واقع ہے پورٹ سعید یعنی بحرروم کے کنارے تک اسی میل لمبے راستے میں سات میل اور پندرہ میل لمبی دو جھیلیں کھاری پانی کی اور

اسمعیلہ کے قریب تمساح نام ایک جھیل اور اُس سے اور قنطرہ[۵۱] اور برکت بالا آڑے ترچھے دو ۲ چھوٹے چھوٹے تالاب پھر سب کے آخر میں پورٹ سعید کے قریب پہنچکر منزلہ (م ۔ ن ۔ ز ۔ ل ۔ ہ) نام بڑی جھیل اِس نہر سے ملالی گئیں ۔ نہر سویز کا طول اِن سب جھیلوں اور لنگرگاہوں کو ملاکر (جو اسمیں جابجا بنائی گئی ہیں) سو میل ہی اور سواے اُن مقامات کے جہاں نہر جھیلوں کے اندر ہو کر نکل گئی ہی سب جگہ نوے فیٹ چوڑی ہی ۔ لنگرگاہوں اور جھیلوں میں گہرائی زیادہ ہی ۔ مگر اصل نہر کی گہرائی چھ ۶ فیدم (بارہ گز) رکھی گئی ہی ۔ ایک جہاز تو اچھی طرح اور دب دباکر دو بھی نکل سکتے ہیں مگر آپس میں ٹکرانے کا خوف زیادہ ہی ۔ جھیلوں کے اندر لوہے کے پیپوں سے جیسا لنگر کا نشان قائم کیا جاتا ہی راستے کی علامت کے واسطے زنجیروں میں باندھکر پیپے لگادیئے ہیں سب پیپے پانی کے اوپر تیرتے ہیں اور ایک پیپے سے دوسرے تک تین سو تیس ۲۳۰ گز فاصلہ رکھا ہی ۔ لائٹ ہوس پر بھی برقی روشنی ہوتی ہی اور پورٹ سعید کا لائٹ ہوس بیس ۲۰ میل دور سے نظر آتا ہی ۔ ابتدا سے نہر ختم ہونے تک ایک کروڑ[۵۲] نوے لاکھ پونڈ ۔ یعنی چونتیس کروڑ بیس لاکھ روپیہ لاگت آئے بہمہ وجوہ طیّار ہو جانے کے بعد جہازوں کی آمد و رفت کے واسطے سولہویں نومبر ۱۸۶۹ء کو کھولی گئی ہی ۔ نہر سے ہر مرتبہ جہازوں کی آمد و رفت پر محصول لیا جاتا ہی ۔ محصول کی تعداد کی نسبت ہمنے جہاز کے کپتان سے دریافت

---

[۵۱] قنطرہ پُل ۔ [۵۲] ہندوستان کے حساب سے فی پونڈ اٹھارہ روپے ہیں ۔

کیا۔ تخمینے کے طور پر معلوم ہوا کہ ایک دفعہ جہاز گزرنے کا محصول سولہ سترہ ہزار روپے تک ہوتا ہی اور آمدورفت کے واسطے ہندوستان کے حساب سے بتیس ہزار سے چھتیس ہزار تک۔ محصول میں روپیہ نہیں لیا جاتا بلکہ سونے کی اشرفی جسکو ہمارے ملک میں اُٹھ ماشی۔ انگریزی میں پونڈ اور ترکی میں لیرہ کہتے ہیں۔ دی جاتی ہی۔

مصر سے غیر ملکوں کو مشک۔ مشک بلاؤ[51]۔ شترمرغ اور اسکے پر پرزے اور انڈے۔ کافی۔ سنار۔ تیج پات۔ ریوند چینی۔ سونے کی خاک (جو حبش اور مراکو وغیرہ سے قاہرہ میں آتی ہی) نوشادر۔ مُر۔ زعفران۔ نمک۔ شورا۔ ایلوا۔ افیون (بہت عمدہ ہوتی ہی) نیل۔ صندل کی لکڑی۔ کھجور۔ روئی۔ مصر کا بُنا ہوا کپڑا۔ مٹی کے ظروف (بہت عمدہ بنتے ہیں) اونی اور سوتی کپڑا (قاہرہ میں عمدہ قسم کا بنایا جاتا ہی) ترکی ٹوپیاں۔ بندوق۔ پستول وغیرہ جنگی سامان جو بنی سویف میں بنتا ہی۔ قالین۔ افریقی ہاتھی کے دانت جو ہندوستان کی نسبت دوچند مہنگا اور عمدہ ہوتا ہی اور آبنوس وغیرہ تجارتی چیزیں جاتی ہیں۔ جواہر کی قسم میں بحر احمر کے کناروں پہ بعض پہاڑوں میں زمرد بھی نکلتا ہی۔ اگر یہاں سے کوئی چیز وہاں جا سکتی ہی تو سونے کی انگوٹھیاں۔ مگر نگینے بے عیب اور سچے خوش رنگ پتھر ہوں۔ موتی۔ عطر۔ بنا بنایا چمڑا۔ اور بھی بہت سامال جاتا ہوگا مگر ہمکو صرف اسی قدر معلوم ہوا ہی۔

---

[51] ایک خوشبودار بلی ہوتی ہی۔ اِسکے مشک کو مصر میں زبد کہتے ہیں۔

۲۱ - دسمبر - نہر کے دونوں طرف قدرتی ٹیلوں کے سوا نہر کی کھودی ہوئی مٹی کے بھی انبار لگے ہوئے ہیں - زمین بہت بلند ہوگئی ہی - جہاز بہت احتیاط سے چل کر ایک بجے رات کا چلا ہوا دن کے نو بجے خلیج سویز[۵۱] میں پہنچا - نہر ختم ہوئی - کسی قدر ٹھیر کر پونے دس بجے پھر چلے اب ہم بحر قلزم میں آگئے - یہ جہاز بھی پی اینڈ او کمپنی کا ہی اور ستلج سے بڑا ہی - چوبیس ۲۴ گھنٹے میں چار سو میل چلتا ہی - ڈک پر بھی نہایت عمدہ کمرے ہیں - اس وقت ہم بحر قلزم کی جنوبی شاخ میں جو نہر سویز کے وسیلے سے بحر سفید یعنی بحر روم میں مل گئی ہی - جا رہے ہیں - گرمی کسی قدر بڑھتی جاتی ہی یہاں گرمی ہمیشہ زیادہ ہوتی ہی -

۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - دسمبر - آج ہم کسی قدر چوڑے دریا میں آگئے ہیں - مشرق میں **عرب** کے ساحل اور **کوہ طور** کا سلسلہ نظر آتا ہی - مغرب میں مصر بلاد **سوڈان** - جنوب میں دریا اور آگے بڑھ کر سمالی کی زمین ہی -

جہاز پر اوّل درجے کے مسافروں میں انگریزوں کے سوا مسٹر **سید محمد** بلگرامی اور دیپ نراین سنگھ ولد رائے تیج نراین سنگھ رئیس بھاگل پور ہیں - مسٹر سید محمد بلگرامی - ڈاکٹر سید علی صاحب بلگرامی اور مولوی سید حسین صاحب

---

[۵۱] خلیج سویز بحر احمر کی ایک شاخ ہی -

اٹھائیس۲۸ اور اُنتیس۲۹ تاریخ انتظار میں گزری۔ تیس۳۰ کو صبح سے مسافروں نے بمبئی کی طرف نظر دوڑانا شروع کی۔ گیارہ بجے کے بعد قلابہ کا لائٹ ہوس۔ پھر کم کم پہاڑ اور عمارتیں معلوم ہونا شروع ہوئیں۔ ایک بجے سے پہلے کنارے پر آکر جہاز نے لنگر کیا۔ دریا کا سطح اسٹیم بوٹ اور کشتیوں سے پٹا ہوا ہے۔ اکثر ہمارے دوست استقبال کو آئے ہیں۔ ایک اسٹیم لانچ میں صاحبزادہ حیدر علی خان بہادر صاحبزادہ محمد علی خاں بہادر عرف چھٹن صاحب۔ صاحبزادہ ناصر علی خاں عرف منجھو صاحب وغیرہ ہمارے اہل خاندان۔ دوسرے میں میجر حمید الظفر خاں صاحب بہادر وائس پریسیڈنٹ آف کونسل رام پور۔ رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ صاحب اور ایک کشتی میں ہز ہائینس نواب امیر الدین احمد خاں صاحب بہادر والی لُہارو۔ ہز ہائینس راجہ جیت سنگھ صاحب بہادر والی کھیتڑی۔ آغا احمد علی صاحب مازندرانی اور بھی صدہا آدمی چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار تھے۔ غرضکہ دوستوں سے مل جل کر ہم کنارے پر آئے اور زمین کا دورہ ختم ہوا۔ آدمیوں کی بہت کثرت ہے باوجود ممانعت رام پور اور بریلی وغیرہ کے صدہا آدمی آئے ہیں۔ بہزار دشواری پولیس نے گھاٹ پر سے آدمیوں کو ہٹایا اور ہمکو واٹسن ہوٹل تک آنے کا راستہ ملا۔

۳۱- دسمبر سنہ ۱۸۹۳ء لغایتہ ۴ جنوری سنہ ۱۸۹۴ء- تین۳ روز بمبئی میں قیام رہا۔ چوتھے روز ہم بمبئی سے بریلی کو روانہ ہوئے۔ راستے میں اُناؤ پر سر چارلس کراسٹویٹ صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی

اس جہاز کے مسافر کنارہ قریب ہونے کی وجہ سے سب بچ گئے۔ ایسی مثالیں دیکھ کر مسافروں کو بہت وحشت ہوتی ہی۔ یہاں سے ہمالیہ اسٹیمر جس پر ہم آئے ہیں سیدھا **آسٹریلیا** کو جاتا ہی۔ اِس لیئے ہم کو **شے نن** پر جانا چاہیئے۔ وہ بھی دو تین سو گز فاصلے پر کھڑا ہی۔ عدن کے کناروں پر بھی سمالیوں کے لڑکے غوطہ لگا کر پیسہ دوانّی چوانّی نکالتے پھرتے ہیں۔

غرضکہ ہم آٹھ بجے اسٹیم بوٹ پر سوار ہو کر شے نن پر آئے۔ اسباب پہلے جا چکا ہی۔ پونے گیارہ بجے ہمالیہ نے آسٹریلیا کو اور شے نن نے بمبئی کو لنگر اُٹھایا۔

یہ جہاز بھی اُسی کمپنی کا ہی۔ سب صفات میں ستلیج کے مثل ہی۔ مسافر بہت کم ہیں۔ کیونکہ یہ جہاز مسافر اور ڈاک لینے کے واسطے کل شام ہی کو بمبئی سے آیا ہی۔ خدا کا شکر ہی اب ہمکو صرف بمبئی میں ہی اُترنا ہی۔

۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - دسمبر - آج ہم **سقوترہ** جزیرے کے قریب سے جا رہے ہیں۔ دریائے سقوترہ اِسی جزیرے کے نام پر موسوم ہوتا ہی۔ تلاطم اور طوفان میں مشہور ہی۔ مگر خدائے تعالیٰ کا شکر ہی کہ اسوقت تالاب کے پانی برابر بھی جنبش نہیں ہی۔ دریا کا سطحہ کفِ دست میدان کی طرح صاف معلوم ہوتا ہی۔ بعض جہاز داہنے بائیں سے سوئز کو جاتے ہوئے گزر گئے۔

آج جدہ ہم سے پچاس میل فاصلے پر ہوگا - اگر مستول پر چڑھ کر دوربین سے دیکھیں اور مطلع بھی صاف ہو تو بخوبی نظر آسکتا ہی - اِس وقت مشرق میں جدہ اور مغرب میں وادی حلفہ اور بلاد سوڈان ہیں -

شام کو ہم **باب المندب** سے گزر گئے - یہاں بحر احمر ختم ہو جاتا ہی - یہ دریا ہزار میل کے قریب لمبا ہوگا - باب المندب دو پہاڑوں کے بیچ میں بہت تنگ راستے کا نام ہی - مشرق میں حجاز کے کنارے تیرہ۱۳ درجہ اٹھائیس۲۸ دقیقہ شمالی - تینتالیس۴۳ درجہ - پینتیس۳۵ دقیقہ شرقی پر مُخا - دوسری طرف افریقہ کے ساحل پر مغرب میں بارہ۱۲ درجہ - اکتالیس۴۱ دقیقہ شمالی - تینتالیس۴۳ درجہ - تینتیس۳۳ دقیقہ شرقی پر پیرم Perium واقع ہی اور باب المندب بارہ۱۲ درجہ اکتالیس۴۱ دقیقہ شمالی - تینتالیس۴۳ درجہ بتیس۳۲ دقیقہ شرقی پر - حدیدہ وغیرہ یہاں سے کچھ پیچھے شمال کی طرف رہ گیا - بارہ۱۲ بجے تک اسٹیمر پانسو پینتیس۵۳۵ ناٹ چلا ہی - دریا کفِ دست کے مثل ساکن اور بے موج ہی -

۲۵-۲۶- دسمبر پچیس۲۵ کو دن بھر چلکر چھبیس۲۶ کی رات کو ڈیڑھ ۱½ بجے کے قریب ہمالیہ نے **عدن** پہنچکر لنگر کیا - عدن کے ساحل بہت خطرناک ہیں - پانی کے اندر جا بجا چٹانیں ہیں - ذرا چوکے اور جہاز ٹکر کھا کر ڈوبا - ایک جہاز جس کے کپتان نے راہبر ساتھ نہیں لیا تھا ہمارے سامنے ڈوبا ہوا پڑا ہی - دو۲ مستول اور ہوا کے بمبے اوپر نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں

بلگرامی کے بھائی ہین - ریاست حیدرآباد دکن نے اِنکو ایگری کل چرل سائینس پڑھنے کے لیئے لندن بھیجا تھا - اب فارغ التحصیل اور کامیاب ہوکر حیدرآباد کو واپس جاتے ہیں - نہایت ذکی اور متین سیدزادے ہیں -

اُن کے علمی مذاق اور حوصلہ مندی پر یہی دلیل کافی ہی کہ ایگری کل چرل سائینس سیکھنے گئے تھے اُسی مدت میں لگے ہاتھوں بیرسٹری کا بھی امتحان دے کر سند حاصل کرلی -

دیپ نرائن سنگھ کیمبرج یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں کسی ضرورت سے چار مہینے کے واسطے اپنے گھر جاتے ہیں - اِن دونوں صاحبوں کے سوا سکنڈ کلاس کے مسافروں میں مسٹر ولی الدین ساکن پٹنہ نواب امیر الدین خاں بہادر کے پوتے اور ایک صاحب ڈاکٹر ہیں جنکا نام معلوم نہیں ہوا - ولی الدین بھی بیرسٹری کے واسطے کوشش کر رہے ہیں اور چند روزہ رخصت پر اپنے گھر جاتے ہیں - مسٹر ولی الدین کو گانے کا بہت شوق ہی - ہندی گانا گاتے گاتے اب انگریزی بھی گانے لگے - ایک روز یوروپین مسافروں کے جلسے میں اُن کو بھی گوایا گیا -

اِس دریا میں پرند مچھلیاں بہت کثرت سے اُڑتی پھرتی ہیں - باوجودیکہ دسمبر کا مہینا اور دریا کا سفر ہی - گرمی کی اِس قدر شدت ہی کہ ہمارے ملک میں اپریل مئی میں ہوتی ہی - کیبن کے اندر ٹھیرا نہیں جاتا تمام مسافر ڈک پر پڑے رہتے ہیں -

وشمالی سے ملاقات ہوئی۔ اُس روز ہم جریدہ اُنکے پاس ٹھیر گئے اور ہمراہی ہم سے پہلے بریلی پہنچ گئے۔ دوسرے روز چوتھی جنوری کو ہم بھی بریلی آگئے۔ پانچ جنوری سے نویں تک بریلی میں ٹھیرے۔ نویں جنوری کی شب کو بریلی سے مرادآباد تک ریل پر آئے اور وہاں سے گھوڑوں کی ڈاک پر رامپور میں داخل ہوئے۔

ریاست کے سوا اہل شہر نے بڑا اہتمام کیا ہی۔ دریاے کوسی کے پل سے شہر تک خیر مقدم کی رسم ادا کرنے کو جابجا دروازے بنائے ہیں۔ راستے میں جو مکان واقع ہوتے ہیں اُن کی چھتوں پر اور دورویہ بازاروں میں بیشمار آدمی کھڑے ہیں۔ پل سے شہر تک جابجا نوبتیں رکھی ہیں۔ ہمارے جانے سے جسقدر رعایا کو دل نگرانی تھی اس وقت اُس سے زیادہ مسرت اور دلچسپی پائی جاتی ہی۔

خدا کا شکر ہی جس دروازے سے ہم دنیا کے دور میں جانے کو سوار ہوئے تھے آج اُسی مقام پر اُتر کر قلعے میں داخل ہوئے۔

حصّہ دوم تمام شد

قطعۂ تاریخ طبع از فیروز شاہ خان فیروز رام پوری

جب بفضل خدا چھپی فیروز
فکر تاریخ کی ہوئی مجھکو
کارفرمائے رام پور کی سیر
کہا ہاتف نے لکھ ۔ حضور کی سیر
۱۳۱۴ھ

خاتمہ بالخیر ہوا

۱۸ ع ۹۶

* * *

CHECKED 1973
Initial

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

اشتہار

بہ حسب منشاے ایکٹ ۲۵ (XXV) سنہ ۱۸۶۷ء اس
کتاب کا کاپی رائٹ بحق مولوی فرخی صاحب رزرو
اور رجسٹری شدہ ہے کوئی صاحب بغیر اجازت قصد
چھاپنے یا ترجمہ کرنیکا نہ فرمائیں وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

اطلاع ۔

جس کتاب پر مولوی صاحب کی مہر نہو وہ سرقہ تصور کیجاے
اور بلا مُہر کتاب رکھنے سے اجتناب چاہیے فقط

Entered in Database
Signature with Date